عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسینؑ کے حالات کا ذکر!

واضح ہو کہ ابوالفرج نے عیسیٰ بن زید کی بڑی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وہ جلیل القدر و صاحب علم و ورع و زہد تقویٰ تھا اور حضرت صادقؑ ان کے بھائی عبداللہ بن محمدؑ اور اپنے باپ زید بن علیؑ اور دوسرے لوگوں سے روایت کرتا تھا اور اس کے ہمعصر علماء اس کے قدوم کو بابرکت شمار کرتے تھے اور سفیان ثوری کو اس سے بڑی عقیدت تھی اور وہ اس کی زیادہ تعظیم واحترام کرتا تھا لیکن مخفی نہ رہے کہ کافی میں جو روایت تحریر ہے اس کے مطابق اس کی مدح محل نظر ہے کیونکہ اس سے اس کی سوئے عقیدت اپنے امام زمانہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

اور اس کی جسارت حضرتؑ کی نسبت معلوم ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ اس کی ولادت شام کے راستے میں ہوئی کیونکہ زید ہشام بن عبدالملک کے پاس جا رہے تھے تو ایک منزل پر در نصاریٰ میں قیام کیا اسی رات عیسیٰ پیدا ہوا اور اس کا نام حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کے نام پر رکھا اور عیسیٰ محمد و ابراہیم عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کے واقعہ میں موجود تھا اور محمد نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد لوگوں سے مخفی رکھنا یہاں تک کہ مہدی کے زمانہ میں وفات پائی اور جن دنوں عیسیٰ خلیفہ کے خوف سے مخفی تھا یحییٰ بن حسین بن زید اور صاحب عمدۃ المطالب کے قول کی بنا پر محمد بن محمد بن زید) عیسیٰ کے بھتیجے نے اپنے باپ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ میرے چچا کی رہبری کرو اور مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے تاکہ میں ان سے ملاقات کروں کیونکہ بری بات ہے کہ میرا اس قسم کا چچا ہو اور میں اسے نہ دیکھوں باپ نے کہا بیٹا یہ خیال دل سے نکال دو کیونکہ تیرے چچا عیسیٰ نے اپنے کو چھپا رکھا ہے اور وہ پسند نہیں کرتا کہ پہچانا جائے اور مجھے ڈر ہے کہ اگر تجھے اس کی رہبری کروں اور تو اس کے پاس جائے تو وہ سختی میں مبتلا ہو اور اپنے مکان کو عوض کرے یحییٰ نے اس معاملہ میں زیادہ اصرار کیا یہاں تک کہ باپ کو راضی کر لیا کہ وہ عیسیٰ کا مکان سے اسے بتائے حسین نے کہا اے بیٹا اگر چاہتے ہو کہ اپنے چچا سے ملاقات کرو تو سفر کا ساز و سامان تیار کرو اور مدینہ سے کوفہ کی طرف کوچ کرو جب کوفہ میں پہنچ جاؤ تو محلہ بنی حی پوچھو جب یہ معلوم ہو جائے تو فلاں کوچہ میں جاؤ اور اس کوچہ کی توصیف کی جب اس کوچے میں پہنچو تو ایک مکان تمہیں نظر آئے گا جس کی فلاں صفت اور فلاں نشانی ہے وہی تمہارے چچا کا گھر ہے لیکن تم گھر کے دروازے پر نہ بیٹھنا بلکہ اس کوچہ کے ابتدائی حصہ میں مغرب تک بیٹھے رہنا اس وقت تجھے بلند قامت شخص نظر آئے گا جو خوبصورت اور سن کہولت میں کہ سجدہ کے آثار اس کی پیشانی پر نمایاں ہوں گے اور ریشم کا جبہ پہنے ہوگا اور اس کے آگے اونٹ ہوگا اور وہ سقائی (مشکیں بھر کر پانی دینا) سے واپس آ رہا ہوگا اور ہر قدم جو اٹھائے گا اور رکھے گا ذکر خدا کرے گا اور آنسو اس کی آنکھوں سے جاری ہوں گے تمہارا چچا عیسیٰ ہے جب اس کو دیکھنا کھڑے ہو جانا اس کو سلام کرنا اور ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دینا تیرا چچا پہلے تو تجھ سے وحشت کرے گا تم اسے اپنے نشاندہی کرانا تاکہ اس کا دل سکون کرے پھر تھوڑے وقت اس سے ملاقات کرنا اور اپنے بیٹھنے کو طول نہ دینا تاکہ کوئی تمہیں دیکھ نہ لے اور اسے پہچان لے پھر اس کو الوداع کہنا اور دوبارہ اس کے پاس نہ

جانا اور تجھ سے بھی وہ پوشیدہ اور مخفی ہوجائے گا اور مشقت وزحمت میں مبتلا ہوگا۔ یحییٰ نے کہا جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی اطاعت ہوگی پس اس نے سفر کی تیاری کی اور باپ سے رخصت ہوکر کوفہ کی طرف روانہ ہوا جب کوفہ پہنچا اور منزل کی تب اپنے چچا کی تلاش کے درپے ہوا محلہ بنی حی پوچھا اور جس گھر اس کے باپ نے نشانی بتائی تھی وہ پالیا پھر کوچہ سے باہر اپنے چچا کے انتظار میں بیٹھا یہاں تک کہ غروب آفتاب ہوا اچانک اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس نے اونٹ اپنے آگے لگایا ہوا تھا اپنے چچا کے انتظار میں بیٹھا یہاں تک کہ غروب آفتاب ہوا اچانک اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس نے اونٹ اپنے آگے لگایا ہوا تھا اور اسے ہانک رہا تھا انھیں صفات والا جو اس کے باپ نے بتائی تھیں اور جو قدم وہ اٹھاتا اور رکھتا اس کے لب ذکر خدا میں متحرک ہوئے اور آنسو اس کی آنکھوں سے گر رہے تھے یحییٰ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کو سلام کیا اور اس سے معانقہ کیا یحییٰ کہتا ہے کہ جب میں نے ایسا کیا تو جس طرح وحشی انس سے وحشت کرتا ہے اس نے مجھ سے وحشت کی تو میں نے کہا اے چچا میں یحییٰ بن حسین زید آپ کا بھتیجا ہوں جب اس نے یہ سنا تو مجھے سینہ سے لگا لیا اور اتنا گریہ کیا کہ اس کی حالت غیر ہوگئی کہ میں نے کہا ابھی بے ہوش ہوجائے گا جب کچھ اپنی حالت پر آیا اپنا اونٹ بٹھایا اور خود میرے ساتھ بیٹھ گیا اور اپنے اقرباء اہل بیت کے حالات مردوں عورتوں اور بچوں کے ایک ایک کرکے پوچھے میں نے ان کے حالات بیان کرتا تھا اور وہ روتا جاتا تھا جب ان کے حالات سے باخبر ہوا تو اپنے حالات مجھ سے بیان کئے اور فرمایا اے میرے بیٹے اگر میرے حالات چاہتا ہے تو جانو کہ میں نے اپنا نسب اور حال لوگوں سے چھپا رکھا ہے اور یہ اونٹ کرایہ پر لیا ہوا ہے ہر روز ماشکیوں کا کام کرتا ہوں اس میں سے اونٹ کا کرایہ مالک کو دیتا ہوں اور جو کچھ بچتا ہے اپنے اوپر صرف کرتا ہوں اور اگر کسی دن کوئی رکاوٹ پیدا ہوجائے اور اس دن میں پانی کھینچنے کے لئے نہ جاسکوں تو اس دن کا خرچہ میرے پاس نہیں ہوتا کہ اسے صرف کروں پس مجبوراً کوفہ سے باہر چلا جاتا ہوں اور بچی ہوئی سبزیوں سے یعنی کاہو کے پتے اور کھیرے کے چھلکے وغیرہ جنہیں لوگ پھینک دیتے ہیں جمع کرکے انھیں اپنی غذا قرار دیتا ہوں اور اس مدت میں کہ چھپا ہوا ہوں میں نے اسی گھر میں قیام کیا ہوا ہے اور گھر کا مالک ابھی تک مجھے نہیں پہچانتا اور کچھ مدت میں اس گھر میں رہا تھا کہ اس نے اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کردی اور خدا نے مجھے اس سے ایک بیٹی کرامت فرمائی جب وہ بلوغ کو پہنچی تو اس کی ماں مجھ سے کہنے لگی کہ یہ لڑکی فلاں ماشکی کے لڑکے سے بیاہ دو جو ہمارا ہمسایہ ہے کیونکہ وہ اس کی خواستگاری کیلئے آئے ہیں میں نے کوئی جواب نہ دیا اور میری بیوی بہت اصرار کرتی رہی اور میں جواب میں خاموش تھا اور جرات نہیں کرسکتا تھا کہ اپنا نسب اس سے کہہ سکوں اور اسے خبر دوں کہ میری بیٹی اولاد پیغمبر ہے اور وہ کفو اور ہمشان فلاں ماشکی کے بیٹے کی نہیں اور ہمیشہ میری بیوی میرے فقر و فاقہ افلاس اور گمنامی کو دیکھتے ہوئے اس معاملہ میں اصرار یہاں تک کہ میں تدبیر کار سے عاجز آگیا اور خدا سے اس امر کی کفایت چاہی خداوند عالم نے میری دعا قبول کی اور چند دنوں کے بعد میری بیٹی مرگئی اور اس کے دکھ سے مجھے راحت ملی لیکن میرے بیٹا ایک دکھ میرے دل میں موجود ہے کہ میں گمان نہیں رکھتا کہ کسی کے دل میں اس قدر دکھ اور درد ہوگا اور وہ دکھ یہ ہے کہ جب تک میری بیٹی زندہ تھی میں اس سے اپنے آپ کو پہنچانو اس کا اور نہ اسے یہ بتا سکا ہوں کہ اے نور دیدہ تو اولاد رسول میں سے ہے اور تو بی بی ہے نہ کہ ایک مزدور اور ماشکی کی بیٹی اور وہ مرگئی لیکن اپنی عزت وشان کو نہ پہچان سکی پھر میرے چچا نے مجھ کو رخصت کیا اور مجھے قسم

دی کہ دوبارہ اس کے پاس نہ جاؤں مبادا کہ لوگ سمجھ جائیں اور اسے پہچان لیں اور وہ مصیبت میں پھنس جائے پھر میں چند دنوں کے بعد ایک دفعہ دوبارہ اسے دیکھنے کے لئے گیا لیکن میں نے اسے نہیں دیکھا بس وہی ایک ملاقات میری اس سے ہوسکی خلاصہ یہ کہ عیسیٰ جب تک زندہ رہا اس کی یہی حالت رہی مہدی کے دل میں اس کا بہت خوف تھا اور کسی طرح سے مہدی کو اس کا پتہ نہ چل سکا تھا اور جس حیلہ وتدبیر سے اس نے چاہا کہ عیسیٰ کو تلاش کرے نہ ہوسکا یہاں تک کہ عیسیٰ کی وفات ہوگئی ابوالفرج نے قصیب واشی سے روایت کی ہے جو کہ زید بن علی کا صحابی اور عیسیٰ بن زید کا مخصوص دوست تھا وہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں عیسیٰ کوفہ میں چھپا ہوا تھا کبھی کبھار ہم اس کو دیکھنے کے لئے ڈرتے ہوئے اس کے پاس جاتے تھے اور بعض اوقات وہ صحرا میں ہوتا اور آب کشی کرتا پس ہمارے پاس بیٹھتا اور ہم سے باتیں کرتا اور کہتا کہ خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں تمہارے متعلق ان سے بے خوف ہوتا یعنی خلیفہ اور اس کے اعوان و انصار سے تو میں تمہاری ملاقات کا شوق رکھتا ہوں اور ہمیشہ خلوتوں اور بستر پر سونے میں تمہیں یاد رکھتا ہوں اب جاؤ تاکہ تمہاری جگہ اور تمہارا معالہ شہرت نہ پکڑے اور تمہیں کوئی برائی یا ضرر نہ لاحق ہو اور عمدۃ المطالب میں ہے کہ ایک وقت محمد مہدی حلوان کی ایک جگہ گیا تو یہ شعر ایک دیوار پر لکھے ہوئے دیکھے "منخرق الخفین یشکوا الوجی" پھٹی ہوئی جوتیوں والا پاؤں کے درد کی شکایت کرتا ہے الخ

اور عیسیٰ کو چند افراد پہچانتے تھے اور پوشیدہ طور پر اس کے حالات سے باخبر تھے ایک ان میں سے ابن علاق صیرفی اور دوسرا حاضر اور تیسرا صباح زعفرانی اور چوتھا حسن بن صالح تھا اور مہدی اس بات کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ اگر عیسیٰ کو نہ پاسکے تو کم ازکم ان چند افراد پر کامیاب ہوجائے یہاں تک کہ حاضر پر اسے کامیابی حاصل ہوگئی اور اسے قید کردیا اور ہر حیلہ کے ساتھ اس نے چاہا کہ اسے حاضرین سے عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی خبر ملے لیکن اس نے مخفی رکھا اور ظاہر نہ کیا یہاں تک کہ انھوں نے قتل کردیا۔

اور جب عیسیٰ کی وفات ہوئی تو دو چھوٹے بچے اس کے رہ گئے صباح ان کی کفالت کرتا تھا اور منقول ہے کہ صباح نے حسن سے کہا جب کہ عیسیٰ کی وفات ہوگئی ہے تو کیا مانع ہے کہ ہم اپنے آپ کو ظاہر کریں اور عیسیٰ کی موت کی خبر مہدی کو دے دیں تاکہ اسے راحت پہنچے اور ہم بھی اس کے خوف سے مامون ہوجائیں کیونکہ مہدی ہمیں عیسیٰ ہی کے لئے تلاش کرتا تھا اب جب کہ وہ فوت ہوگیا ہے اب اسے ہم سے کوئی سروکار نہیں حسن کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں دشمن خدا کی آنکھ ولی اللہ نبی کے بیٹے کی موت سے روشن نہیں کروں گا اور ایک رات جو میں حالتِ خوف میں کاٹوں وہ ایک سال کے جہاد اور عبادت سے بہتر ہے۔

صباح کہتا ہے کہ جب عیسیٰ کی موت کو دو ماہ گذرے تو حسن بن صالح بھی فوت ہوگیا اس وقت میں احمد وزید عیسی کے یتیموں کو لے کر بغداد کی طرف گیا جب بغداد پہنچا تو بچوں کو ایک گھر میں رکھا اور خود پرانا لباس پہن کر مہدی کے دارالخلافہ کی طرف گیا جب میں وہاں پہنچا اور میں نے کہا کہ میں صباح زعفرانی ہوں اور دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی خلیفہ نے مجھے بلایا جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا تو ہے صباح زعفرانی میں نے کہا جی ہاں کہنے لگا لا حیاک اللہ ولا بیاک اللہ ولا قرب دارک نہ خدا تجھے زندہ رکھے اور نہ تجھے کسی چیز کا مالک بنائے اور نہ تیرے گھر کو قرب قرار دے اے دشمن خدا تو ہے وہ جو لوگوں کو میرے دشمن عیسیٰ کی بیعت لیتا تھا میں نے کہا ہاں وہ کہنے لگا پس تو اپنے پاؤں سے چل کر موت کی طرف آیا ہے میں نے کہا اے امیر میں تمہارے لئے بشارت

اور تعزیت لے کر آیا ہوں وہ کہنے لگا تیری بشارت اور تعزیت کیا تو میں نے کہا بشارت تو عیسیٰ بن زید کی موت کی وجہ سے ہے اور تعزیت بھی عیسیٰ کی وجہ سے کی ہے کیونکہ عیسیٰ آپ کا چچا زاد اور قریبی تھا مہدی نے جب یہ سنا اس نے محراب کی طرف رخ کیا اور سجدہ شکر بجالایا اور حمد خدا کی اس کے بعد پوچھا کہ عیسیٰ نے کب وفات پائی میں نے کہا دو ماہ گذرے ہیں کہنے لگا تو اس وقت تو نے مجھے خبر کیوں نہیں کی میں نے کہا حسن بن صالح مجھے ایسا نہیں کرنے دیتا تھا یہاں تک کہ جب وہ بھی مر گیا تو میں تیرے پاس آیا ہوں مہدی نے جب حسن کی موت کی خبر سنی تو دوبارہ سجدہ کیا اور کہنے لگا الحمدللہ کہ خدا نے اس کے شر کی مجھ سے کفایت کی کیونکہ وہ میرے دشمنوں میں زیادہ سخت تھا اس وقت کہنے لگا اے شخص جو کچھ چاہتا ہے مجھ سے طلب کر کہ تیری حاجت پوری ہوگی اور میں تجھے مال دنیا سے بے نیاز کر دوں گا میں نے کہا خدا کی قسم میں تجھ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ تجھ سے کوئی حاجت چاہتا ہوں سوائے ایک حاجت کے وہ کہنے لگا وہ کونسی ہے میں نے کہا عیسیٰ بن زید کے یتیموں کی کفالت خدا کی قسم اگر میرے پاس کچھ ہوتا کہ جس سے میں ان کی کفالت کر سکتا تو میں یہ بھی تجھ سے طلب نہ کرتا اور انھیں بغداد نہ لے آتا پس میں نے عیسیٰ اور اس کے بچوں کے حالات نقل کئے اور میں نے کہا اے امیر جب تک کہ عیسیٰ زندہ تھا سقائی اور ماشکی کا کام کرتا تھا اور جو کچھ اس کام سے اسے ملتا اسے وہ اپنے بچوں پر خرچ کرتا اور جب عیسیٰ فوت ہو گیا تو اس کے پاس کچھ نہیں تھا جو اس کے بچوں کی سرپرستی کرتا لہٰذا میں نے انھیں اپنے گھر والوں میں شامل کر لیا لیکن میں ان کے اخراجات سے عاجز ہوں اور میرے پاس کچھ نہیں ہے اور بھوک و پریشانی کا ان پر اتنا غلبہ ہے قریب ہے کہ وہ مر جائیں چونکہ وہ آپ کے عزیز اور رشتہ دار ہیں لہٰذا وہ اس کے مستحق ہیں کہ انھیں باپ کی شفقت دو اور انھیں بھوک سے بچاؤ مہدی نے جب بچوں کی حالت سنی تو بے اختیار رونے لگا یہاں تک کہ اس کے آنسو گرنے لگے کہنے لگا اے شخص خدا تجھے جزائے خیر دے تو نے بڑا اچھا کیا کہ مجھے ان کے حالات کی خبر دی اور تو نے ان کے حق کو ادا کیا ہے بیشک عیسیٰ کے بچے میرے بچوں کی طرح ہیں اب جاؤ اور انھیں میرے پاس لے آؤ میں نے کہا ان کے لئے امان ہے کہنے لگا ہاں وہ خدا کی امان اور میری امان میں اور میرے ذمہ اور میرے آباؤ اجداد کے ذمہ ہیں۔ میں بار بار اسے قسم دیتا تھا اور اس سے امان کا عہد لیتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں انھیں اسی کے پاس لے آؤں اور انھیں کوئی تکلیف و آسیب پہنچے اور مہدی بھی بار بار انھیں امان دیتا تھا یہاں تک کہ اس نے گفتگو کے آخر میں کہا اے میرے دوست چھوٹے بچوں کا کیا قصور ہے کہ میں انھیں کسی قسم کی تکلیف دوں جو میری سلطنت سے معارضہ کرتا تھا وہ ان کا باپ تھا اگر وہ بھی میرے پاس آتا اور مجھ سے نزاع نہ کرتا تو مجھے اس سے بھی کوئی سروکار نہ ہوتا چہ جائیکہ چھوٹے یتیم بچے ابھی جاؤ اور انھیں میرے پاس لے آؤ خدا تمھیں جزائے خیر دے اور تجھ سے بھی میں خواہش کرتا ہوں کہ میرے عطیہ کو قبول کرو میں نے کہا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں اس وقت میں گیا اور عیسیٰ کے بچوں کو لے آیا جب مہدی نے انھیں دیکھا تو ان کی حالت پر رقت کی اور انھیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور ایک کنیز کو حکم دیا کہ ان بچوں کی پرستاری کرو اور چند آدمی بھی ان کی خدمت کے لئے مؤکل کئے اور میں بھی تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ان کے حال کی تحقیق کرتا رہتا اور مسلسل دارالخلافہ میں تھے یہاں تک کہ محمد امین خلیفہ ہوا اور مارا گیا تو اس وقت میں وہ دارالخلافہ سے باہر نکلے زید بیمار ہو کر مر گیا اور احمد کہیں روپوش ہو گیا۔

موسیٰ بن مہد ملقب بہ ھادی کی خلافت کا ذکر

۲۳ محرم ۱۶۹ھ میں جب مہدی نے ماسبذان میں وفات پائی تو خلافت موسیٰ ہادی کی طرف منتقل ہوئی اور موسیٰ اس وقت جرجان میں اہل طبرستان سے جنگ کے لئے گیا ہوا تھا اور اس کے بھائی ہارون رشید نے ہادی کے لئے اہل ماسبذان اور بغداد کے لوگوں سے بیعت لی اور ہادی کے پاس قصد بھیجا اور بغداد کی طرف آیا اور عمومی بیعت واقع ہوئی اور ہادی فسادات قلب اور کثرت ادب وشجاعت میں مشہور تھا اور اسے طبق (ہر ایک پر غالب آنے والا) کہتے تھے اس کی جرأت وہمت کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے ایک باغ میں گدھے پر سوار ہو کر سیر کر رہا تھا قضائے کار ایک خارجی کو قید کر کے اس کے پاس لا رہے تھے جب وہ خارجی باغ میں داخل ہوا تو اس نے ایک سپاہی سے تلوار چھین لی اور موسیٰ کو قتل کرنے کے ارادے سے دوڑا موسیٰ کے نوکروں نے جب ننگی تلوار دشمن کے ہاتھ میں دیکھی تو وہ اپنی جان کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن موسیٰ اسی وقار واطمینان کے ساتھ اپنی سواری پر سوار کھڑا رہا اور کسی قسم کی وحشت اور دہشت اسے نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ خارجی اس کے قریب پہنچ گیا اچانک موسیٰ نے چیخ کر کہا اس مرد خارجی کی گردن اڑا دو حالانکہ اس کے پاس کوئی آدمی موجود نہیں تھا خارجی کو گمان ہوا کہ کوئی شخص اس کو قتل کرنا چاہتا ہے اس نے ادھر ادھر دیکھا تا کہ وہ معلوم کرے کہ موسیٰ کس کو حکم دے رہا ہے جب وہ شخص اطراف کی طرف متوجہ ہوا تو موسیٰ نے اپنے آپ کو سنبھال کر اچانک اس پر گرا دیا اور اسے زمین پر پٹخ دیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی اور اس کی گردن اڑا دی موسیٰ کے غلام بہت وحشت میں پڑ گئے کہ کہیں موسیٰ انھیں نہ مار دے لیکن وہ ان سے متعرض نہ ہوا مگر اس کے بعد وہ کبھی گدھے پر سوار نہ ہوا اور تلوار بھی کبھی اپنے سے جدا نہ کی۔

موسیٰ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں چاہا کہ اپنے بھائی رشید کو ولی عہدی سے معزول کر کے ولایت عہد اپنے بیٹے جعفر کو تفویض کرے۔ لیکن جعفر مر گیا اور اس کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔

جعفر کی وفات بغداد میں ۱۴ یا ۱۸ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں ہوئی اور اس کی عمر تقریباً پچیس سال تھی اور اسی سال ربیع حاجب کی وفات بھی ہوئی۔

اور ۱۷۰ھ ہی میں جیسا کہ ابن خلکان نے کہا ہے خلیل بن احمد امامی عروضی نحوی لغوی نے بصرہ میں وفات پائی اور خلیل سیبویہ اور نضر بن شمیل کا استاد ہے اور علم عروض خلیل نے استنباط کیا ہے اور اس کی عقلمندی علم وزہد صلاح وحلم ووقار کی مدح کی گئی ہے اور حکمت ودانائی کی بہت سی باتیں اس سے منقول ہیں اور وہ اس شعر کو بہت پڑھا کرتا تھا۔

وَاذا افتقرت الی الذخائر ولم تجد
ذخرا یکون کصالح الاعمال

جب تو خزانوں کی طرف محتاج ہو تو اچھے اعمال جیسا ذخیرہ اور خزانہ تجھے نہیں ملے گا۔

اور یہ خلیل کا کلام ہے امیر المومنین کے حق میں

احتیاج الکل الیہ و استغناءہ عن الکل

دلیل و علی انہ امام الکل

تمام لوگوں کا علی کی طرف محتاج ہونا اور علیؑ کا سب سے مستغنی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب کے امام ہیں اور کہا گیا کہ خلیل کا باپ پہلا شخص ہے کہ رسول خداؐ کے بعد جس کا نام احمد ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگوں نے خلیل سے خواہش کی کہ امیر المومنینؑ کی کوئی فضیلت بیان کرے کہنے لگا میں کیا کہہ سکتا ہوں اس شخص کے حق میں کہ جس کے دوستوں نے اس کے فضائل دشمنوں کے خوف کے مارے چھپائے اور دشمنوں نے اس کے فضائل کے چھپانے کی کوشش حسد وبغض کی وجہ سے کی اور باوجود اس کے کہ دوست ودشمن نے ان کے فضائل کو چھپایا ہے پھر بھی اتنے فضائل ان کے ظاہر ہوئے کہ مشرق ومغرب کو پر کر دیا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ خلیل کی فرمائش انتہائی متین و پختہ ہے اور یہ خوارق عادات بلکہ امیر المومنینؑ کے واضح معجزات میں سے ہے ورنہ ان حالات میں تو آنجنابؑ کی کوئی فضیلت نقل نہ ہونی چاہیے تھی اور آپ کا نور خاموش ہوجاتا بلکہ فضائل کے بجائے آپؑ کے گھڑے ہوئے مثالب ومطاعن منتشر ہوتے نہ یہ کہ آپؑ کے فضائل ومناقب مشرق ومغرب عالم کو پر کرتے جمہور اور سب لوگ دوست ودشمن مجبوراً آپؑ کی مدح کرتے ہیں **یریدون لیطفئو نور اللہ بافواھم ویابی اللہ الا ان یتمم نورہ ولو کرہ الکافرون** وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور خدا انکار کرتا ہے مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو تمام کرے اگرچہ کافر ناپسند کرتے ہیں۔

اور ہم کتاب منتھی میں اس مطلب کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور ابن شہر آشوب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے نقل کیا ہے لوگوں نے ایک عرب عورت کو مسجد کوفہ میں دیکھا جو کہہ رہی تھی اے وہ شخص جو آسمانوں میں مشہور ہے اور زمینوں میں مشہور ہے اور آخرت میں مشہور سلاطین جور اور زمانہ کے جبار بادشاہوں نے اپنی ہمت وطاقت صرف کی کہ تیرے نور کو خاموش کریں لیکن خدا نے نہ چاہا اور اس نے اس کی روشنی کو زیادہ تر کیا اس عورت سے لوگوں نے کہا ان کلمات سے تیرا مقصود کون شخص ہے کہنے لگی امیر المومنین یہ کہہ کر لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئی۔

اور کثیر روایات کے ساتھ شیعی سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا تھا میں ہمیشہ سنتا رہتا تھا کہ بنی امیہ کے خطیب منبروں پر امیر المومنینؑ کو سب کرتے تھے اور حضرتؑ کو برا بھلا کہتے تھے اس کے باوجود گویا کوئی آپ کا بازو پکڑ کر آسمان عظمت وفضیلت پر لے گیا اور آپ کی رفعت مرتبہ کو ظاہر کیا۔

اور یہ بھی سنتا رہا ہوں کہ وہ (دشمنانِ علیؑ) ہمیشہ مدائح ومناقب اپنے گزرے ہوئے بڑوں کے بیان کیا کرتے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا کہ کسی مردار چیز کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں یعنی جتنی مدح اور اچھائی اپنے بڑوں کی بیان کرتے بڑی عفونت وگندگی ان سے زیادہ ظاہر ہوتی اے ابوالحسن میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوجائیں آپؑ وہ ہستی ہیں کہ دوست دشمن جس کے

مدائح ومناقب کے ذکر کرنے سے رطب اللسان اور عذب البیان ہیں۔

شهد الانام بفضله حتى العدى

والفضل ماشهدت به الاعداء

وہ ہیں کہ دشمنوں تک آپؑ کی فضیلت کی گواہی دی ہے اور فضیلت بھی وہی ہے کہ جس کی دشمن گواہی دیں۔ خلاصہ یہ کہ خلیل مرد جلیل القدر ہے اور اس کے حکمت آمیز کلمات بہت ہیں ان میں سے ایک کلام یہ ہے علم تجھے اپنا کچھ حصہ نہیں دے گا جب تک تو اپنا کل کا کل اس کو نہ عطا کر دے اور پھر جب تجھے وہ اپنا کچھ حصہ دے دے اور تو اسے اپنا سب کچھ دے دے تب بھی خطرے میں ہے اور ان میں سے یہ کلام ہے کہ انسان اپنے معلم واستاد کی غلطی کو نہیں سمجھ سکتا جب تک اس کے غیر کے پاس نہ بیٹھے اور اس کا یہ کلام ہے کہ انسان کا ذہن سب سے زیادہ صاف سحری کے وقت ہوتا ہے اور یہ بھی اس کا کلام ہے کہ بہترین فقرہ جو انسان کو طلب علم اور معرفت کی طرف رغبت دلاتا ہے وہ حضرت امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے قدر کل امرء ما یحسن ہر شخص کی قدر ومنزلت وہی چیز ہے جو اسے حسین بنائے اور بھی خلیل کا کلام ہے اور حکایت کی گئی ہے کہ ایک شخص خلیل کے پاس حاضر ہوا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا تو وہ شخص کہنے لگا اے شخص میں دور کا سفر کر کے آپ کے پاس آیا ہوں آپ میرے بیٹے کو کچھ مقدار علم نجوم نحو طب اور فرائض فقہ سکھائیں اور گدھا دروازے پر موجود ہے تو خلیل نے اس سے کہا کہ ثریا وسط آسمان میں ہے اور فاعل مرفوع ہوتا ہے اور کابلی ہرڑ صفراء کو دور کرتی ہے اور اگر ایک شخص مرجائے اور دو بیٹے چھوڑ جائے تو مال ان کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا پھر فرمایا کھڑا ہو جا اے بیٹا اور مسعودی کی مروج الذہب میں ہے کہ موسیٰ ہادی کے زمانہ میں حسین بن علی حسنی نے خروج کیا اور مقام فخ میں جو مکہ سے چھ میل دور ایک جگہ ہے تر ویہ (آٹھ ذی الحجہ) کے دن اس جنگ میں جو آپ کے اور بنی عباس کی ایک جماعت کے درمیان ہوئی شہید ہوئے کہ جن میں سلیمان بن ابو جعفر محمد بن سلیمان بن علی وموسیٰ بن علی وعباس بن محمد بن علی تھے کہ جو ہادی کی طرف سے چار ہزار کا لشکر لے کر حسینؑ بن علیؑ سے لڑنے کے لئے آئے ہوئے تھے اور مقام فخ میں حسین سے گھمسان کی جنگ ہوئی اور حسین کو اس جماعت کے ساتھ جو ان کا ساتھ دے رہی تھی شہید کر دیا اور تین دن تک ان کے جسم زمین پر پڑے رہے کہ کسی نے انھیں دفن نہ کیا یہاں تک درندے اور پرندے ان کا گوشت کھاتے رہے اور جو لوگ حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ واقعہ فخ میں تھے ایک سلیمان بن عبداللہ بن حسن تھے کہ جنھیں عباسیوں نے قید کر لیا اور مکہ میں جا کر ان کی گردن اڑا دی اور دوسرے حسن بن محمد بن عبداللہ بن حسن تھے انھیں بھی قید کر لیا تھا اور شہید کر دیا اور ایک عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم بن حسن حسن مثنی تھے وہ بھی اسی واقعہ میں شہید ہو گئے اور جب حسینؑ بن علیؑ کی شہادت کی خبر موسیٰ ہادی کو ملی تو وہ موسیٰ بن عیسیٰ پر غضبناک ہوا اور اس کے اموال اپنے قبضہ میں کر لئے اور جب شہداء کے سر ہادی کے پاس لے آئے اور لانے والے خوشی کر رہے تھے تو موسیٰ ہادی رو رہا تھا اور کہنے لگا تم خوش ہو رہے ہو گویا ترک ودیلم کے کسی شخص کا سر میرے پاس لائے ہو حالانکہ یہ سر تو عترتِ رسول خدا کے ایک شخص کا ہے اور کم از کم تمہارا بدلہ یہ ہے کہ میں تمھیں کوئی چیز عطا نہیں کروں گا اور حسین اور باقی طالبین میں سے شہدا کے لئے اس زمانہ کے ایک شاعر نے مرثیہ کہا ہے۔

فلابكين على الحسين بعولة و على الحسن
وعلى بن عاتكه الذى اثوده ليس له كفن
تركوه بفخ غدوة فى غير منزله الوطن!
كانوا كراما قتلوا لا طائشين ولا جبن!
غسلوا المذلة عنهم غسل الثياب من اللدن
هدى العباد بجدهم فلهم على الناس المنن

البتہ میں حسین پر چیخ و پکار کر کے ضرور گریہ کروں گا اور حسن پر اور عاتکہ کے بیٹے پر جسے انھوں نے کفن کے بغیر چھوڑ دیا جنھیں ہم فخ پر صبح کے وقت بے وطنی میں چھوڑ دیا وہ کریم تھے انھیں قتل کیا گیا نہ وہ طیش و غصہ میں آتے تھے اور نہ ہی وہ بزدل انھوں نے اپنے سے ننگ و عار کو اس طرح سے دھویا جیسے کپڑا میل کیل سے صاف کیا جاتا ہے اور ان کے جد امجد کے ذریعہ سے بندگانِ خدا نے ہدایت پائی پس ان کے لوگوں پر بڑے احسان ہیں اور واقعہ فخ کی کیفیت اور حسین بن علیؑ کی شہادت کی تفصیل ان شاء اللہ کتاب منتھی میں امام حسنؑ کی اولاد کے حالات میں شرح و بسط سے تحریر ہو چکی ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

ہارون الرشید بن محمد بن منصور کی خلافت اور اس کے زمانے کے حالات کا ذکر

اور اسی رات کی صبح کہ جس میں ہادی نے دنیا سے کوچ کیا لوگوں نے اس کے بھائی ہارون کی مدینۃ السلام بغداد میں بیعت کر لی اور وہ رات ۱۴ یا ۱۸ ربیع الاول ۱۷۰ھ کی تھی اور بنی عباس کے لئے ایسی رات نہیں آئی کیونکہ اس رات خلیفہ موسیٰ کی وفات ہوئی اور ایک خلیفہ رشید کی طرف خلافت منتقل ہوئی اور ایک خلیفہ مومون پیدا ہوا اور ہارون نے تیئس سال اور چند ماہ خلافت کی اور ہفتہ کی رات تین جمادی الثانی ۱۹۳ھ طوس کی سناباد بستی میں وفات پائی اور اس کی قبر اسی بقعۂ منورہ حضرت رضا سلام اللہ علیہ میں آپ کی قبر اطہر کے پیچھے اس کی قبر ہے اور اس کی عمر چوالیس سال اور چار ماہ تھی۔

اور جب ہارون مسند خلافت پر بیٹھا تو یحییٰ بن خالد برمکی کو اپنا وزیر مقرر کر دیا اور ہارون کو سلطنت سے عظیم حصہ ملا اور منقول ہے کہ ہارون کو اپنے باپ سے ایک بڑی انگشتری ملی اور ہادی نے اپنے زمانہ میں رشید سے مانگی اس نے دینے سے انکار کیا اور اس نے اصرار کیا تو رشید نے وہ انگوٹھی دریائے دجلہ میں پھینک دی اور جب خلافت رشید کو ملی تو اس نے شیشہ کی انگوٹھی اسی جگہ دجلہ میں پھینکی اور

غوطہ زنوں کو حکم دیا کہ انگوٹھی دریا سے نکال لائیں جب غوطہ زنوں نے غوطے لگائے تو پہلی قیمتی انگوٹھی نکال لائے ہارون نے اس کو فال نیک سمجھا اور جاحظ سے منقول ہے کہ اس نے کہا ہارون کے لئے ایسی چیزیں جمع ہو گئی تھیں جو اس کے غیر میں جمع نہیں ہو سکیں کیونکہ اس کے وزراء برامکہ تھے اس کا قاضی ابو یوسف تھا اس کا شاعر مروان بن ابوحفصہ تھا اس کا ندیم وساتھی عباس بن محمد اس کے باپ کا چچا زاد بھائی تھی اس کی بیوی زبیدہ تھی اس کا گوتا ابراہیم موصلی تھا اس کا حاجب فضل بن ربیع تھا اور ان میں سے ہر ایک کے خصوصیات اور امتیازات ہیں اور رشید کے زمانہ میں ۱۷۳ھ میں خیزران ہادی اور رشید کی ماں کی وفات ہوئی اور رشید اس کے جنازہ کے آگے آگے جا رہا تھا اور منقول ہے کہ خیزران کا غلہ سولہ کروڑ درہم تھا۔

اور اسی سال محمد بن سلیمان عباسی نے دنیا سے کوچ کیا اور رشید نے اس کے بصرہ میں جو اموال تھے ان پر قبضہ کر لیا اور اس کا غلہ ہر روز ایک لاکھ درہم تھا اور ۱۷۴ھ میں عبداللہ بن لہیعہ بروزن ربیعہ نے مصر میں وفات پائی اور وہ منصور کی طرف سے مصر کا قاضی تھا اور ۱۷۴ھ ہی میں ابوعلی شفیق بلخی بن ابراہیم صوفی ماوراء النھر کے علاقہ میں رفض کی تہمت میں مارا گیا اور شفیق بلخی خراسان کے کبار مشائخ میں سے اور حاتم اصم کا استاد تھا اور اس کے تشیع کا احتمال کیا گیا ہے اور یہ کسی امیر کبیر کا بیٹا تھا اس نے بتوں کے خادم کی زبانی ایک بات سنی اور توبہ کر لی اور شفیق سے منقول ہے کہ میں نے پانچ چیزیں سات سو علماء سے پوچھیں سب نے مجھے ایک جیسا جواب دیا میں نے پوچھا عقلمند کون ہے انھوں نے کہا جو دنیا کو دوست نہ رکھتا ہو میں نے پوچھا زیرک وہوشیار کون ہے کہنے لگے جو دنیا پر فریفتہ اور مغرور نہ ہو میں نے پوچھا غنی کون ہے کہنے لگے جو خدا کی تقسیم پر راضی ہو میں نے کہا فقیر کون ہے کہنے لگے جس کا دل زیادہ کی طلب و تلاشی میں ہو میں نے پوچھا بخیل کون ہے کہنے لگے جو اس حق اللہ کو روک رکھے جو اس کے مال سے متعلق ہے اور ۱۷۵ھ میں شریک بن عبداللہ بن سنان نخعی نے وفات پائی اور وہ کوفہ میں مہدی کے زمانہ میں قاضی تھا اور ہادی نے اسے معزول کر دیا اور اس کی حکایت مہدی کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے اور شریک اگر شیعہ نہیں تھا تو شیعہ اور آئمہ شیعہ سے عناد بھی نہ رکھتا تھا البتہ اس کے متعلق مذمت وارد ہوئی ہے جیسا کہ ہمارے مولانا صادقؑ سے ایک حدیث میں منقول ہے شریک کے لئے کیا ہے خدا اسے قیامت کے دن جہنم کے ایک جال میں پھنسائے گا اور یہ شریک شریک بن اعور سلمی کے علاوہ ہے کہ جو امیر المومنین کے اصحاب میں سے تھا اور ابن زیاد کے ساتھ بصرہ سے کوفہ آیا تھا اور ہانی کے مکان پر رہا تھا اور بیمار ہو گیا تھا اور ہانی و مسلم کی شہادت سے پہلے فوت ہو گیا تھا اور کوفہ میں دفن ہوا اور احقر کا گمان ہے کہ شاید اس کی قبر ثویہ میں ہے اس جگہ کہ جہاں احنف زیاد بن ابیہ ابوموسیٰ اشعری اور مغیرہ دفن ہیں اور جناب کمیل کی قبر بھی اسی جگہ ہے۔

اور اس کی ایک لطیف حکایت ہے معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں اس حکایت کو وارد کروں بزرگوں نے نقل کیا ہے کہ شریک اعور معاویہ کے ہاں گیا پس معاویہ نے اس سے خدا کی قسم تو شریک ہے حالانکہ خدا کا کوئی شریک نہیں اور تو اعور (کانا) کا بیٹا ہے اور حالانکہ بینا کانے سے بہتر ہے اور تو پستہ قد اور بدصورت ہے حالانکہ لمبے قد والا خوبصورت پست قد سے بہتر ہے پس تو اپنی قوم کا سردار کیسے ہو گیا تو شریک نے اس سے کہا تو معاویہ ہے حالانکہ معاویہ بھونکنے والی

کتیا ہے جو کتوں کو بھونکواتی ہے۔

اور توصخر (سخت پتھر) کا بیٹا ہے اور سہل زمین پتھر سے بہتر ہے اور تو حرب (جنگ) کا بیٹا ہے حالانکہ صلح جنگ سے بہتر ہے اور تو امیہ کا بیٹا ہے اور امیہ اس لونڈی کو کہتے ہیں جو حقیر وذلیل ہوا اور اسے حقیر وذلیل سمجھا جائے پس تو کس طرح مومنوں کا امیر بن بیٹھا ہے تو معاویہ غصے میں آ گیا اور شریک اٹھ کر چلا گیا اور وہ کہتا جاتا تھا ایشتمنی معاویة ابن صخر و سیفی صارم و معی لسانی فلا تبسط علینا یا بن ھند لسانك ان بلغت ذری الا مانی کیا صخر کا بیٹا معاویہ مجھے گالی دیتا ہے جب کہ میری تلوار کاٹنے والی ہے اور میرے ساتھ میری زبان ہے اے ہند کے پوت ہم پر زبان نہ کھول اگر تو امیدوں کی چوٹی تک پہنچ گیا ہے (آخرابیات تک)

نیز ۱۷۵ھ میں معویہ بن عمار کوفی نے جو اصحاب امامیہ میں ثقات میں سے ہے وفات پائی۔

اور ربیع الاول ۱۷۹ھ میں مالک بن انس بن مالک مدنی نے جو اہل سنت والجماعت کے چار اماموں میں سے ایک ہیں مدینہ میں وفات پائی اور منقول ہے کہ ۹۵ھ میں مالک پیدا ہوئے اور اس کی مدت حمل تین سال تھی اور جعفر بن سلیمان عباسی منصور کے چچازاد نے مالک کو گرفتار کر کے ستر کوڑے لگائے موطأ میں جو صحاح ستہ میں سے ایک کتاب ہے مالک کی تصنیف ہے اور اس کی قبر بقیع میں ازواج رسول کی دفن والی جگہ میں مشہور ہے۔

اور ۱۸۰ھ میں عمر بن عثمان نحوی فارسی نے جو سیبویہ کے لقب سے مشہور ہے وفات پائی اور خلیل بن احمد و عیسیٰ بن عمرو یونس اور اخفش اکبر کا شاگرد ہے اور اس کی کتاب الکتاب نامی مشہور ہے اور جاحظ اس کا ایک نسخہ محمد بن عبدالملک زیات کے لئے بطور ہدیہ لے گیا اور کسائی سے اس کے مباحثہ کا واقعہ مشہور ہے اور قصیدہ زنبوریہ اسی حکایت وواقعہ سے متعلق ہے۔

اور ۱۸۱ھ میں مروان بن ابی حفصہ یمامی مشہور شاعر کی بغداد میں وفات ہوئی اور مروان نے مہدی و ہارون اور معن بن زائدہ کی بڑی مدح کی ہے اور منقول ہے کہ علومین کی ہجو کر کے مروان کا قرب حاصل کرتا تھا اور ظاہراً اس کے اشعار میں سے ہے کہ جو مہدی کی مدح میں کہے ہیں خدا اس کی قبر کو جہنم کی آگ سے پر کرے۔

وا کرم قبرٍ بعد قبر محمد
نبی الھدی قبر بما سبذان

اور زیادہ باعزت قبر نبی ہدایت محمدؐ کی قبر کے بعد وہ قبر ہے جو ماسبذان میں ہے۔

اور ۱۸۱ھ میں واصل بن عطا معتزلی نے وفات پائی اور واصل بن عطا حسن بصری کے پاس بیٹھا کرتا تھا پس جب اختلاف ظاہر ہوا اور خوارج نے کہا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور ایک جماعت نے کہا کہ وہ مومن ہے اگرچہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے فاسق ہو جاتا ہے تو واصل بن عطا دونوں گروہوں سے الگ ہو گیا اور اس نے کہا کہ اس امت کا فاسق نہ مومن ہے اور نہ کافر بلکہ یہ دونوں منزلوں کے درمیان ایک منزل ہے پس حسن نے اسے اپنی مجلس سے دھتکار دیا تو وہ اس سے معتزل اور الگ ہو گیا اور واصل کے ساتھ

عمر بن عبید اٹھنے بیٹھنے لگا اور ان دونوں اور ان کے پیروکاروں کو معتزلہ کہا گیا اور یہ نام انھیں قتادہ بن وعامہ سدوسی نے دیا اور واصل ابن عطا زمانہ کے عجائبات میں سے تھا کیونکہ وہ لفظ را میں بہت تتلاتا تھا اور حرف صحیح نہیں ادا کرسکتا تھا لہٰذا وہ اپنی گفتگو میں حرف ''را'' نہیں آنے دیتا تھا اور وہ اپنی قدرت کلامی اور سہولت الفاظ کی وجہ سے یہ سمجھنے بھی نہیں دیتا تھا اور حرف را کے ساقط کرنے میں اس کو ضرب المثل قرار دیا گیا تھا۔

اور یہ چیز شعراء نے اپنے کلام میں بہت استعمال کی ہے شاعر کہتا ہے۔

اجعلت وصلی الراء لم تنطنق به
وقطعتنی حتی کانك واصل

اور اس شعر کا لطف مخفی نہیں اور دوسرا شاعر کہتا ہے۔

فلا تجعلنی مثل همزة واصل
فتلحقنی حذفا ولاراء واصل

پس مجھے ہمزہ وصل کی طرح نہ قرار دے تا کہ مجھے محذوف کے ساتھ ملحق کردے اور نہ راء واصل کی اور میں کہتا ہوں کہ اس امر میں واصل کے ساتھ صاحب بن عباد شباہت رکھتا ہے جیسا کہ عنقریب انشاءاللہ آئے گا۔

اور ۱۸۲ھ اور ایک قول ہے ۱۹۲ھ میں ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی کوفہ کے قاضی القضاۃ نے وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ ابو یوسف پہلا شخص ہے جو قاضی القضاۃ سے ملقب ہوا ہے اور پہلا شخص ہے کہ جس نے علماء کے لباس کو بدلا اور ممتاز کیا ہے کیونکہ اس سے پہلے عالم اور غیر عالم کے لباس میں کوئی تمیز نہیں ہوتی تھی اور سب ایک ہی لباس میں ہوا کرتے تھے اور اس کی قبر صحن مقدس کا ظمین کے مشرقی حصہ میں ہے اور اس سال یونس بن حبیب نحوی کی وفات بھی ہوئی ہے۔

نیز ۱۸۲ھ میں ثقہ جلیل القدر علی بن یقطین کی بغداد میں وفات ہوئی ہے اور ان کا باپ یقطین مروان حمار کے زمانہ میں وجوہ دعاۃ (بنی عباس کی خلافت کی دعوت دینے والے) میں سے تھا پس مروان نے کسی کو اس کی تلاش میں بھیجا تو وہ بھاگ گیا اور روپوش ہوگیا اور ۱۲۴ھ میں یقطین کا بیٹا علی کوفہ میں پیدا ہوا پھر اس کی بیوی بھی اپنے دونوں بیٹوں علی وعبید کے ساتھ مدینہ کی طرف مروان کے خوف سے بھاگ گئی اور وہ ہمیشہ چھپے رہے یہاں تک کہ مروان مارا گیا اور عباسیوں کی حکومت ظہور پذیر ہوئی تب یقطین ظاہر ہوا اور اس کی بیوی اس کے بیٹوں کے ساتھ اپنے وطن کوفہ کی طرف لوٹ آئی اور یقطین سفاح اور منصور کی خدمت میں رہا اور باوجود اس کے کہ وہ شیعہ مذہب اور امامت کا قائل تھا اور اسی طرح اس کے بیٹے اور کبھی کبھی وہ اپنا مال حضرت صادقؑ کو بھیجا کرتا تھا اور منصور ومہدی کے پاس یقطین کی چغلی کھائی گئی خداوند عالم نے اسے ان کے مکروفریب سے محفوظ رکھا اور یقطین اپنے بیٹے علی کے پاس زندہ رہا اور ۱۸۵ھ میں وفات پائی خلاصہ یہ کہ علی بن یقطین کی حضرتؑ موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں عظیم منزلت اور بلند مرتبہ تھا

اور حضرتؑ اس کے لئے بہشت کے ضامن ہوئے تھے اور چند احادیث میں ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا ضمنت لعلی بن یقطین ان لا تمسه النار ابداً میں علی بن یقطین کے لئے ضامن ہوا ہوں کہ اسے آگ کبھی بھی نہیں چھوئے گی اور روایت ہے کہ ایک دفعہ علی حضرت کی طرف رخ کئے جا رہا تھا تو حضرتؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جو شخص دوست رکھتا ہے کہ اصحاب رسولِ خداؐ میں سے کسی کو دیکھے تو وہ علی بن یقطین کی طرف دیکھے ایک شخص نے عرض کیا تو کیا علی اہلِ بہشت میں سے ہے حضرتؑ نے فرمایا میں تو یہی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اہلِ جنت میں سے ہے۔

اور داوٗد ورقی سے روایت ہوئی ہے کہ قربانی کے دن حضرت موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں شرفیاب ہوا حضرت نے خود سے ابتداء کرتے ہوئے فرمایا میں جب موقف عرفات میں تھا تو علی بن یقطین مجھے یاد آیا اور مسلسل وہ میری نظر اور دل میں رہا اور مجھ سے جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے افاضہ کیا (عرفات سے مشعر کی طرف چلا)

اور یہ بھی روایت ہوئی ہے کہ ایک سال موقف عرفات میں ڈیڑھ سو آدمی شمار کئے گئے جو علی بن یقطین کے لئے تلبیہ کہتے تھے کہ جنہیں علی نے پیسے دے کر مکہ بھیجا ہوا تھا اور روایت ہے کہ علی بچپن میں اپنے بھائی عبید کے ساتھ حضرت صادقؑ کی خدمت میں پہنچا اور اس وقت علی کے سر پر گیسو تھے تو حضرتؑ نے فرمایا گیسو والے کو میرے پاس لے آؤ پس علی حضرتؑ کے پاس آیا حضرتؑ نے اسے لے کر اس کے لئے خیر و خوبی کی دعا کی۔

اور احادیث علی بن یقطین کی فضیلت میں بہت وارد ہوئی ہیں اور روایت ہوئی ہے کہ جب حضرت موسیٰ بن جعفر عراق تشریف لے گئے تو علی نے اپنی حالت کی حضرتؑ سے شکایت کی جو کہ مجالست و مصاحبت و وزارت ہارون کا ابتلاء ہے تو حضرتؑ نے فرمایا اے علی بیشک اللہ کے کچھ اولیاء و دوست ہیں جو ظالموں کے دوستوں کے ساتھ رہتے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے خدا اپنے دوستوں سے مصیبتوں کو دور کرتا ہے اور اے علی تو ان میں سے ایک ہے اور بحار میں ابو علی بن طاہر کی کتاب حقوق المومنین سے منقول ہے کہ علی بن یقطین نے میرے مولا کاظم علیہ السلام سے۔

بادشاہ کی نوکری ترک کرنے کے سلسلہ میں اجازت چاہی تو آپؑ نے اسے اجازت نہ دی اور فرمایا ایسا نہ کرنا کیونکہ ہم تجھ سے مانوس رہتے ہیں اور تیری وجہ سے تیرے بھائیوں کی عزت ہے اور ہو سکتا ہے کہ خدا کسی ٹوٹی ہوئی چیز کو تجھ سے جوڑ دے اور تیری وجہ سے اپنے اولیاء سے مخالفین کے بغض و عداوت کے حملہ کو توڑ دے اے علی تمہارے اعمال کا کفارہ تمہارا اپنے بھائیوں سے احسان و نیکی کرنا ہے تم مجھے ایک چیز کی ضمانت دو کہ جس کسی شخص سے ہمارے اولیاء میں سے ملاقات کرو گے تو اس کی حاجت روائی کرو گے اور اس کی عزت و تکریم کرو گے اور میں تمہارے لئے ضامن ہوتا ہوں کہ تجھ پر قید خانے کی چھت کبھی سایہ نہیں کرے گی اور تلوار کی دھار تجھے نہیں پائے گی اور تیرے گھر میں فقر و فاقہ کا کبھی داخلہ نہیں ہوگا اے علی جو کسی مومن کو خوش کرے پس اس نے اللہ سے ابتداء کی ہے اور دوسرے مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کیا اور تیسری جگہ پر ہمیں خوش کیا ہے۔

اور ۱۸۳ھ میں عبداللہ بن معویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب نے ھرات میں وفات پائی ہے اور اس کی قبر اسی جگہ ہے

اور اس نے مروان حمار کے زمانہ میں خروج کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور ابو جعفر دوانقی اس کا عامل و کارندہ تھا اور اسی طرح وہ رہا یہاں تک کہ فوت ہو گیا صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ اس کی قبر ہرات کی مشرقی جانب اب تک زیارت گاہ ہے میں نے بھی جا کر ۷۷۶ھ میں اسے دیکھا ہے۔

اور ۱۸۴ھ میں احمد ہارون کے بیٹے نے وفات پائی اور وہ ان افراد میں سے ہے جنھوں نے دنیا میں زہد و تقویٰ کو اپنایا اور عبادت میں مشغول رہے اور احمد سبتی کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ سبت یعنی ہفتہ کے دن کا کام کیا کرتا تھا اور اپنی مزدوری پورے ہفتہ کے دنوں میں صرف کرتا تھا اور عبادت میں مرتے دم تک مشغول رہا۔ اور ۱۸۵ھ میں ہی یزید بن مزید بن زائدہ شیبانی معن کے بھتیجے نے وفات پائی اور وہ رشید کی حکومت کے امراء اور اعیان میں سے تھا اور وہ مشہور بہادر تھا اور وہی شخص ہے جس نے ولید بن طریف شیبانی خارجی کو حدیثہ میں قتل کیا تھا اور اس کے نادر اخبار و واقعات بہت ہیں۔

اور ۱۸۷ھ کی ابتداء میں فضیل بن عیاض کوفی عارف مرتاض صوفی نے مکہ میں وفات پائی اور منقول ہے کہ وہ پہلے ڈاکو تھا ڈاکے ڈالا کرتا تھا توبہ کر کے زاہد و پرہیز گار ہو گیا اور اس کی حکایت رشید کے ساتھ اور اس کے عرفانی کلمات مشہور ہیں اور اس کا کلام ہے کہ تین اشخاص کو بدخلقی پر اور غصہ کی ملامت نہیں کی جا سکتی روزہ دار، بیمار اور مسافر۔

تاریخ حبیب السیر میں منقول ہے کہ فضیل کا ایک بیٹا تھا علی نامی جو زہد و عبادت میں باپ سے افضل تھا لیکن وہ ابتدائے جوانی میں مر گیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ مسجد الحرام کے چاہ زم زم کے پاس کھڑا تھا اس نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے **وتری المجرمین یومئذ مقرنین فی الاصفاد** اور تو اس دن مجرموں کو دیکھے گا اپنی وہ ہتھکڑیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے اس نے حمام (حضرت امیرؑ کا صحابی کی طرح چیخ ماری اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

اور ۱۸۸ھ میں کہا گیا ہے کہ ابراہیم ندیم موصلی جو گانے اور سر تال کے ایجاد میں یکتائے زمانہ تھا مر گیا اور اس کی وفات کے دن عباس بن احنیف یمامی شاعر ابراہیم صولی شاعر کا ماموں بھی مر گیا۔ اور ۱۸۹ھ میں علی حمزہ جو کسائی کے لقب سے مشہور ہے اور محمد بن حسن شیبانی فقیہ حنفی نے وفات پائی اور کسائی علم نحو و لغت و قرأت میں مشہور ہے اور سات قاریوں میں سے ایک ہے اور محمد امین رشید کے بیٹے کا مؤدب اور استاد ہے لیکن ان کمالات کے باوجود شعر نہیں کہہ سکتا تھا یہاں تک کہ کہا گیا کہ علماء لغت عرب میں کسائی سے شعر میں زیادہ جاہل نہیں اور جب رشید نے طوس کا سفر کیا تو کسائی بھی اس کے ساتھ تھا اور رَیّ میں اچانک مر گیا اور اسی دن محمد بن حسن شیبانی حنفی فقیہ نے بھی وفات پائی رشید نے کہا فقہ اور لغت عربی دونوں رَیّ میں دفن ہو گئے۔

اور رشید ہی کے زمانہ میں ثقہ عظیم الشان مداح آل احمد اسماعیل بن محمد شامی سید حمیری کے لقب سے مشہور بزرگ نے وفات پائی اور یہ بعض اہل تاریخ کے قول کے مطابق ہے لیکن جو کچھ احادیث و اخبار سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کی وفات حضرت صادقؑ کی شہادت سے پہلے منصور کے زمانہ میں ہوئی اور سید فرزند محمد مرد جلیل القدر عظیم المنزلۃ اہل بیت علیہم السلام کا مداح ہے اور اصحاب آئمہؑ میں سے کسی سے معہود و اتفاق نہیں ہوا کہ اس نے سید حمیری کی طرح امیر المومنین اور اہلِ بیت طاہرین علیہم السلام کے فضائل نشر کئے

ہوں۔ابوالفرج اغانی سے منقول ہے کہ مدائنی سے روایت ہے کہ سید حمیری سوار ہوکر کناسہ کوفہ میں کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے جو شخص حضرت علیؑ کی کوئی فضیلت نقل کرے کہ جسے میں نے نظم نہ کیا ہو تو یہ گھوڑا اس ساز وسامان کے ساتھ جو اس کے اوپر ہے میں اسے دے دوں گا پس محدثین نے فضائل امیر شروع کئے اور سید وہ اشعار پڑھے جو ان فضائل پر مشتمل تھے یہاں تک کہ ایک شخص نے سید سے ابوعلی مرادی سے حدیث بیان کی وہ کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں تھا کہ حضرتؑ نماز کے لئے وضو کرنے لگے اور اپنے موزے پاؤں سے اتار کر رکھ دیئے تو ایک سانپ آپ کے جوتوں میں داخل ہوگیا پس جب آپؑ نے جوتے پہننے کا ارادہ کیا تو کوا ظاہر ہوا اور اس نے موزے چھین لئے اور اوپر کو لے گیا اور انھیں پھینک دیا تو سانپ ان سے باہر نکل آیا سید نے جب یہ فضیلت سنی تو جو کچھ وعدہ کر رکھا ہے اس کو عطا فرمایا تب اس واقعہ کو شعر میں نظم کیا۔

الا یا قوم للعجب العجاب
لخف ابی الحسین و للحباب

اے قوم عجیب ترین چیز کے لئے حاضر ہو جا ابوالحسین کی جوتی اور سانپ کا واقعہ سننے کے لئے آخر ابیات تک۔

اور ابن معتز صاحب طبقات الشعراء نے نقل کیا ہے کہ بغداد میں ایک حمال کو لوگوں نے دیکھا کہ بہت بھاری بار کندھے پر رکھے ہوئے ہے تو اس سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا کہ سید کے میمات (یعنی وہ قصیدے جن کے آخر میں حرف میم آتا ہے) ہیں۔

اور منجملہ سید کے قصائد کے ایک مشہور قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

لام عمر و باللوی مربع
طامسة اعلامها بلقع

ام عمرو کی موڑ کے پاس منزل ہے کہ جس کے نشان مٹ چکے ہیں اور خالی پڑی ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار میں سید حمیری کے لئے اصحاب کے بعض تالیفات سے ایک فضیلت نقل کی ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام رضاؑ نے عالم خواب میں دیکھا کہ ایک زینہ نصب کیا ہوا ہے جس کی سو سیڑھیاں ہیں حضرتؑ اس پر چڑھنے لگے جب اوپر گئے تو ایک سبز رنگ کے گنبد میں داخل ہوئے دیکھا کہ خمسۂ نجباء (پنجتن پاک) وہاں تشریف فرما ہیں اور ایک شخص رسولِ خداؐ کے سامنے کھڑا ہے اور یہی قصیدہ پڑھ رہا ہے حضرتؑ رضا وارد ہوئے تو حضرت رسول اللہؐ نے انھیں مرحبا وخوش آمدید کہا اور فرمایا کہ اپنے والد علیؑ اور اپنی والدہ فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ کو سلام کرو ہمارے شاعر اور دنیا میں ہمارے مدح خواں سید حمیری کو پس میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا پھر رسول اکرمؐ نے فرمایا قصیدہ پڑھو سید نے پڑھنا شروع کیا جب سید نے یہ شعر پڑھا۔

ورایة یقدمها حیدر
ووجهه کالشمس اذ تطلع

اور جھنڈا کہ جس کو حیدر آگے بڑھا رہے ہوں گے کہ جن کا چہرہ مثل آفتاب کے ہے جب وہ طلوع کرے تو حضرت رسولؐ اور جناب فاطمہؑ اور دوسرے بزرگواروں نے گریہ کیا اور جب سید اس شعر پر پہنچا۔

قالوا له لو شئت اعلتنا

الی من الغاية والمفزع

اور انھوں نے اس سے کہا اگر تو چاہے تو ہم تجھے اس کے پاس لے جائیں جو غایت اور جائے پناہ ہے تو حضرت رسولؐ نے ہاتھ بلند کئے اور فرمایا خدایا تو مجھ پر اور ان پر گواہ ہے کہ میں نے انھیں جنوایا تھا کہ غایت و جائے پناہ یہ علیؑ بن ابی طالب ہے اور آپؐ نے جناب امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کیا جب سید قصیدہ پڑھنے سے فارغ ہوا تو رسول اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا اے علیؑ بن موسی اس قصیدہ کو یاد رکھو اور ہمارے شیعوں کو حکم دو کہ وہ اسے یاد کریں اور انھیں بتاؤ کہ جو اسے یاد کرے گا اور اس کو پابندی سے پڑھے گا میں اس کی بہشت کا ضامن ہوں پس میں نے وہ قصیدہ یاد کر لیا۔

فقیر کہتا ہے کہ وہ قصیدہ مشہور اور بحار وسبعہ معلقہ وغیرہ میں مذکور ہے اور اس کی شرحیں لکھی گئی ہیں اور یہ قصیدہ فضیل رسان نے زید بن علی کی شہادت کے بعد حضرت صادقؑ کی بارگاہ میں پڑھا بعد اس کے کہ حضرتؑ نے پردہ لگوایا اور خواتین عصمت و طہارت پردہ کے پیچھے آ بیٹھیں اور جب راية يقدمها حيدر والے شعر کو پڑھا تو کہتا ہے تو میں نے سنا گریہ وزاری کی آواز پشت پردہ سے بلند ہوتی ہوئی سنی پس حضرتؑ نے پوچھا یہ کس کا قصیدہ ہے فضیل نے کہا سید فرزند محمد حمیری کا ہے فرمایا خداوند عالم اس پر رحم کرے فضیل کہتا ہے میں نے عرض کیا میں نے اسے نبیذ پیتے دیکھا ہے پس فرمایا خدا اس پر رحم کرے اور خدا کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ وہ محب علیؑ کو بخش دے اور یہ بھی روایت ہوئی ہے کہ جب سید کی موت قریب آئی تو اس کا رنگ سیاہ ہو گیا کہنے لگا ھکذا یفعل باولیائکم یا امیر المومنین یعنی آپؑ کے دوستوں کے ساتھ یہی کچھ کیا جاتا ہے اے امیر المومنینؑ فوراً اس کا رنگ سفید ہو گیا اور چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا پس سید نے قصیدہ انشاء کیا۔

احب الذی من مات من اهل وده

تلقاه بالبشری لدی الموت يضحك

میں اس شخص کو دوست رکھتا ہوں کہ جس سے محبت کرنے والا جب مرتا ہے تو موت کے وقت وہ ہنستے ہوئے اسے خوشخبری دینے کے لئے ملاقات کرتا ہے آخر ابیات تک۔

سید کے نادر واقعات امن سے زیادہ ہیں کہ شمار ہو سکیں اور لفظ سید اس کا لقب بلکہ نام تھا جیسا کہ ابو ہاشم اس کی کنیت تھی اور اس کے ماں باپ کو نواصب میں سے شمار کرتے ہیں اور جب اس سے پوچھا گیا کہ کس طرح اپنے قبیلہ حمیر کے مذہب سے جو کہ معاویہ کے انصار تھے دستبردار ہوا ہے اور شیعیان علیؑ میں داخل ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ رحمت خدا مجھ پر اس طرح ہوئی کہ جس طرح مومن آل فرعون پر ہوئی تھی۔

لیکن کتاب اثبات الوصیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید کا باپ خاندان رسالت کے دوستوں میں سے تھا اور اس نے امام حسنؑ سے استدعا کی کہ خدا اسے ایسا بیٹا عنائت فرمائے جو محبان اہل بیتؑ میں سے ہو حضرتؑ نے اسے بشارت دی اور سید متولد ہوا اور اس کی حکایت مہاجات (ایک دوسرے کی ہجو کرنا) سوار بن عبداللہ قاضی بغداد کے ساتھ منصور کے زمانہ میں تواریخ میں تحریر ہے۔

اور رشید ہی کے زمانہ میں آل ابوطالب میں سے ایک گروہ شہید ہوا کہ جن میں سے ادریس بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ تھا جو واقعہ فخ میں حسین بن علی کا ہمرکاب تھا وہ حسین اور اپنے بھائی سلیمان کی شہادت کے بعد مصر اور مغرب کے علاقہ میں چلا گیا مغرب کے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور اس کی بہت بڑی حکومت ہو گئی۔

جب یہ خبر ہارون کو ہوئی تو وہ بہت گھبرا گیا بالآخر اس نے کسی کو بھیجا جس نے مکر و حیلہ سے ادریس کو زہر دے دیا اور جب وہ زہر سے مارا گیا تو اس کی ایک کنیز تھی جو اس سے حاملہ تھی تو ارکان و اولیاء حکومت نے تاج خلافت و حکومت اس کنیز کے شکم پر رکھ دیا چار ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا انھوں نے اس کا نام ادریس رکھا اور اسلام میں ادریس کے علاوہ کسی دوسرے کو شکم مادر میں سلطنت کے لیے معین نہیں کیا گیا اور ادریس بن ادریس نجیب اہل بیت اور ان کے بہادروں میں سے ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے اور اس کی اولاد میں سے ایک گروہ میں مصر میں قیام کیا اور فواطم کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اور دوسرا یحییٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ صاحب ویلم ہے کہ ہم جس کی شہادت کی تفصیل کتاب منتہیٰ میں امام حسن کی اولاد کے تذکرے میں تحریر کر چکے ہیں اور ایک محمد بن یحییٰ بن عبداللہ ہے کہ جسے بکار بن زبیر نے جو رشید کی طرف سے مدینہ کا والی تھا گرفتار کر کے قید کر دیا اور وہ ہمیشہ کے لئے قید میں رہا اور وہیں اس کی وفات ہو گئی۔

اور ایک حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب ہے کہ جسے بکار بن زبیر نے اپنی گورنری کے زمانہ میں گرفتار کیا اور اسے سخت تازیانے لگائے یہاں تک کہ وہ تازیانوں کے صدمے سے شہید ہو گیا۔

اور ایک عباس بن محمد بن عبداللہ بن علی بن الحسین بن علی بن ابوطالب علیہم السلام ہے کہ جسے ہارون نے قتل کر دیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ وہ ہارون کے دربار میں گیا اور اس کے اور ہارون کے درمیان دو بدو کچھ باتیں ہوئیں اور آخر کلام میں ہارون نے اس سے کہا اے بدکار عورت کے بیٹے عباس نے کہا بدکار تیری ماں ہے کہ جو اصل میں کنیز تھی اور بردہ فروش اس کے بستر پر آتے جاتے تھے ہارون اس گفتگو سے سخت غضبناک ہوا اور عباس کو اپنے پاس بلایا اور اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

اور ان میں سے ایک اسحاق بن حسن بن زید بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ تھا جس نے ہارون کی قید میں وفات پائی۔

اور منجملہ آل ابوطالب کے جو رشید کے زمانہ میں شہید ہوئے ایک آل ابوطالب کے سردار حضرت موسی بن جعفر صلوات اللہ علیہ وعلی آباء وابناء تھے اور حضرت کی شہادت منتہی میں شرح و بسط کے ساتھ گذر چکی ہے۔

اور ایک عبداللہ بن حسن بن علی بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام تھے کہ جو عبداللہ افطس کے نام سے مشہور تھا اور یہ وہی عبداللہ ہے کہ جس نے حسین بن علی شہید فخ کے خروج کے موقعہ پر جب مؤذن صبح کی نماز کے وقت منارہ پر گیا تا کہ اذان

کہے تلوار کھینچ لی اور منارہ پر جا کر مؤذن سے کہا کہ اذان میں حی علی خیر العمل کہو مؤذن نے جب کھچی ہوئی تلوار دیکھی تو حی علی خیر العمل کہا عمری نے (عمر کی اولاد کا ایک شخص) جو مدینہ کا گورنر تھا جب یہ جملہ اذان میں سنا تو اسے احساس فساد ہوا اور وہ دہشت زدہ ہو کر چیخ و پکار کرنے لگا کہ میرا خچر گھر میں لے آؤ اور مجھے دو دانے پانی کھلاؤ یہ کہہ کر گھر سے باہر نکلا اور بڑی تیزی سے گھر سے بھاگ نکلا اور خوف کے مارے پادتا جاتا تھا یہاں تک کہ اسے علویین کے فتنہ سے نجات ملی اور اس واقعہ کی تفصیل منتھی میں قلم بند ہو چکی ہے خلاصہ یہ کہ عبد اللہ افطس واقعہ فخ میں موجود تھا اور اس واقعہ سے جان بچا کر نکل آیا اور وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ رشید کا زمانہ آیا اس نے حکم دیا تو عبداللہ کو مدینہ سے اس کے دربار میں حاضر کیا گیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کو قید کر دو ایک مدت تک زندان میں رہا یہاں تک کہ اس نے رشید کو ایک رقعہ لکھا اور اس میں گالی گلوچ اور ہر قسم کی بری باتیں رشید کو تحریر کیں ہارون نے جب یہ خط پڑھا تو کہنے لگا اس جوان نے قید کی سختی اور مصیبت کی وجہ سے اپنی جان سے تنگ آ کر یہ باتیں مجھے لکھی ہیں تاکہ میں اس کے قتل کا حکم دوں اور اسے راحت ملے لیکن میں ایسا نہیں کروں گا پس جعفر بن یحییٰ برمکی کو حکم دیا کہ عبداللہ کو اپنے ہاں منتقل کرو اور اس کی قید میں وسعت کر دو جعفر نے اس کے دوسرے دن جو کہ نوروز کا دن تھا حکم دیا کہ عبداللہ کی گردن اڑا دو اور اس کے سر کو دھو کر ایک طبق میں رکھا اور اس پر ایک رومال رکھ دیا اور رشید کے پاس دوسرے ہدایا کے ساتھ بطور ہدیہ بھیجا جب جعفر کے ہدیے رشید کے پاس لے گئے اور سر پوش عبداللہ کے سر سے اٹھایا تو رشید کو یہ کام اچھا نہ لگا جعفر سے کہنے لگا اسے لئے کہ اس نے امیر المومنین کو گالیاں دی تھیں اور بری باتوں کا آغاز کیا تھا رشید نے کہا وائے ہو تجھ پر تیرا عبداللہ کو میری اجازت کے بغیر قتل کر دینا مجھ پر اس کے گالیاں دینے سے زیادہ عظیم ہے پس رشید کے حکم سے اسے غسل و کفن دے کر دفن کیا گیا اور یہ بات ہارون کے دل میں رہی یہاں تک کہ اس نے مسرور (یا سرخ ل) کو حکم دیا کہ جاؤ اور جعفر کی گردن اڑا دو اور اس سے کہو کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے عبداللہ بن حسن میرے چچازاد کو میری اجازت کے بغیر قتل کیا تھا مسرور نے بھی پیغام پہنچایا اور جعفر کی گردن اڑا دی اور برامکہ کی حکومت جعفر کے قتل ہونے سے ختم ہو گئی اور یہ جعفر کے قتل کا ایک سبب تھا اور اس کے علاوہ ایک اور بھی سبب نقل ہوا ہے کہ جو اس کے بعد ان شاء اللہ تفصیل سے آئے گا خلاصہ یہ کہ رشید کے زمانہ میں بہت علویین اور آل ابو طالب شہید ہوئے کہ جن کے نام معین نہیں ہو سکے شیخ صادق علیہ الرحمہ نے سند معتبر کے ساتھ عبداللہ بزاز نیشاپوری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے درمیان اور حمید بن خطبہ طوسی کے درمیان ایک معاملہ تھا ایک سال میں اس کے پاس گیا جب میرے آنے کی خبر اس نے سنی تو میرے ورود کے دن ہی اس نے مجھے بلایا اس سے پہلے کہ میں سفر کا لباس تبدیل کرتا وہ زوال کا وقت اور ماہ رمضان جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ حمید گھر میں بیٹھا ہے کہ جس میں پانی کی نہر جاری تھی جب میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا تو آفتابہ اور لگن لے آئے اس نے اپنے ہاتھ دھوئے اور مجھے بھی ہاتھ دھونے کا حکم دیا میں نے ہاتھ دھوئے پھر اس کا خوان طعام لے آئے میرے دل سے یہ بات محو ہو گئی تھی کہ ماہ رمضان ہے اور میں روزے سے ہوں جب میں نے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھایا تو مجھے روزہ یاد آیا میں نے ہاتھ کھینچ لیا حمید کہنے لگا کیوں کھانا نہیں کھاتا میں نے کہا ماہ رمضان ہے اور میں بیمار نہیں اور کوئی وجہ بھی نہیں جو موجب افطار ہو شاید امیر کے لئے اس سلسلہ میں کوئی علت اور عذر ہو جو اس کے لئے افطار کا سبب بنے وہ پلید کہنے لگا مجھے

کوئی بیماری نہیں اور میرا بدن صحیح وسالم ہے یہ کہہ کر وہ رونے لگا جب کھانا کھانے سے فارغ ہوا تو میں نے کہا اے امیر تیرے رونے کا سبب کیا ہے اس نے کہا اس کا سبب یہ ہے کہ جس زمانہ میں ہارون طوس میں تھا ایک رات آدھی رات کے وقت اس نے مجھے بلایا جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ شمع اس کے پاس جل رہی ہے اور ننگی تلوار رکھی ہوئی ہے اور ایک خادم اس کے پاس کھڑا ہے جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا تو کس قدر میری اطاعت کے لئے حاضر ہے میں نے کہا جان و مال سے تیرا مطیع وفرمانبردار ہوں پس کچھ دیر تک وہ سر جھکائے رہا پھر مجھے واپس جانے کی اجازت دی جب میں واپس گیا تو پھر قاصد مجھے بلانے آیا اور اس دفعہ مجھے ڈر لگا میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون گویا مجھے قتل کرنا چاہتا تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو اسے شرم وحیا محسوس ہوئی اب مجھے بلاتا ہے کہ مجھے قتل کردے جب میں اس کے پاس گیا تو دوبارہ اس نے پوچھا کہ میری اطاعت تیرے نزدیک کیسی ہے تو میں نے کہا کہ جان و مال اور فرزند واہل وعیال کے ساتھ تیرا فرمانبردار ہوں پس اسے تبسم کیا دوبارہ مجھے رخصت کیا ابھی میں اپنے گھر میں داخل ہوا تھا کہ دوبارہ اس کا قاصد آیا اور مجھے اس کے پاس لے گیا جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے پہلے والی بات کا اعادہ کیا تو اس دفعہ میں نے جواب دیا کہ میں جان و مال بیوی واولاد اور اپنے دین کے ساتھ تیری اطاعت کرتا ہوں رشید نے جب یہ جواب سنا تو ہنسا اور کہنے لگا یہ تلوار اور جو حکم تجھے یہ غلام دے اس کو بجالا پس خادم نے وہ تلوار میرے ہاتھ میں دی اور وہ مجھے ایسے مکان میں لے گیا کہ جس کا دروازہ مقفل تھا پس اس نے تالہ کھولا اور مجھے مکان کے اندر لے گیا جب میں اندر گیا تو ایک کنواں دیکھا جو مکان کے صحن میں کھدا ہوا تھا اور اس صحن کے اطرف میں تین حجرے تھے کہ جن کے دروازوں پر تالے لگے تھے پس اس نے ان میں سے ایک کا دروازہ کھولا اور اس حجرہ میں میں نے بیس افراد دیکھے بوڑھے، جوان اور بچے کہ جن کے سروں پر گیسو تھے اور وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور وہ سب کے سب اولادِ علی وفاطمہ علیہا السلام تھے پس اس خادم نے مجھ سے کہا خلیفہ نے تجھے حکم دیا ہے کہ ان کی گردن اڑادو پھر وہ ایک ایک کو لے آتا اور میں اس کنویں کے پاس کھڑا تھا اور ان کی گردن اڑادیتا یہاں تک کہ میں نے ان تمام کو قتل کردیا اس کے بعد ان کے سر اور بدن اس کنویں میں پھینک دیئے اور اس نے دوسرے حجرے کا دروازہ کھولا اس میں بھی اولادِ علی وفاطمہ علیہا السلام میں سے بیس افراد قید تھے خادم کہنے لگا کہ خلیفہ کا حکم ہے انھیں بھی قتل کرو پس ایک ایک کو میں قتل کرتا اور ان کا سر و بدن اس کنویں میں پھینک دیتا یہاں تک کہ انھیں بھی قتل کردیا اس کے بعد اس نے تیسرے حجرے کا دروازہ کھولا اس میں بھی افراد سادات علوی وفاطمی قید تھے اور گیسو جو سادات کی علامت ہے ان کے سروں پر تھے خادم نے کہا خلیفہ نے ان کے قتل کا بھی حکم دیا ہے پس وہ ایک ایک کو لے آتا اور میں گردن اڑادیتا جب میں ان میں سے انیس افراد کو قتل کرچکا اور بیسویں کو وہ لے آیا تو وہ ایک بوڑھا شخص تھا اس نے کہا تیرے ہاتھ کٹ جائیں اے بدبخت ملعون تو کیا عذر پیش کرے گا رسول خداؐ کے ہاں جب آپؐ نے تجھ سے پوچھا کہ تو نے میری مظلوم اولاد کے ساٹھ افراد کو کیوں ظلم وجور سے قتل کیا تھا جب میں نے یہ بات سنی تو میں کانپ گیا اور مجھے رعشہ شروع ہوگیا تو خادم میرے پاس آیا اور وہ چیخا تو میں نے اس بوڑھے علوی سید کو بھی قتل کردیا اور ان سب کے بدن کنویں میں پھینک دیئے پس جب میں اولاد رسولؐ کے ساتھ افراد کو ظلم وجور سے قتل کرچکا ہوں تو مجھے روزہ نماز کیا فائدہ دیں گے اور مجھے یقین ہے کہ میں ہمیشہ جہنم میں رہوں گا۔

اور رشید کے ہی زمانہ میں آل برامکہ کو حکومت ملی اور ۱۸۹ھ میں ان کی حکومت ختم ہوگئی اور زمانہ کی ذلت وخواری نے انھیں گھیر لیا اور مناسب ہے کہ ہم یہاں اختصار کے ساتھ ان کی حکومت کے زوال کی طرف اشارہ کریں کیونکہ ان کے حالات کے تذکرہ میں عقلمندوں کے لئے پند ونصیحت وعبرت ہے بیشک ان میں عبرت ہے پس عبرت حاصل کرائے صاحب دانش وعقل وفکر انسان۔

جعفر برمکی کے قتل اور حکومت برامکہ کے ختم ہونے کا ذکر!

یہ حقیقت ہے کہ خالد بن برمک اچھی رائے اور بہادری میں مشہور تھا اور اس کی اولاد میں سے کوئی شخص اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچا نہ یحییٰ رائے وتدبیر میں نہ فضل سخاوت وبخشش میں اور نہ جعفر بن یحییٰ کتابت وفصاحت میں اور نہ محمد بن یحییٰ رائے اور ہمت میں اور نہ موسیٰ بن یحییٰ جرأت وشجاعت میں۔

جب رشید کی خلافت کی نوبت آئی تو اس نے آل برامکہ کو بلند مرتبہ دیا اور امر وزارت ان کے سپرد کیا اور امورِ مملکت ورعیت انھیں تفویض کئے ان کی ریاست بے انتہا تھی اور ان کے معاملات سید ھے تھے اس حد تک کہ کہا گیا ہے ان ایامھم عروس و سرور دائم لایزال ان کا زمانہ شادی اور ہمیشہ کا سرور ہے کہ جس کے لئے زوال نہیں اور ان کی حکایات اور نادر سیرت رشید کے زمانہ میں مشہور ہے اور ان کے عطیات کتب میں مسطور ہیں اور ابن خلقان برمکی نے ان کے کچھ حالات کا تذکرہ کیا ہے اور اسی طرح ان کا حال تھا یہاں تک کہ ۱۸۹ھ سال آ پہنچا اس سال ان کا طالع گردش میں ہوگیا اور ان کی سعادت کا ستارہ غروب کر گیا۔

اور اس کا سبب یہ ہے کہ رشید کو جعفر بن یحییٰ سے بڑی محبت تھی اور کسی وقت اس سے جدا نہیں ہوتا تھا اور اسی طرح اپنی بہن عباسہ سے بھی اسے بہت محبت تھی جب وہ جعفر کے پاس ہوتا تو عباسہ کی جدائی میں اس کے عیش وعشرت میں نقص رہتا اور جب اپنی بہن کے پاس ہوتا تو جعفر کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کی خوشی میں دوام نہ رہتا لہٰذا اس نے عباسہ کا جعفر سے نکاح کر دیا لیکن جعفر سے عہد و پیمان لیا کہ اس سے خلوت نہ کرے اور سوائے ان اوقات کے جب رشید کے پاس ہوں عباسہ کے ساتھ نہ بیٹھے اور اس سے کسی قسم کی لذت حاصل نہ کرے پہلے تو جعفر اس کام سے باز رہا بالآخر مجبور ہوگیا اور قسم کھائی کہ عباسہ کے ساتھ خلوت نہیں کرے گا ہارون نے اپنی بہن کی اس سے شادی کردی اب دونوں کو ایک مجلس میں جمع کرتا تھا اور ان کو دیکھ کر اس کا عیش وعشرت مکمل ہوتا تھا اور عباسہ کو جعفر سے پوری رغبت تھی اور بہت اس کے وصل کی طالب تھی جتنے اس نے حیلے کئے کہ اس کے ساتھ ہمبستر ہو جعفر نے قبول نہ کیا آخر عباسہ جعفر کی ماں کے پاس گئی اور اسے بہت سا مال دیا اور بیشمار محبت کا اظہار کیا یہاں تک کہ اسے اپنا مطیع بنالیا اور اس کا دل اپنی طرف مائل کرلیا اس کے بعد اس نے جعفر کے وصال کی بات چھیڑی اور اس سے کہا کہ اگر یہ مطلب واقع ہوجائے تو تمہارے لئے

اچھے انجام کا پیش خیمہ ہوگا جو کہ رشید کی مصاہرت (دامادی) کا شرف اور برامکہ کی حکومت کا دوام ہے اور بھی اس قسم کی باتیں کیں۔

جعفر کی ماں جو انجامِ امر سے بے خبر اور عقل ناقص رکھتی تھی وہ عباسہ کی باتوں پر فریفتہ ہوگئی اور کہنے لگی میں ایسا حیلہ کروں گی کہ تو اپنے مقصد تک پہنچ جائے پس اس نے جعفر کو بلایا اور کہنے لگی میں نے ایک کنیز دیکھی ہے کہ جو صفات کمال وحسن و جمال کے کہتے ہیں ان کا اس میں حصہ وافر موجود ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اسے تیرے لئے خرید لوں تا کہ تو اس کے ساتھ عیش وعشرت کرے اور اس کے بہت سے اوصاف بیان کئے کہ جعفر اس پر شیفتہ ہوگیا اور ماں سے اس کا مطالبہ کیا ماں نے اس سے وعدہ کیا اور ہمیشہ اس کنیز کی تعریف وتوصیف کرتی لیکن اس کے لانے سے پس وپیش کرتی یہاں تک کہ جعفر کا شوق انتہا کو پہنچ گیا اور وہ بے طاقت ہوگیا اس نے بہت اصرار کیا کہ وہ کنیز کہاں ہے کہ جس کا ذکر کرتی ہے اس کی ماں کہنے لگی آج رات میں اسے تیرے لئے لے آؤں گی اور اسی دن عباسہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آج رات آجاؤ کہ میرے بیٹے کے وصال کو پہنچ جاؤ گی پس جب رات ہوئی اور جعفر رشید سے ہو کر گھر کی طرف پلٹا تو عباسہ کو جمال بیمثال اور لباس فاخرہ میں دیکھا اور چونکہ شراب زیادہ پیے ہوئے تھا حالت مستی میں اسے پہچان نہ سکا اور اس سے ہمبستر ہوا اور جماع کیا جب جماع سے فارغ ہوا تو عباسہ نے کہا کہ بادشاہوں کی بیٹیوں کے حیلہ کو کیسا پایا جعفر اس بات کو نہ سمجھ سکا عباسہ نے واقعہ بیان کیا جعفر جب امر واقع سے مطلع ہوا تو حالت مستی اس کی جاتی رہی اور اس پر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور کہنے لگا تو نے مجھے بڑی کم قیمت پر بیچ دیا اور مجھے وحشتناک راستہ پر ڈال دیا اب دیکھو کہ اس سخت امر کا انجام کیا ہوتا ہے پس عباسہ اس کے ہاں سے چلی گئی اور جعفر سے حاملہ ہوگئی جب مدت حمل ختم ہوئی تو لڑکا پیدا ہوا اس نے ایک خادم اور ایک دایہ اس کے لئے قرار دی اور وہ بچہ ان کے سپرد کر دیا اور چونکہ اسے خوف تھا کہ اس واقعہ کی خبر منتشر نہ ہو اور رشید کے کانوں تک نہ پہنچے لہٰذا خادم اور دائی کو حکم دیا کہ اسے مکہ لے جا کر اس کی تربیت کرو تا کہ رشید کو پتہ نہ چلے اور یہ معاملہ رشید سے مخفی رہا یہاں تک کہ زبیدہ نے اسے مطلع کیا اس دلتنگی کی وجہ سے جو اسے یحییٰ بن خالد کی طرف سے تھی کہ وہ ان کے معاملہ میں سخت گیری کرتا تھا کیونکہ رشید نے حرمِ سرا کے معاملات یحییٰ کو تفویض کئے ہوئے تھے اور وہی ان کی دیکھ بھال رکھتا تھا اور وہ انھیں ہمیشہ پردہ میں رکھتا اور ان سے ترشی اور سختی سے پیش آتا اور رات کے وقت حرم سرا کے دروازے مقفل کر کے چابیاں اپنے گھر لے جاتا تھا جب جعفر کے عباسہ کے ساتھ ہمبستر ہونے کی حکایت رشید نے سنی تو وہ آگ بگولہ ہوگیا اور زبیدہ سے کہنے لگا کہ تیرے پاس کونسی دلیل اور گواہ ہے کہ یہ امر ہوا ہے وہ کہنے لگی کونسی دلیل اور شاہد اس بچہ سے بہتر ہے کہ جو عباسہ نے جعفر سے جنا ہے رشید کہنے لگا وہ بچہ کہاں ہے وہ کہنے لگی تیرے خوف سے اسے مکہ بھیج دیا گیا ہے ہارون کہنے لگا تیرے علاوہ بھی کوئی اس چیز سے باخبر ہے زبیدہ نے کہا تیرے حرم کی سب کنیزیں اس سے باخبر ہیں رشید نے یہ بات پوشیدہ رکھی اور کچھ نہ کہا یہاں تک کہ اس نے چاہا کہ اس چیز کی تحقیق کرے اور مکہ جائے اس نے حج کا بہانہ بنایا اور مکہ کے سفر پر چل دیا جب مکہ میں پہنچا اور جستجو کی تو اسے معلوم ہوا کہ معاملہ صحیح ہے اس وقت اس نے دل میں خیال کیا کہ برامکہ کی حکومت کو ختم کر دے پس بغداد پر آیا اور کچھ مدت تک رہا پھر انبار کا سفر کیا اور جس دن جعفر کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا سندی بن شاہک کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ بغداد میں جائے اور برامکہ کے گھروں اور دفتروں کے گھیرے اور کسی کو بھی خبر نہ دے کہ معاملہ کیا ہے مگر ایسے اشخاص کہ جن پر اعتماد ہو پس رشید

نے وہ سارا دن جعفر کے ساتھ انبار کی قمر نامی مشہور جگہ میں عیش وعشرت کے ساتھ گزارا یہاں تک کہ جعفر رشید سے مرخص ہوا اور اپنے گھر چلا گیا رشید نے اس کی مشایعت کی اور واپس لوٹ آیا جب جعفر اپنے گھر میں پہنچا تو اپنے گانے والوں کو کہا کہ ساز بجائیں اور گانا گائیں اور ابھی اس میں مستی ونشہ کی حالت تھی کہ گوے نے یہ بیت گایا۔

ما تريد الناس منا ماتنام الناس عنا

انما همهم ان يظهروا ما قد دفنا

لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں لوگ ہم سے کیوں نہیں سوتے ان کا ارادہ یہ ہے کہ اس چیز کو ظاہر کریں جسے ہم دفن کر چکے ہیں ادھر جب رشید جعفر کی مشایعت سے واپس گیا تو یاسر (مسرور خ ل) خادم کو بلایا اور کہنے لگا میں تجھے ایسے کام کے لئے بھیجنا چاہتا ہوں کہ محمد اور قاسم میرے بیٹے جس کے اہل نہیں ہیں اور تجھے اس کا اہل سمجھتا ہوں ایسا نہ ہو کہ تو مخالفت کرے یاسر (مسرور خ ل) نے کہا اے امیر میں تیرے حکم کے مقابلہ میں اس طرح ہوں کہ اگر حکم ہو کہ میں تلوار اپنے شکم پر رکھ کر اپنی پشت کی طرف نکال لوں تو بھی اطاعت کروں گا ہم بندے اور غلام ہیں چشم حکم پر گوش فرمان پر لگے ہیں فرمایئے جو چاہیں حکم دیجیے کہنے لگا جعفر برمکی کو پہچانتے ہو اس نے جواب دیا جعفر کوئی ایسا شخص ہے کہ جسے کوئی نہ پہچانتا ہو ہاں میں پہچانتا ہوں بات کیا ہے رشید نے کہا ابھی جاؤ اور وہ جس حالت میں ہو اس کی گردن اڑادو اور اس کا سر میرے پاس لے آؤ یاسر (مسرور خ ل) کانپنے لگا اور خاموش ہو گیا رشید نے کہا تو نے کہا نہیں کہ تیرے حکم کی مخالفت نہیں کروں گا یاسر نے کہا ہاں ایسا ہی ہے لیکن یہ امر بہت عظیم ہے اور میں دوست رکھتا ہوں کہ اس سے پہلے میں مر گیا ہوتا اور یہ کام میرے ہاتھ سے انجام نہ پاتا رشید نے کہا ان باتوں کو چھوڑو اور میرا حکم بجالانے کی طرف جاؤ یاسر جعفر کے پاس گیا دیکھا کہ وہ لہو ولعب وعیش وعشرت وطرب وسرور میں مشغول ہے اس نے رشید کا حکم بیان کیا جعفر نے رشید اس قسم کے مطالب مزاح کے عنوان سے مجھ سے بہت کرتا ہے شاید اس نے مزاح کیا ہو اس نے کہا نہیں خدا کی قسم اس نے عقل و ہوش کے ساتھ یہ بات کی ہے اور اس نے شراب بھی نہیں پی ہوئی تا کہ کہوں کہ وہ مستی میں ہے اور نشہ کی حالت میں کہہ رہا ہے جعفر نے کہا میرے تم پر کچھ حقوق ہیں ان کے بدلے میں مجھے آج رات کی مہلت دے دو اور رشید سے کہہ دو کہ میں نے جعفر کو قتل کر دیا ہے اگر صبح ہوا اور وہ پشیمان ہو میرے قتل ہونے سے تو بہتر ورنہ اس کے حکم کو بجالانا وہ کہنے لگا میں تجھے مہلت نہیں دے سکتا کہنے لگا مجھے رشید کے خیمہ کے قریب لے جاؤ ایک دفعہ پھر میرے قتل کے معاملہ میں اس سے مراجعہ کرو اگر دوبارہ میرے قتل کا حکم دے اس وقت مجھے قتل کر دینا یاسر نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں پس جعفر اور یاسر رشید کے خیمہ کے پاس گئے تو یاسر رشید کے پاس گیا اور کہنے لگا جعفر کو لے آیا ہوں رشید نے کہا ابھی اس کا سر اڑادے ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا یاسر جعفر کے پاس گیا اور کہا اپنے قتل کا حکم تو نے سن لیا کہنے لگا ہاں پس جعفر نے چھوٹا سا رومال نکالا اس سے اپنی آنکھیں باندھ لیں اور اپنی گردن آگے کر دی یاسر نے اس کی گردن اڑادی اور اس کا سر رشید کے پاس لے گیا جب رشید نے جعفر کا سر دیکھا تو اسے سرزنش کرنے لگا اور اس کے تقصیرات اور کوتاہیاں ذکر کیں پھر کہنے لگا اے یاسر فلاں فلاں کو بلالاؤ جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہنے لگا

یاسر کی گردن اڑا دو چونکہ میں جعفر کے قاتل کو بھی دیکھ نہیں سکتا (مولف حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے صحیح یہ ہے کہ وہ خادم مسرور تھا نہ کہ یاسر کیونکہ یاسر خادم کو مامون نے حضرت رضاؑ کی خدمت کے لئے معین کیا تھا اور وہ امام رضاؑ کی شہادت کے بعد تک زندہ تھا اور علی بن ابراہیم قمی نے رضاؑ کے اخبار و واقعات اس سے نقل کئے ہیں (مترجم)

جعفر کے قتل کا واقعہ ۱۸۹ھ میں ہوا اور جعفر کی عمر اس وقت پنتالیس سال تھی اور برامکہ کی حکومت اس کے قتل سے زوال پذیر ہوئی اور رشید نے یحییٰ بن خالد اور فضل بن یحییٰ کو قید کر دیا اور یحییٰ ۱۹۰ھ میں اچانک قید خانہ میں مر گیا اور فضل نے بھی ۱۹۰ھ قید میں ہی ہی وفات پائی اور ان کی بدبختی اور ذلت و رسوائی کی کیفیت طویل ہے اور یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔

محمد بن عبدالرحمان ہاشمی سے منقول ہے کہ عید قربان کا دن تھا کہ میں اپنی والدہ کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ ایک عورت پرانے لباس میں اس کے پاس ہے اور باتیں کر رہی ہے میری والدہ نے کہا اس خاتون کو پہچانتے ہو میں نے کہا کہ نہیں کہنے لگی یہ جعفر برمکی کی ماں عبادہ ہے میں نے عبادہ کی طرف رخ کیا اور اس سے کچھ گفتگو کی اور میں مسلسل اس کی حالت پر تعجب کر رہا تھا یہاں تک کہ میں نے اس سے کہا اے ماں عجائبات دنیا میں سے تو نے کیا دیکھا ہے کہنے لگی بیٹا اس قسم کی ایک عید کا دن مجھ پر گزرا جب کہ چار سو کنیزیں میری خدمت میں کھڑی تھیں اور میں کہتی تھی کہ جعفر نے میرا حق ادا نہیں کیا میری کنیزیں اور خدمتگار اس سے زیادہ ہونے چاہئیں اور آج بھی ایک عید ہے جو مجھ پر گزر رہی ہے کہ جس میں میری انتہائی آرزو یہ ہے کہ گوسفند کے دو چمڑے مجھے مل جائیں کہ جن میں سے ایک کو فرشی اور دوسرے کو اپنا لحاف بنالوں محمد کہتا ہے کہ میں نے اسے پانچ سو درہم دیئے تو وہ اس قدر خوش ہوئی کہ قریب تھا اس کے جسم سے روح نکل جائے اور کبھی کبھی عبادہ ہمارے ہاں آیا کرتی تھی یہاں تک کہ وہ فوت ہوئی اور عقلمند دانا کے لئے یہی ایک حکایت دنیا کی بیوفائی کی کافی ہے۔

خلاصہ یہ کہ برامکہ کی حکومت کی مدت سترہ سال سات مہینے اور پندرہ دن تھی اور یہ بہت سے شعراء نے اپنے اشعار میں ان کی ذلت و رسوائی کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے علی بن ابی معاذ نے اس سلسلہ میں قصیدہ کہا ہے:

یا ایها المغتر بالدهر
والدهر ذو حرف و ذو غدر
لاتامن الدهر وصو لاته
و کن علی الدهر علی حذر
ان کنت ذوا جهل بتصریفه
فانظر الی المصلوب بالجسر

اے زمانہ کے دھوکہ میں آنے والے جب کہ زمانہ صاحب گردش اور دھوکہ باز ہے زمانہ اور اس کے حملوں سے مامون نہ رہ

سکا بلکہ زمانہ سے ڈرتا رہ اور اگر تو اس کی گردش سے جاہل ہے تو اس کو دیکھ جسے پل کے پاس سولی پر لٹکایا گیا آخر قصیدہ تک۔

جب برامکہ کا ذکر آیا تو میں نے مناسب سمجھا کہ ابن خلکان برمکی کے حالات کی طرف اشارہ کروں۔

واضح ہو کہ احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابوبکر بن خلکان اربیلی مشہور مؤرخ مشہور تاریخ وفیات الاعیان اور ابناء الزمان کا مؤلف ہے اور یحیٰی برمکی کی اولاد میں سے ہے اور اس کا نسب یحیٰی تک جا پہنچتا ہے اور اس کے جد کی وجہ تسمیہ خلقان کے ساتھ یہ ہے کہ ایک دن وہ اپنے مدمقابل لوگوں کے ساتھ فخر ومباہات کر رہا تھا آل برامکہ کے مفاخر کے ساتھ تو انھوں نے کہا خل کان جدی کذا نسبی کذا وھکذ یعنی چھوڑ اپنے جد ونسب کے ساتھ فخر کرنے کو بلکہ اپنے مفاخر بیان کر چوں شیر بخود سپہ شکن باش فرزند خصال خویشتن باش (تو لفظ خلِ اور کان کو ملا کر خلکان ہو گیا مترجم)

ان الفتی من یقول ھا انا ذا

لیس الفتی من یقول کان ابی

جوانمرد وہ ہے جو کہے میں یہ کچھ ہوں وہ جوانمرد نہیں جو کہے میرا باپ ایسا تھا اور ابن خلقان اصول میں اشعری اور فروع میں شافعی ہے اور انتہائی متعصب اور ناصبی ہے اور قاہرہ مصر میں رہتا تھا اور منصب قضاوت میں مشغول تھا اور کتاب تاریخ ۶۵۴ھ میں وہیں تالیف کی ہے اور ۲۶ رجب ۶۸۱ھ دمشق میں وفات پائی اور قاسیون پہاڑ کے دامن میں دفن ہوا اور کتاب دفیات بڑی پختہ کر کے لکھی ہے اور اس میں مشہور تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے حالات اپنے زمانہ تک کئے ہیں اور صحابہ کا کوئی ذکر نہیں اور ہم نے اس رسالہ میں بہت کچھ اس سے ذکر کیا ہے اور صلاح الدین صفدی شارح لامیۃ العجم نے وفیات کی تذئیل (دنبالہ) لکھی ہے اور اس کا نام بالوفیات رکھا ہے اور حضرت امیر المومنینؑ کے حالات تفصیل سے اس میں درج کئے ہیں واللہ العالم۔

ابو موسیٰ محمد امین بن ہارون کی خلافت اور اس کے قتل کی کیفیت کا ذکر

جب ہفتہ کے دن ۳/ جمادی الاولی ۱۹۳ھ طوس میں رشید نے دنیا سے رختِ سفر باندھا تو لوگوں سے اس کے بیٹے محمد امین کی بیعت لی گئی اور محمد اس وقت بغداد میں تھا لہٰذا قاصد خاتم (انگشتری) خلافت تلوار اور رسولؐ خدا کی چادر کہ جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ہارون کے پاس تھیں بڑی تیزی کے ساتھ اسی دن محمد اس کے لئے گیا اور اس ماہ کی پندرہ تاریخ کو بغداد میں پہنچا بغداد کے لوگوں نے اسی دن محمد کی بیعت کی اور محمد کی ماں ام جعفر زبیدہ دختر بن ابو جعفر منصور تھی کہ جو بنی عباس کی عورتوں کی سردار تھی اور اس کے آثار مشہور ہیں ان میں سے شہر تبریز بنایا اس کی تجدید و تعمیر اور بعض چشمے اور دوسرے آثار اس کے نقل ہوئے ہیں اور وہ کنویں جو مکہ کے راستہ میں ہیں اس نے کھدوائے اور محمد امین عبد اللہ مامون سے چھ ماہ چھوٹا تھا اور ہارون نے اپنی خلافت کے زمانہ میں محمد کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اور اس کے لئے بیعت لی تھی اور اس کے بعد مامون کے لئے اور جب اٹھارہ راتیں امین کی بیعت کی گزریں تو وہ اس کے درپے ہوا کہ مامون کو ولی عہدی سے ہٹا کر اپنے بیٹے موسیٰ ناطق کو ولی عہد بنائے پس اس نے امراء اور وزراء سے اس معاملہ میں مشورہ کیا انھوں نے اسے اچھا نہ سمجھا سوائے علی بن عیسیٰ بن ماہان کے کہ جس نے مامون کے خلع خلافت کا اقدام کیا پس امین نے علی بن عیسیٰ کو عظیم لشکر دے کر مامون سے جنگ کرنے کے لئے خراسان بھیجا جب علی امین کے لشکر کے ساتھ رَیّ کے قریب پہنچا تو طاہر بن حسین مامون کی طرف سے چار ہزار سوار کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کے لئے آیا اور چونکہ علی نے ہوشیاری اور احتیاط کے راستہ کو اپنے لشکر کی کثرت کی وجہ سے پس پشت ڈال دیا تھا لہٰذا طاہر کے لشکر سے مغلوب اور رسوا ہوا اور علی کو انھوں نے قتل کر دیا اور اس کا بدن ایک کنویں میں پھینک دیا طاہر نے اس سلسلہ میں مامون کو خط لکھا تو مامون بہت خوش ہوا مامون نے بھی اپنے بھائی امین کو خلافت سے خلع (الگ کرنا) کیا اور طاہر بن حسین کو ہرثمہ بن اعین کے ساتھ امین سے لڑنے کے لئے بغداد کی طرف روانہ کیا پس طاہر و ہرثمہ اپنے لشکر کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور انھوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور بہت سی جنگیں امین و مامون کے لشکروں کے درمیان واقع ہوئیں اور بہت سی منجنیقیں (فلاخن جس سے بڑے پتھر قلعہ کی دیوار کو توڑنے کے لئے پھینکے جاتے ہیں) اطراف بغداد میں نصب کی گئیں اور بہت سے مکانات جلائے اور خراب کئے گئے اور بغداد کے لوگوں کے بہت سے مال تلف ہوئے اور بہت سے عیاروں اور مکاروں نے اسی کشمکش میں لوگوں کے مال خورد برد کئے اور اجناس کی بغداد میں قیمت بہت بڑھ گئی کیونکہ آنے جانے کا راستہ بند ہو گیا تھا اور یہ واقعہ ۱۹۶ھ میں ہوا اور چودہ ماہ تک معاملہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ بغداد کے لوگ تنگ آ گئے اور ان پر معاملہ سخت ہو گیا لہٰذا بہت سے لوگ حج کے بہانے بغداد سے بھاگ گئے اور کچھ لشکرِ مامون سے جا ملے اور امین کا معاملہ سخت ہو گیا اور اس کے بہت سے

ساتھی اس سے دستبردار ہو گئے اور اسے تنہا چھوڑ دیا اور طاہر نے بھی اعیان بغداد کو خطوط لکھے کہ امین کو قتل کردو اور اس کے مقابلہ میں بہت سے سیم وزر کا وعدہ کیا سب نے لکھا کہ ہم نے امین کو خلافت سے ہٹا دیا ہے اور اس کی مدد سے ہاتھ اٹھالئے ہیں خلاصہ یہ کہ طاہر نے قوت حاصل کی اور امین پر معاملہ بہت تنگ کر دیا اور اس حد تک آنے جانے کا راستہ بند کر دیا کہ صورت یہ ہوگئی کہ قریب تھا امین اور اس کے ساتھی بھوک اور پیاس سے ہلاک ہو جائیں لہٰذا امین نے ہرثمہ کو لکھا کہ مجھے امان دو اور مطمئن کرو تاکہ میں تمہارے پاس چلا آؤں ہرثمہ نے قبول کیا اور وعدہ کیا کہ اگر میرے پاس چلے آؤ تو خیر وخوبی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھو گے پس امین نے موسیٰ اور عبد اللہ اپنے بیٹوں کے بوسے لئے اور انھیں سونگھا اور ان سے رخصت ہوا اور روتا ہوا باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر باب خراسان سے باہر نکل کر مشرعہ کی طرف گیا اور کشتی میں بیٹھ کر ہرثمہ سے ملاقات کی ہرثمہ نے اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کشتی میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے کہ طاہر نے ہرویہ کے ایک گروہ کو کچھ ملاحوں وغیرہ کے ساتھ بھیجا کہ وہ امین کو گرفتار کرلیں وہ لوگ آئے اور کپڑے اتار کر پانی کے اندر چلے گئے اور کشتی کے نیچے آ نکلے اور کشتی پانی میں الٹ دی اور کشتی والے کہ جن میں امین اور ہرثمہ تھے پانی میں گر گئے ہرثمہ نے کسی نہ کسی طریقہ سے اپنے کو ایک چھوٹی کشتی تک پہنچایا اور باہر نکل کر اپنے لشکر میں جا پہنچا اور امین نے بھی اپنے کپڑے اتار دیئے تاکہ ہلکا پھلکا ہو جائے پس تیر کر پانی سے نکل آیا لیکن اتفاقاً اس طرف سے نکلا کہ جدھر ویرانی طاہر کے غلام کا لشکر جمع تھا تو ان میں سے بعض لوگوں نے اسے پکڑ لیا مشک اور عمدہ خوشبو اس سے سونگھی تو سمجھے کہ یہی امین ہے اسے طاہر کے پاس لے گئے اور قبل اس کے کہ طاہر کے پاس پہنچتا طاہر کو خبر ہوگئی طاہر نے امین کے قتل کا حکم دے دیا انھوں نے راستہ میں ہی اسے قتل کر دیا حالانکہ وہ چیختا اور پکارتا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون، میں رسولؐ اللہ کے چچا کا بیٹا اور مامون کا بھائی ہوں اتنی تلواریں اسے ماری گئیں کہ وہ ہلاک ہو گیا تب اس کا سر بدن سے جدا کر کے طاہر کے پاس لے گئے جب سر طاہر کے پاس رکھا گیا تو اس نے کہا اللھم مالك الملك تؤتی الملك من تشاء الا یہ خدایا تو ملک کا بادشاہ ہے جسے چاہتا ہے ملک وسلطنت دیتا ہے پھر امین کا سر مامون کے پاس خراسان بھیجا گیا اور امین کا قتل اتوار کی اتوار ۲۵ محرم ۱۹۸ھ میں ہوا۔

اور امین کے قتل کی کیفیت ایک اور طریقہ سے بھی منقول ہے جیسا کہ احمد بن سلام سے نقل ہے جو کشتی میں امین کے ساتھ تھا جب کشتی الٹا دی گئی احمد تیر کر باہر نکل آیا طاہر کے ایک ساتھی نے اسے گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا اس نے اسے دو ہزار درہم کا وعدہ دیا کہ اس رات کی صبح کو دے دوں گا احمد کہتا ہے کہ اس نے میرے قتل کرنے سے درگزر کیا اور ایک تاریک کوٹھری میں بند کر دیا میں اس کوٹھری میں تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص کو ننگا و برہنہ لے آئے کہ سوائے سلوار اور عمامہ کے اس کے بدن پر کچھ نہیں تھا اور اس کے کندھے پر کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا اور اسے بھی اسی کوٹھری میں بند کر دیا اور پاسبانوں نے اس کوٹھری کو اپنے گھیرے میں لے لیا کہ کہیں ہم بھاگ نہ جائیں جب وہ شخص اپنی جگہ پر مستقر ہوا اور اس نے عمامہ اپنے سر اور چہرہ سے ہٹایا تو میں نے کہا وہ محمد امین ہے پس میں رو پڑا اور کلمہ انا للہ آہستہ سے کہا امین نے مجھے دیکھا اور کہا کہ تو کون ہے میں نے کہا کہ میں تیرا ایک غلام ہوں اے میرے سردار کہنے لگا میرے غلاموں میں سے کون ہے تو میں نے کہا میں احمد بن سلام ہوں کہنے لگا اے احمد میں نے کہا لبیک اے میرے آقا

کہنے لگا میرے نزدیک آؤ اور مجھے اپنے بغل میں لو کہ میں سخت وحشت میں اپنے کو پا رہا ہوں میں نزدیک ہوا اور اس کو بغل میں لیا میں نے دیکھا کہ اس کا دل اضطراب وخفقان میں ہے پس کہنے لگا یہ بتاؤ کہ میرا بھائی مامون زندہ ہے میں نے کہا اگر زندہ نہیں تو یہ جنگ و جدال کس لئے ہے کہنے لگا مجھے کہتے تھے کہ وہ مر چکا ہے میں نے کہا خدا قبیح کرے تیرے وزراء کے چہروں کو کہ جنھوں نے تجھے اس حالت تک پہنچایا کہنے لگا یہ سرزنش کا وقت نہیں اور ان کو کوئی تقصیر اور کوتاہی نہیں میں نے کہا اے میرے آقا اس کپڑے کے ٹکڑے کو پھینک دو کہنے لگا جس کی حالت میرے جیسی ہو اس کے لیے یہ ٹکڑا بھی بہت ہے پھر کہنے لگا اے احمد مجھے شک نہیں کہ یہ مجھے میرے بھائی مامون کے پاس لے جائیں گے کیا مامون مجھے قتل کر دے گا میں نے کہا آپ کو قتل نہیں کرے گا کیونکہ رحم کا تعلق اسے تجھ پر مہربان کر دے گا کہنے لگا ہیہات الملک عقیم لا رحم لہ دور ہے یہ بات ملک بانجھ ہے اس کا کوئی رحم نہیں میں نے کہا ہرثمہ کی امان تیرے بھائی کی امان ہے پس میں اسے استغفار اور ذکر خدا کی تلقین کر رہا تھا کہ اچانک کوٹھری کا دروازہ کھلا اور ایک شخص ہتھیار سمیت وارد ہوا اور اس نے محمد کے چہرہ پر ایک نگاہ کی اور باہر چلا گیا اور دروازہ بند کر دیا میں سمجھ گیا کہ یہ محمد کو قتل کر دیں گے اور میں نے اپنی نماز تہجد پڑھ لی تھی سوائے نماز وتر کے میں ڈرا کہ کہیں اس کے ساتھ مجھے بھی قتل نہ کر دیں اور میری نماز وتر فوت ہو جائے میں جلدی سے نماز وتر کے لئے کھڑا ہو گیا محمد کہنے لگا میرے پاس آ کر نماز وتر پڑھو کیونکہ میں سخت وحشت میں ہوں پس کچھ دیر نہ گزری کہ عجمیوں کی ایک جماعت ننگی تلواریں لئے ہوئے آئی کہ محمد کو قتل کر دیں جب اس نے یہ حالت دیکھی تو اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا **انا للہ وانا الیہ راجعون** میری جان خدا کی قسم اللہ کی راہ میں گئی کیا کوئی چارہ نہیں کیا کوئی فریادرس نہیں وہ لوگ دروازے کے قریب آ گئے اور ہر ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ اس کے پاس جا کر اس کا کام تمام کر دو محمد نے تکیہ ہاتھ میں لیا اور کہا میں رسول اللہ کے چچا کا بیٹا ہوں میں ہارون الرشید کا بیٹا ہوں میں مامون کا بھائی ہوں خدا سے ڈرو خدا سے خوف کرو میرے خون کے بارے میں پس طاہر کا ایک غلام اندر آیا اور اس نے محمد کے سر کے سامنے ایک ضرب لگائی محمد نے تکیہ اس کے چہرہ کے سامنے کر دیا اور چاہا کہ اس سے تلوار چھین لے کہ اس ایرانی نے آواز دی کہ محمد نے مجھے مار ڈالا وہ گروہ کمرے میں گھس آیا اور محمد پر ہجوم کیا ایک نے اس کے نیچے تلوار ماری کہ محمد منہ کے بل زمین پر گر پڑا تب انھوں نے اس کا سر کاٹ لیا اور طاہر کے پاس لے گئے۔

فقیر کہتا ہے کہ احمد بن سلام کے واقعہ کے نقل کرنے سے میرا ایک خاص مطلب تھا اور وہ یہ کہ ناظرین دیکھ لیں کہ پہلے لوگ کس طرح نماز تہجد اور نوافل کی پابندی کرتے تھے کہ یہ شخص جو باوجودیکہ محمد امین کا غلام ہے اور عابد وزاہد میں سے نہیں ہے بلکہ قید بھی ہے اور اپنی زندگی سے مایوس ہے کس قدر اہتمام نماز تہجد کا کرتا ہے اور اسے خوف ہے کہ کہیں وہ قتل ہو جائے اور اس کی نمازِ وتر فوت نہ ہو گئی ہو مذہب جعفری کے اہل غیرت کے لئے یہ واقعہ عظیم پند ونصیحت ہے خلاصہ یہ کہ جب امین کا سر طاہر کے پاس لے گئے تو اس نے وہ سر مامون کے پاس خراسان بھیجا اور جب امین کا سر مامون کے پاس لے گئے تو اس نے حکم دیا کہ اس کو صحن خانہ میں ایک لکڑی پر لٹکا دیں اور اپنے لشکر وسپاہ کو بلایا اور انھیں عطیے اور بخششیں دینی شروع کیں جس کو جائزہ اور انعام دیتا اس کو حکم کرتا کہ پہلے سر پر لعنت کرو اور اپنا انعام حاصل کرو لوگ امین کے سر پر لعنت کرتے اور انعام لیتے تھے یہاں تک کہ ایک عجمی نے اپنا انعام لیا اس سے کہنے

لگے کہ سر کے اوپر لعنت کرو تو وہ کہنے لگا کہ خدا اس پر اور اس کے ماں باپ پر لعنت کرے اور انھیں ان کے ماؤں کی فلاں فلاں چیز میں داخل کرے پس مامون نے حکم دیا کہ سر کو سولی سے اتار کر خوشبو لگائیں اور پھر بغداد کی طرف بھیجا کہ اسے بدن کے ساتھ دفن کر دیں۔

اور محمد امین کی عمر ۳۳ سال اور تیرہ دن تھی اور اس کی مدت خلافت قتل ہونے تک تقریباً پانچ سال تھی اور چونکہ وہ اپنے زمانہ میں لہو ولعب اور لذت وطرب میں مشغول رہتا تھا اور اس کے بعد محاصرہ اور مامون کے لشکر سے جنگ کرنے میں مشغول رہا لہٰذا آل ابوطالبؑ سے متعرض نہیں ہوا اور اس کے زمانہ میں کوئی حادثہ طالبین کو پیش نہیں آیا جو چیز اس کے قتل ہونے اور ملک کے زوال کا سبب بنی وہ اس کا زیادہ تر لذات کی طرف متوجہ ہونا اور لہو ولعب اور ساز وطرب وغیرہ میں مشغول ہونا ہے جیسا کہ بعض شعراء نے ان دو اشعار میں اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اذا غدا ملك باللهو مشتغل !
فاحكم على ملكه بالويل والحرب
اما ترى الشمس فى الميزان هابطة
لما غدا وهو برج اللهو و اللعب!

ا۔ جب میں بادشاہ لہو ولعب میں مشغول ہو جائے تو اس کے ملک پر تباہی اور جنگ کا حکم لگا دو۔ ۲۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ سورج برج میزان میں صبح کے وقت گر جاتا ہے کیونکہ وہ لہو ولعب کا برج ہے۔ امین کی خلافت کے ابتدائی دور میں رشید کی موت کے اٹھارہ راتوں کے بعد ابوبکر بن عیاش نے دنیا سے کوچ کیا اس کی عمر اس وقت اٹھانوے سال اور ۱۹۷ھ میں اور ایک قول ہے ۱۹۹ھ میں عبدالملک بن صالح بن علی سفاح کا چچازاد بھائی مقام رقہ میں دنیا سے چل بسا وہ اپنے زمانہ میں بنی عباس کا فصیح ترین شخص تھا۔

ابو العباس عبد اللہ بن ہارون ملقب بمامون کی خلافت اور ابو سرایا کی داستان کا ذکر

جس وقت سے عبد اللہ مامون نے محمد امین کو خلافت سے ہٹایا اور اس کا لشکر امین سے جنگ کرنے کے لئے گیا اور اس کا محاصرہ کیا تو خراسان اور باقی شہروں کے لوگوں نے (کہ جن پر طاہر بن حسین کا غلبہ ہو چکا تھا) مامون کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور اس کی بیعت کی اور منبروں پر اس کا نام لیا یہاں تک کہ محمد امین قتل ہوا اس وقت تو بغداد کے لوگوں نے بھی مامون کو خلیفہ مان لیا مامون کو بنی عباس کا ستارہ کہتے تھے وہ علم نجوم وحکمت سے کافی بہرہ ور تھا اور علمِ فلسفہ سے اسے بہت محبت وشغف تھا وہ ہمیشہ مناظرہ اور علمی گفتگو کی مجالس منعقد کرتا تھا اس کی ماں کنیز تھی جس کا نام مراجل تھا اور مامون اظہار تشیع کرتا تھا اور اس کے ندماء ورفقاء میں سے یحیی بن اکثم خراسانی تھا۔ یحییٰ اس سے پہلے بصرہ کا قاضی تھا کہتے ہیں کہ وہ لواطت کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے بصرہ کے لوگوں کے لڑکے خراب کر دیئے اور اہل بصرہ تنگ آ گئے اور مامون کو اس کی شکایت کے پیغام بھیجے مامون نے اسے قضاوت سے معزول کر دیا اور یحییٰ ہی کے حق میں کہا گیا ہے۔

یا لیت یحیی لم یلدہ اکثم
ولم تطأ ارض العراق قدمہ
الوط قاض فی العراق نعلمہ ای دوات
لم یلقہ قلمہ وای شعب لم یلجہ ارقمہ

کاش یحییٰ کو اکثم نے نہ جنا ہوتا اور عراق کی زمین کو اس کے قدم نہ روندتے عراق میں سب سے زیادہ لواطت کرنے والا قاضی ہم اسے جانتے ہیں کہ کونسی دوات ہے کہ جس میں اس کا قلم نہیں گیا اور کس نشیب میں اس کا خبیث سانپ داخل نہیں ہوا۔ یحییٰ قضاوت بصرہ سے معزول ہونے کے بعد مامون کے پاس پہنچا مامون نے اسے اپنا ہم پیالہ ہم نوالہ بنا لیا اور اس کا رتبہ بلند کیا۔ منقول ہے کہ ایک دن مامون نے یحییٰ سے کہا اے ابو محمد یہ شعر کس کا ہے۔

قاض یری الحد فی الزنأ ولا
یری علی من یلوط من باس

وہ قاضی جو زنا میں تو حد جاری کرنے کا فتوی دیتا ہے اور جو لواطت کرے اس کے متعلق اس کی رائے ہے کہ کوئی ڈر نہیں یحییٰ

نے کہا کہ یہ شعر ابن ابونعیم کا ہے اور یہ وہ شخص ہے جو کہتا ہے:

امیرنا میرتشی و حاکمنا
یلوط والرس اشر ماراس
قاض یر الحد فی الزنا ولا
یری علی من یلوط من باس
ما احسب الجور ینقضی و
علی الامة وال من ال عباس

ہمارا امیر رشوت لیتا ہے اور حاکم لواطت کرتا ہے اور سردار کتنا برا سردار ہے قاضی زنا میں تو حد سمجھتا ہے اور جو لواطت کرے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا میں گمان نہیں کرتا کہ ظلم و جور ختم ہو جب تک آل عباس میں سے کوئی والی و حاکم امت پر رہے گا مامون نے خجالت سے کچھ دیر سر نیچے رکھا اور حکم دیا کہ ابن ابونعیم شاعر کو شہر بدر کر دیں اور سندھ کی طرف اسے بھیج دیا خلاصہ یہ کہ یحییٰ کثرتِ لواطت و اغلام میں مشہور اور متجاہر تھا۔

منقول ہے کہ مامون نے چار سو خوبصورت بیریش چھوکرے اس کی لذت وعیش کے لئے اس کے ملازم قرار دیئے تھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے اور اس قاضی بے حیا و بے شرم نے شرم وحیا کا پردہ اٹھا رکھا تھا اور وہ ان سے لذت حاصل کرتا تھا اور انھیں بنا تا سنوارتا تھا لہٰذا اس کے زمانہ کے شعراء کی ایک جماعت نے اس کی ہجو کی ہے کہ جن میں سے راشد بن اسحاق ہے کہ جس نے اس کی ہجو میں قصیدہ کہا ہے یہ دو شعر اس کے قصیدہ کے ہیں کہ جن میں انھیں بیریش چھوکروں کی طرف اشارہ ہے جو اس کی خدمت کے لیے اس کے پاس رہتے تھے:

یقودھم الی الھیجا قاض
شدید الطعن بالرمح الدوینی
یغادرھم الی الاذقان صرعی
وکلھم جریح الخصیتین!

میدان کی طرف انھیں قاضی کھینچ لاتا ہے جو عمدہ لچکدار نیزہ بڑی شدت سے مارتا ہے انھیں ٹھوڑیوں کے بل گراتا ہے اور سب خصیتین سے زخمی ہیں۔

نیز راشد نے ہی اس کی ہجو میں کہا ہے:

وکنا نرجی ان نری العدل ظاھرا
فاعقبنا بعد الرجاء قنوط

متی تصلع الدنیا و یصلح اهلها!
وقاضی قضاہ المسلمین یلوط هم

امید رکھتے تھے کہ عدل ظاہر ہوگا پس ہم پر امید کے بعد ناامیدی چھا گئی دنیا اور اس کے رہنے والوں کی اصلاح کب ہو سکتی ہے جب مسلمانوں کا قاضی القضاۃ لواطت اور اغلام کرتا ہے۔

سیوطی نے کتاب ریاض النضرۃ فی احادیث الماء والخضرۃ میں بخاری کی تاریخ سے نقل کیا ہے کہ اس نے محمد بن سلیمان یمانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن مامون یحییٰ کے ساتھ بیٹھا تھا اور عباس مامون کا بیٹا بھی وہاں مجلس میں موجود تھا اور عباس انتہائی خوش رو اور خوبصورت تھا یحییٰ نے اپنی آنکھیں عباس پر گاڑی ہوئی تھیں اور مسلسل اس کی شکل وصورت سے لذت حاصل کر رہا تھا جب قاضی نے دیکھا کہ یہ کام اچھا نہیں اور ادھر سے وہ بیریش چھوکروں کے معاملہ میں بے قابو بھی تھا اور اپنے آپ کو کنٹرول نہیں کر سکتا تھا لہٰذا معذرت کے دروازے سے نکلنا چاہا اور ایک حدیث گھڑ لی اور مامون سے کہنے لگا اے امیر المؤمنین مجھے عبدالرزاق نے معمر سے ایوب سے نافع سے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ اس نے حدیث بیان کی رسول خداؐ سے کہ خوبصورت چہرے کو دیکھنے سے آنکھوں میں جلا پیدا ہوتی ہے اور چونکہ میری آنکھیں کمزور ہیں میں نے چاہا کہ عباس کے خوبصورت چہرہ کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو جلا بخشوں مامون غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا اے یحییٰ خدا سے ڈر و اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث رسولؐ خدا پر بہتان ہے اور قطعاً پیغمبر نے یہ حدیث نہیں فرمائی۔

مؤلف کہتا ہے کہ جو کچھ یحییٰ کی لواطت کے متعلق نقل ہوا ہے اگر وہ لکھا جائے تو وضع رسالہ سے خارج ہو جائیں گے اور عمرِ عزیز بھی اس سے اشرف واعلیٰ ہے کہ ایسے مطالب کے نقل میں صرف ہو پس کتاب جعفریات سے سند کے ساتھ امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ لوگوں میں سے زیادہ احمق وہ ہے جو اپنی کتاب کو باطل اور غلط باتوں سے پر کرے حکماء علماء اتقیاء اور ابرار لوگ بس تین قسم کی چیزیں لکھتے تھے کہ جن میں چوتھی نہیں ہوتی تھی جو اللہ کے لئے باطن کو اچھا کرے اللہ اس کے ظاہر وعلانیہ کو اچھا کر دیتا ہے اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ درست کر لے تو اللہ اس کے اور لوگوں کے درمیان کا معاملہ درست کر دیتا ہے اور جس کا ہم وغم آخرت ہو اللہ اس کے دنیا کے ہم وغم کی کفایت کرتا ہے باقی رہا یہ کہ ہم نے اس قدر واقعات یحییٰ کے باب میں ذکر کئے اس میں ایک لطیف نکتہ مد نظر تھا اور یہ کہ عاقل وہوشمند جان لے کہ جب اس قاضی نے شرم وحیا کا پردہ چاک کیا اور خدا سے شرم وحیا نہ کی تو کس طرح خدا نے اسے رسوا وذلیل کیا کہ اس زمانہ تک کہ گیارہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے اب تک اس کا نام برائی کے ساتھ تصانیف اور لوگوں کی زبانوں پر لیا جاتا ہے علاوہ آخرت کے شدائد وعذاب کے اور لوگوں کے درمیان ایک مثل مشہور ہے لطفِ حق باتو مدارا ہا کند چونکہ از حد بگذرد رسوا کند خدا کا لطف وکرم تجھ سے مدارت ونرمی برتتا ہے لیکن جب معاملہ حد سے بڑھ جائے تو پھر رسوا وذلیل کرتا ہے پس ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور اگر کسی گناہ میں مبتلا ہے تو رسوا نہ ہونے کی جہت سے خصوصاً قیامت کے دن کہ نعوذ باللہ من خزی یوم الحشر (ہم پناہ مانگتے ہیں قیامت کے دن کی رسوائی سے) اس گناہ کو ترک کر دے اور یہ بات اہل تفکر کے لئے وسیع ہے اور یحییٰ کے

حالات سے مامون کے حالات بھی معلوم ہوگئے کیونکہ جب انسان کسی شخص کے حالات معلوم کرے تو اس سے اس کے ہمنشین اور ساتھی کے حالات بھی معلوم ہو جاتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہم اس رسالہ میں تاریخ نویسی کی بنا پر نہیں رکھتے بلکہ تاریخ خلفاء تو عنوان مطلب ہے اور مقصد ان ہم فوائد کا ذکر کرنا ہے جو اہل علم و اہل تمیز پر مخفی نہیں واللہ المؤید (خدا تائید فرماتا ہے)۔

خلافت مامون کے زمانے نے تقریباً اکیس سال طول کھینچا اور اس کی خلافت کی ابتداء ۱۹۶ھ کے حدود میں تھی اور ۱۹۸ھ میں اس نے اپنے بھائی قاسم بن رشید کو خلافت کی ولی عہدی سے ہٹایا اور اسی سال سفیان بن عیینہ نے مکہ میں وفات پائی اور اسی سال ابن خلکان کی تاریخ کے مطابق حسن بن ہانی نے جو ابونواس شاعر کے نام سے مشہور ہے بغداد میں وفات پائی اور وہ بہت بڑا شاعر تھا لیکن اس کے اکثر اشعار باطل اور بیہودہ باتوں میں تھے اور اس کو ابونواس (ضمِ نون کے ساتھ) اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کے دو گیسو تھے جو اس کے کندھوں پر لٹکے رہتے تھے اور وہ اس ابونواس کے علاوہ ہے جو ابونواس حق کا لقب رکھتا ہے جیسا کہ مجالس شیخ میں ہے کہ امام علی بن محمد نقی علیہما السلام نے ابوسری سہل بن یعقوب بن اسحاق سے فرمایا (جو کہ ابونواس کے لقب سے ملقب تھا جو فضول اور خوش طبعی کی باتیں لوگوں سے کرتا تھا اور ان سے خوش طبعی کی باتوں کو تمہید بناتا تھا اپنے تشیع کے اظہار کے لئے اے ابوسری تو ابونواس حق ہے اور جو تجھ سے پہلے تھا وہ ابونواس باطل تھا اور ابونواس (مشہور) کے بڑے عمدہ اشعار ہیں ہمارے آقا علی بن موسیٰ رضا کی مدح میں:

مطهرون نقيات ثيابهم
تتلى الصلوة عليهم اينما ذكروا
من لم يكن علويا حين تنسبه
فماله من قديم الدهر مفتخروا
والله لما برى خلقا فاتقنه
صفاكم واصطفاكم ايها البشر
فانتم الملأ اعلىٰ وعندكم
علم الكتاب و ماجاء ت به السور

وہ پاک کئے گئے ہیں اور ان کے دامن صاف ستھرے ہیں ان پر صلوات بھیجی جاتی ہے جہاں کہیں بھی ان کا ذکر ہو جو شخص اولادِ علی میں سے نہ ہو جب تو اس کا نسب بیان کرنے لگے تو اس کے لئے قدیم زمانہ میں کوئی فخر کا مقام نہیں اور خدا نے جب مخلوق کو پیدا کیا پس اسے پختہ کیا تو تمہیں صاف کیا اور مصطفیٰ بنایا اے کامل بشر تم ہی بلند ترین گروہ ہو اور تمہارے پاس کتاب اور جو کچھ قرآنی صورتوں میں ہے اس کا علم ہے اور مامون سے حکایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ اگر دنیا اپنی آپ تعریف کرے تو بھی وہ ابونواس کے اس قول کی طرح اپنی توصیف نہیں کر سکے گی۔

الاکل حی هالك و ابن هالك
وذونسب فی العالمین غریق
اذا امتحن الدنیا لبیب تکشفت
له عن عدو فی ثیاب صدیق

یادرکھو ہر زندہ ہلاک ہونے والا اور ہلاک ہونے والے کا بیٹا اور دونو جہانوں میں جو صاحبِ نسب ہو وہ تباہ وغرق ہونے والا ہے جب عقلمند دنیا کا امتحان کرے تو وہ اس کے سامنے دشمن دوست کے لباس میں ہوکر منکشف وظاہر ہوگی۔

منقول ہے کہ جب ابونواس کی موت کا وقت آیا تو عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی نے اس سے کہا کہ تو دنیا کے آخری اور آخرت کے پہلے دن میں ہے لغزشیں تو نے بہت کی ہیں پس توبہ کرتا کہ خدا تجھے بخش دے ابونواس کہنے لگا مجھے اونچا کرواور بٹھادو جب اسے بٹھادیا گیا تو کہنے لگا تو مجھے عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے حالانکہ مجھ سے حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے ثابت بناتی سے اس نے انس بن مالک سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پیغمبر کے لئے حق شفاعت ہے اور میں نے اپنی شفاعت اپنی امت کے گناہانِ کبیرہ کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن ذخیرہ کررکھی ہے کیا تو گمان کرتا ہے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔

مؤلف کہتا ہے کہ خدا سے حسن ظن رکھنا خصوصاً مرنے کے وقت ممدوح ہے اور روایت ہے کہ حسنو الظن باللہ خدا کے متعلق حسن ظن رکھواور وارد ہوا ہے کہ خدا فرماتا ہے انا عند ظن عبدی لیظن بی مایشاء میں اپنے بندے کے ظن وگمان کے پاس ہوں پس جو گمان چاہے رکھے اور ابونواس حسن ظن رکھتا تھا اور کس قدر اچھا تھا اس کا ظن اپنے رب کے ساتھ جہاں وہ کہتا ہے۔

تکثر ما استطعت من الخطایا
فانك بالغ ربا غفورا
ستبصران وردت علیه عفوا
وتلقی سیدا ملکا کریما
تعض ندامة کفیك مما!
مخافة النار السرورا

جتنے چاہے زیادہ گناہ کرے کیونکہ تو نے بخشنے والے پروردگار کی بارگاہ میں جانا ہے جب تو اس کے دربار میں پہنچے گا تو عفو ومہربانی دیکھے گا اور تو کریم آقا اور بادشاہ کی ملاقات کرے گا اور تو ندامت سے اپنی ہتھیلیاں کاٹے گا اس خوشی کے چھوڑنے پر جو تو نے جہنم کی آگ کے خوف سے چھوڑ دی تھی لیکن مخفی نہ رہے کہ ظن اور رجاء وامید ممدوح ہے جب کہ وہ خوف وخشیت سے ملی ہوئی ہو اور انسان عذاب الٰہی اور خدائی امتحانات سے ایمن و مامون ہوکر نہ بیٹھ جائے اور عظمت وجلال حضرت ذوالجلال سے بیخوف نہ ہو اس عنوان سے کہ میں خدا سے امید اور حسن ظن رکھتا ہوں لہٰذا جو چاہے کرتا پھرے اور اس میں

شک نہیں کہ یہ رجاء امید نہیں بلکہ غرور و حماقت ہے اور باعث خسران و خسارہ ہے بہت عمدہ کیا ہے جس کسی نے کہا ہے ما اشتار العسل من اختار الکسل ۔

نابردہ رنج گنج میسر نمی شود

مزد آں گرفت جان برادر کہ کارکرد

تکلیف اٹھائے بغیر خزانہ میسر نہیں ہوتا مزدوری اسے ملے گی اے برادر عزیز جو کام کرے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا کہ آپ کے محب و والیوں کا ایک گروہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم امید رکھتے ہیں حضرتؑ نے فرمایا وہ جھوٹ بکتے ہیں یہ ہمارے محب و دوست نہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن پر دنیاوی امیدوں کا غلبہ ہے جو شخص کسی چیز کی امید رکھتا ہے اس کے لئے وہ کام کرتا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ جس قدر بندہ کی معرفت عظمت و جلال خداوندی زیادہ ہوتی ہے وہ اپنے عیوب سے زیادہ بینا ہوتا ہے اسے خدا کا زیادہ خوف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خدا نے خوف و خشیت کی نسبت علماء کی طرف دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء سوا اس کے نہیں کہ اللہ بندوں میں سے علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں اور رسولؐ خدا نے فرمایا میں خدا سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں اور آنحضرتؐ سے لوگوں نے پوچھا آپ کیوں جلدی بوڑھے ہو گئے فرمایا مجھے سورۂ ہود واقعہ و مرسلات اور عم یتسائلون نے بوڑھا کیا ہے اور اگر آنکھوں سے نہیں دیکھا تو سنی تو ہیں انبیاؑ کے خوف کی حکایات اور امیر المومنین کا بار ہا غش کھا جانا اور حضرت سید الساجدین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی تضرع و زاری و مناجات خلاصہ یہ کہ روایت ہوئی ہے۔ ابونواس کے ایک دوست سے وہ کہتا ہے کہ میں ابونواس کی موت کے بعد اس کے لئے بہت پریشان ہوا اس کے زیادہ گناہوں اور اس پر عذاب الٰہی کے ہونے کی وجہ سے یہاں تک کہ ایک دفعہ اس نے اسے عالم خواب میں بڑی اچھی ہیئت میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ خدا نے تجھ سے کیسا معاملہ کیا ہے کہنے لگا خدا نے مجھے چند اشعار کی وجہ سے بخش دیا جو میں نے کہے تھے میں نے کہا وہ اشعار کونسے ہیں وہ کہنے لگا کہ میری والدہ کے پاس ہیں صبح سویرے میں اس کی والدہ کے پاس گیا اور اس سے وہ واقعہ بیان کیا اور ان اشعار کا مطالبہ کیا اس کی ماں ایک تحریر لے آئی جو ابونواس کے ہاتھ ہی کی لکھی ہوئی تھی اور اس میں یہ اشعار تحریر تھے ۔

یا رب ان عظمت ذنوبی کثیرة

فلقد علمت بأن فضلك اعظم

ان كان لا يدعوك محسن!

فمن الذی یدعو و یرجو المجرم

ادعوك رب كما اردت تضرعا

فاذا رددت یدی فمن ذا یرحم

مالی الیك شفاعة الا الذی
ارجوه من عفو و انی مسلم!
یا من علیه توکلی و کفایتی!
اغفرلی الزر لات انی اثیم

اے پروردگار اگر چہ میرے گناہ کثیر ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ تیرا فضل وکرم بہت عظیم ہے اگر تجھے اچھے آدمی کے علاوہ کوئی نہیں پکار سکتا تو پھر مجرم کس کو پکارے اور کس سے امید رکھے۔

پروردگار میں تجھے پکارتا ہوں جیسے تو چاہتا ہے تضرع وزاری کے ساتھ اب تو نے اگر میرا ہاتھ خالی پلٹا دیا تو پھر کون مجھ پر رحم کرے گا تیری بارگاہ میں میری کوئی شفاعت وسفارش نہیں ہے سوائے اس عفوو مہربانی کے جس کی مجھے امید ہے اور یہ کہ میں مسلمان ہوں اے وہ ذات کہ جس پر مجھے توکل ہے اور جو میرے لئے کافی ہے میری لغزشوں کو معاف کر دے بے شک میں گنہگار رہوں۔

اے بخشنے والا پردہ پوش خدا اس عاصی وگنہگار سیاہ کارنامہ اعمال کو بخش دے خدایا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں کہ جو تیری بارگاہ میں مقبول ہو سوائے ولایت ومحبت امیر المومنین وشفیع المذنبین اوران کے اہل بیتؑ ظاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی مودت کے۔

مواهب الله عندی جاوزت املی
ولیس یبلغها قولی ولا عملی
لکن اشرفها عندی وافضلها
ولایتی لا میر المومنین علی

خدا کی بخششیں میرے پاس اتنی ہی جو میری امید سے تجاوز کر گئی ہیں اوران تک میرا قول وفعل نہیں پہنچ سکتا لیکن ان ذرہ نوازیوں میں سے اشرف وافضل جو میرے پاس ہے وہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی ولایت ومحبت پر مارنا اوران کے ساتھ اوران کے جھنڈے کے نیچے ہمیں محشور فرمانا اور مامون کے زمانہ میں ۱۹۹ھ میں ابوالسرایا نے خروج کیا۔

ابوالسرایا کے خروج اور مامون کے زمنہ میں بعض طالبین کے شہید ہونے کا ذکر

ابوالسرایا کا نام سری بن منصور شیبانی ہے اور وہ مرد بہادر قوی القلب اور جنگ کے معاملہ میں بڑی بصیرت رکھتا تھا اوراس نے ۱۹۹ھ کوفہ میں خروج کیا اور لوگوں کو محمد بن ابراہیم بن اسماعیل طباطبا فرزند ابراہیم بن حسن بن علی ابی طالب علیہ السلام کی بیعت کی دعوت دی اور یہ اس لئے کہ اس نے حجاز کے راستہ میں محمد سے یہ وعدہ لیا تھا کہ ابوسرایا لوگوں کواس کی بیعت کی طرف بلائے گا اور محمد دس جمادی الاولیٰ ۱۹۹ھ کوفہ میں اپنے کو ظاہر کرے جب وعدہ کا دن آیا تو محمد بن ابراہیم نے کوفہ میں

خروج کیااور اس کے ساتھ علی بن عبداللہ (عبیداللہ خ ل) بن حسین بن علی بن حسین علیہم السلام تھےاور کوفہ کے لوگ ٹڈی دل کی طرح اس کی بیعت میں داخل ہو گئے اور اس کے گرد جمع ہو گئے اور ابوالسرایا اپنے غلاموں ابوالسیبول وبشار وابوالھر اس کے ساتھ کوفہ کے باہر کے لوگوں کے نصرت اہل بیتؑ اور شہداء اہل بیتؑ کے انتقام لینے پر اکسا کر ایک جماعت اپنے ساتھ جمع کر کے لے آیا اور اسی روز موعود کوفہ میں داخل ہوا پس محمد بن ابراہیم فراز منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور عہد کیا کہ ان کے درمیان کتاب وسنت کے مطابق عمل کرے گا اور امر بمعروف اور نہی عن المنکر کے پہلو کو نہیں چھوڑے گا تمام اہل کوفہ نے اس کی بیعت کا رشتہ اپنے گلے میں ڈال لیا اور پوری رضا ورغبت کے ساتھ اس کی بیعت کی۔

ابوالفرج نے جابر جعفی سے روایت کی ہے کہ حضرت باقر العلوم علیہ السلام نے محمد بن ابراہیم طباطبا کے خروج کی خبر دی اور فرمایا۱۹۹ھ منبر کوفہ پر ہم اہل بیتؑ میں سے ایک شخص خطبہ پڑھے گا کہ خدا جس کے ذریعہ ملائکہ پر فخر ومباہات کرے گا خلاصہ یہ کہ جب محمد کوفہ پر مسلط ہو گیا تو فضل بن عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس قاصد بھیجا اور اسے اپنی بیعت کی دعوت دی اور اس سے تعاون چاہا فضل نے اس کی دعوت قبول نہ کی اور چونکہ محمد کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا شہر سے باہر نکل گیا اور شہر سے باہر مکان بنوا کر حکم دیا کہ اس کے اور اس کے اصحاب کے مکانوں کے گرد خندق کھودی جائے اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ مکمل ومسلح رہیں اور اس کی حفاظت کریں جب یہ خبر محمد کو پہنچی تو اس نے ابوالسرایا کو اس سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ جنگ کی ابتداء نہ کرے بلکہ پہلے اسے کی بیعت کی دعوت دے ابوالسرایا نے بہت سے لوگوں کے ساتھ فضل بن عباس کی طرف کوچ کیا اور پہلے اسے محمد کی بیعت کی طرف بلایا انھوں نے نہ صرف بیعت کرنے سے سرتابی کی بلکہ فضل نے حکم دیا کہ ابوالسرایا کے لشکر پر تیر برساؤ فضل کا لشکر شہر پناہ کے پیچھے سے ابوالسرایا کے لشکر پر تیر برسانے لگا یہاں تک کہ ایک آدمی ان میں سے مارا گیا یہ خبر محمد کو پہنچائی گئی تو اس نے جنگ کی اجازت دے دی لشکر ابوالسرایا نے ہجوم کیا اور فضل کے لشکر کے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا اور پھر شہر پناہ کے اندر داخل ہو گئے اور جو کچھ انھیں مال ومتاع ملا وہ لوٹ لیا اور فضل بن عباس شکست کھا کر بغداد کی طرف حسن بن سہل کے پاس گیا اور ابوالسرایا کے خلاف فریاد وشکایت کی اور اس سے فریاد رسی چاہی حسن نے زہیر بن مسیب کو لشکر کی ایک جماعت کے ساتھ ابوالسرایا سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا جب بغداد کا لشکر کوفہ میں پہنچا تو انھوں نے بے شرمی کی ابتداء کی کہ منادی کی کہ اے اہلِ کوفہ اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو ہمارے لئے زینت کرو کہ ابھی ابھی ہم تمہارے مردوں کو قتل کر کے تمہاری عورتوں اور بیٹیوں سے فسق وفجور کریں گے اس طرف ابوالسرایا نے اپنے لشکر میں پکار کر کہا اے لوگو ذکر خدا کرو اور توبہ واستغفار کرو اور خدا سے مدد طلب کرو اپنے حول وقوت سے برائت کرو قرآن پڑھو اور جنگ سے فرار نہ کرنا کیونکہ موت کے لئے ایک وقت معین ہے دشمن سے بھاگ جانا موت میں تاخیر نہیں ڈال سکتا۔

من لم یمت عبطة یمت ھرباً

الموت کاس والمرء ذائقھا

جو ثابت قدمی میں صحیح طریقہ سے نہ مرے وہ بھاگتے ہوئے مرتا ہے موت پیالہ ہے اور مرد اس کو پینے والا ہے بہر حال

جنگ کا میدان فرات اے کے کنارے تھا اور ابوالسرایا نے ایک کمک ترتیب دی ہوئی تھی اور اس نے خود ایک طرف سے زہیر کے لشکر پر حملہ کیا اور دوسری طرف اس کی کمک باہر نکلی اور ابوالسرایا مسلسل کوفہ کے لوگوں کو جنگ پر اکسا رہا تھا اور خود اس نے عظیم مبارزے کئے اور گھمسان کی جنگ میں اس کے غلام بشار نے زہیر کے لشکر کے عملدار کو قتل کر دیا ان کا علم سرنگوں ہو گیا بغدادی بھاگ کھڑے ہوئے کوفہ کے لوگوں نے شاہی نامی بستی تک ان کا تعاقب کیا اور ابوالسرایا شکست کھانے والوں کو مسلسل آواز دے رہا تھا کہ جو اپنے گھوڑے سے پیادہ ہو جائے اس کے لئے امان ہے اور جو کوئی ان میں سے گھوڑے سے پیادہ ہو جاتا ابوالسرایا کے لشکری اس کی جگہ سوار ہو کر بھاگنے والوں کا پیچھا کرتے اور ان کا اتنا پیچھا کیا کہ وہ شاہی بستی سے تجاوز کر گئے یہاں تک کہ زہیر نے پکار کر کہا اے ابوالسرایا اب اس سے زیادہ شکست کیا ہو گی اب ہمارا پیچھا چھوڑ دو پس ابوالسرایا نے اپنے لشکر کو حکم دیا اب تعاقب نہ کرو اور مال غنیمت جمع کرو کوفیوں کے بہت سے مال غنیمت ہاتھ آئے اور گھوڑے اور اسلحہ اہل بغداد کا لے لیا پس وہ زہیر کی لشکر گاہ میں آئے اور وہاں جو کچھ انھیں ملا انھوں نے اٹھا لیا اور ان کے کھانے کھائے بعد اس کے کہ ایک مدت سے وہ بھوکے تھے پس غنیمت کے اموال اور کٹے ہوئے سروں کے ساتھ کوفہ کی طرف چلے اور ادھر سے زہیر بغداد میں پہنچا اور حسن بن سہل کے خوف سے چھپ گیا حسن نے اس کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ستون تھا وہ زہیر کی طرف پھینکا کہ اس کی ایک آنکھ پھٹ گئی اور حکم دیا کہ زہیر کی گردن اڑا دو بعض لوگوں نے اس کی سفارش کی تو اسے معاف کر دیا حسن بن سہل اور باقی عباسیوں کو بہت دکھ ہوا پس حسن نے عبدوس بن عبدالصمد کو طلب کیا اور اسے ایک ہزار سوار اور تین ہزار پیادہ لشکر کے ساتھ ابوالسرایا سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور اسے حکم دیا کہ اس راستہ سے نہ جانا کہ جدھر سے زہیر نے شکست کھائی تھی کہ شاید اس کا لشکر زہیر کے لشکر کے مرے ہوئے افراد کو دیکھ کر ڈر جائے پس عبدوس سفر طے کر کے کوفہ تک پہنچ گیا ابوالسرایا جب عبدوس کے آنے پر مطلع ہوا تو اس نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ان کو کمین گاہ میں بٹھا دیا اچانک انھوں نے عبدوس کے لشکر گرد حلقہ ڈال دیا اور جنگ عظیم برپا ہوئی اور عبدوس کے لشکر کا ایک گروہ ڈر کے مارے فرات میں غرق ہو گیا اور ابوالسرایا عبدوس کے مقابلہ آیا اور ابوالسرایا نے اس کے سر پر ایک ضرب لگا کر قتل کر دیا پس ابوالسرایا کے لشکر نے فتح پائی اور عبدوس کے لشکر کا تعاقب کیا اور بہت سا مالِ غنیمت ان کے ہاتھ آیا اور وہ کوفہ پلٹ آئے س وقت ابوالسرایا محمد بن ابراہیم طباطبا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ محمد حالِ احتضار میں ہے پس محمد نے ابو السرایا کو تقویٰ اور نہی از منکر اور نصرت رسولؐ کی وصیت کی اور اپنے جانشیں اور وصی کے معاملہ میں لوگوں کو مختار قرار دیا کہ اولادِ علی علیہ السلام میں سے جس کو پسند کریں وہی اس کا قائم مقام ہے اور اگر اختلاف کریں تو اس کا جانشین علی بن عبداللہ بن حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام ہے یہ کہہ کر اس نے جان دے دی ابوالسرایا نے محمد کی موت لوگوں سے مخفی رکھی یہاں تک کہ جب رات ہوئی اس کے جنازہ کی تجہیز کی اور زیدیہ کی ایک جماعت کے ساتھ غری (نجف اشرف) کی طرف لے گیا اور وہاں دفن کر دیا جب دوسرا دن ہوا تو لوگوں کو جمع کیا اور محمد کی موت کی خبر آشکار کی لوگوں کی صدائیں محمد کی موت کے غم میں رونے کی بلند ہوئیں اور مدت تک روتے رہے اس وقت ابوالسرایا نے کہا لوگو محمد نے تمہارے لئے وصی مقرر کیا اپنے شبیہ ابوالحسن علی بن عبداللہ کو اگر تم اسے پسند کرتے ہو تو وہ

تمہارا امیر ہوگا ورنہ جسے چاہتے ہو انتخاب کرلو لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کوئی جواب نہ دیا سوائے محمد بن محمد بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کے جو نوخیز جوان تھا وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے چند باتیں کہیں اور پھر علی بن عبداللہ کی طرف رخ کیا اور کہا کہ ہم آپ پر راضی ہیں آپ ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ آپ کی بیعت کریں علی ان لوگوں کی بیعت پر راضی نہ ہوا اور محمد سے کہنے لگا میں اس قوم کی ریاست تمہارے سپرد کرتا ہوں اور ابوالسرایا سے کہا آپ اس معاملہ میں کیا مصلحت سمجھتے ہیں ابوالسرایا نے کہا میری رضا آپ کی رضا ہے پس محمد کا ہاتھ پکڑ کر اس کی بیعت کرلی جب محمد لوگوں سے بیعت لے چکا تو اپنے کارندے مختلف شہروں میں پھیلا دیئے ان میں سے ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو یمن کی طرف بھیجا اور زید بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو اہواز کا والی بنایا اور عباس بن محمد بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفرؑ کو بصرہ کا والی بنایا اور حسن بن حسن افطس کو مکہ کا والی کیا اور جعفر بن محمد بن زید بن علی کو حسن بن ابراہیم بن حسنؑ بن علیؑ کے ساتھ واسط کا والی مقرر کیا پس اس کے عمال میں سے ہر ایک ۱۹۹ھ میں مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ابن افس تو بغیر مزاحمت کے مکہ میں وارد ہوا اور مکہ والوں پر امارت کرنے لگا اور ابراہیم بن موسیٰ جب یمن میں وارد ہوا تو واقعہ نسیر کے بعد اہل یمن اس کی اطاعت میں داخل ہو گئے اور باقی رہے جعفر وحسن تو وہ واسط میں وارد ہوئے تو نصر بجلی امیر واسط ان سے جنگ کرنے کے لئے نکلا انھوں نے اس سے جنگ کی یہاں تک کہ اسے شکست دے دی اس کے بعد ان کا واسط پر کنٹرول ہو گیا اور عباس بن محمد بصرہ کی طرف گیا اور علی بن جعفر اور زید بن موسیٰؑ بن جعفرؑ سے ہدست ہو کر حسن بن علی مامونی کے ساتھ جو بصرہ کا والی تھا جنگ کی اور اسے شکست دے کر اس کے لشکر پر غلبہ حاصل کیا اور زید بن موسیٰ نے بنی عباس کے گھر جو بصرہ میں انھوں نے بنائے ہوئے تھے انھیں جلا دیا اسی لئے اسے زید النار کہتے تھے اور یہ زید النار وہی ہے کہ ابوالسرایا کے قتل کے بعد اسے گرفتار کرکے مامون کے پاس بھیج دیا گیا اور ماموں نے اسے امام رضا کو بخش دیا اور زید منتصر باللہ کے زمانہ تک زندہ رہا اور زید کے کام حضرت رضاؑ کے لئے گراں تھے اور آپ نے اسے بہت سرزنش کی اور سختی فرمائی ایک روایت ہے کہ حضرتؑ نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہے اس سے بات نہیں کریں گے ہم نے منتھی میں اس کے مختصر حالات لکھے ہیں خلاصہ یہ کہ اطراف واکناف سے بہت سے خطوط فتوحات پر مشتمل محمد بن محمد بن زید کے لئے آنے لگے اور اہلِ شام اور اہلِ جزیرہ نے اسے خط لکھے کہ ہم نے آپ کی اطاعت کرلی ہے ہمارے پاس اپنا قاصد روانہ کریں تاکہ وہ ہم سے بیعت لے اور دن بدن ابوالسرایا کا کام بہتر ہو رہا تھا اور یہ معاملہ حسین بن سہل کے لئے سخت شدید تھا تو وہ مجبوراً ابوالسرایا کو دفع کرنے کی غرض سے طاہر بن حسین سے متوسل ہوا۔

طاہر نے اس کی بات قبول نہ کی تب حسن نے ہرثمہ بن اعین کو خط لکھا اور اس سے مدد چاہی اور وہ خط سندی بن شاہک کو دے کر ہرثمہ کے پاس بھیجا سندی حلوان میں ہرثمہ تک پہنچا اور حسن بن سہل کا خط اس کو دیا ہرثمہ جب اس امر سے باخبر ہوا تو اس نے کوئی اقدام نہ کیا قضائے کار انھیں دنوں منصور بن مہدی کا خط ہرثمہ کو آیا۔ اس نے ہرثمہ کو ابوالسرایا کے امر کی کفایت کا فرمان جاری کیا۔ مجبوراً ہرثمہ اپنا لشکر لے کر بغداد کی طرف متوجہ ہوا اہل بغداد ان کے استقبال کے لئے باہر نکلے اور ہرثمہ کے آنے پر فرح وسرور عظیم نے ان کا رخ کیا پس حسن بن سہل نے اپنا لشکر مال ومتاع کے ساتھ ہرثمہ کے سامنے پیش کیا کہ جو کچھ چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ

ہرثمہ نے اہل بغداد میں سے لشکر انتخاب کیا اور تیس ہزار افراد کے ساتھ کوفہ کی طرف کوچ کیا اور ابوالسرایا اس وقت کوفہ میں اس جگہ تھا جو قصر ضرتین کے نام سے مشہور تھی اور اس نے محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ ارقط بن علی بن الحسین کو عباسی طبطبی اور مسیب کے ساتھ لشکر عظیم دے کر ساباط مدائن کو بھیجا ہوا تھا اور محمد بن اسماعیل نے اپنے لشکر کے ساتھ ساباط مدائن میں حسین بن علی (جو ابوالبسط مشہور تھا) کا سامنا کیا جنگ عظیم واقع ہوئی ابوالسبط شکست کھا گیا اور محمد بن اسماعیل کا مدائن پر قبضہ ہو گیا اور اس نے مدائن کو تسخیر کر لیا اور یہی حالت رہی یہاں تک کہ حسن بن سل نے ایک جماعت علی بن ابوسعید اور حماد ترکی کے ساتھ محمد بن اسماعیل سے جنگ کرنے کے لئے بھیجی انھوں نے محمد سے جنگ کر کے اسے شکست دی اور انھیں دنوں میں محمد بن جعفرؒ نے بھی خروج کیا۔

محمد بن امام جعفر صادق علیہ السلام کے خروج اور اس کے انجام کار کا ذکر

جن دنوں ابوالسرایا نے خروج کر رکھا تھا انھیں دنوں محمد فرزند امام جعفر صادقؑ نے مدینہ میں خروج کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے بلایا اہلِ مدینہ نے اس کی بیعت امارت مومنین کے طور پر کی اور بعض کہتے ہیں کہ محمد پہلے لوگوں کو محمد بن ابراہیم طباطبا کی بیعت کی دعوت دیتا تھا جب محمد کی وفات ہو گئی تو اس نے پھر لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور محمد بن جعفرؒ کو اس کے حسن و جمال اور بہاؤ و کمال کی وجہ سے دیباج کہتے تھے اور محمد ویسے بھی سخی شجاع و بہادر قوی دل اور عبادت گزار تھا اور ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتا تھا اور ایک دن افطار کرتا تھا اور جب کبھی گھر سے باہر نکلتا تو واپس نہیں آتا تھا مگر یہ کہ اپنا قمیض اتار کے کسی برہنہ کو پہنا آتا تھا اور ہر دن ایک گوسفند اپنے مہمانوں کے لئے ذبح کرتا تھا پس مکہ کی طرف گیا اور طالبین کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر کہ جن میں حسین بن حسن افطس اور محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن مثنی اور محمد بن حسن جو سلیق مشہور تھا اور علی بن حسین بن عیسیٰ بن زید اور علی بن الحسین بن زید اور علی بن جعفر بن محمد تھے ہارون سے بڑی جنگ کی اور بہت سے لوگ ہارون کے لشکر کے مارے گئے تو اس وقت وہ جنگ سے دستبردار ہو گئے اور ہارون بن مسیب نے حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کو اپنا پیغام رساں بنا کر محمد بن جعفر کے پاس بھیجا اور امت مسلم و صلح و آشتی کی طرف بلایا محمد بن جعفر نے صلح سے انکار کر دیا اور جنگ کے لئے آمادہ ہوا اس وقت ھارون نے ایک لشکر بھیجا کہ جس نے محمد اور طالبین کا جس پہاڑ میں وہ رہتے تھے محاصرہ کیا اور تین دن تک محاصرہ نے طول کھینچا اور ان کا کھانا پانی ختم ہو گیا محمد بن جعفر کے ساتھی اس سے دستبردار ہو کر متفرق ہو گئے مجبوراً محمد نے رداء اور جوتا پہنا اور ہارون ابن مسیب کے خیمہ میں چلا گیا اور اس سے اپنے اصحاب کے لئے امان چاہی ہارون نے اسے امان دی اور ایک روایت میں ہارون کے بجائے عیسیٰ جلودی کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ طالبین کو قید کر کے بے پلانے اونٹوں پر بٹھا کر خراسان کی طرف بھیج دیا جب خراسان میں وارد ہوئے تو مامون نے محمد بن جعفر کی عزت و تکریم کی اور اسے جائزہ و انعام دیا اور مامون کے پاس رہے یہاں تک کہ خراسان میں وفات پائی اور مامون اس کی تشیع جنازہ کے لئے نکلا اور اس کے جنازے کو کندھا دے کر قبر تک پہنچایا اور اس کی نماز امیر آج زحمت و مشقت میں پڑے ہیں اچھا ہے کہ آپ سوار ہو کر گھر تشریف لے جائیں کہنے لگا یہ میرا رحم ہے جو دو سال ہوئے ہیں کہ قطع ہو چکا ہے پس اس نے محمد کے قرض ادا کئے جو تیس ہزار کے قریب تھے (عود علی بدء جہاں سے ابتداء ہوئی ادھر رجوع کرتے ہیں۔)

ہرثمہ کی خبر ابوسرایا کے ساتھ

جب ہرثمہ بن اعین ابوسرایا سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوا تو لشکر عظیم کے ساتھ کہ جو تیس ہزار شمار ہوا ہے بغداد سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور ادھر سے ابوالسرایا بھی جنگ کے لئے آمادہ ہوا اور اس کے اور ہرثمہ کے درمیان بہت بڑی جنگ ہوئی اور ابوسرایا کا بھائی اس جنگ میں مارا گیا اور خود شکست کھا کر کچھ وقت تیاری کرتا رہا چند دنوں کے بعد دوبارہ ہرثمہ سے لڑنے کے لئے نکلا اور سخت قسم کی جنگ ان کے درمیان ہوئی یہ واقعہ پیر کے دن نو ذیقعدہ کا ہے اس دفعہ ہرثمہ کے لشکر کے بہت سے لوگ مارے گئے اور ابوالسرایا کے لشکر سے اس کا غلام اور روح بن حجاج اور حسن بن حسین بن زید بن علیؑ بن الحسینؑ مارے گئے اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور ابوالسرایا سر ننگے چیخ رہا تھا لوگو ایک گھڑی صبر کرو اور ثابت قدم رہو اور اس کے بعد راحت و آرام میں رہو نزدیک ہے کہ ہرثمہ کا لشکر شکست کھا جائے یہ کہہ کر دہشت ناک شیر کی طرح ہرثمہ کی فوج پر حملہ کیا اور گھمسان کی جنگ کی اور بڑی مردانگی اس سے ظاہر ہوئی آخرکار ہرثمہ کے لشکر کے سرکردہ کو اس نے قتل کر دیا اور ان کے لشکر کو درہم برہم کر دیا انھوں نے بڑی بری شکست کھائی اس وقت کوفیوں نے ان کا تعاقب کیا ابوالسرایا نے چیخ کر کہا لشکر یو ہوشیار رہو اور احتیاط کو نہ چھوڑنا کیونکہ عجمی لشکر کے لوگ مکار ہوتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بھاگنے کے بعد یہ دوبار حملہ کر دیں اور ان کی کمک ہو اور تمھیں گھیرے میں لے لیں کوفیوں نے اس کی باتوں کی طرف کان نہ دھرے ہرثمہ کے لشکر کا تعاقب کرتے رہے ہرثمہ نے پانچ ہزار افراد لشکر کے پیچھے کمین گاہ میں بٹھائے ہوئے تھے کہ اگر شکست ہو جائے تو یہ حملہ کر دیں اور کوفیوں کے قدم اکھاڑ دیں اس وقت وہ جماعت کمین گا سے نکلی اور ہرثمہ کا باقی لشکر بھی بھاگتے ہوئے پلٹ آیا اور انھوں نے کوفیوں کو گھیر لیا اور ہرثمہ گھمسان کی جنگ میں قید ہو گیا تھا اسے انھوں نے چھڑوالیا اور ابوالسرایا کے لشکر پر حملہ کر دیا ان میں سے کچھ لوگون کو قتل کر دیا مسلسل اسی طرح چلتا رہا کسی دن غلبہ ابوالسرایا کا ہوتا اور کسی دن ہرثمہ کا چند دن اسی طرح گزرے یہاں تک کہ ہرثمہ نے پکار کر کہا اے اہلِ کوفہ کس لئے قتل ہو رہے ہو اور ہمارا خون بھی بہاتے ہو اگر ہماری امان کو ناپسند کرتے ہو تو آؤ سب مل کر منصور بن مہدی کی بیعت کر لیتے ہیں اور اگر چاہتے ہو کہ حکومت آل عباس سے نکل جائے تو توقف کرو یہاں تک کہ پیر کے دن اکٹھے جمع ہو جاتے ہیں اور آپس میں گفتگو کرتے ہیں اور جسے ہم سب نے مل کر انتخاب کیا اس کی بیعت کر لیں گے جب اہلِ کوفہ نے یہ بات سنی تو انھوں نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور اس مطلب پر راضی ہو گئے ابوالسرایا چیخا چلایا کہ اے اہل کوفہ یہ ان عجمیوں کا مکر و حیلہ ہے جب انھوں نے دیکھا کہ ہم مغلوب ہو رہے ہیں مجبوراً اس حیلہ سے اپنی نجات چاہتے ہیں اس بات کی پرواہ نہ کرو اور حملہ کر دو بیشک فتح کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں کوفی کہنے لگے اب ان سے جنگ کرنا جائز نہیں اور ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے ابوالسرایا غصہ میں آ گیا اور مجبوراً جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا جب جمعہ کا دن ہوا تو وہ فراز منبر پر گیا خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد اور رسول پر درود بھیجنے کے بعد کوفیوں کی بیوفائی اور دھوکے کا اظہار کیا اس کے کچھ جملے یہ تھے اے اہلِ کوفہ اے علی کے قاتل اے حسینؑ کو چھوڑ دینے والے جو تمہارے دھوکے میں آ جائے وہ مغرور ہے اور جو تمہاری مدد پر اعتماد کرے اس کو چھوڑ دیا جائے گا بیشک وہ ذلیل ہے جس کو تم عزت دو یہاں تک کہ اس نے کیا افسوس ہے کہ تمہارا کوئی عذر نہیں مگر عجز پستی اور ذلت و خواری پر راضی ہونا تم تو ڈھلتے ہوئے سائے کی طرح ہو

تمھیں جنگ کے طبل اپنی آواز سے شکست دے دیتے ہیں اور تمھارے دلوں کو اپنی سیاہی سے پر کر دیتے ہیں خدا کی قسم میں تمہارے بدلے ایسی قوم تلاش کروں گا جو خدا کو کما حقہ پہچانتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کے معاملہ میں آپ کی نگاہداشت کریں گے پھر اس نے کہا۔

ما رست اقطار البلاد فلم اجد
لك شبها فيما وطئت من الارض!
خلافا و جهلاو انتشار عزيمته !
ووهنا وعجز انی الشدائد والخفض
لقد سبقت فيكم الى الحشر دعوة!
فلافيكم راض ولا فيكم مرضی
سابعد وادی عن قلی من دیارکم
فذوقوا اذا ولیت عاقبة النقض

میں نے تمام شہروں اور علاقوں کے اطراف کا تجربہ کیا ہے پس مجھے کسی زمین کہ جسے میں نے روندا ہے تمھاری طرح کوئی شخص نظر نہیں آیا نہ اختلاف کرنے میں نہ جہالت میں نہ ارادہ کے متردد و منتشر ہونے میں نہ پستی و عجز میں شدائد و راحت کے زمانہ میں تمھارے متعلق قیامت تک کے لئے بد دعا پہلے سے ہو چکی ہے نہ تم میں کسی کو راضی کرتا ہے نہ کسی پر راضی ہوتا ہے عنقریب تم سے بعض کی وجہ سے میں اپنے گھر کو تمہارے گھروں سے دور کر لوں گا جب میں پشت پھیر جاؤں تو تم نقض عہد کے انجام کو چکھنا کوفیوں میں ان باتوں کے سننے سے غیرت پیدا ہوئی اور ایک جماعت کھڑی ہوگئی اور کہنے لگے ہاتھ بڑھاؤ ہم تم سے بیعت کرتے ہیں اور اپنی جان قربان کرتے ہیں خدا کی قسم اب کے بعد ہم جنگ سے منہ نہیں موڑیں گے جب تک فتح نہ کر لیں ابوالسرایا نے ان کی بات کو کوئی وقعت نہ دی اور محمد بن محمد بن زید کا ہاتھ پکڑا اور علویین اور کوفیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اتوار کی رات تیرہ محرم کو کوفہ سے نکل گیا یہاں تک کہ قادسیہ پہنچ گیا اور وہاں تین دن تک رہا تاکہ اس کے ساتھی آسودہ ہو جائیں پھر بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا ادھر سے اشراف کوفہ ہرثمہ کے پاس گئے اور انھوں نے کوفہ کے لوگوں کے لئے امان چاہی ہرثمہ نے انھیں امان دے دی منصور بن مہدی کوفہ میں داخل ہوا اور کوفیوں کو اپنی بیعت میں لے آیا ہرثمہ بھی چند دن وہیں رہا یہاں تک کہ فتنہ و فساد ختم ہو گیا اور جب کوفہ کی سلطنت منصور بن مہدی کے لئے خالص ہو گئی تو ہرثمہ بغداد کی طرف چلا گیا۔

ادھر سے ابوالسرایا جب بصرہ کے نزدیک پہنچا تو اس نے شہر کے ایک عرب کو دیکھا اس سے بصرہ کے حالات پوچھے اس نے کہا عباسیوں کے لشکر بصرہ پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور محمد بن اسماعیل محمد بن محمد بن زید کے عامل کو باہر نکال دیا ہے ابوالسرایا نے مہار واسط کی طرف موڑ لی دوبارہ اس شخص نے کہا واسط کا بھی یہی حال ہے ابوالسرایا نے کہا پھر کدھر جاؤں اس عرب نے کہا بہتر یہ ہے کہ

جوخی اور جبل کی طرف جاؤ اور وہاں کے لوگوں سے بیعت لو اور کردوں کا لشکر اپنے ساتھ اکٹھا کر لو اس وقت مسودہ (سیاہ لباس والے) سے جنگ کے لئے نکلو ابوالسرایا نے اس کا مشورہ قبول کر لیا اور جبل کی طرف روانہ ہوا جس بستی سے گذرتا وہاں کا خراج لیتا اور اس کا غلہ فروخت کر کے زادراہ تیار کرتا تھا یہاں تک کہ اھواز میں پہنچ گیا اور وہاں سے سوس کی طرف نکلا حسین بن علی مامن جو کہ راھواز میں رہتا تھا وہ ابوالسرایا سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور ابوالسرایا سے سخت جنگ کی یہاں تک کہ اس کے لشکر کو شکست دے دی ابوالسرایا نے خراسان کی راہ لی اور وہ رفتہ رفتہ سیر کر رہا تھا یہاں تک کہ برقان بستی میں پہنچا محمد (حماد رخ ل) کندی وہاں رہتا تھا وہ ایک جماعت کے ساتھ ابوالسرایا سے لڑنے کے لئے نکلا اور ابوالسرایا کو امان دی تا کہ اسے حسن بن سہل کے پاس بھیج دے ابوالسرایا نے اس کی امان قبول کر لی پس اس نے ابوالسرایا کو محمد بن محمد بن زید کے ساتھ حسن بن سہل کے پاس بغداد بھیج دیا جب محمد کو حسن بن سہل کے پاس لے آئے تو محمد نے امان طلب کی حسن کہنے لگا اس سے چارہ نہیں کہ میں تیری گردن اڑادوں بعض نصیحت کرنے والوں نے حسن سے کہا کہ اے امیر صلاح نہیں کہ محمد کو مامون کی اجازت کے بغیر قتل کرو کیونکہ جعفر برمکی نے رشید کی اجازت کے بغیر عبداللہ افطس کو قتل کر دیا تھا رشید نے اسی سبب سے آل برامکہ سے انتقام لیا اور جب اس نے مسرور کو جعفر کے قتل کرنے کے لئے بھیجا تو اس سے کہا جعفر کو کہنا کہ اس کا قتل اس سبب سے ہے کہ اس نے میرے چچازاد کو بلا وجہ قتل کر دیا تھا اب مجھے ڈر ہے کہ اگر تو محمد کو قتل کرے تو مامون تیرے ساتھ بھی وہی سلوک کرے جو اس کے باپ نے جعفر کے ساتھ کیا تھا بہتر یہ کہ اسے مامون کے پاس بھیج دو حسن نے یہ نصیحت قبول کی اور محمد کے قتل سے درگذر کیا اور جب ابوالسرایا کو اس کے پاس حاضر کیا گیا خسیس بن خسیس اور مخذول جس کی مدد نہ کی جائے، ابن مخذول ہے پس اس نے ھارون بن ابو خالد کو حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی عبدوس کے مقابلہ میں اس کو قتل کر دے پس ھارون نے ابوالسرایا کی گردن اڑادی پھر اس کا سر مشرق کی طرف اور بدن مغرب کی طرف سولی پر لٹکایا گیا اور اس کے بعد ابوالشوک ابو السرایا کے غلام کو قتل کیا اور اسے بھی سولی پر لٹکایا گیا پھر محمد بن محمد کو خراسان کی طرف مامون کے پاس بھیجا مامون نے حکم دیا کہ اسے ایک مکان میں جگہ دی جائے اور چالیس دن تک وہ مرو میں رہا یہاں تک کہ زہر آلود شربت سے جو اسے پلایا گیا تھا اس کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور محمد کی والدہ فاطمہ دختر علی بن جعفر بن اسحاق بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب تھی اور عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ محمد بن ابراہیم اچانک مر گیا تو ابوالسرایا نے اس کی جگہ اس محمد بن محمد بن زید کو نصب کیا اور اس کو المؤید (تائید شدہ) کا لقب دیا پس حسن بن سہل نے اس کی طرف ہرثمہ بن اعین کو بلا کر بھیجا تو اس نے اس کے ساتھ جنگ کی اور اس کو قید کر لیا اور اس کو حسن بن سہل کے پاس اٹھا کر لے گیا اور حسن نے اسے مامون کے پاس مرو بھیج دیا پس مامون کو اس کی کم سنی پر تعجب ہوا اور کہا کس طرح تو نے دیکھا ہے جو اللہ نے تیرے چچازاد کے ساتھ کیا ہے تو محمد بن محمد بن زید نے کہا میں نے اسے عفو و حلم میں اللہ کا امین دیکھا ہے اور اس کے نزدیک عظیم ترین جرم معمولی تھا اور محمد بن محمد بن زید نے مرو میں وفات پائی مامون نے اسے ۲۰۲ھ میں زہر دے دیا محمد کی عمر بیس سال تھی پس کہا گیا ہے کہ وہ اپنے جگر کو دیکھتا تھا کہ ٹکڑے ہو کر اس کے حلق سے نکل رہا ہے وہ ٹکڑے ایک طشت میں پھینک رہا تھا اور انھیں اس خلال سے الٹتا پلٹتا تھا جو اس کے ہاتھ میں تھا۔

خلاصہ یہ کہ جو آل ابوطالب کے افراد مامون کے زمانہ میں قتل ہوئے محمد بن محمد بن زید کے علاوہ وہ چند اشخاص ہیں کہ جن کی خبر ہم تک پہنچی ہے ایک حسن بن حسن (حسین خ ل) بن زید بن علی بن حسین علیہ السلام ہے کہ جو ابوالسرایا کے ساتھ کوفہ سے نکلا اور سوس کے واقعہ میں مارا گیا اور ایک محمد بن حسین بن حسن بن علی بن الحسینؑ ہے جو ابوالسرایا کے زمانہ میں یمن میں مارا گیا اور ایک علی بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر ابوطالب ہے کہ جو ابوالسرایا کے زمانہ میں یمن میں قتل ہوا اور ایک عبداللہ بن جعفر بن ابراہیم بن جعفر بن حسن مثنیٰ ہے جو مامون کے زمانہ میں فارس کی طرف نکلا اور خوارج کے ایک گروہ نے اسے راستہ میں قتل کر دیا اور ایک محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن الحسینؑ ہیں اور یہ وہی ابن افطس ہے کہ جس کا باپ رشید کے زمانہ میں جعفر برمکی کے ہاتھوں میں مارا گیا اور اس کو معتصم مامون کے بھائی نے زہر آلود شربت میں زہر دیا اور وہ شہید ہوا اور ایک آل ابوطالب کے مقتولین میں سے آل ابوطالب کے سردار و آقا حضرت علی بن موسیٰ رضا صلوات اللہ علیہ ہیں جو مامون کے زمانہ میں ماہ صفر ۲۰۳ھ میں اس زہر کی وجہ سے جو آنجناب کو دیا گیا شہید ہوئے کتاب منتہی میں آپ کی شہادت شرح و بسط کے ساتھ بیان ہو چکی ہیں اور ۲۰۰ھ میں مامون نے حکم دیا کہ آل عباس کی مردم شماری کی جائے جب انھیں تحریر میں لایا گیا تو ان کی تعداد مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے کی ۳۳ہزار شمار کی گئی۔

اور اسی سال مامون نے رجاء بن ابی الضحاک کو یاسر غلام کے ساتھ مدینہ بھیجا تا کہ وہ حضرت امام رضاؑ کو مرو لے آئیں پس آنجناب کو عزت و تکریم کے ساتھ شہر مرو میں لے آئے اور رجاء بن ابی الضحاک کی حدیث کا ترجمہ جو حضرت امام رضاؑ کی سیرت پر مشتمل ہے کتاب منتہی میں لکھ چکے ہیں جب امام رضاؑ مرو میں وارد ہوئے تو مامون نے آنجنابؑ کی پوری عزت و تکریم کی اور خواص اولیاء اور اپنے اصحاب کو جمع کیا اور کہنے لگا اے لوگو میں نے آل عباس اور آل علی میں غور کیا ہے کسی کو افضل اور زیادہ حقدار امر خلافت علی بن موسی سے نہیں دیکھا پس اس نے امام رضاؑ کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو خلافت سے ہٹا کر خلافت آپؑ کے سپرد کر دوں آپؑ نے فرمایا اگر خلافت خدا نے تیرے لئے قرار دی ہے تو جائز نہیں کہ تو کسی دوسرے کو دے اور اپنے آپ کو اس سے معزول کرے اور اگر خلافت تیری چیز نہیں تو پھر تجھے اختیار نہیں کہ تو اسے کسی کے سپرد کرے مامون کہنے لگا لازم اور ضروری ہے کہ آپؑ اسے قبول کریں آپؑ نے فرمایا میں اپنے اختیار سے قبول نہیں کروں گا دو ماہ تک یہ گفتگو ہوتی رہی جتنا بھی اس نے اصرار کیا حضرتؑ چونکہ اس کی غرض اور مقصد کو جانتے تھے امتناع اور انکار کیا جب مامون حضرتؑ کے خلافت کو قبولکرنے سے مایوس ہوا تو کہنے لگا اگر آپؑ خلافت قبول نہیں کرتے پس میری ولی عہدی کو قبول کرلیں کہ میرے بعد آپؑ کی خلافت ہو حضرتؑ نے فرمایا میرے آباؤ اجداد نے مجھے رسولؐ خدا سے خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہوں گا اور مجھے زہر ستم سے شہید کریں گے اور مجھ پر آسمان و زمین کے فرشتے گریہ کریں گے اور زمین غربت و مسافرت میں ہارون الرشید کے پہلو میں دفن ہوں گا مامون یہ باتیں سن کر رونے لگا اور اس نے کہا کہ جب تک کہ میں زندہ ہوں آپؑ کو کون شہید کر سکتا ہے یا آپؑ سے برائی کا ارادہ کر سکتا ہے حضرتؑ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں کہ کون مجھے شہید کرے گا مامون کہنے لگا آپؑ کی غرض ان باتوں سے یہ ہے کہ آپؑ میری ولی عہدی

قبول نہ کریں گے تا کہ لوگ کہیں کہ آپؑ نے دنیا کو چھوڑ دیا ہے حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم جس دن سے میرے پروردگار نے مجھے پیدا کیا ہے اب تک میں نے جھوٹ کبھی نہیں بولا اور دنیا کو دنیا کے لئے میں نے نہیں چھوڑا اور تیرے مقصد اور غرض کو بھی میں جانتا ہوں مامون کہنے لگا میری غرض کیا ہے فرمایا تیری غرض یہ ہے کہ لوگ کہیں کہ علی بن موسیٰ نے دنیا کو نہیں چھوڑ رکھا تھا بلکہ دنیا نے اسے چھوڑ ہوا تھا اور اب جو اسے دنیا میسر ہوئی تو خلافت کے طمع میں اس نے ولی عہدی قبول کر لی مامون غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا آپؑ ہمیشہ نا گوار باتیں میرے سامنے کرتے رہتے ہیں اور میری سطوت و دبدبہ سے بے خوف ہیں خدا کی قسم اگر آپؑ نے میری ولیعہدی قبول نہ کی تو میں آپؑ کی گردن اڑا دوں گا حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالوں اگر تو جبر و اکراہ کرتا ہے تو میں قبول کر لیتا ہوں بشرطیکہ میں نہ کسی کو نصب کروں گا نہ کسی کو معزول کروں گا نہ کسی رسم و رواج کو بدلوں گا اور نہ کوئی نیا امر احداث کروں گا اور دور سے مسند خلافت کو دیکھتا رہوں گا مامون ان شرائط کے ساتھ راضی ہو گیا پس حضرتؑ نے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور عرض کیا خدایا انھوں نے مجھ پر جبر و اکراہ کیا ہے اور میں نے ضرورت کے ماتحت اس امر کو اختیار کیا ہے پس مجھ سے مواخذہ نہ کرنا جس طرح تو نے اپنے دو بندوں اور دو نبیوں یوسف و دانیال کا مواخذہ نہیں کیا جب کہ انھوں نے اپنے زمانہ کے بادشاہ کی طرف سے ولایت کو قبول کیا تھا خدایا کوئی عہد نہیں تیرے عہد کے علاوہ اور کوئی ولایت نہیں مگر تیری طرف سے پس مجھے توفیق دے کہ تیرے دین کو قائم کروں اور تیرے نبی کی سنت کو زندہ رکھوں بیشک تو بہترین آقا و مولا اور بہترین یار و مددگار رہے پس محزون و گریان آپؑ نے مامون کی ولیعہدی قبول کی۔

دوسرے دن جو کہ ماہ مبارک رمضان کی چھٹی تاریخ تھی جیسا کہ مفید کی تاریخ شریعہ سے ظاہر ہوتا ہے مامون نے ایک عظیم جلسہ ترتیب دیا اور حضرتؑ کے لئے ایک کرسی اپنی کرسی کے ساتھ رکھوائی اور دو بڑے تکیے حضرتؑ کے لئے قرار دیئے تمام اکابر و اشراف اور سادات و علماء کو جمع کیا پہلے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ وہ حضرتؑ کی بیعت کرے اس کے بعد باقی تمام اکابر و اشراف اور سادات و علماء کو جمع کیا پہلے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ وہ حضرتؑ کی بیعت کرے اس کے بعد باقی لوگوں نے بیعت کی پھر سیم و زر کی تھیلیاں لے آئے لوگوں کو بہت سے انعامات دیئے خطباء و شعراء کھڑے ہوئے اور انھوں نے خطبے اور عمدہ اشعار حضرتؑ کی شان میں پڑھے اور انعام لئے اور حکم ہوا کہ منبروں اور مناروں پر حضرتؑ کا نام بلند کریں اور دراہم و دنانیر کے چہرے آپؑ کے نام نامی اور لقب گرامی سے مزین کئے گئے۔

اسی سال مدینہ منورہ میں منبر رسول خدا پر خطبہ پڑھا گیا اور حضرتؑ کے لئے دعا کرتے ہوئے کہا گیا ولی عہد المسلمین علیؑ بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علیؑ بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ستۃ اٰباؤھم ماھم افضل من یشرب صوب الغمام مسلمانوں کے ولی عہد علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام ہیں چھ آباؤ اجداد اور کسی قدر بلند مرتبہ ہیں وہ جو افضل ہیں ان سے کہ جنھوں نے بادل کا پانی پیا ہے۔

مامون نے یہ بھی حکم دیا کہ سیاہ لباس جو بنی عباس کی بدعت ہے اسے ترک کر کے سبز لباس پہنیں اور اپنی ایک لڑکی اُم حبیبہ

کی شادی حضرتؑ سے کی اور اپنی دوسری لڑکی ام الفضل امام محمد تقیؑ کے لئے نامزد کی اور اسحاق بن موسیٰ کے ساتھ اپنے چچا اسحاق بن جعفر کی لڑکی شادی کی اور اسی سال ابراہیم بن موسیٰ امام رضاؑ کے بھائی نے مامون کے حکم سے لوگوں کو حج کرایا اور کئی روایات میں ہے کہ جب حضرت ولی عہد ہو گئے تو شعراء نے حضرتؑ کی مدح میں بڑے اچھے اچھے قصیدے کہے مامون نے انھیں انعام دیئے مگر ابونواس شاعر خاموش رہا اور اس نے آپؑ کی مدح نہ کی مامون نے اسے سرزنش کی کہ باوجودیکہ تو شیعہ مذہب ہے اور اہل بیتؑ کی طرف مائل ہے اور وقت کا شاعر اور اپنے زمانہ کا یکتائے روزگار ہے کیوں تو نے حضرتؑ کی مدح نہیں کی تو ابونواس نے یہ اشعار کہے اور بہت خوب کہے۔

قیل لی اوحد الناس طرا
فی فنون من الکلام النبیه
لك من جوهر الکلام بدیع
یثمر الدر فی یدی مجتنیه!
فعلی ما ترکت مدح ابن موسیٰ
والخصال التی تجمعن فیه
قلت لا استطیع مدح امام
کان جبریل خادما لابیه!
قصرت السن الفصاحة عنه
ولهذا القریض لا یحتریه

مجھ سے کہا گیا تو تمام لوگوں میں سے بیدار کرنے والے فنون کلام میں یکتائے زمانہ ہے تیرے پاس کلام کا وہ عمدہ جوہر ہے جو چننے والوں کو موتیوں کے پھل دیتا ہے پس کیوں تو نے امام موسی کے فرزند کی مدح چھوڑ رکھی ہے اور ان صفات کو جو اس میں جمع ہیں تو میں نے کہا میں اس امام کی مدح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا کہ جبریل جیسا فرشتہ جس کے باپ کا خادم تھا فصاحت کی زبانیں اس سے قاصر ہیں اسی لئے شعر اس کی مدح پر حاوی نہیں ہو سکتا پس مامون نے موتیوں کی ڈبیہ منگوائی اور اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا مؤلف کہتا ہے اگرچہ مامون حسب ظاہر امام رضاؑ کی تعظیم و تکریم میں کوشش کرتا اور آپؑ کے احترام میں فروگزاشت نہیں کرتا تھا لیکن باطن میں شیطنت و مکر و نفاق کے طریقہ پر حضرتؑ سے دشمنی کرتا تھا اور آیہ شریفہ کے حکم کے مطابق هم العدو فاحذرهم وہ دشمن ہیں ان سے ڈرتے رہو وہ دشمن واقعی بلکہ آپؑ کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا کہ جو بہ حسبِ ظاہر بطریق محبت و دوستی و خوش زبانی حضرتؑ سے سلوک کرتا اور باطن میں سانپ کی طرح آپؑ کو ڈستا تھا اور ہمیشہ زہر کے پیالے آپؑ کے گلے تک پہنچاتا تھا مثل مشہور شیطان الفقہاء فقیہ الشیاطین فقہا کا شیطان شیاطین کا فقیہ ہوتا ہے لہٰذا اسی وقت سے جب کہ حضرتؑ ولی عہد ہوئے آپؑ کی

مصیبت واذیت اور صدموں کی ابتداء ہوئی جس دن حضرتؑ کی بیعت کی گئی آپؑ کے خواص میں سے ایک شخص کہتا ہے حضرتؑ کی خدمت میں تھا اور حضرتؑ کے فضل وکمال کے ظاہر ہونے سے خوشحال تھا کہ حضرتؑ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور آہستہ سے مجھ سے فرمایا اس امر سے خوشحال نہ ہو یہ کام مکمل نہیں ہوگا اور میں اس سال حال میں نہیں رہوں گا۔

اور حسن بن جہم کی حدیث میں ہے کہ جب مامون نے علماء امصار اور فقہاء اقطار جمع کئے تاکہ وہ امام رضاء سے مباحثہ اور مناظرہ کریں اور حضرتؑ سب پر غالب آئے سب نے آپؑ کی فضیلت کا اقرار کیا آپؑ مامون کی مجلس سے اٹھے اور اپنے گھر لوٹ آئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں خدا کی حمد وثنا کرتا ہوں کہ جس نے مامون کو آپؑ کا مطیع قرار دیا ہے اور وہ آپؑ کے اکرام وتعظیم کا خاص خیال رکھتا ہے اور اپنی پوری کوشش صرف کرتا ہے تو آپؑ نے فرمایا اے ابن جہم تجھے مامون کی یہ محبتیں فریب نہ دیں جو وہ مجھ سے کرتا ہے کیونکہ یہ مجھے بہت جلدی ظلم وجور کے ساتھ زہر سے شہید کردے گا یہ ایسی خبر ہے جو مجھ تک میرے آباؤ اجداد سے پہنچی ہے ان باتوں کو پوشیدہ رکھنا اور جب تک مین زندہ ہوں کسی سے بیان نہ کرنا خلاصہ یہ کہ ہمیشہ آنجنابؑ کا مامون کی بری معاشرتی کی وجہ سے دل دکھی رہتا اور آپ کسی سے اس کا اظہار بھی نہ کرسکتے تھے آخر میں تو اتنے تنگ آ گئے تھے کہ خدا سے موت کا سوال کرتے تھے جیسا کہ یاسر خادم کہتا ہے کہ ہر جمعہ کے دن جب حضرتؑ مسجد جامع سے مراجعت فرماتے اسی حالت میں کہ پسینہ سے تر ہوتے اور غبار آلود ہوتے اپنے ہاتھ بارگاہ خداوندی میں اٹھا کر عرض کرتے بارالہا اگر فرج وکشائش علی بن موسیٰ الرضاؑ کے معاملہ کی موت میں ہے پس اسی وقت اس کی موت کو لے آ اور مسلسل ہم وغم وحزن میں رہتے یہاں تک کہ دنیا سے رحلت فرمائی۔

اگر زیرک انسان مامون کی آنحضرتؑ سے معاشرت اور سلوک کی کیفیت میں تامل وغور کرے تو وہ اس مطلب کی تصدیق کرے گا آیا کوئی عاقل تصور کرسکتا ہے کہ مامون جیسا دنیا پرست کہ جس نے طلب خلافت وریاست کے لئے امر کیا ہو کہ اس کے بھائی کو انتہائی سختی کے ساتھ قتل کریں اور اس کا سر اس کے پاس لے آئیں اور وہ اسے ایک لکڑی پر اپنے مکان کے صحن میں لٹکادے اور اپنے لشکروں کو حکم دے کہ ہر شخص اٹھ کر جائے اس پر لعنت کرے اور اپنا جائزہ وانعام حاصل کرے تو کیا ایسا شخص جو اتنا خلافت وملک کا طالب ہو امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو بلاتا ہے اور دو ماہ تک اصرار کرتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ خلافت سے الگ ہو جاؤں اور لباس خلافت آپؑ کو پہنا دوں کیا یہ سوائے شیطنت اور برائی کے کوئی دوسرا نکتہ اس کے منظور نظر تھا حالانکہ خلافت مامون کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اور سلطنت کے حق میں کہا گیا ہے الملک عقیم ملک بانجھ عورت کی طرح ہے اور اس کے بھائی امین نے اسے اچھی طرح پہچانا ہوا تھا جیسا کہ اس نے احمد بن سلام سے کہا جب اس کو گرفتار کیا ہوا تھا کہ کیا مامون مجھے قتل کردے گا امین نے کہا ہیہات یہ دور کی باتیں ہیں ملک بانجھ ہے اس کا کوئی رحم نہیں ہوتا اور اس کے علاوہ مامون قطعاً وابداً نہیں چاہتا تھا کہ کوئی فضیلت ومنقبت حضرت رضاؑ کی ظاہر ہو جیسا کہ حضرت کے نماز عید کے لیے جانے اور اس قسم کے روایات سے یہ مطلب واضح وہویدا ہوتا ہے۔

اور رجابر بن ابی الضحاک کی حدیث کے ذیل میں ہے کہ جب اس نے فضائل وعبادات امام رضاؑ کے مامون سے بیان کئے تو مامون نے کہا ان چیزوں کی خبر لوگوں کو نہ دینا اور مصلحت اور شیطنت کے طور پر کہنے لگا چونکہ میں چاہتا ہوں کہ آنجنابؑ کے

فضائل صرف میری زبان سے ظاہر ہوں اور بالآخر جب اس نے دیکھا کہ ہر روز انوار علم وکمال اور آثار رفعت وجلال حضرتؑ کے لوگوں پر ظاہر ہور ہے ہیں اور آپؑ کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہورہی ہے تو حسد کی چنگاری اس کے سینہ کے اندر مشتعل ہوئی اور اس نے حضرتؑ کو زہر دے دیا۔

جیسا کہ شیخ صدوق نے احمد بن علی سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے ابوالصلت ہروی سے پوچھا کہ مامون اس عزت وتکریم ومحبت کے باوجود جس کا اظہار وہ کیا کرتا تھا اور انھیں اپنا ولی عہد بھی بنا چکا تھا کس طرح امام رضاؑ کو قتل کرنے پر راضی ہو گیا تو ابوالصلت نے کہا کہ مامون حضرتؑ کی اس لئے عزت وتکریم کرتا تھا کیونکہ وہ آپؑ کی فضیلت وبزرگی کو جانتا تھا اور ولی عہدی اس لئے سپرد کی تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ حضرتؑ دنیا کی طرف راغب ہیں لہٰذا آپ کی محبت دلوں سے کم ہو جائے گی جب اس نے دیکھا کہ یہ چیز تو لوگوں کی محبت کی زیادتی کا سبب ہوئی ہے اس نے تمام فرقوں کے علماء مثلاً یہودی نصرانی مجوسی صائبین براھمہ ملحد اور دہری جمع کئے اور تمام ملل وادیان کے علماء اکٹھے کئے تا کہ حضرت سے مباحثہ ومناظرہ کریں شاید آپؑ پر غالب آجائیں اور آنجنابؑ میں عجز ونقص ظاہر ہو اور اس وجہ سے لوگوں کے اعتقاد میں جو حضرتؑ کی نسبت ہے کچھ فتور اور سستی آجائے گی اس تدبیر نے بھی اس کے مقصد کے خلاف نتیجہ دیا اور وہ سب حضرتؑ سے مغلوب ہوئے اور انھوں نے آپؑ کی فضیلت وجلالت کا اقرار کیا۔

حضرتؑ بارہا اظہار بھی فرماتے تھے کہ خلافت ہمارا حق ہے اور ہم دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار خلافت ہیں اور بدخواہ لوگ یہ باتیں مامون تک پہنچاتے اس وجہ سے اس کا غضب وخشم اور بغض وحسد اس پر غالب آیا نیز حضرت رضاؑ اس سے مداہنت اور تصنع نہیں کرتے تھے اور اکثر حالات میں سخت باتیں اس کے منہ پر کہہ دیتے تھے جو کہ اس کے بغض وکینہ کی زیادتی کا سبب بنتا اس لئے وہ آپؑ کے شہید کرنے پر راضی ہو گیا اور زہر کے ذریعہ آپؑ کو شہید کر دیا رشتہ کلام یہاں طویل ہے اور گفتگو درد بھری ہے خلاصہ یہ کہ جب حضرت کی ولی عہدی کی خبر عراق میں پہنچی تو بنی عباس اس مطلب سے برہم ہوئے اور یوں گمان کرنے لگے کہ امر خلافت بنی عباس سے خارج ہو جائے گا لہٰذا بنی عباس نے بغداد میں پنچایت کا اکٹھ کیا اور مامون کو خلافت سے اتار کر ابراہیم بن مہدی مامون کے چچا۔ جو ابن شکلہ کے نام سے مشہور تھا) کی بیعت کر لی پس اس کی بیعت کا کام سیدھا ہو گیا جمعرات کے دن ماہ محرم ۲۰۲ھ یا ۲۰۳ھ میں لوگوں نے اس کے نام کا خطبہ پڑھا اور اس پر امارت کا سلام کیا اور ۲۰۰ھ میں یا ۲۰۱ھ میں معروف بن فیروز کرخی نے جو طریقت والوں میں سے ایک ہے بغداد میں وفات پائی کہا گیا ہے کہ اس کے ماں باپ نصرانی تھے اور وہ امام رضاؑ کے ہاتھ پر ایمان لایا اور کرخ کئی جگہوں کا نام ہے کہ جن میں سے ایک کرخ بغداد ہے کہ جو ایک محلہ کا نام ہے۔

مشہور یہ ہے کہ طریقت کے سلسلہ کا راس ورئیس معروف ہے کہتے ہیں کہ اس کا طریقہ سری سقطی تک پہنچتا ہے اور اس کا جنید بغدادی تک اور اس کا شبلی تک اور اسی طرح اور کہتے ہیں کہ معروف امام رضا علیؑ بن موسیٰ کا دربان تھا لیکن مخفی نہ رہے کہ رجال صادقؑ اور ان کے بعد کہ آئمہ کے رجال میں سب کتب رجال اس کے ذکر سے خالی ہیں اور اگر یہ ایسا ہوتا تو شیعہ علماء کتب رجال میں اسے نقل کرتے حالانکہ انھوں نے رطب ویابس اصحاب آئمہ وان کے خواص ان کے خدام وموالی ممدوح ہوں یا مذموم کسی کو نہیں چھوڑا

اور کم از کم عیون اخبار الرضاؑ میں اس کا ذکر ہوتا خلاصہ یہ کہ اس کی قبر بغداد میں ہے اور اس کی قبر سے شفا حاصل کرتے ہیں اور بغدادیوں کا کہنا ہے کہ معروف کی قبر تریاق مجرب ہے۔

اور ۲۰۱ ھ میں جناب فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفر علیہم السلام نے مدینہ سے مرو کی طرف اپنے بھائی امام رضاؑ کی ملاقات کے لئے کوچ کیا اور جب ساوہ میں پہنچیں تو بیمار ہو گئیں پوچھا کہ یہاں سے کتنی مسافت ہے لوگوں نے کہا کہ دس فرسخ تو آپؑ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ مجھے قم لے چلو اور موسیٰ بن خزرج بن سعد کے گھر میں نزول اجلال فرمایا اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جب اس مخدرہ کی اطلاع آل سعد کو پہنچی تو سب متفق ہو کر نکلے کہ اس مخدرہ سے خواہش کریں کہ وہ قم تشریف لائیں اور تمام کے درمیان موسیٰ بن خزرج نے اس معاملہ میں قدم آگے بڑھائے جب اس مخدرہ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور مہار کھینچتا ہوا قم تک لے آیا اور اپنے ہی گھر میں اس سیدہ جلیلہ کو منزل دی پس جناب فاطمہ سترہ دن تک دنیا میں رہیں اور رحمتِ خدا میں جا پہنچیں پس انھیں غسل و کفن دے کر زمین بابلان میں کہ جو موسیٰ کی ملکیت تھی دفن کر دیا روایت ہے کہ اس بی بی کے دفن کرنے کے لئے انھوں نے سرداب کھودا اور ان کا جنازہ سرداب کے قریب لے آئے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے کہ سرداب کے اندر کون جائے اور بی بی کا جنازہ دفن کرے پس بہت سی گفتگو کے بعد ان کی رائے یہ ہوئی کہ ان کا ایک خادم کہ جس کا نام قادر تھا اور وہ نیک و صالح بوڑھا شخص تھا وہ دفن میں مشغول ہو جب اس کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا تو دیکھا کہ دو نقاب پوش سوار بڑی جلدی سے ریگزار سے ظاہر ہوئے جب جنازہ کے قریب آئے تو پیادہ ہوئے اور اس مخدرہ پر نماز جنازہ پڑھی اور سرداب میں داخل ہوئے اور بی بی کو دفن کیا اور باہر آ کر چل دیئے اور کوئی نہ سمجھ سکا کہ یہ کون بزرگوار تھے پس اس مخدرہ کی قبر پر بوریئے کی ایک چھت بنائی گئی یہاں تک کہ جناب زینب حضرت تقی جوادؑ کی صاحبزادی نے قبر پر گنبد بنایا اور موسیٰ بن خزرج کے مکان پر جناب فاطمہؑ کی نماز کی محراب موجود ہے اور جناب فاطمہؑ کے گنبد میں بہت سی خواتین دختران جناب فاطمہ زہرا اور سادات علوی دفن ہیں مثلاً حضرت جوادؑ کی کچھ شہزادیاں اور بہت سی موسیٰ مبرقع حضرت جوادؑ کے فرزند کی بیٹیاں جیسا کہ ہدیۃ الزائرین میں اس مخدرہ کی زیارت اور ان کی زیارت کی فضیلت کے ساتھ (یہ چیزیں بھی) ہم نے ذکر کی ہیں خداوند عالم ہمیں اس مخدرہ کی شفاعت سے سرفراز فرمائے جیسا کہ اس نے ان کی مجاورت اور ہمسائیگی ہمیں دی ہے۔

اور ۲۰۲ ھ میں فضل بن سہل سرخس کے حمام میں اچانک مارا گیا جب کہ وہ مامون اور حضرت رضاؑ کے ساتھ عراق کے سفر پر جا رہا تھا اور قول کی بنا پر ۲۰۲ ھ ہی میں مالک بن انس بن مالک مالکی مذہب کے امام و صاحب کتاب موطا جو کہ چھ کتابوں میں سے ایک ہے) نے وفات پائی اور ان کی قبر بقیع میں ازواج رسول کے احاطہ میں ہے۔

اور ۲۰۴ ھ میں مامون بغداد میں داخل ہوا اور اس کے بغداد میں وارد ہونے سے پہلے ابراہیم بن مہدی اس کے خوف سے روپوش ہو گیا یہ واقعہ عید قربان کے دوسرے دن ۲۰۳ ھ کا ہے اور جب مامون بغداد میں داخل ہوا تو اپنی پھوپھی زینب بنت سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس (کہ بنی عباس میں جس سے نسب میں بلند تر کوئی نہ تھا) کی خواہش پر سبز لباس کو چھوڑ کر وہی لباس سیاہ جو بنی

عباس کا شعار تھا پہنا پھر مہدی کی تلاش کے درپے ہوا اور جاسوس اس کو تلاش کرنے کے لئے پھیلا دیئے ابراہیم مسلسل روپوش رہا یہاں تک کہ تیرہ ربیع الثانی ۲۰۷ھ میں اسے پالیا گیا جب کہ اس نے زنانہ لباس پہنا ہوا تھا جب اس کو مامون کے پاس لے آئے تو مامون نے اسے معاف کر دیا۔

اور ۲۰۴ھ میں ہشام بن محمد بن سائب نسابہ کوفی نے جو ابن کلبی کے نام سے مشہور تھا وفات پائی۔

آیۃ اللہ علامہ (حلی) نضر اللہ وجہہ نے کتاب خلاصہ میں اس کے حق میں فرمایا ہے ہشام بن محمد بن سائب ابوالمنذر ناسب عالم فضل وعلم میں مشہور مخصوص دنوں کے حالات جاننے والا ہمارے مذہب کے ساتھ مختص ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک عظیم بیماری میں مبتلا ہوا تو میں اپنا علم بھول گیا پس میں جعفر بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے ایک پیالے میں مجھے علم پلایا تو میرا علم پلٹ آیا اور ابوعبداللہ اسے قریب ونزدیک بٹھاتے اور اسے خوش رکھتے انتھی اور اسی طرح کا اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی بہت سی کتابیں شمار کی ہیں کہ جن میں کتاب مقتل امیرالمومنینؑ وکتاب مقتل الحسینؑ ہے اور ابن خلکان نے اس کے حالات میں تاریخ بغداد سے نقل کیا ہے اس کہ اس نے کہا (یعنی ہشام بن محمد نے) میرا ایک چچا تھا وہ مجھے حفظ قرآن کے سلسلہ میں سرزنش کرتا تھا پس میں ایک کمرے میں داخل ہو گیا اور میں نے قسم کھائی کہ اس کمرے سے باہر نہیں جاؤں گا جب تک کہ میں قرآن حفظ نہ کرلوں پس میں نے تین دن کے اندر قرآن حفظ کرلیا اور ۲۰۴ھ ہی میں ماہ رجب کے آخر میں محمد بن ادریس شافعی نے مصر میں وفات پائی اور شافعی کا نسب مطلب بن عبدمناف تک منتھی ہوتا ہے وہ اپنے جد شافع بن سائب کی طرف منسوب ہے اور شافعی ان لوگوں میں سے ہے کہ جنھوں نے رسولؐ خدا سے ملاقات کی اور حضرتؐ کے زمانہ کو پایا ہے اور شافعی کی قبر مصر میں مقبرہ بنی عبدالکریم میں شہداء کی قبور کے پاس ہے اور شافعی اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک ہے اور اصول فقہ اس نے استنباط کئے ہیں اس کی ولادت ابوحنیفہ کی وفات کے دن ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی ہے اور اہل سنت میں مشہور ہے کہ امام چار سال اپنی ماں کے شکم میں رہے ان کے امام اعظم ابوحنیفہ کی موت کے انتظار میں چونکہ شافعی کو اس سے شرم آتی تھی کیونکہ لوگ اس کے علم سے فائدہ اٹھا رہے تھے پس وہ اس کی وفات کے دن پیدا ہوا اور اس چیز کو وہ ان دونوں کی کرامات میں شمار کرتے ہیں اس کو یادرکھو لیکن میں نہیں سمجھتا کہ امام شافعی کے شکم مادر میں تین سال تک انتظار کرنے کا سبب کیا تھا لیکن یہ باتیں ہمارے مقصد میں داخل نہیں۔

اور امام شافعی کے کئی لطیف اشعار ہیں اور جو اشعار اس کی طرف منسوب ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

لو ان المرتضی ابدی محله
لعز الناس طراً سجداله
ومات الشافعی ولیس یدری
علی ربه ام ربه الله !

اگر علی مرتضیٰ اپنے مقام کو ظاہر کریں تو سب ان کو سجدہ کرنے کے لئے جھک جائیں اور شافعی فوت ہو گیا اور وہ یہ نہیں جان

سکا کہ علی اس کا رب ہے یا اللہ اس کا رب ہے اور یہ بھی اسی کا قول ہے۔

اذا في مجلس ذكروا عليا
وشبليه وفاطمه الزكية
يقال تجاوز و ياقوم هذا
وهذا حديث الرافضيه
هربت الى المهيمن من اناس
يرون الرفض حب الفاطميه
على آل الرسول صلوة ربي
ولعنته لتلك الجاهليه؟

جب کسی مجلس میں ذکر کریں علیؑ اور ان کے دو فرزندوں اور فاطمہ زکیہ کا تو کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ حد سے تجاوز کر جاتے ہیں یہ تو رافضیوں کی باتیں ہیں مہربان خدا کی بارگاہ کی طرف ان لوگوں سے بھاگتا ہوں جو اولاد فاطمہ کی محبت کو رفض کہتے ہیں آل رسول پر میرے رب کی صلوات ہو اور اس کی لعنت ہو ان جاہلوں پر (اس جاہلیت پر)

اور یہ بھی اسی کے شعر ہیں ابن صباغ مالکی اور ابن حجر کی روایت کے مطابق۔

يا راكبا قف بالمحصب من منى
واحتف بساكن خفيها والناهض
سحرا اذا افاض الحجيج الى منى
فيضا كملتطم الفرات الفائض!
قف ثم و اشهد انني بمحمد
ووصيه وبنيه لست بباغض!
ان كان الرفض حب آل محمد
فليشهد الثقلان اني رافضي

اے سوار وادی منیٰ کے مقام محصب میں ٹھہر کر آواز دے صبح کے وقت خیف میں بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے لوگوں کو جب حاجی منیٰ کی طرف موجزن فرات کی لہروں کی طرح بہتے ہیں تو وہاں ٹھہر جا اور گواہی دے کہ بیشک میں محمد اور ان کے وصی اور ان کے بیٹوں سے بغض نہیں رکھتا اور اگر رفض آل محمد کی محبت ہے تو پھر جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں اور یہ بھی شافعی کے اشعار ہیں

صواعق میں ابن حجر کی روایت کے مطابق۔

یا اهل بیت رسول الله حبکم
فرض من الله فی القرآن انزله
کفاکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لا صلوة له

اے رسولؐ اللہ کے اہل بیتؑ تمھاری محبت اللہ کی طرف سے فرض وواجب ہے کہ جسے اس نے قرآن میں نازل فرمایا ہے آپؑ کی عظیم قدر ومنزلت کے لئے یہی کافی ہے کہ جو نماز میں آپؑ لوگوں پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اور یہ بھی اسی کے اشعار ہیں۔

یقولون اسباب الفراغ ثلاثه
ورابعها خلو وهو خیارها
وقد ذکروا مالاً و امنا وصحة
ولم یعلمواان الشباب مدارها

کہتے ہیں کہ فارغ البالی کے سبب تین ہیں اوران میں سے چوتھا خلوت ہے جو کہ ان میں سے پسندیدہ ہے اور وہ تین انھوں نے مال امن اور صحت ذکر کئے ہیں حالانکہ انھیں علم نہیں کہ شباب ان کا دارومدار ہے۔

اور ۲۰۲ھ میں محمد بن مستنیر نحوی نے جو قطرب کے لقب سے مشہور تھا وفات پائی اور قطرب سیبویہ کا شاگرد تھا اور وہ صبح سویرے باقی شاگردوں سے پہلے اس کے پاس آتا تھا تو سیبویہ نے اس سے کہا تو نہیں ہے مگر (قطرب کیل) رات کا چور یا جن بھوت پس یہ لقب اس کا ہو گیا اور اس کی کئی تصانیف ہیں ان میں کتاب غریب الحدیث ومجاز القرآن وغیرہ ہیں اور سال کے آخر میں نضر بن شمیل نحوی بصری نے مرو میں وفات پائی اور نضر کئی فنون کا عالم صاحب غریب وفقہ وشعر ومعرفت ایام عرب اور وہ خلیل بن احمد امامی عروضی کے اصحاب میں سے تھا اس کا ذکر ابوعبیدہ نے کتاب مثالب اہل البصرہ میں کیا ہے پس وہ کہتا ہے کہ نضر بن شمیل بصری کی معاش تنگ ہوگئی اور وہ خراسان جانے کے ارادہ سے بصرہ سے نکلا تو اہل بصرہ میں سے تقریباً تین ہزار مردوں نے اس کی مشایعت کی کہ جن میں سوائے محدث نحوی لغوی عروضی یا اخباری کے اور کوئی شخص نہیں تھا جب شہر کی پچھلی طرف کے میدان میں پہنچا تو کہنے لگا اے اہل بصرہ تمھاری جدائی مجھ پر گراں اور دشوار ہے خدا کی قسم اگر مجھے ہر روز کیلجہ باقلی (ظاہراً لوبیا کی روٹی) مل جاتی تو میں تم سے جدا نہ ہوتا راوی کہتا ہے پس ان میں سے کوئی نہ تھا جو اس کے لئے یہ برداشت کر لیتا لہٰذا وہ چلا گیا یہاں تک کہ خراسان پہنچا پس وہاں اس کو بہت سے مال کا فائدہ ہوا اور اس کا قیام مرو میں تھا اور میں کہتا ہوں نضر کی مامون کے ساتھ کئی حکایات اور نوادر ہیں جن دنوں وہ مرو میں مقیم تھا پس ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے حریری نے درۃ الغواص میں ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مامون کی مجلس میں عورتوں

کا ذکر چھڑا تو مامون نے کہا ہمیں ہشیم نے خالد سے شعبی سے ابن عباس سے حدیث بیان کی ہے ابن عباس کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اذا تزوج الرجل المرئۃ لدینھا و جمالھا کان فیھا سداد من عوذ جو شخص کسی عورت سے اس کے دین اور حسن و جمال کی وجہ سے شادی کرے تو اس عورت میں اس کے فقر و فاقہ کی کفایت ہے مامون نے لفظ سداد سین کی زیر کے ساتھ پڑھا تو نضر نے کہا ہشیم نے سچ کہا ہے ہمیں عوف بن ابو جمیلہ نے حسن بن علی سے حدیث بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو کسی عورت سے اس کے دین اور جمال کے لئے شادی کرے تو اس میں اس کی فقر و فاقہ سے کفایت ہوگی اور سداد کی سین کے نیچے اس نے کسرہ دیا مامون تکیہ لگائے ہوئے تھا پس وہ سیدھا ہو بیٹھا اور کہنے لگا تو نے اسداد کیسے کہا ہے نضر نے کہا سداد و غلط ہے مامون کہنے لگا کیا تو میری غلطی نکالتا ہے نضر نے کہا غلطی تو ہشیم نے کی ہے اور وہ بہت غلط اعراب پڑھتا تھا پس امیر المومنین نے اس کے الفاظ کی پیروی کی مامون نے کہا ان دونوں میں کیا فرق ہے وہ کہنے لگا سداد فتح کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ دین اور راستے میں میانہ روی ہے اور زیر کے ساتھ سداد کا معنی ہے قدر کفایت اور جس کے ساتھ تو کسی چیز کو بند کرے تو وہ سداد ہے پھر اس نے عرجی کے قول سے مثال پیش کی اضاعونی و ای فتی اضاعو الیوم کریھتہ و سداد و ثغر انھوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کیسے جواں مرد کو ضائع کیا جو جنگ کے دن اور سرحد کی کفایت کے لئے تھا پس مامون نے کہا خدا فتیج کرے اس کو جسے ادب نہیں آتا پھر فضل بن سہل کو لکھا کہ وہ نضر کو پچاس ہزار درہم دے تو جب نضر فضل کے پاس گیا تو فضل نے اس سے پوچھا کہ یہ عطیہ کس وجہ سے دیا ہے نضر نے اسے وہ گفتگو سنائی جو اس کے اور مامون کے درمیان ہوئی تھی تو اس کے لئے فضل نے بھی تیس ہزار درہم کا اپنے مال میں سے دینے کا حکم جاری کیا پس اس نے اسی ہزار درہم ایک حرف کے بدلے لئے جس کا اس سے استفادہ کیا گیا اس کو یاد رکھو لیکن ہمارے زمانہ میں تو اسی ہزار مسئلہ ایک دینار کو بھی کوئی نہیں خریدتا اور بہت عمدہ کہا ہے جس کسی نے بھی کہا ہے اتے الزمان نبوہ فی شبیبۃ فسرھم واتیناہ علی الھرم زمانہ کے پاس اس کے بیٹے اس کی جوانی میں آئے پس اس نے ان کو خوش کیا اور ہم اس کے پاس اس کے بڑھاپے میں آئے میں کہتا ہوں اور ہم تو اس کی وفات اور اس کے میراث کے تقسیم ہو جانے کے بعد آئے ہیں۔

اور ۲۰۷ھ میں طاہر بن حسین نے مرو میں وفات پائی اور طاہر وہی ہے کہ جو مامون کی طرف سے محمد امین سے جنگ کرنے کے لئے بغداد گیا تھا اور اسے قتل کیا تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اس کو ذوالیمینین کہتے تھے حالانکہ اس کی صرف ایک آنکھ تھی اور اسی سال میں اور ایک قول ہے ۲۰۹ھ میں محمد بن عمر بن واقد جو واقدی کے لقب سے مشہور ہے صاحب کتاب مغازی قاضی نے بغداد میں وفات پائی اور اسی سال یحییٰ بن زیاد نے (جو فراء کے لقب سے مشہور اور دیلمی کوفی لغوی اور نحوی ہے) مکہ کی راہ میں وفات پائی اور فراء نحو و لغت و ادب میں بے بدل تھا اور مامون اس کا احترام کرتا تھا اور فراء مامون کے بیٹوں کا مؤدب اور استاد تھا اور فراء سیبویہ کے خاص شاگردوں میں سے تھا اور بعض علماء اسے نحو میں کسائی پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کا باپ زیادہ ہے جو اقطع تھا اس کا ہاتھ حسین بن علی صاحب فخ کی معیت میں میدان جنگ میں کٹ گیا تھا۔

اور ۲۰۸ھ یونس بن عبدالرحمان نے وفات پائی اور اس کی فضیلت کی تفصیل و تشریح منصور کے زمانہ کی تاریخ میں اصحابِ

اجماع کے تذکرے میں گزر چکی ہے اور ۲۰۸ھ ہی میں فضل بن ربیع حاجب نے وفات پائی اور فضل برامکہ کی ذلت وخواری کے بعد رشید کے بعد محمد امین کا وزیر ہوا اور وہ امین کو اکساتا تھا کہ وہ مامون کو ولیعہدی سے ہٹا دے اور جب امین مارا گیا تو وہ مامون کے خوف سے چھپا رہا یہاں تک کہ طاہر بن حسین نے اس کی سفارش کی اور اسے مامون کے پاس لے گیا لیکن مامون کی حکومت میں اس کو کوئی حصہ نہیں ملا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔

اور ماہ رمضان میں اسی سال سیدہ نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب زوجہ اسحاق مؤتمن بن جعفر صادقؑ نے مصر میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئیں اور مصریوں کو ان سے پورا پورا اعتقاد ہے اور مشہور ہے کہ ان کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے اور شافعی نے اس مخدرہ سے استماع حدیث کیا ہے۔

اور شیخ محمد صبان نے اسعاف الراغبین میں نقل کیا ہے کہ نفیسہ نے اپنی قبر اپنے ہاتھ سے خود کھود رکھی تھی اور ہمیشہ اس قبر میں داخل ہوتیں اور نماز پڑھتیں اور اس قبر میں چھ ہزار قرآن ختم کئے اور ماہ رمضان ۲۰۸ھ میں وفات پائی اور احتضار کے وقت وہ روزہ سے تھیں انھیں افطار کے لئے کہا گیا تو فرمایا تعجب کی بات ہے کہ میں تیس سال سے اب تک یہ خدا سے یہ سوال کرتی رہی ہوں کہ روزہ کی حالت میں دنیا سے جاؤں اب جب کہ روزہ سے ہوں تو یہ کیسے افطار کروں پس سورۂ انعام پڑھنی شروع کی جب آیۂ شریفہ لھم دارالسلام عندربھم (ان کے لئے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس) تک پہنچیں تو وفات ہوگئی اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ وفات کے بعد ان کے شوہر اسحاق بن مؤتمن چاہتے تھے کہ انھیں مدینہ منتقل کریں اور بقیع میں دفن کریں اہل مصر نے استدعا کی کہ اس مخدرہ کو تیمن وتبرک کے طور پر مصر میں رہنے دیں اور بہت مال بھی خرچ کرنے کے لئے تیار ہوئے لیکن اسحاق راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ عالم خواب میں رسول خدا کو دیکھا اور آپ نے اسحاق سے فرمایا نفیسہ کے معاملہ میں اہل مصر سے معارضہ نہ کرو بیشک اس کی برکت سے ان پر رحمت نازل ہوگی رضوان اللہ علیہا۔

اور ۲۰۹ھ میں دو ثقہ جلیل القدر حماد بن عثمان اور حماد بن عیسیٰ نے وفات پائی اور اصحاب اجماع کے تذکرہ میں ان کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور اسی سال مامون نے خدیجہ سے شادی کی جو بوران کے نام سے مشہور اور حسن بن سہل کی بیٹی منقول ہے کہ حسن نے شادی میں اتنے اموال نثار کئے کہ جاہلیت اور اسلام میں کسی بادشاہ نے اتنا مال خرچ نہیں کیا ہوگا۔

اور مامون نے اس کے مقابلہ میں فارس واہواز کا ایک سال کا خراج اس کے سپرد کر دیا ۲۰۹ھ ہی میں یحییٰ بن حسین بن زید بن علیؑ بن حسینؑ نے بغداد میں وفات پائی اور مامون نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسے دفن کیا گیا اور اسی سال مامون نے ابن عائشہ عباسی کو قتل کیا اور اس کا بدن سولی پر لٹکایا اور وہ بنی عباس میں سے پہلا شخص ہے جو اسلام میں سولی پر لٹکایا گیا اور ابن عائشہ ابراہیم بن محمد بن عبدالوہاب بن ابراہیم ہے جو ابراہیم امام سفاح ومنصور کا بھائی ہے۔

اور ۲۱۰ھ میں ثقہ عظیم القدر صفوان بن یحییٰ نے وفات پائی اور اس کی جلالت شان کی بعض چیزیں منصور کے زمانہ کی تاریخ میں تحریر ہو چکی ہیں اور ۲۱۱ھ میں معمر بن مثنی نحوی بصری نے وفات پائی اور معمر بروزن جعفر ابوعبیدہ کے نام سے مشہور ہے اور اس کی

مفید تصنیفات میں کہا گیا ہے کہ اس کی عمر سو سال تھی وہ خوارج کا عقیدہ رکھتا تھا اور اغلام سے متہم تھا لہٰذا اس کے جنازہ پر کوئی نہ آیا یہاں تک کہ کرایہ کے آدمی لے آیا اور منقول ہے کہ ابونواس ابوعبیدہ سے بہت مزاح کیا کرتا تھا اور ابوعبیدہ کا قیام مسجد بصرہ کے ایک ستون کے ساتھ تھا ایک دفعہ ابونواس نے اس ستون پر لکھ دیا۔

صلی الله علی لوط و شیعته

ابا عبدة قل بالله امینا

خدا درود ورحمت نازل کرے لوط اور اس کے گروہ پر اے ابا عبیدہ کہہ الٰہی امین ابوعبیدہ جب مسجد میں آیا اور وہ شعر دیکھا تو کہنے لگا یہ کام مسخرے لوطی ابونواس کا ہے اس کو محو کر دو اگر چہ اس میں ایک نبی پر صلوات ہے۔

اصمعی سے ایک اور طریق سے حکایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں اور ابوعبیدہ مسجد میں داخل ہوئے پس اچانک اس ستون پر کہ جہاں ابوعبیدہ بیٹھتا تھا سات ہاتھوں پر لکھا تھا کہ جس کی صورت یہ تھی۔

صلی الله علی لوط و شیعته

با عبیدة قل بالله آمین!

فانت عبدی بلاشك بقیتهم

منذ احتلمت و قد جاوزق سبعینا

خدا کی رحمت ہو لوط اور اس کے گروہ پر اے ابا عبیدہ تو کہہ الٰہی آمین پس تو میرے نزدیک بلا شک وشبہ ان کا بقیہ ہے جب سے تو محتلم ہوا ہے حالانکہ تیری عمر ستر سال سے تجاوز کر چکی ہے پس ابوعبیدہ نے کہا اے اصمعی اس کو مٹا دو پس میں ابوعبیدہ کی پشت پر چڑھ گیا اور اس کو مٹا دیا بعد اس کے کہ میں نے اس پر کافی بوجھ ڈالا تو کہنے لگا تو نے مجھ پر بوجھ ڈال دیا ہے اور میری کمر توڑ دی ہے اور اتر آؤ میں نے اس سے کہا کہ باقی رہ گئی ہے تو وہ کہنے لگا کہ اس شعر کے حروف میں یہ سب سے بدتر حرف ہے اور ابونواس شاعر ابوعبیدہ کے پاس پڑھتا تھا اور اس کی تعریف کرتا اور اصمعی کی مذمت کرتا تھا اس سے اصمعی کے متعلق پوچھا گیا تو کہنے لگا قفس میں بلبل ہے اور ابوعبیدہ کے متعلق سوال ہوا تو اس نے کہا چمڑا ہے کہ جس میں علم لپیٹا ہوا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ طالب علم جب اصمعی کی مجلس میں آتے تو مینگنیاں موتیوں کے بازار میں خرید کرتے اور جب ابوعبیدہ کی مجلس میں جاتے تو موتی مینگنیوں کے بازار میں خریدتے تے کیونکہ اصمعی اشعار اچھے کہتا اور فضول وبیہودہ بات کرتا لیکن اس سے فائدہ کم ہوتا اور ابوعبیدہ اس کے برعکس تھا اور کہا گیا ہے کہ ابوعبیدہ خوارج اباضیہ کے عقیدہ پر تھا اس کو رشید نے بصرہ سے بغداد منگوایا اور اس سے پڑھا اور یہ پہلا شخص ہے کہ جس نے غریب الحدیث تصنیف کی اور غریب حدیث وہ ہے جو یا تو سند ومتن دونوں کے لحاظ سے غریب ہو اور یہ وہ ہے کہ جس کے متن کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو اور یا غریب ہے صرف سند کے لحاظ سے مثل اس حدیث کے کہ جس کا متن ایک جماعت سے مشہور ہو اب تک شخص منفرداً اس کو دوسرے سے روایت کرے جو ان کا غیر ہو جیسا کہ ہم نے اس کو بیان کیا ہے شرح

وجیزہ میں یا غریب ہے لفظ کے لحاظ سے اور یہ وہ حدیث ہے جس کا متن گہرے لفظ پر مشتمل ہو جو کمی استعمال کی وجہ سے سمجھ میں آنے سے دور ہو اور یہ ایک اہم فن ہے ضروری ہے کہ اس میں ثبات قدم سے کام لیا جائے اور اس فن میں علماء کی ایک جماعت نے کئی کتب لکھی ہیں پس پہلا شخص جس نے اس میں کتاب تصنیف کی ہے وہ ابوعبیدہ ہے یا نضر بن شمیل ہے اور ان دونوں کے بعد ابوعبیدہ قاسم بن سلام ہے پھر ابن قتیبہ دینوری پھر خطابی ہے پس یہ کتب اس فن کی اصل اور جڑ ہیں پھر ان کے تابع ہوئے ہیں دوسرے لوگ فوائد و زوائد میں مثلاً ابن اثیر کیونکہ یہ انتہا کو پہنچا ہے کتاب نہایۃ النہایۃ کی وجہ سے اور زمخشری تو یہ کتاب فائق میں ہر غایت سے بلند درجہ کو پہنچا ہے اور ہروی نے اپنی دو کتابوں میں غریب القرآن کا غریب الحدیث پر اضافہ کیا ہے جیسا کہ اسی طرح کیا ہے شیخ فخر الدین طریحی نے مجمع البحرین میں اور ان کے علاوہ دوسرے علماء نے (بھی اس میں کتب لکھی ہیں۔

اور ۲۱۱ھ ہی میں ابوالعتاہیہ اسماعیل بن قاسم مشہور شاعر نے وفات پائی ہے اور مہدی کے زمانہ کی تاریخ میں اس کے کچھ اشعار ذکر ہو چکے ہیں اور ۲۱۲ھ میں مامون کے منادی نے ندا کی کہ میری ذمہ داری سے وہ شخص بری ہے جو معاویہ کو بھلائی کے ساتھ یاد کرے یا اسے کسی صحابی رسول سے مقدم سمجھے اور یہ بھی حکم دیا کہ اطراف مملکت میں خطوط لکھے جائیں کہ معاویہ کو منبر پر لعنت کی جائے لوگ اس بات سے سخت مضطرب ہوئے اور اس کو کار عظیم سمجھے اور مامون کو اشارہ کیا کہ مصلحت اس کے ترک کرنے میں ہے تو مامون اس خیال سے دستکش ہو گیا اور یہ اس سبب سے تھا کہ مامون نے معاویہ کے متعلق ایک حکایت سنی جو اس کے عقائد و مقاصد پر مشتمل تھی کہ جن میں سے ایک یہ تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ پیغمبرؐ کا ذکر اور یاد لوگوں سے اٹھ جائے اور ہر شب و روز پانچ مرتبہ اشھد ان محمد رسول اللہ ترک ہو جائے یہ حکایت ہم معاویہ کے حالات میں ذکر کر چکے ہیں وہاں رجوع کریں اور ۲۱۳ھ میں عبدالملک نے (جو ابن ہشام کے نام سے مشہور اور کتاب سیرت کا مؤلف ہے) وفات پائی اور مصر میں دفن ہوا اسی سال اسحاق بن مراد نے جو شیبانی کے نام سے مشہور نحوی ولغوی ہے وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ اس کی وفات کے دن ابوالعتاہیہ شاعر اور ابراہیم موصلی ندیم نے بھی وفات پائی اور ۲۱۵ھ میں سعید بن مسعدہ مجاشعی نے جو اخفش اوسط کے نام اور علی کو اصغر اخفش اسے کہتے ہیں جس کی آنکھیں چھوٹی ہوں اور ان کی بینائی بھی اچھی نہ ہو تو اس کو چمگادڑ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

۲۱۵ھ میں اور ایک قول ہے کہ ۲۱۴ھ میں سعید بن اوس بن ثابت بن زید نے جو ابوزید مشہور تھا جو نحوی ولغوی و بصری ہے) بصرہ میں وفات پائی کہا گیا ہے کہ اصمعی لغت عرب کی تہائی اور ابوزید دو تہائی اور خلیل بن احمد آدھی لغت عرب کا حافظ تھا اور عمر بن کرکرۃ اعرابی پوری لغت عرب کا حافظ تھا اور ابوزید کی ادب میں کئی تصنیفات ہیں اور مافرنی سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں نے اصمعی کو دیکھا اور وہ ابوزید مذکور کے حلقے میں آیا پس اس کے سر کا بوسہ لیا اس کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا آپ پچاس سال سے ہمارے رئیس اور ہمارے سردار ہیں۔

اور ۲۱۶ھ میں عبدالملک بن قریب نے (جو اصمعی کے لقب سے مشہور صاحب لغت و نحو و نوادر اور نمکین باتیں کرنے والا اس کے علاوہ اور کمالات رکھنے والا ہے) وفات پائی اور اصمعی خوش طبع ظریف اور باغ و بہار ہلکی پھلکی طبیعت رکھنے والا نمکین

مزاج شخص تھا ہموم وغموم کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیتا تھا اسی لئے کہا گیا ہے کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچنے تک بھی بڑھاپے کے آثار اس میں ظاہر نہیں ہوئے اور نوے سال کے قریب جا کر مرا ہے اور وہ موٹے چہرہ والا قبیح منظر تھا اوائل عمر میں تنگ دست اور سخت فقر وفاقہ میں رہا تھا یہاں تک کہ رشید کے ساتھ متصل ہوا اور اس کی حالت اچھی ہوگئی بالبدیہ ہنسانے والی خبریں اور عجیب وغریب قصے سناتا تھا بہت عمدہ الفاظ عبارت پیش کرتا اور اس کے نوادرات بہت ہیں ہمارے شیخ بہائی کے کشکول سے منقول ہے کہ خود اسی سے نقل ہوا ہے کہتا ہے میں ایک دیہات میں گیا اور میرے ساتھ ایک تھیلی تھی وہ میں نے ان میں سے ایک عورت کے پاس بطور امانت رکھ دی جب میں نے اس سے مطالبہ کیا تو اس نے انکار کر دیا پس میں اس کو لئے اعراب میں سے ایک شیخ کے پاس گیا تو وہ اپنے انکار پر قائم رہی پس اس شیخ نے اسے قسم دی تو اس نے قسم کھا لی تو وہ کہنے لگا مجھے علم ویقین ہے کہ یہ سچی ہے اور اس کے ذمہ کوئی چیز نہیں میں نے کہا گویا تو نے یہ آیت نہیں سنی ولا تقبل لسارقة یمینا ولو حلفت برب العالمین (اور چور عورت کی گواہی قبول نہ کرا گرچہ عالمین کے پروردگار کی قسم کھائے) تو وہ کہنے لگا تو نے سچ کہا پھر اس نے اس عورت کو ڈرایا دھمکایا تو اس نے اقرار کیا اور تھیلی واپس کر دی پھر شیخ میری طرف ملتفت ہوا اور کہا یہ آیت کس سورۃ میں ہے میں نے کہا سورہ

الا ھی صباحك فاصبحنا ولا تبغی خمر الاندرینا

خبردار صبح کا ناشتہ کرے کیونکہ ہم نے تو صبح کا ناشتہ کر لیا ہے اور کمیاب قسم کی شراب طلب نہ کرنا تو وہ کہنے لگا سبحان اللہ میرا گمان تھا کہ سورہ انا فتحنا لک فتحا مبینا میں ہے اور اصمعی کا دادا علی بن اصمع ناصبی تھا اور اس کی حکایت حجاج ثقفی کے ساتھ (کہ میرے گھر والوں نے میرا نام علی رکھ کر مجھ پر ظلم کیا ہے) مشہور ہے محاضرات الراغب سے منقول ہے کہ اصمعی نے کہا کہ بحر رجز کے بارہ ہزار قصیدے مجھے یاد ہیں اور اصمعی سے حکایت ہے کہ وہ کہتا ہے میں پڑھتا تھا والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله والله غفور رحیم چور مرد اور چور عورت پس کاٹ دو ان دونوں کے ہاتھ اس کے بدلے جو کچھ انھوں نے کسب کیا ہے یہ عذاب ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور میرے پہلو میں ایک عرب تھا تو وہ کہنے لگا یہ کس کا کلام ہے میں نے کہا اللہ کا کلام ہے وہ کہنے لگا دوبارہ پڑھو میں نے دوبارہ پڑھا تو اس نے کہا یہ اللہ کا کلام نہیں ہے پس میں متنبہ ہوا تو میں نے پڑھا واللہ عزیز حکیم اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے تو اس نے کہا اب درست کہا ہے یہ اللہ کا کلام ہے تو میں نے کہا کیا تو قرآن پڑھتا ہے اس نے کہا نہیں تو میں نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوگیا تو اس نے کہا اے فلانے غالب وقاہر تھا تو حکم کیا اب اگر بخشتا اور رحم کرتا تو پھر ہاتھ نہ کاٹتا اور ۲۱۶ھ ہی میں زبیدہ دختر جعفر بن ابوجعفر منصور محمد امین کی ماں نے بغداد میں وفات ہوئی اور اس سے بہت کام سرزد ہوئے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ دس میل کے فاصلہ سے پانی حرم مکہ کے لیے لے آئی (یعنی نہر کے ذریعہ) اس کی سو کنیزیں تھیں کہ جنھیں قرآن مجید یاد تھا اور اس کے محل میں قرآن اس طرح سنائی دیتا تھا جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔

۲۱۷ھ میں ثقہ عظیم الشان محمد بن ابی عمیر کی وفات ہوئی اور ابن ابی عمیر عظیم ترین اصحاب وعلماء امامیہ میں سے ہے اور عامہ و خاصہ نے اس کی وثاقت کا حکم اور اس کی جلالت کی تصدیق کی ہے رشید کے زمانہ میں اسے بہت سے تازیانے مارے گئے اور سالہا

سال تک اسے قید میں رکھا گیا۔

کشی سے روایت ہے محمد بن ابی عمیر پکڑا گیا اور قید کیا گیا اور سختی و تنگی میں اسے عظیم مصیبت لاحق ہوئی اس کا حق سارا مال لے لیا گیا یہ سب کچھ اس کے ساتھ کرنے والا امام رضاؑ کی شہادت کے بعد مامون تھا ابن ابی عمیر کی کتب ضائع ہوگئیں اور اس کی کتب احادیث نہ بچ سکیں اسے چالیس جلدیں یاد تھیں تو اس نے ان کا نام نوادر رکھا اسی لئے اس کی احادیث مقطوع السند لی جاتی ہیں۔

روایت ہے کہ رشید کے زمانہ میں سندی بن شاہک نے ہارون کے حکم سے شیعہ ہونے کی وجہ سے اسے ایک سو بیس تازیانے لگائے پھر اسے قید خانے میں بند کر دیا ابن ابی عمیر نے ایک لاکھ اکیس ہزار درہم دے کر خلاصی پائی۔

منقول ہے کہ ابن ابی عمیر مالدار شخص تھا اور اس کے پاس پانچ لاکھ درہم تھے شیخ صدوق نے علل میں ابن ولید سے علی بن ابراہیم سے اس کے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ابن ابی عمیر بزازی کا کام کرتا تھا اور اس کو کسی شخص سے دس ہزار درہم لینے تھے تو ابن ابی عمیر کا مال ختم ہو گیا اور وہ فقیر ہو گیا وہ شخص جس نے قرض لے رکھا تھا اس کا ایک مکان تھا اس نے وہ دس ہزار پر فروخت کر دیا اور رقم ابن عمیر کے پاس لے آیا جب اس کے دروازے پر آیا تو دستک دی ابن ابی عمیر باہر نکلا اس شخص نے رقم پیش کی اور کہنے لگا یہ آپ کا قرضہ ہے جو مجھے ادا کرنا تھا ابن ابی عمیر نے کہا یہ رقم تو نے کہاں سے حاصل کی ہے کیا میراث میں تجھے ملی ہے یا کسی نے تجھ پر بخشش کی ہے اس نے کہا ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے بلکہ میں نے اپنا گھر اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے فروخت کر دیا ہے ابن ابی عمیر نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ذریح محاربی نے حضرت صادقؑ سے کہ آپؑ نے فرمایا لا یخرج الرجل عن مسقط راسہ بالدین انسان قرض کی وجہ سے گھر سے نہیں خارج ہو سکتا پھر فرمایا یہ رقم اٹھا لو مجھے ایسی رقم کی ضرورت نہیں حالانکہ خدا کی قسم ہے کہ میں اس وقت ایک ایک درہم کا محتاج ہوں لیکن اس رقم سے ایک درہم بھی قبول نہیں کروں گا منصور کے زمانہ کی تاریخ میں کچھ قدر وجلالتِ محمد بن ابی عمیر کی طرف بھی اشارہ ہو چکا ہے۔

اور ۲۱۷ھ میں مامون نے مصر کا سفر کیا اور عبدوس کو جس نے وہاں فتنہ کی بنیاد کھڑی کی ہوئی تھی قتل کیا اور ۲۱۸ھ میں اہلِ روم سے جنگ کرنے کے لئے گیا اور بہت سے فتوحات کئے اور چشمہ بدیدون میں کہ جسے رومی میں رقہ کہتے تھے اور وہ ایسی جگہ تھی کہ جس کا پانی سرد اور صاف وشفاف تھا اور اس کی ہوا انتہائی اچھی اور لطیف تھی اس کی زمین انتہائی خرم وسرسبز تھی قیام کرنے کا ارادہ کیا اور اس نہر کے اوپر اس کے لئے رہنے کی جگہ (بارہ دری) بنائی گئی ایک دن مامون پانی میں نگاہ کر رہا تھا کہ ایک مچھلی اسے نظر آئی جو ایک ہاتھ کے قریب لمبی تھی جو ڈھلی ہوئی چاندی کی طرح تھی اس نے اپنے عملہ زمین کو حکم دیا کہ یہ مچھلی پکڑ لو ایک شخص پانی میں کود گیا اور اس نے وہ مچھلی پکڑ لی جب اسے باہر لے آیا تو مچھلی تڑپ کر دوبارہ پانی میں چلی گئی اور کچھ پانی اس نے مامون کے سینہ گردن اور ہنسلی پر چھڑ کا مامون کو اسی وقت کپکپی اور لرزہ طاری ہو گیا اور وہ مرد ملازم دوبارہ پانی میں گیا اور اس مچھلی کو پکڑ کر مامون کے پاس لے آیا مامون نے حکم دیا کہ اس کو پکاؤ لیکن اسے سخت قسم کی کپکپی لگی رہی جتنے لحاف اور کپڑے اس کے اوپر ڈالے گئے وہ چیختا رہا ہائے سردی ہائے سردی اس کے اردگرد آگ روشن کی گئی اور سردیوں کے جتنے کپڑے اس کے لئے لے آئے پھر بھی وہ بید کی طرح کانپ رہا تھا اور

سردی سے فریاد کرتا تھا یہاں تک کہ موت کی حالت اس پر طاری ہوگئی معتصم نے بختیشوع اور ابن ماسویہ طبیب کو حاضر کیا تا کہ وہ مامون کا علاج کریں جب انھوں نے مامون کی نبض دیکھی تو کہنے لگے ہمارے پاس اس کی بیماری کا کوئی علاج نہیں مامون کے جسم پر ایسا پسینہ ظاہر ہوا جو روغن زیتون اور اژدھا کے لعاب کی طرح تھا جب مامون کو ہوش آیا تو کہنے لگا ایسی جگہ لے جاؤ کہ جہاں سے میں ایک دفعہ اپنے حشم وخدم، رعیت اور لشکر کو دیکھ لوں پس اسے ایک بلند جگہ پر لے گئے اس نے اپنے لشکر اور ان کے خیموں کو اور ان کی کثرت کو دیکھا پھر کہا یا من لا یزول ملکه ارحم من قد زال ملکه اے وہ ذات جس کے ملک وسلطنت کے لئے زوال نہیں رحم کر اس پر کہ جس کا ملک ختم وزائل ہو چکا ہے جیسا کہ اس کے باپ رشید نے اپنی موت کے وقت کہا تھا ما اغنی عنی مالیه هلک عنی سلطانیه میرا مال مجھے بے پرواہ نہ کر سکا اور میری سلطنت ختم ہوگئی پھر مامون کو اس کے بستر پر واپس لے آئے اس کی زبان بند ہو چکی تھی اور اس کی آنکھیں بڑی اور سرخ ہوگئیں اور مرنے سے پہلے اس کی زبان کھلی اور اس نے کہا یا من لا یموت ارحم من یموت اے وہ ذات جس کے لئے موت نہیں اس پر رحم کر جو مر رہا ہے یہ کہہ کر مر گیا اور اس پکی ہوئی مچھلی سے وہ کچھ کھا نہ سکا اس کی وفات جمعرات کے دن سترہ رجب کے دن ہوئی ایک قول ہے کہ اس ماہ کی آٹھ تاریخ ۲۱۸ھ کو واقع ہوئی اور اس کا جنازہ طرطوس میں اٹھا کر لے گئے وہاں دفن کیا اور ابوسعید نے اس کے لئے یہ اشعار کہے۔

هل رأيت النجوم اغنت عن المامون
شيأ وملكه المانوس !
خلفوا بعرصة طرطوس!
مثل ماخلفوا اباه بطوس

کیا تو نے ستاروں کو دیکھا ہے کہ انھوں نے مامون اور اس کے ملک مانوس سے کسی چیز کو بے پرواہ کیا ہو لوگوں نے اسے طرطوس کے میدانوں میں چھوڑ دیا جیسا کہ اس کے باپ کو طوس میں چھوڑا تھا۔

اس کی عمر ۴۹ سال تھی اور اس کی مدت خلافت وحکومت اکیس سال تھی کہ جن میں سے چودہ ماہ محمد امین سے جنگ میں گزرے تھے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

ابواسحاق ابراہیم معتصم کی خلافت اوراس کے زمانہ کے واقعات کا ذکر

جمعرات کے دن سترہ رجب ۲۱۸ھ کہ جس دن مامون کی وفات ہوئی معتصم اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور معتصم کا نام محمد اور ایک قول کی بناء پر ابراہیم تھا اور اس کی ماں ماریہ بنت شبیب ریان بن شبیب کی بہن مشہور ہے معتصم سخت ظالم اور بہت دلیر تھا اور علم وادب سے بے بہرہ تھا اس کا سبب یہ ہے کہ رشید کو اس سے بڑی محبت تھی اور اسے ایک غلام کے ساتھ مدرسہ بھیجتا تھا جب وہ غلام معتصم کا ہمدرس مرگیا تو رشید نے معتصم سے کہا کہ اے محمد تیرا غلام مرگیا ہے کہنے لگا ہاں اے میرے آقا اور مدرسہ کی تکلیف و زحمت سے راحت ورام میں ہوگیا ہے رشید اس جملہ سے یہ سمجھا کہ اس کا لکھنے پڑھنے کی طرف رجحان نہیں کہنے لگا اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو لہٰذا معتصم کو علم وکتابت میں سے کچھ بھی نصیب نہ ہوا جب خلافت پر مستقر ہوا تو محمد بن عبدالملک زیات کو اپنا وزیر مقرر کیا محمد فاضل اور ادیب تھا اور وزیر ہونے سے پہلے لکھنے پڑھنے والوں اور میر منشیوں میں شمار ہوتا تھا اور معتصم کا وزیر (اس وقت) احمد بن حماد بصری تھا ایک دفعہ ایک خط کسی عامل کی طرف سے معتصم کے پاس آیا وزیر وہ خط معتصم کو سنا رہا تھا اس کے کلمات میں سے ایک لفظ کلاء تھا معتصم نے پوچھا کلاء کا کیا معنی ہے احمد وزیر نے کہا مجھے معلوم نہیں معتصم نے کہا خلیفہ امی وزیر عامی خلیفہ ان پڑھ اور وزیر جاہل ہے پھر کہنے لگا دیکھو منشیوں میں سے کون دروازے پر ہے کہنے لگے محمد بن عبدالملک زیات حاضر ہے کہنے لگا اسے لے آؤ جب وہ حاضر ہوا تو معتصم نے پوچھا کلاء کیا ہے اس نے کہا کلاء مطلق گھاس کو کہتے ہیں اور جب وہ تروتازہ ہو تو اسے خلی اور جب خشک ہوجائے تو اسے خشیش کہتے ہیں پس اس نے نبات کی تقسیم شروع کردی معتصم اس کے فضل وکمال پر مطلع ہوا تو اسے وزیر مقرر کردیا اور اسے مبسوط الید قرار دیا اور سلطنت کے امور اس کے سپرد کردیئے اور وہ معتصم اور واثق کے زمانہ میں وزارت کے کام پر برقرار رہا یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں اس کے حکم سے مارا گیا جسکا ذکر ان شاءاللہ آئے گا۔

احمد بن داؤد کی بھی معتصم کے ہاں قدر عظیم اور منزلت رفیع تھی اور معتصم قوی پنجہ اور بہادر شخص تھا قوت وشجاعت میں اور جنگوں پر اقدام کرنے میں بنی عباس میں ممتاز تھا ریاشی سے منقول ہے کہ روم کے بادشاہ نے معتصم کو خط لکھا اور اسے دھمکی دی تو معتصم جب خط پر مطلع ہوا تو اس نے اپنے کاتب سے کہا جواب میں لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فقد قرأت کتابك و سمعت خطابك و الجواب ما تری لا ما تسمع و سیعلم الکفار لمن عقبی الدار سہارا اللہ کے نام کا جو بڑا مہربان اور رحیم ہے اما بعد میں نے تیرا خط پڑھا اور تیرا خطاب سنا اس کا جواب وہ ہے جسے تو آنکھوں سے دیکھے گا نہ وہ جو صرف کانوں سے سنے اور عنقریب کافروں کو معلوم ہوجائے گا کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے معتصم ترکوں کو دوست رکھتا تھا اور ہمیشہ ان کے جمع کرنے میں

لگا رہتا تھا انھیں ان کے سرداروں سے خریدتا اور اکٹھا کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ چار ہزار ترک اس کے پاس جمع ہو گئے پس انھیں دیباج کے لباس اور سنہری کمر بند پہنائے اور انھیں لباس میں باقی لشکر سے امتیاز دیا یہ بغداد کے لوگوں کو اذیت دیتے تھے کیونکہ بغداد کے بازار میں گھوڑے دوڑاتے تھے جن کی وجہ سے بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوتا کہ بغداد کے بچے عورتیں کمزور بوڑھے اور نابینا لوگوں کو ان کے گھوڑے لات مار دیتے اور لوگ بھی اسی بناء پر انھیں برداشت نہیں کرتے تھے اور اس سوار پر ہجوم کر کے اسے قتل کر دیتے لہٰذا معتصم نے ارادہ کیا کہ بغداد سے منتقل ہو جائے پس شکار کے عنوان سے پھرتا رہا یہاں تک کہ سامراء کے علاقہ میں پہنچا تو تین دن تک شکار کے ارادہ سے وہاں رہا تو اس کو کھانے کی اشتہاء ہمیشہ کی عادت کے مطابق وہاں زیادہ ہوئی تو اس نے سمجھا کہ یہ یہاں کی آب وہوا کی وجہ سے ہے اور وہ زمین دیر عادی کے نصاریٰ کی ملکیت تھی اہل دیر سے پوچھا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے وہ کہنے لگا سامراء معتصم نے پوچھا سامراء کا کیا معنی ہے وہ کہنے لگے ہم اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ یہ سام بن نوح کا شہر ہے پس معتصم نے سامراء کی زمین چار ہزار دینار پر ان سے خرید لی اور اس میں سے ایک جگہ اپنے محل کے لئے انتخاب کی وہ جگہ وزیریہ کے نام سے مشہور ہوگئی اور وزیریہ کے انجیر اسی جگہ کی طرف منسوب ہیں پھر اس نے عملہ اور مستری بلائے اور شہر سامراء کی تعمیر کرائی اور قسم قسم کے درخت اور پودے وہاں منتقل کئے اور ترکوں کے لئے ایک مخصوص جگہ بنائی گئی تا کہ وہ شہر کے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائیں اور بہت سے مکانات و بازار سامراء میں بنائے گئے اور لوگ اطراف واکناف سے وہاں کے ارادہ سے آئے اور قسم قسم کے مال ومتاع اور کھانے وہاں لے آئے اور معتصم کا احسان وانعام لوگوں کے شامل حال ہوا اور عام رعیت وہاں خوش رہنے لگی۔

۲۱۹ھ میں معتصم نے احمد بن حنبل کو مامون کے قید خانے سے نکالا اور اسے اڑتیس تازیانے لگائے کیونکہ وہ خلق قرآن کا قائل تھا اس کی تفصیل حیوۃ الحیوان دمیری میں سے ہے اور ۲۱۹ھ ہی میں ابونعیم فضل بن دکین نے کوفہ میں وفات پائی اسی سال پانچ ذی الحجہ کو اور مشہور قول کے مطابق ۲۲۰ھ آخر ماہ ذیقعدہ میں حضرت امام تقی صلوات اللہ علیہ نے بغداد میں وفات پائی اور مقابر قریش میں اپنے جد امجد حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کے پہلو میں دفن ہوئے حضرت کی شہادت کے سبب کے متعلق اختلاف ہے منقول ہے کہ آپ کی بیوی ام الفضل مامون کی بیٹی نے آنجناب کو زہر دیا ہم کتاب منتھی میں آپ کی شہادت تحریر کر چکے ہیں وہاں رجوع کیا جائے ۲۱۹ھ میں ہی معتصم ابوجعفر محمد بن قاسم علوی سے جنگ کرنے کے درپے ہوا مناسب ہے کہ ہم یہاں اس کے مختصر حالات بیان کریں۔

ابوجعفر محمد بن قاسم حسینی علوی کی قید کا ذکر

محمد کی والدہ صفیہ دختر موسیٰ بن عمر بن علی بن الحسین علیہما السلام اور باپ قاسم بن علی بن عمر بن علیؑ بن الحسینؑ تھا اور وہ صاحب عبادت وزہد وورع اور اہل علم وفقہ ودین تھا اور ہمیشہ پشمینہ کا لباس پہنتا تھا اس نے معتصم کے زمانہ میں کوفہ میں خروج کیا جب معتصم اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہوا تو خوف کے مارے محمد خراسان کی طرف سفر کر گیا اور مسلسل خراسان کے شہروں سے منتقل ہوتا رہا کبھی مرد کبھی سرخس کبھی طالقان اور کسی وقت نساء کی طرف منتقل ہوتا اور وہاں جنگیں ہوئیں اور کئی واقعات اس کے درپیش آئے اور

بہت سے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور رشتۂ اطاعت وانقیاء اس کے امر وحکم کا اپنی گردن میں ڈال لیا۔

ابوالفرج نے نقل کیا ہے کہ تھوڑے سے عرصہ میں مرو میں چالیس ہزار افراد نے اس کی بیعت کی ایک رات اس نے وعدہ لیا کہ اس کا لشکر جمع ہوا اس رات اس نے رونے کی آواز سنی تحقیق کی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے ایک سپاہی نے ایک جولا ہے کا کمبل چھین لیا ہے اور یہ گریہ اس جولا ہے کا ہے محمد نے اس ظالم وغاصب شخص کو بلایا اور اس قبیح امر کا سبب اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا ہم آپ کی بیعت میں اس لئے داخل ہوئے ہیں کہ لوگوں کا مال کھائیں اور جو چاہیں کرتے پھریں محمد نے حکم دیا کہ کمبل لے کر واپس مالک کو دیں پھر فرمایا ایسے لوگوں سے دین خدا میں نصرت ومدد نہیں لی جاسکتی حکم دیا کہ لشکر منتشر ہو جائے جب لوگ پراگندہ ہو گئے محمد اپنے خواص اصحاب کوفیوں وغیرہ کے ساتھ اسی وقت طالقان کی طرف چلے مرو وطالقان کے درمیان چالیس فرسخ مسافت ہے جب طالقان میں پہنچے تو بہت سے لوگوں نے محمد کی بیعت کر لی۔

عبداللہ بن طاہر نے جو معتصم کی طرف سے نیشاپور کا والی وحاکم تھا حسین بن نوح کو محمد سے لڑنے کے لئے روانہ کیا جب حسین کے لشکر نے محمد کے لشکر سے ملاقات کی اور جنگ شروع کی تو وہ محمد کے لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے دوسری دفعہ عبداللہ بن طاہر نے بہت سا لشکر حسین کی مدد کے لئے بھیجا حسین کئی کمین گاہیں ترتیب دے کر محمد سے جنگ کرنے کے لئے آیا اس دفعہ فتح حسین کی ہوئی محمد کے ساتھی شکست کھا گئے محمد نے بھی روپوش ہو کر نساء کی طرف سفر کیا عبداللہ بن طاہر نے جاسوس روانہ کیا اور محمد کے ٹھکانے سے مطلع ہوا پھر ابراہیم بن غسان کو ایک ہزار سوار کے ساتھ منتخب کیا اور حکم دیا کہ کسی رہبر کے ساتھ لے کر نساء کی طرف جائے اور یک لخت نساء میں داخل ہوا اور اچانک محمد کے مکان کے گرد گھیرا ڈال کر اسے گرفتار کرے اور میرے پاس لے آئے اور ابراہیم بن غسان نے رہبر کے ساتھ اپنے سواروں کو لئے ہوئے نساء کی طرف کوچ کیا، تیسرے دن شہر نساء میں وارد ہوا اور اس گھر کے گرد کہ جس میں محمد تھا گھیرا ڈال دیا پھر ابراہیم گھر کے اندر گیا اور محمد بن قاسم کو ابوتراب کے ساتھ جو محمد کے خواص میں تھا گرفتار کر کے بیڑیاں پہنا کر نیشاپور پلٹ آیا اور چھ دن میں نیشاپور پہنچ گیا اور محمد کو عبداللہ بن طاہر کے سامنے پیش کیا عبداللہ کی جب قید وبند کے بوجھ پر نظر پڑی تو اس نے کہا اے ابراہیم تو خدا سے نہیں ڈرا کہ اس خدا کے نیک بندے کو اس طرح زنجیر میں جکڑا ہے ابراہیم نے کہا اے امیر آپ کے خوف نے مجھے خدا کے خوف سے روکا ہے پس عبداللہ کے حکم سے ان کی قید میں تخفیف وآسانی کی گئی اور تین ماہ محمد کو نیشاپور میں رکھا اور اس بناء پر کہ معاملہ لوگوں سے پوشیدہ رہے حکم دیا کہ کئی محمل ترتیب دیئے جائیں اور انھیں خچروں پر رکھا جائے اور بغداد کی طرف بھیج دیئے جائیں اور وہاں سے واپس لے آئیں تاکہ لوگ یہی خیال کریں کہ محمد کو بغداد بھیج دیا ہے جب تین مہینے اور گذر گئے تو عبداللہ نے ابراہیم بن غسان کو حکم دیا کہ رات کی تاریکی میں محمد کو بغداد کی طرف لے جائے اور جب جانے لگے تو عبداللہ نے محمد کے سامنے نفیس چیزیں پیش کیں کہ ان میں سے جو چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ محمد نے کوئی چیز قبول نہ کی سوائے عبداللہ کے قرآن مجید کے وہ اپنے ساتھ لے لیا۔

خلاصہ یہ کہ جب بغداد کے قریب پہنچے تو معتصم کو محمد کے ورود کی خبر دی گئی معتصم نے حکم دیا کہ محمد کے محمل کا سرپوش اٹھا دیں

اور محمد کے سر سے عمامہ اتار لیں تا کہ وہ سر برہنہ شہر میں داخل ہو پس محمد کو اس کیفیت کے ساتھ نوروز کے دن ۲۱۹ھ بغداد میں لے آئے لشکر معتصم کے اوباش ورذیل لوگ محمد کے آگے آگے لہو ولعب اور رقص وطرب میں مشغول تھے اور معتصم اونچی جگہ سے نظارہ کر رہا تھا اور ہنستا تھا محمد کو اس دن بہت غم ہوا حالانکہ کسی وقت جزع وفزع کی حالت شدائد وتکالیف کے وقت اس میں نہیں دیکھی گئی تھی پس محمد رونے لگے اور عرض کیا خدایا تو جانتا ہے کہ میں سوائے رفع منکر اور ان حالات واوضاع کی تغیر کے کوئی قصد نہیں رکھتا اس کی زبان تسبیح و استغفار میں متحرک تھی اور ان لوگوں پر نفرین کر رہا تھا پس معتصم نے مسرور کبیر کو حکم دیا کہ محمد کو قید میں ڈال دے تو محمد کو ایک سرداب جو کنوئیں کی طرح تھا قید کیا گیا قریب تھا کہ اس کی جگہ بدحالی سے وہ ہلاک ہوجائے اس کی سختی وتکلیف کی خبر معتصم کو دی گئی تو اس نے حکم دیا کہ اسے باہر نکال کر ایک باغ کے گنبد میں قید کیا جائے اور ایک گروہ محمد کی حراست کے لئے مقرر کیا اس کے بعد مؤرخین کی گفتگو میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں۔ محمد کو زہر دے دیا اور بعض کہتے ہیں کہ محمد کسی تدبیر سے باغ کی قید سے نکل کر واسط میں پہنچ گیا اور واسط میں وفات پائی۔

ایک قول ہے کہ معتصم اور واثق کے زمانہ میں زندہ تھا اور چھپ کے زندگی بسر کرتا تھا یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا اور قید میں وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ اس کے شیعوں کی ایک جماعت طالقان سے آئی اور اسی باغ میں کہ جس میں محمد قید تھا زراعت اور درخت بونے میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ جب انھیں فرصت ملی تو محمد کو قید سے چھڑا کر اسے ساتھ لے گئے پھر اس کی کوئی خبر نہ مل سکی زیدیہ کی ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ امام ہے اور کچھ لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ وہی مہدی موعود ہے وہ نہیں مرا ظہور کرے گا اور دنیا کو عدل وانصاف سے پر کرے گا اور ان کا محمد بن قاسم کے متعلق وہی اعتقاد ہے جو کیسانیہ کا محمد بن حنفیہ کے متعلق ہے اور جس طرح کے واقفیہ کا اعتقاد ہے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے متعلق جو ممطورہ کے نام سے مشہور ہیں۔

آل ابوطالب میں سے جو معتصم کے زمانہ میں شہید ہوئے ان میں سے عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب بھی ہے اس نے سیاہ لباس پہننے سے انکار کر دیا جو بنی عباس کا شعار تھا تو اسے سامراء میں قید کر دیا گیا اس نے زندان میں وفات پائی

۲۲۱ھ میں ثقہ جلیل القدر احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطیؒ نے وفات پائی اور اس کی کچھ جلالت وعظمت منصور کے زمانہ میں بیان ہوچکی ہے اور اسی سال بابک نے خروج کیا اور بہت سا لشکر جمع کر کے معتصم سے خلافت چھین لینے کی طمع وآرزو کی اور معتصم نے بہت سارا لشکر افشین کی سرکردگی میں بھیجا اور سخت قسم کی جنگیں دونوں لشکروں کے درمیان واقع ہوئیں آخر کار بابک کو شکست ہوئی اور ارمینیہ کے ایک شہر میں اسے گرفتار کیا گیا افشین کو اطلاع ملی تو افشین نے چار ہزار سوار بھیجے تا کہ اس کو گرفتار کر کے سامراء لے آئیں پس ۲۲۳ھ میں بابک کو اس کے بھائی عبداللہ کے ساتھ قاطول میں جو سامراء سے پانچ فرسخ دور ہے لے آئے تو افشین نے قوی ہیکل ہاتھی بادشاہ کا مکلل بجواہر ایک ناقہ کے ساتھ مع قیمتی لباس اور تاج کے اس کے لئے بھیجا پس وہ سنہری لباس جس میں مردار ید و خوشبو تھی بابک اور عبداللہ کو پہنا کے بابک کو ہاتھی پر اور عبداللہ کو ناقہ پر سوار کر کے قاطول سے سامراء تک لے آئے معتصم کے لشکر گھوڑ

سوار ہتھیار لگائے تھے اور علم ور وایات کے ساتھ دوصفوں میں آراستہ کرکے بابک اور عبداللہ کو پوری زینت کے ساتھ ان دوصفوں سے گذارا گیا اور جمعرات کے دن ۲ صفر ۲۲۳ھ ان دوافراد کو معتصم کے پاس لے آئے انھوں نے کئی مرتبہ معتصم کے گرد چکر لگایا تب معتصم نے بابک سے کہا بابک تم ہو بابک نے جواب دیا میں تیرا بندہ اور غلام ہوں پھر معتصم نے حکم دیا کہ اس کی زیب زینت چھین لیں اور اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا پھر بایاں ہاتھ اس کے بعد اس کا پاؤں کاٹ دیا بابک اپنے خون میں لوٹنے لگا اور خون آلود ہاتھ منہ پر مارا پھر اس کی زبان کاٹ دی اور سخت ترین طریقہ پر اس کو قتل کیا پھر اس کا جسم کٹے ہوئے اعضاء کے ساتھ سامراء کے آخری حصہ میں اونچی سولی پر لٹکا دیا گیا اور اس کا سر بغداد اور خراسان بھیجا تا کہ لوگ اس کی موت سے باخبر ہوجائیں پھر عبداللہ کو بغداد بھیجا گیا اور اسحاق بن ابراہیم نے اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جو معتصم نے اس کے بھائی بابک سے کیا تھا اور بابک کا نام حسین تھا۔

شعراء نے اس سلسلہ میں اشعار کہے اور معتصم نے افشین کو سونے کا تاج زربفت کے لباس کے ساتھ پہنایا اور اس پر بہت مہربانی ونوازش کی اور اترجہ بنت اشناس کی شادی افشین کے بیٹے حسن بن افشین سے کی اور بہت سے اخراجات اس کی شادی پر کئے۔

اور ۹۲۳ھ ہی میں یا ایک سال بعد ابوعبید قاسم بن سلام نے وفات پائی اس کی تصنیفات میں سے غریب القرآن اور غریب الحدیث ہے اور وہ ابوعبیدہ معمر بن مثنی کا غیر ہے کہ جس کا یہ تمام مراتب میں ہم پلہ ہے یہاں تک کہ غریب کی تصنیف میں اور ۲۲۳ھ ہی میں نوفل سلطان روم نے اپنے لشکر وسپاہ کے ساتھ ملوک برجان وصقالیہ وغیرہ اور مختلف امم کے بادشاہوں کے ہمراہ خروج کیا اور معتصم کے بعض شہروں پر حملہ کیا اور ان کے چھوٹے بڑے کو قتل کر دیا اور ان شہروں کو فتح کر لیا وہاں کے لوگوں نے مساجد اور گھروں میں فریاد اور چیخ وپکار کی ابراہیم بن مہدی معتصم کے پاس گیا اور اس نے طویل قصیدہ انشاء کیا اور اسے سلطانِ روم سے جنگ کرنے کے لئے اکسایا اس کے قصیدہ کے دو یہ اشعار ہیں ۔

یا غیرۃ اللہ قد عاینت فانتھکی
هتك النساء و مامنهن یرتکب
هب الرجال علی اجر امها قتلت
ما بال اطفالها بالذبح تنتهب !

اے اللہ کی غیرت آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عورتوں کی ہتک وحرمت کی گئی اور ان سے کیا کچھ کا ارتکاب ہوا فرض کریں کہ مرد تو اپنے جرموں کی وجہ سے قتل ہوئے ان کے بچوں کا کیا قصور ہے کہ جو چھین کر ذبح کئے گئے معتصم نے جب یہ سنا تو فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور دجلہ کے مغربی حصہ کو لشکر گاہ بنایا یہ پیر کے دن ۲ جمادی الثانی ۲۲۳ھ کا واقعہ ہے پس معتصم کے منادی نے شہروں اور بستیوں میں ندا دی اور لوگوں کو دشمن سے جہاد کرنے کی اطلاع دی پس بہت سے لوگ لشکر اور باقی لوگوں میں سے جنگ کے لئے آمادہ ہوئے اکثر مؤرخین کے بقول پانچ لاکھ کی تعداد ہو گئی اور زیادہ ہونے کی وجہ سے شمار میں نہیں آتے تھے پس کوچ کرکے روم کے علاقہ

تک پہنچ گئے اور لشکر روم سے آمنا سامنا ہوا اور ان سے جنگ ہوئی بہت سے پادری اور اصحاب روم قتل ہوئے رومی بھاگ کھڑے ہوئے لشکر اسلام نے ان کے بہت سے قلعے فتح کئے اور شہر عموریہ کو تسخیر کرلیا ان کے رئیس اور بڑے پادری کو قید کیا اور تیس ہزار افراد قتل کئے اور چار دن تک ان کے گھر تباہ کرتے رہے اور انھیں جلایا پھر معتصم نے فتح عموریہ کے بعد چاہا کہ قسطنطنیہ کی طرف کوچ کرے اور اسے فتح کرے کہ اچانک خبر آئی کہ عباس بن مامون نے خروج کیا ہے اور کچھ لوگوں نے اس کی بیعت کرلی ہے اور بادشاہ روم سے خط وکتابت کی ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہوجائے تاکہ معتصم کی حکومت ختم ہوجائے لہٰذا معتصم تیزی کے ساتھ عباس بن مامون کے مقابلہ کے لئے واپس لوٹ آیا اور عباس کو گرفتار کر کے قید کردیا اور اسی سال عباس مرگیا۔

سبط بن جوزی کی مرات الزمان سے منقول ہے کہ ایک دفعہ معتصم اپنی محفل خاص میں بیٹھا ہوا تھا اور شراب کا جام اس کے ہاتھ میں تھا کہ اس کو خبر دی گئی کہ ایک شریف مسلمان عورت کو ایک رومی کافر نے شہر عموریہ میں قید کرلیا ہے اور اس کے منہ پر طمانچہ مارا ہے تو اس عورت نے فریاد کی وامعتصماہ اے معتصم میری فریاد کو پہنچ تو اس کافر نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اس عورت سے کہا ہے معتصم تجھے چھڑانے نہیں آئے گا مگر ابلق گھوڑے کے ساتھ جب معتصم نے یہ بات سنی تو غمزدہ ہوا شراب کے جام پر مہر لگائی اور ساقی کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ جام نہیں پیوں گا جب تک اس شریف عورت کو قید سے رہائی نہ دلاؤں اور اس کافر کو قتل نہ کرلوں جب رات ختم ہوئی اور دن چڑھا اور اس دن غضب کی سردی تھی اور برف باری ہورہی تھی اور سردی کے مارے کسی میں قدرت نہ تھی کہ وہ ہاتھ باہر نکالے اور کمان ہاتھ میں لے معتصم کے منادی نے کوچ کی ندا دی کہ عموریہ کی طرف چلو اور حکم دیا کہ لشکر ابلق گھوڑوں پر سوار ہو پس ستر ہزار ابلق گھوڑے لے کر سوار ہوئے یہاں تک کہ عموریہ پہنچ گئے اور شہر کا محاصرہ کرلیا اور قہر و جبر سے اسے فتح کیا معتصم شہر میں داخل ہوا اور لبیک لبیک یہ جواب تھا اس عورت کے وامعتصماہ کہنے کا پس اس کافر کو جس نے اس شریف عورت کو قید کیا تھا گرفتار کر کے قتل کیا اور شریف عورت کو قید سے رہائی دی پھر ساقی کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا ہماری شراب اب حاضر کرو پس جام شراب سربمہر لیا اس کی مہر توڑی اور کہنے لگا اب میرے لیے شراب خوشگوار ہے پس اس شہر کو لوٹ لیا اور تیس ہزار افراد قتل کئے اور اسی مقدار میں ان میں سے قید کئے۔

اور ۲۲۴ھ کے آخر میں ثقہ جلیل الشان حسن بن محبوب سراد صاحب مشیخہ نے وفات پائی اور وہ ان اصحاب اجماع میں سے ایک ہے کہ منصور کے زمانہ کے حالات میں جن کے نام لکھے جاچکے ہیں۔

اور اسی سال ابراہیم بن مہدی نے جو ابن شکلہ کے نام سے مشہور تھا وفات پائی اور مامون کے زمانہ میں اس کے خلافت پر غلبہ حاصل کرنے کی حکایت بیان ہوچکی ہے اور ابراہیم بن مہدی گانے بجانے میں پوری مہارت رکھتا تھا۔

۲۲۴ھ ہی میں ابومحمد حسن بن علی بن فضال نے وفات پائی اس نے حضرت رضاؑ سے روایت کی ہے وہ آپ کے مخصوص اصحاب میں سے تھا اور جلیل القدر و عظیم المرتبہ زاہد و عابد پرہیزگار اور روایات میں ثقہ تھا۔

اور ۲۲۵ھ میں افشین نے معتصم کی قید میں وفات پائی پھر اس کے بدن کو سولی پر لٹکایا گیا اور افشین کا نام حیذر بن کاوس

ہے اور اس کی سولی کی تعریف میں کہا گیا ہے ۔

رمقوا اعالی جذعه فکانما!
رمقوا لهلال غشیة الافطار

اس کی کھجور کے تنے کے اوپر والے حصوں کو انھوں نے دیکھا پس گویا انھوں نے پہلی کا چاند عید کی رات دیکھا ہے۔

اور ۲۲۵ھ ہی میں صالح بن اسحاق نے جو جرمی ونحوی مشہور ہے وفات پائی اور جرمی قبیلہ جرم کی نسبت سے ہے اور اسی سال علی بن محمد بن عبداللہ بصری نے جو ابوالحسن مدائنی کے نام سے مشہور ہے وفات پائی اور اس کی کتابیں دوسو سے زیادہ ہیں جن میں کتاب خطب امیر المومنین اور کتاب من قتل من الطالبین اور بہت سی کتابیں فتوحات اسلامی میں ہیں اور دیگر بہت سی کتابیں جو تیس سے بھی زیادہ ہیں وہ سب حالات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں اور اس کے علاوہ بھی کتب ہیں۔

۲۲۶ھ میں قاسم بن عیسیٰ نے جو ابودلف عجلی مشہور تھا وفات پائی اور وہ مامون اور معتصم کے امراء اور روساً میں سے ایک تھا اور عمدگی شعر و کثرت، سخاوت و شجاعت میں مشہور تھا اس کی طاقت کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دفعہ اس نے نیزہ کی ایک ضرب سے دو افراد کو مجروح کیا ابوبکر شاعر امیر ابودلف کی توصیف میں کہتا ہے کہ ۔

قالوا ینظم فارسین بطعنه
یوم الهیاج وماتراه کلیلا
لا تعجبوا لو کان طول قناته
میلا اذا نظم الفوارس میلا!

وہ کہتے ہیں کہ وہ دو شہسواروں کو جنگ کے دن ایک نیزے میں پروتا ہے اور وہ تجھے تھکا ہوا بھی نظر نہیں آتا تعجب نہ کرو کیونکہ اگر اس کے نیزے کا طول ایک میل ہوتو وہ ایک میل تک شہسواروں کو پرودے گا۔

اور ابودلف کی شجاعت اور سخاوت کے آثار بہت سے ہیں اور بہت سے شعراء نے اس کی مدح کی ہے اور یہ شعر بھی اس کی مدح میں ابوبکر نے کہا ہے ۔

فکفك قوس والندی وترلها!
وسهمك فیها الیسر فارم به عسری

''پس تیری ہتھیلی کمان ہے اور سخاوت اس کی زہ یا تانت ہے اور تیرا تیر اس میں یسر (خوشحالی) ہے پس اس تیر کے ساتھ میری تنگدستی کو تیر مار دے۔''

منقول ہے کہ ایک دن ابودلف مامون کے پاس گیا مامون نے اس سے کہا تو وہ شخص ہے کہ شاعر نے تیرے حق میں کہا ہے ۔

انما دنیا ابو دلف بین بادیه
ومحتضرة فاذا ولی ابو دلف
ولت الدنیا علی اثره

سوائے اس کے نہیں کہ پوری دنیا ابودلف ہے دنیا کے دیہات وشہر کے درمیان جب ابودلف نے منہ موڑا تو دنیا اس کے نقش قدم پر منہ موڑے گی۔ ابودلف نے کہا مجھے یہ شعر یادنہیں آ تا لیکن میں جانتا ہوں کہ میں وہی ہوں کہ علی بن جبلہ نے جس کی شان میں کہا ہے۔

ابادلف یا اکذب الناس کلهم
سوای فانی من مدیحك اکذب

''اے ابادلف اے سب لوگوں سے زیادہ جھوٹے سوائے میرے کیونکہ میں تیری مدح کرنے والے سے زیادہ جھوٹا ہوں۔''

مامون اس کے حسن ادا سے خوش ہوا اور اس کی عمدگی فہم وذکاء سے تعجب کیا اور یہ بھی حکایت ہوئی ہے کہ اس نے مامون کے جواب میں کہا اے امیر المومنین جھوٹ کی گواہی غرور اور دھوکہ کی بات اور چاپلوسی میں بال اکھاڑنے والا سائل اور طلب کرنے والے کا دھوکہ دینا اس شاعر سے زیادہ سچا ہے اور میرا اعتراف تو میرے ایک بھانجے نے کیا ہے جہاں وہ کہتا ہے۔

وزینی اجوب الارمن فی طلب العتا
فما الکرج الدنیا ولا الناس قاسم

اے میرے ساتھی میں نے تونگری وغنا کی تلاش میں ساری دنیا کا چکر لگایا ہے پس نہ دنیا قدر کفایت ہے اور نہ سارے لوگ قاسم ہیں۔

پس یہ سن کر مامون کا چہرہ کھل گیا اور ابودلف بڑا سخت شیعہ تھا اور اس کا بیٹا دلف دشمن امیر المومنین تھا وہ اور شیعوں کو جہالت کی طرف نسبت دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ علی کا دشمن اولا دزنا یا اولا دحیض ہے اور سب لوگ امیر یعنی ابودلف کی غیرت کو جانتے ہیں کوئی شخص جرأت نہیں کرسکتا کہ امیر کے حرم سے زنا کرے تاکہ میں اولا دزنا ہوتا ابودلف نے جب یہ بات سنی تو لوگوں کے سامنے آ گیا اور کہنے لگا بیشک یہ حدیث ہے خدا کی قسم کہ دلف میرا بیٹا زنا زادہ بھی ہے اور ولد الحیض بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ میں بیمار تھا میری بہن نے اس دلف کی ماں کو میری پرستاری کے لئے بھیجا اور وہ حالتِ حیض میں تھی اور جب میں نے اسے دیکھا تو وہ مجھے پسند آ گئی پس میں نے اس سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی جب آثار حمل ظاہر ہوئے تو میں نے اس سے شادی کر لی اور میرے اس لڑکے کے دشمن علی اور ناصبی ہونے کا سبب اس کی ماں حائضہ سے میرا زنا کرنا ہے۔

اور ۲۲۶ھ یا اس کے ایک سال بعد بشر بن حارث حافی مشہور شخص کی وفات ہوئی وہ اصل میں مرو کا رہنے والا ہے اور

ابتدائی زمانہ میں وہ شراب نوشی کرتا اور گانے بجانے سنتا اور لہوولعب کی باتوں میں مشغول رہتا تھا یہاں تک کہ ایک دن حضرت موسیٰ بن جعفرؑ صلوات اللہ علیہ نے اس کے گھر کے دروازے سے عبور فرمایا بشر کی ایک کنیز گھر سے باہر آئی ہوئی تھی حضرتؑ نے اس سے فرمایا کہ تیرا آقا آزاد ہے یا غلام اس نے کہا آزاد ہے فرمایا ایسا ہی ہے اگر بندہ وغلام ہوتا تو شرائط عبودیت کے مطابق رفتار کرتا جب کنیز گھر کے اندر گئی تو اس نے یہ بات بشر سے نقل کی حضرتؑ کے کلام نے اس کے دل پر اثر کیا پابرہنہ دوڑا یہاں تک کہ حضرت کی خدمت میں جا پہنچا اور حضرتؑ کے ہاتھ پر توبہ کی اور گھر بار سب کچھ چھوڑ دیا ہمیشہ ننگے پاؤں چلتا تھا کیونکہ ننگے پاؤں امام کی خدمت میں گیا تھا اور سعادت تک پہنچا تھا اسی لئے اسے حافی (پاؤں ننگا) کہتے تھے اور اس کی تین بہنیں تھیں اور تینوں کی تینوں اس کے طریقہ پر چلتی تھی اور صوفیوں کو حافی سے بڑی عقیدت ہے اور بشر کی وفات والے سال یا ۲۳۵ھ میں محمد بن ھذیل نے (جو ابوھذیل علاف مشہور تھا اور معتزلۂ بصرہ کا شیخ ورئیس تھا) سامراء میں وفات پائی اور اس کے مناظرے اور مقالات مشہور ہیں۔

اور ۲۲۷ھ جمعرات کے دن بارہ ربیع الاول یا اس کی رات کے دو گھنٹے گزرنے کے بعد معتصم نے سامراء میں وفات پائی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ س نے حجامت کرائی (خون نکلوایا) اور اسے بخار ہو گیا اور اسی بخار سے وہ مر گیا اس کی ولادت ۱۷۸ھ کے آٹھویں مہینہ میں ہوئی اور اس کی مدت خلافت آٹھ سال آٹھ ماہ اور آٹھ دن ہے اور وہ خلفاء بنی عباس میں سے اٹھواں ہے اور اولاد عباس میں سے اٹھواں ہے اور اس کے آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تھیں اور آٹھ ہزار دینار اور ایک کروڑ اسی لاکھ درہم اور آٹھ ہزار گھوڑے اور آٹھ ہزار خچر اور اتنی ہی تعداد میں اونٹ، غلام اور کنیزیں اس کا ترکہ تھے جیسا کہ مسعودی اور دمیری وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور اسی لئے اسے آٹھ کی طرف نسبت دیتے اور ثمانی (آٹھ والا) کہتے تھے۔

اور اخبار الدول میں ہے کہ اس کی فتوحات بھی آٹھ ہیں اور جو قصر ومحلات اس نے بنائے تھے وہ بھی آٹھ تھے معتصم ان پڑھ تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس نے بہت سے فتوحات کی ہیں کہ جن میں سے ایک عموریہ ہے جو روم کے آخری شہروں میں سے ہے اور وہ مہیب اور سخت قسم کا آدمی تھا واللہ العالم

ابو جعفر ہارون واثق کی خلافت کا ذکر

بارہ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں جب معتصم دنیا سے چل بسا تو اس کا بیٹا ہارون واثق اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اس کی ماں ایک رومی کنیز تھی جس کا نام قراطیس تھا اس کا وزیر محمد بن عبدالملک زیات اور احمد بن ابوداؤد اس کے زمانہ کا قاضی القضاۃ تھا ان دونوں کی واثق کے نزدیک بڑی قدر ومنزلت تھی اور واثق بڑا پیٹو تھا وہ ہمیشہ کھانے پینے میں لگا رہتا تھا اور امر مملکت ابن ابوداؤد اور محمد بن عبدالملک کے ہاتھ میں دے رکھا تھا اور اپنے اہل خانہ اور رعیت کی دیکھ بھال میں مہربانی برتتا اور اہل علم اور اہل نظر کو دوست رکھتا اور اہل تقلید کا دشمن تھا اور بہت خواہشمند رہتا کہ کسی علم سے مطلع ہو لہٰذا کئی قسم کے علوم فلسفہ اور رطب وغیر کے اس کے

دربار میں مذاکرے ہوئے اور ہمیشہ بختیشوع وابن ماموبیہ اور میخائیل اورادباء اور فضلاء ہر فن کے اس کے دربار میں موجود رہتے اور مختلف علوم میں مزکرائے کرتے رہتے اور کہتے ہیں کہ ایک گانے والی نے ایک دفعہ واثق کے دربار میں یہ شعر گایا۔

اظلیم ان مصابکم رجلا!

اھدی السلام تحیۃ ظلم

اے زیادہ ظلم کرنے والو تمھارا تکلیف پہنچانا ایسے شخص کو جس نے تمھیں سلام بطور ہدیہ وتحیہ بھیجا ہو ظلم ہے تو گانے والی نے رجلاً کو زبر کے ساتھ پڑھا واثق کے دربار کے ادباء نے اس کی رفع اور نصب میں اختلاف کیا پس ایک گروہ نے کہا اس کا رفع پڑھنا درست ہے اور ایک گروہ کہنے لگا کہ اس میں نصب کے علاوہ کچھ جائز نہیں اور گانے والی لڑکی کا اصرار تھا کہ اس نے ابوعثمان مازنی سے نصب کے ساتھ سنا ہے واثق نے حکم دیا کہ مازنی کو بصرہ سے سامراء لے آئیں عجیب اتفاق تھا کہ انھیں دنوں ایک ذمی شخص (جو اہل کتاب مسلمانوں کے شہروں میں رہ کر جزیہ ادا کریں) مازنی کے پاس آیا ہوا تھا اس نے مازنی سے سیبویہ کی الکتاب کی تدریس کی استدعاء کی تھی اور مازنی نے انکار کر دیا تھا حالانکہ وہ ذمی ایک اشرفی زر سرخ کی پیشکش کرتا تھا مبرد نے مازنی سے کہا انتہائی حاجت مندی اور فقر وفاقہ کے باوجود تو نے قبول کیوں نہیں کیا اس نے جواب میں کہا کہ اس کتاب میں تین سو اور کئی آیات قرآن موجود ہیں میں مناسب نہیں سمجھتا کہ ایک کافر کو کتاب خدا کی آیات پر مسلط کروں خلاصہ یہ کہ مازنی واثق کے دربار میں آیا اور شعر کے اعراب کے متعلق اس سے سوال ہوا تو اس نے نصب ہی کو معین کیا کسی نے اس پر اعتراض کیا تو مازنی نے کہا کہ یہ عبارت بمنزلہ اس کے ہے کہ تو کہے ضربک زیداً ظلم (تیرا زید کو مارنا ظلم ہے) مازنی کو کامیابی حاصل ہوئی تو واثق نے حکم دیا کہ ہزار دینار زر سرخ اسے دیں اور اس واقعہ میں قرآن مجید کی واضح کرامت ہے اور غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ زمانوں میں کس قدر علم وادب کی طرف رغبت تھی کہ ایک لفظ کے اعراب کو معلوم کرنے کے لئے کس قدر تکلیف برداشت کرتے تھے اور ایک لفظ کی قیمت ہزار دینار زر عیار تھی لیکن اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ ہزار مشکل مسئلہ متفرق علوم کا ایک دینار پر کوئی نہیں خریدکرتا اور مطالعہ ومباحثہ علوم کو عمر کا ضیاع شمار کرتے ہیں اللہ ہی مددگار ہے۔

واثق کے زمانہ میں ۲۲۸ھ اور ایک قول ہے کہ ۲۳۱ھ میں حبیب بن اوس طائی نے جو ابوتمام کے نام سے مشہور اور کتاب حماسہ کا مؤلف ہے موصل میں وفات پائی ابوتمام امامی مذہب رکھتا تھا اور ابن خلکان نے اس کے حق میں کہا ہے کہ کہا گیا ہے کہ اسے چودہ ہزار قصیدے بحر رجز کے یاد تھے علاوہ دوسرے قصائد وقطعات کے اور اس نے خلفاء کی مدح کی ہے اور ان سے انعام حاصل کئے ہیں انتھی۔

اس کے اشعار ہمیشہ غیر مرتب تھے یہاں تک اسے ابوبکر صولی نے جمع کیا اور انھیں حروف ہجاء کی ترتیب پر مرتب کیا پھر اس کو علی بن حمزہ اصفہانی نے جمع کیا۔

خلاصہ یہ کہ ابوتمام فن شعر میں بلند مرتبہ ہے اور ابراہیم بن مدبر باوجود یکہ اہل علم ومعرفت وادب تھا اس کے اشعار سے کوئی

چیز یاد نہیں کرتا تھا کیونکہ اس سے دشمنی رکھتا تھا اور کبھی کبھی اس پر لعنت کرتا تھا ایک دن ایک شخص نے کچھ اشعار ابوتمام کی نسبت کے بغیر اس کے سامنے پڑھے تو اسے پسند آئے اور اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ اشعار کتاب کے پیچھے لکھ لو بعد اس کے کہ اشعار لکھے گئے کسی نے کہا اے امیر یہ ابوتمام کے اشعار ہیں ابراہیم نے جب یہ سنا تو اپنے فرزند کو حکم دیا کہ وہ صفحہ پھاڑ دو۔

مسعودی نے ابن مدبر کا یہ عمل پسند نہیں کیا اور فرمایا ہے کہ یہ اس کا عمل بہت برا ہے کیونکہ عاقل کو چاہیے کہ فائدہ حاصل کرے چاہے دشمن سے ہو یا دوست سے، کمینے سے ہو یا شریف سے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہوئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا **الحکمة ضالة المومن فخذ ضالتك ولو من اهل الشرك** حکمت و دانائی مومن کی گم شدہ چیز ہے پس اپنی گم شدہ پونجی کو لے لو اگر چہ اہل شرک سے کیوں نہ ہو اور بزرجمہر حکیم سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے ہر چیز سے اس کی اچھی صفت لے لی ہے یہاں تک کہ کتا بلی خنزیر اور کوے سے۔ لوگوں نے پوچھا کتے سے کیا سیکھا ہے کہنے لگا مالک سے اس کی الفت و وفاداری انھوں نے کہا کہ کوے سے کیا سیکھا ہے اس نے کہا اس کا زیادہ محتاط ہونا اور بچتے رہنا کہنے لگے خنزیر سے کیا سیکھا ہے کہنے لگا صبح سویرے اپنی ضروریات کے لئے نکلنا انھوں نے کہا کہ بلی سے تو نے کیا سیکھا ہے کہنے لگا اچھی بولی اور مانگنے میں زیادہ چاپلوسی کرنا۔

اور ۲۲۸ھ ہی میں احمد بن محمد بن عبدربہ صاحب عقد الفرید نے وفات پائی اور ۲۳۰ھ میں عبداللہ بن طاہر نے وفات پائی اور ۲۳۱ھ میں ابوعبداللہ محمد بن زیاد کوفی (جو ابن اعرابی مشہور تھا) نحوی ولغوی نے وفات پائی وہ کہا کرتا تھا میں اسی رات پیدا ہوا جس رات ابوحنیفہ فوت ہوا اور یہ رجب ۱۵۰ھ کا واقعہ ہے۔

اور ۲۳۱ھ میں ہی واثق نے احمد بن نصر خزاعی کو اس کے خلقت قرآن کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا اور دمیری نے ایک حکایت نقل کی ہے کہ واثق اس اعتقاد سے پھر گیا تھا اور پھر امتحان کے درپے نہیں ہوا اس کی تفصیل کا ذکر مناسب نہیں یہ بھی دمیری نے نقل کیا ہے کہ واثق کو جماع کرنے سے بڑی رغبت تھی اس نے اپنے طبیب سے قوت باہ کی دوا چاہی تو طبیب کہنے لگا کثرت جماع بدن کو توڑ دیتا ہے میں آپ کے لئے ایسی چیز نہیں چاہتا واثق نے کہا اس سے چارہ کار نہیں ہے۔

پس طبیب نے حکم دیا کہ گوشت سبع (درندہ کا گوشت) کو سات مرتبہ شراب سے بنائے ہوئے سرکہ میں جوش دیا جائے اور اپنی شراب کے بعد تین درہم کے وزن کے برابر استعمال کرے واثق نے اس کے قول پر عمل نہ کیا اور اس دستور العمل سے تجاوز کیا اور کثرت سے جماع کیا یہاں تک کہ تھوڑے سے زمانہ میں اسے مرض استسقاء ہو گیا اطباء نے اتفاق کیا کہ اس کا پیٹ پھاڑا جائے پھر اسے تنور میں بٹھایا جائے کہ جو زیتون کی آگ سے گرم کیا گیا ہو اور وہ سرخ ہو گیا ہو پس واثق کے ساتھ یہی عمل کیا گیا اور تین گھنٹے اسے پانی نہ دیا گیا اور وہ مسلسل فریاد کرتا اور پانی مانگتا تھا یہاں تک کہ اس کے بدن میں دانے نکل آئے اور خربوزہ کی طرح ہو گیا پھر اسے باہر نکالا اور وہ بار بار کہے جا رہا تھا کہ مجھے تنور میں لے جاؤ ورنہ میں مر جاؤں گا پس اسے تنور میں داخل کیا تو اس کی آواز بند ہو گئی اور وہ ورم پھوٹ نکلے اور ان سے پانی نکلنے لگا پھر اسے تنور سے باہر لے آئے جب کہ اس کا بدن سیاہ ہو چکا تھا اور ایک گھنٹہ کے بعد وہ مر گیا جب وہ مر گیا تو اس کے بدن پر کپڑا ڈال دیا گیا لوگ متوکل کی بیعت کرنے میں مشغول ہو گئے اور واثق کے جنازہ سے غافل ہو گئے

گھر کے باغ سے کچھ چوہے نکلے اور انھوں نے واثق کی آنکھیں نکال لیں اور کسی کو پتہ نہ چلا یہاں تک کہ اسے غسل دینے لگے اس کی وفات سر من رای میں ہوئی جب کہ چھ روز ذی الحجہ کے رہتے تھے ۲۳۲ھ اور بعض کہتے ہیں کہ ماہ رجب میں ہوئی اس کی عمر تقریباً چونتیس سال تھی اور اس کی مدت خلافت پانچ سال نو ماہ اور تیرہ دن تھی۔

جعفر بن محمد بن ہارون ملقب بمتوکل کی حکومت کے زمانہ کا ذکر

جب واثق کی مدت عمر ختم ہوئی تو اس کا بھائی جعفر بن محمد بن ہارون متوکل اس کی جگہ تخت پر بیٹھا یہ واقعہ ۲۳۲ھ میں عباس بن عبدالمطلب کی وفات کے دوسو سال بعد اور ابوالعباس سفاح کی خلافت کے ایک سو سال بعد کا ہے جب متوکل کا خلافت پر قبضہ ہوا تو اس نے لوگوں کو مباحثہ واستدلال اور نظر وفکر کے چھوڑنے کا حکم دیا معتصم و واثق کے برعکس محدثین کو حدیث بیان کرنے اور سنت و جماعت کے اظہار کا حکم دیا اور لوگوں کو تسلیم وتقلید پر آمادہ کیا اور اس کا زمانہ (ظاہراً) بھلا اور اچھا زمانہ تھا لہو ولعب اور ہزل وطرب اس کے زمانہ میں خصوصاً اس کی محفل میں زیادہ ہو گئے اور مقرب ترین امراء میں سے متوکل کے ہاں فتح بن خاقان ترکی تھا۔ فتح علم وادب سے بہرہ ور تھا اور متوکل کے ہاں بڑی قدر و منزلت رکھتا تھا اور جب چند مہینے متوکل کی خلافت کے گزرے تو وہ محمد بن عبدالملک نے عبدالملک زیات وزیر پر غضبناک ہوا اس کے تمام اموال چھین لئے اور اس میں میخیں گڑی تھیں اس طرح کہ میخوں کے سرے تنور کے اندر تھے جس کو وہ سزا دینا چاہتا تو حکم دیتا اس تنور کو زیتون کے ایندھن سے سرخ کرتے اور اس کو وہ اس تنور میں پھینک دیتا یہاں تک کہ ان میخوں کے صدمے اور جگہ کی تنگی سے اس پر سخت ترین طریقہ پر عذاب ہوتا اور وہ مرجاتا جب متوکل محمد پر غضبناک ہوا تو حکم دیا کہ اس کو اسی لوہے کے تنور میں پھینک دیں محمد چالیس دن تک اسی تنور میں معذب رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا اور زندگی کے آخری دن اس نے کاغذ و دوات منگوائی اور یہ دو شعر لکھ کر متوکل کو بھیجے۔

ھی السبیل فمن یوم الی یوم
کانہ ما تریك العین فی قوم
لا تجز عن رديں انها !
دول تنقل من قوم الی قوم

یہی راستہ ہے پس ایک دن سے لے کر دوسرے دن تک گویا کہ آنکھ نے تجھے نیند میں نہیں دیکھا تھوڑی دیر کے لئے نہ

گھبراؤ دنیا ایک منتقل ہونے والی دولت ہے ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف۔

متوکل کو فرصت نہیں تھی کہ وہ خط اس تک پہنچاتے دوسرے دن جب رقعہ اس کو دیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ محمد کو تنور سے نکالا جائے جب تنور کے پاس گئے تو اسے مرا ہوا پایا اور محمد کاتب بلیغ اور عمدہ شاعر مجید و بڑا آدمی تھا اور اس مختصر مقام پر اس کے نادر حالات اور عمدہ اشعار کے ذکر کی گنجائش نہیں متوکل نے اپنی خلافت کے زمانہ میں لوگوں سے اپنے تین بیٹوں کے لئے بیعت لی منتصر باللہ وابو عبداللہ معتز باللہ اور مستعین باللہ (ابراہیم مؤید باللہ خ ل) ابن مدبر نے اس بیعت کی طرف اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

یابیعة مثل بیعة الشجرة

فیھا لکل الخلائق الخیرة !

اکدھا جعفر و صیرھا

الی بنیه الثلاثة البررة

اے وہ بیعت جو بیعت شجرہ کی طرح ہے اس میں ساری مخلوقات کے لیے بھلائی ہے کہ جس کی جعفر نے تاکید کی ہے اور اسے اپنے تین بیٹوں میں قرار دیا ہے متوکل نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ہی عمرو بن بحر و بن بحر جاحظ کو سامراء میں طلب کیا اپنے بعض لڑکوں کی تادیب و تعلیم کے لیے جب جاحظ کو لے آئے۔ اور متوکل نے اس کے چہرہ پر نگاہ کی اور اس کو قبیح المنظر دیکھا تو اس کی تعلیم و تادیب سے دستبردار ہوا اور حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دے دیں اور وہ اپنے شہر کو واپس چلا جائے۔

متوکل کی خلافت کے زمانہ میں ۲۳۳ھ یحییٰ بن معین کو مدینہ میں وفات ہوئی بعض کہتے ہیں کہ اسی سال علی بن محمد مدائنی نے بھی وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ یحییٰ کے باپ معین کے ہاتھ میں ری کا خراج تھا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو دس لاکھ پچاس ہزار درہم یحیٰ کو میراث میں ملے اور یحییٰ نے یہ مال علم حدیث پر صرف کیا اور اس نے ایک سو تیس ۱۳۰ صندوق اور چار مٹکے کتب سے بھرے ہوئے چھوڑے اس کی کتاب الجرح والتعدیل ہے اور اس نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیثیں لکھیں ہیں میں کہتا ہوں اور اس کی نظیر ہمارے علماء شیعہ میں ہمارے شیخ ثقہ جلیل ابوالنصر محمد بن مسعود بن عباس سمرقندی جو عیاشی کے نام سے مشہور ہیں وہ اپنے ابتدائی زمانہ میں سنی المذہب تھے اور سنیوں کی احادیث سنی تھیں پھر بابصیرت ہو کر ہماری طرف پلٹ آئے اور اپنے باپ کا سارے کا سارا ترکہ علم اور حدیث پر خرچ کر دیا اور وہ تین لاکھ دینار تھا اان کا گھر مسجد کی طرف فلوگوں سے پر ہونا کوئی ایک نسخے سے دوسرا نسخہ لکھ رہا ہوتا کوئی کسی کتاب کا دوسرے نسخہ سے مقابلہ کرتا کوئی پڑھتا کوئی حاشیہ لگا رہا ہوتا اور اس نے بہت سی کتب تصنیف کیں جو دو سو سے زیادہ ہیں اور وہ اپنے زمانہ میں اہل مشرق میں علم ادب فضل وفہم و دانائی میں ممتاز تھے اور ان کی ایک مجلس خاص اور ایک مجلس عام ہوتی خدا اس کی اچھی کوششوں کی قدردانی فرمائے اور ان کے شاگردوں اور علم رجال والوں کی اصطلاح میں ان کے غلاموں میں سے ابوعمر ومحمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی تھے (کاف کی زبر اور شین کی شد کے ساتھ) یہ نسبت ہے کش کی طرف جو جرجان مشرقی کی ایک بستی ہے اور وہ مشہور کتاب رجال کے مولف ہیں کہ جس کی تلخیص شیخ طوسی نے کی ہے اس کا نام اختیار الرجال رکھا ہے جو کہ ہمارے ہاتھوں میں

موجود ہے نہ کہ اس کی اصل۔

اور ۲۳۵ھ میں یا اس کے ایک سال بعد عبدالسلام بن رغبان نے جو ایک الجن کے لقب سے مشہور شاعر اور شیعہ امامی مشہور تھے وفات پائی اور ایک الجن کا ایک لطیف قصہ ہے۔ رشید کے ساتھ کہ جسے شیخ یوسف بحرانی نے اپنے کشکول میں لکھا ہے اور ہمارے نوری نے کتاب ظلمات الھادیہ میں اور ہمارے شیخ بہائی کے کشکول میں عبدالسلام مذکور کے حالات میں ہے کہ اس کی ایک کنیز اور ایک غلام تھا جو حسن کے اعلیٰ درجات تک پہنچے ہوئے تھے اور وہ ان کی محبت میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا اتفاق پس ان دونوں کو ایک دن دیکھا کہ ایک ہی چادر میں وہ اختلاط آمیزش کر رہے تو اس نے ان دونو کو قتل کر دیا اور ان کے بدن جلا دیئے اور ان کی راکھ لے کر اسے مٹی میں ملایا اور اس سے دو کوزے شراب کے لیے بنائے اور انہیں وہ اپنی مجلس شراب میں لے آتا اور ان میں سے ایک کو اپنی دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف رکھ لیتا پس کبھی اس کوزے کو چومتا جو کنیز کی راکھ سے بنا تھا اور شعر پڑھتا ''یاطلعة طلع الحمام علیہا'' اے طلوع کرنے والا آفتاب یا چاند بیشک موت نے تجھ پر طلوع کیا۔ الخ۔

اور ۲۳۷ھ میں اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے جو ابن راھویہ مشہو تھا وفات پائی اور ابن راھویہ اہلسنت کے اکابر علماء میں سے بخاری و مسلم اور ترمذی کا استاد ہے اور حفظ حدیث اور فقہ میں مشہور تھا احمد بن حنبل نے اس کے حق میں کہا ہے پل سے کسی شخص نے عبور نہیں کیا جو اسحاق سے زیادہ فقیہ ہو اور اسحاق کہتا ہے ستر ہزار حدیثیں مجھے یاد ہیں اور لاکھ حدیث کا میں مذاکرہ کرتا ہوں اور میں نے کبھی کوئی چیز نہیں سنی مگر یہ کہ یاد کر لی ہے اور میں نے کبھی کوئی چیز یاد نہیں کی کہ جسے میں بھول گیا ہوں۔

اور ۲۳۷ھ میں ابوعبدالرحمن حاتم بن عنوان بلخی نے جس کا لقب اصم تھا خراسان میں وفات پائی اور وہ اصحاب معرفت و ذوق کے میں سے تھا وہ شفیق بلخی کی صحبت میں رہا اور اصم کے لقب سے ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے اس سے مسئلہ پوچھا پس اتفاق ایسا ہوا کہ اس عورت کی اس وقت ریح خارج ہونے کی آواز نکلی تو اس کو شرم محسوس ہوئی تو اس نے اپنی طرف سے اسے یہ باور کرایا کہ وہ بہرہ ہے جس سے وہ خوش ہوگئی اور اسنے دل میں کہا کہ اس نے وہ آواز نہیں سنی۔

اس کے بہت عمدہ کلمات ہیں ان میں سے اس کا یہ قول ہے اپنے گھر کو لازم پکڑو پس اگر تجھے کسی رفیق کی ضرورت ہے تو تیرے دو رفیق ہیں جو تیری کفایت کرتے ہیں قرآن تجھے مانوس رکھتا ہے اور موت تجھے وعظ و نصیحت کرتی ہے اور ان میں سے اس کا یہ قول ہے جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے مگر پانچ چیزوں میں جب مہمان آ جائے تو اسے کھانا کھلانا اور جب کوئی مر جائے تو اس کی تجہیز کرنا اور جب لڑکی بالغ ہو جائے اس کی شادی کرنا اور جب قرض ثابت ہو جائے تو اس کو ادا کرنا اور جب گناہ ہو جائے تو اس سے توبہ کرنا اور یہ سب چیزیں شریعت اسلام سے لی گئی ہے۔

اور اس کے کلمات میں سے ہے کہ کسی اچھی جگہ کے دھوکے میں نہ آنا کیونکہ جنت کی نسبت کوئی جگہ اچھی نہیں پس آدمؑ نے اس سے جھیلا اور زیادہ عبادت کے دھوکے میں نہ آنا کیونکہ ابلیس طویل عبادت کے بعد مبتلا ہوا جس میں مبتلا ہوا اور نہ کثرت علم پر مغرور

ہونا کیونکہ بلعم باعور اللہ کا اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا پھر دیکھو کہ وہ کیا کر بیٹھا اور نیک لوگوں کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ کوئی شخص محمد مصطفیٰ سے زیادہ بڑا اور عظیم نہیں اور آپ کی ملاقات سے (بعض) آپ کے قریبی رشتہ دار اور آپ کے دشمن فائدہ نہ اٹھا سکے اور ۲۳۹ھ میں اور ایک قول ہے۔ ۲۳۲ھ میں متوکل نے علم بن جہم شاعر کو شہر بدر کر کے خراسان بھیج دیا اور ۲۴۰ھ میں اور ایک قول ہے۔ ۲۳۲ھ میں متوکل نے علم بن جہم شاعر کو شہر بدر کر کے خراسان بھیج دیا اور ۲۴۰ھ میں احمد بن ابوداؤد نے وفات پائی۔

اور ماہ ربیع الثانی ۲۴۱ھ احمد بن حنبل نے وفات پائی اور بغداد کے باب الحرب میں دفن ہوا جب اس کے جنازہ کو اٹھایا گیا تو دوست و دشمن اس کے جنازہ میں شریک ہوئے اور اس کی تشیع جنازہ میں ایک عجیب چیز واقع ہوئی کیونکہ ان میں سے کچھ لوگ احمد کے دشمن تھے اور ان میں سے ایک پکار کر کہہ رہا تھا اے لوگو اس شخص پر لعنت کرو جو احکام شریعت کے خلاف حکم دیتا تھا اور دوسرا گروہ جو اسکی محبت میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا انہوں نے کسی شخص کو معین کیا ہوا تھا جو بلند آواز سے اس کے جنازے کے آگے آگے یہ شعر پڑھتا ہے۔

واظلمت الدنیا لفقد محمد

اظلمت الدنیا لفقد احمد

اور دنیا محمد کے مفقود ہونے سے اور احمد کے مفقود ہونے سے تاریک ہوگئی ہے۔

(محمد سے مراد محمد بن ادریس شافعی) اور احمد بن حنبل اہل سنت کے چار ناموں میں سے ایک ہے اور اس کا نسب ذوالثدیہ سے جاملتا ہے جو خارجیوں کا رئیس و سردار تھا لہٰذا اس کا انحراف مشہور ہے اور ابن حنبل شافعی کے خاص اصحاب میں سے تھا وہ کتاب مسند کا مولف ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے مسند میں ان احادیث کو جمع کیا ہے جنہیں ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے انتخاب کیا ہے پس جب تمہیں کسی حدیث میں اختلاف ہو تو اس مسند کی طرف رجوع کرو اور جو تمہیں اس میں نہ ملے تو وہ حجت نہیں ہے اور احمد بن حنبل یزید پر لعنت کرنا جائز سمجھتا تھا اور قرآن کے مخلوق نہ ہونے کا قائل تھا لہٰذا خلفاء کے زمانہ میں وہ سخت مصیبت مثلاً قید اور تازیانے لگائے جانے وغیرہ میں مبتلا تھا۔

اور ۲۴۱ھ ہی میں ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن محمد اسکانی معتزلی تفصیلی نے وفات پائی اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے جاحظ کے رسالہ عثمانیہ کی رد میں کتاب تالیف کی اور ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں اس سے بہت کچھ نقل کرتا ہے اور اس کے حق میں کہتا ہے اور باقی رہا ابوجعفر اسکانی تو وہ ہمارا شیخ محمد بن عبداللہ اسکانی تو وہ ہمارا شیخ محمد بن عبداللہ اسکانی ہے اس کو قاضی القضاۃ نے معتزلہ کے طبقات میں ساتویں طبقے میں عباد بن سلیمان صمیری کے ساتھ شمار کیا ہے۔

اور کلام کو چلا یا ہے یہاں تک کہ کہتا ہے اور ابوجعفر عالم فاضل تھا اور اس نے علم کلام میں ستر کتابیں تصنیف کی ہیں اور یہ وہی ہے جس نے ابوعثمان جاحظ کی زندگی میں اس کی کتاب العثمانیہ کی رد لکھی ہے اور جاحظ بغداد میں کاغذوں کی دکان پر گیا اور کہنے لگا یہ کون لڑکا ہے۔ بھجنگا جس کے متعلق مجھے خبر ملی ہے کہ میری کتاب کے نقص سے متعرض ہوا ہے ابوجعفر وہاں بیٹھا تھا وہ اس سے چھپ گیا تا کہ وہ اسے نہ دیکھ سکے اور ابوجعفر بغداد کے معتزلہ کے اصول و قاعدہ کے مطابق تفضیل کا قائل تھا اور اس میں مبالغہ کرتا تھا اور وہ علوی

الرای محقق منصف مزاج اورکم متعصب تھامیں کہتاہوں کہ سید اجل احمد بن موسیٰ طاؤس قدہ صاحب کتاب الملاذ والبشریٰ کی بھی ایک کتاب ہے کتاب عثمانیہ کی رد میں جس کا نام رکھا تھا **المقالة العلويه فى نقض الرسالة العثمانيه** اور میں اس کے ایک نسخے سے مطلع ہوا ہوں جوان کے شاگرد شیخ تقی الدین حسن بن داؤد (مشہور کتاب الرجال کے مولف) کے خط سے لکھا ہوا ہے اور اس نے وہ سید کے سامنے قرات کیا اور اس کے حواشی پر اس کی تحریر ہے رضوان اللہ علیہ پھر معلوم ہونا چاہیے کہ اسکافی زیر کے ساتھ ہمارے علماء کی تصنیفات میں عام طور پر شیخ جلیل محمد بن احمد بن جنید اسکافی پر بولا جاتا ہے جو شیخ مفید کے اساتذہ میں سے ہیں اور کبھی کبھی شیخ اقدام ابوعلی محمد بن ہمام اسکافی پر بولا جاتا ہے جو کاتب اور شیخ کلینی قدہ کے معاصر تھے۔

اور ۲۴۱ھ میں ہی جمعرات کی رات چھ جمادی الثانی میں بہت سے ستارے آسمان سے گرے کہ جس کی مانند پہلے نہیں دیکھا گیا اور نامہ دانشوران میں ابن جوزی کی کتاب المدھش سے نقل کیا گیا ہے اور وہ کتاب عجیب وغریب واقعات میں لکھی گئی ہے اس نے ۲۴۱ھ کے حوادث میں تحریر کیا ہے کہ ستاروں نے غروب سے لے کر ظہورِ شفق تک اپنی سیر میں اضطراب اور تفرقہ پیدا کیا اور ایک سال کے بعد سویدا میں جو مصر کی ایک جانب ہے پتھر برسے ان میں سے ایک پتھر کا وزن کیا گیا تو وہ دس رطل تھا اور ری جرجان وطبرستان ونیشاپور واصفہان قم وکاشان ودامغان میں بھی یکدم زلزلہ شروع ہوا کہ ایک پہاڑ دوسرے سے الگ ہوگیا ہے ایک پہاڑ کسی طرف جھک گیا اور دامغان میں پچیس ہزار افراد موت کے گھاٹ اترے۔

اور ۲۴۲ھ میں یحییٰ بن اکثم قاضی نے ربذہ میں وفات پائی اور یہ اس وقت کی بات ہے جب متوکل اس پر ناراض ہوگیا اور اس کے مال ومتاع پر قبضہ کرلیا مجبوراً یحییٰ مکہ کی طرف چل دیئے مراجعت میں س کی وفات ہوئی اور کچھ حالات یحییٰ کے ماموں کے زمانہ کے حالات گذر چکے ہیں۔

پانچ رجب ۲۴۴ھ میں یعقوب بن اسحاق نے جو ابن سکیت مشہور تھا وفات پائی اووہ متوکل کی اولاد کا مودب اور استاد تھا ایک دن متوکل نے اس سے پوچھا کہ میرے دونو بیٹے معتز اور موید تیرے نزدیک بہتر ہیں یا حسن وحسین تو بن سکیت نے حسینؑ کے فضائل بیان کرنے شروع کردیئے متوکل نے حکم دیا کہ ترک اسے اپنے پاؤں کے نیچے روندیں اور اس کے پیٹ کو دبائیں اور اسی سبب سے اس کی وفات ہوئی اور ایک قول ہے کہ اس نے متوکل کے جواب میں کہا کہ علی علیہ السلام کا غلام قنبر تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے بہتر ہے تو متوکل نے حکم دیا کہ اس کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے اور اس کو زیادہ سکوت اور خاموشی کی وجہ سے ابن سکیت کہتے تھے۔

اور ۲۴۵ھ میں ثوبان بن ابراہیم نے جو ذوالنون مصری مشہور تھا مصر میں وفات پائی اور طریقت والوں میں سے ایک شخص ہے اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں اس سے حکایت ہے کہ میں نے بیت المقدس میں ایک پتھر پر یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے ہر خائف بھاگتا ہے اور ہر امید رکھنے والا طلب کرتا ہے اور ہر نافرمان وحشت میں ہوتا ہے اور ہر اطاعت کرنے والا مانوس ہوتا ہے۔ ہر قناعت کرنے والا عزت دار اور لالچی ذلیل ہوتا ہے۔

اور ۲۴۵ھ ہی میں شیخ ابومحلم محمد بن ہشام بن عوف شیبانی لغوی نے جو کثرت حافظہ میں مشہور تھا وفات پائی اس سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ واثق نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے لا یہلك علی اللہ الا من قلبہ مرت ۔ پس صبح کے وقت اس نے اپنے ہمنشینوں سے اس کا معنی پوچھا تو وہ نہ جان سکے تو ابومحلم سے سوال کیا اس نے کہا کہ مرت اس زمین کو کہتے ہیں جو خالی ہوا اور اس میں کوئی انگوری نہ ہو پس اس بناء پر اس جملہ کا معنی یہ ہے نہیں ہلاک ہوگا کوئی شخص مگر وہ کہ جس کا دل ایمان سے خالی ہو پھر اس نے اس پر شاہد کے طور پر ایک سو مشہور شعر مشہور شعراء کے پیش کئے کہ جن میں سے ہر شعر میں مرت کا لفظ موجود تھا پس واثق نے اسے سو دینار دینے کا فرمان جاری کیا جب ابومحلم مکہ گیا اور ابن عیینہ کی خدمت میں رہنے لگا اور ابن عیینہ نے اس کا امتحان لیا تو اس کا بلا کا حافظہ دیکھا پھر اس نے کہا کہ مجھے زہری نے عکرمہ سے یہ بات بتائی وہ کہتا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر ستر سال میں ایک ایسا شخص پیدا ہوتا ہے کہ جسے ہر چیز یاد ہو جاتی ہے پھر اس نے ابن محلم کے پہلو پر ہاتھ مارا اور کہا کہ میری رائے میں تو ستر سال والا ہے۔

اور ۲۴۶ھ میں دعبل بن علی خزاعی شیعہ امامی مشہور شاعر نے وفات پائی اس کی ولادت حضرت صادقؑ کی وفات والے سال میں ہوئی اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے خلفاء کی ہجو کی اور اس میں بہت بڑی جرأت تھی اور اس کی عمر طویل تھی وہ کہتا تھا کہ میں پچاس سال سے اپنی سولی والی لکڑی اپنے کندھے پر لیے پھرتا ہوں اور چکر لگاتا ہوں کہ کون مجھے اس پر سولی دیتا ہے پس مجھے کوئی نہیں ملتا جو ایسا کرے اور وہ مشہور تائیہ قصیدہ کہنے والا شخص ہے کہ جس کے ایک سو بیس اشعار ہیں جو بہت عمدہ ہیں اور ہمارے آقا و مولیٰ امام رضاؑ کے سامنے اسی قصیدہ کے پڑھنے کے سلسلہ میں اس کی لطیف حکایت ہے اور اس کا تھیلی اور جبہ لینا اور اپنے وطن کی طرف جانا اور راستہ میں چور ڈاکوؤں کا اسے ملنا اور جو کچھ اہل قم سے اس کا معاملہ ہوا اس سے حکایت ہے کہ اس سے کہا گیا وحشت کیا چیز ہے اس نے کہا لوگوں کے ہاتھ کی طرف دیکھنا پھر اس نے یہ شعر پڑھا۔

ما اکثر الناس بل ما اقلهم اللہ
یعلم انی لم اقل فندا!
انی لافتح عینی ثم افتحها
علی کثیر ولکن لا اری احدا

کس قدر زیادہ ہیں لوگ بلکہ کس قدر کم ہیں خدا جانتا ہے کہ میں غلط بات نہیں کر رہا میں اپنی آنکھ کھولتا ہوں پھر اسے کھولتا ہوں بہت سے لوگوں پر لیکن مجھے ایک بھی نظر نہیں آتا اور دعبل زبرج کے وزن پر نام ہے بوڑھی اونٹنی کا اور وہ کہا کرتا تھا میں ایک دن ایک شخص کے قریب سے گذرا کہ جس کی مرگی کا دورہ پڑا تھا تو میں اس کے قریب گیا اور اس کے کان میں بلند آواز سے چیخ کر کہا دعبل پس وہ کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا گویا اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

اور ۲۴۷ھ میں ابراہیم بن عباس صولی کاتب و شاعر نے وفات پائی اور کہا گیا ہے لکھنے والوں میں اس سے زیادہ شاعر

نہیں دیکھا گیا۔

اور اسی سال میں متوکل باغرترکی کے ہاتھوں مارا گیا اور دمیری نے اس کے قتل ہونے کا سبب یہ لکھا ہے کہ متوکل امیر المومنین سے دشمنی رکھا تھا اور حضرتؑ کی تنقیص کرتا تھا ایک دن اپنی بدبخت عادت کے مطابق اس خبیث نے حضرتؑ کا نام لیا اور آپؑ جسارت کی منتصر اس کا بیٹا اس محفل میں موجود تھا جب اس نے سنا تو اس کا رنگ متغیر ہوگیا اور اس کو بہت غصہ آیا متوکل نے اسے گالی دی اور یہ شعر پڑھا۔

غضب الفتی لابن عمه

راس الفتیٰ فی حرامه

نوجوان اپنے چچازاد کے لیے غصہ میں آیا نوجوان کا سر اس کی ماں کی شرمگاہ میں جائے منتصر باپ کے قتل کے درپے ہوا اور متوکل کے مخصوص غلاموں میں سے چند غلام اس کو قتل کرنے کے لیے معین کئے ایک رات متوکل اپنے ندیموں کے ساتھ اپنے قصر میں شراب پینے میں مشغول تھا اور اس کو مستی اور نشے کی حالت نے گھیر رکھا تھا کہ بغاء صغیر (ایک غلام کا نام ہے) قصر میں داخل ہوا اور اس نے تمام ندیموں کو رخصت کر دیا سب کے سب چلے گئے سوائے فتح باخاقان کے کہ وہ متوکل کے پاس رہ گیا تب وہ غلام جو متوکل کو قتل کرنے کے لیے تیار کھڑے تھے وہ ننگی تلواریں لیے ہوئے اندر آ گئے اور متوکل پر ٹوٹ پڑے فتح بن خاقان نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ چیخا چلایا کہ وائے ہوتم پر امیر المومنین کو قتل کرنا چاہتے ہو اور اس نے اپنے آپکو متوکل پر گرادیا غلاموں نے تلواریں کھینچ لیں اور فتح بن خاقان اور متوکل دونوں پر چلانے لگے اور دونوں کا خون بہا دیا پھر باہر چلے گئے اور منتصر کے پاس جا کر اسے خلافت کا سلام کیا اور کا قتل رات کے تین گھنٹے گزرنے کے بعد بدھ کی رات تین یا چار شوال ۲۴۷ھ میں واقع ہوا اس کی مدت خلافت چودہ سال او ر دس مہینے تھی اور اس کی عمر اکتالیس سال تھی اس کی ماں خوارزمیہ کنیز تھی۔

متوکل خبیث سیرت اور بد باطن اور آل ابو طالب کا سخت دشمن تھا ظن وتہمت کی بناء پر انہیں گرفتار کرتا اور ان کو اذیت وتکلیف پہنچانے کے درپے ہوتا فتح بن خاقان اس کا وزیر بھی ایسا ہی تھا لہٰذا جو مصیبت اس کے زمانہ میں علویین اور آل ابو طالب پر گذری وہ بنی عباس کے کسی خلیفہ کے زمانہ میں نہیں گذری۔

منجملہ اس کے یہ تھا کہ عمر بن فرح رخی کو مکہ و مدینہ کا گورنر مقرر کیا یہ عمر لوگوں کو آل ابو طالب سے نیکی و احسان کرنے سے روکتا اور سختی سے اس کام کے پیچھے لگا اس حد تک کہ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ کسی نے ان سے کوئی نیکی کی ہے اگرچہ کسی معمولی چیز کے ساتھ ہوتی تو اسے سزا دیتا لہٰذا مجبوراً لوگوں نے آل ابو طالب سے رورعایت کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا اور ان پر اتنا معاملہ سخت ہوا کہ علوی خاندان کی عورتوں کے لباس پرانے اور پھٹ چکے تھے اور ایک صحیح سالم لباس بھی نہیں تھا کہ جس میں نماز پڑھ سکیں بس ایک کرتہ ان کے پاس تھا جب نماز پڑھنے لگتیں تو ایک ایک بی بی باری باری اور وہ کرتہ پہن کر نماز پڑھتی نماز کے بعد اسے اتار کر لباس کے بغیر چرخہ کاتنے بیٹھ جاتیں مسلسل

یہ تنگدستی کی حالت ان کی رہی یہاں تک کہ متوکل خبیث واصل جہنم ہوا اور منتصر باللہ اس کی جگہ پر تخت نشین ہوا اس نے آل ابو طالب سے شفقت ومہربانی کا راستہ طے کیا اور ان کے لیے مال بھیجا جو ان کے درمیان تقسیم کیا گیا۔

اور منجملہ متوکل کے برے کاموں کے جو اس نے اپنی خلافت کے دوران کئے یہ بھی تھا کہ اس نے لوگوں کو قبر امام حسین علیہ السلام اور قبر امیر المومنینؑ کی زیارت سے روک دیا اور اس نے اپنی پوری ہمت وطاقت اس پر صرف کردی کہ نور خدا کو خاموش کردے قبر مطہر امام حسینؑ کے آثار مٹادے اور اس کی زمین کو ہموار کر کے اس پر زراعت کردے اس نے جاسوس اور نگہبان کربلا کے راستوں میں کھڑے کردیئے کہ جس کس کو دیکھیں کہ وہ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے آیا ہے اس کو سزادیں اور قتل کردیں اور ابوالفرج نے احمد بن عدوشا سے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ متوکل کا قبر شریف کے آثار کو محو کرنے کا سبب یہ تھا کہ اس کی خلافت سے پہلے ایک گانے والی اپنی لڑکیوں کو متوکل کے پاس بھیجا کرتی تھی کہ وہ اس کے شراب پینے کے وقت اس کے لیے گایا کریں یہاں تک کہ یہ پلید خلافت تک پہنچا تو ایک دفعہ اس نے اس گانے والی کو پیغام بھیجا کہ اپنی لڑکیوں کو گانے کے لیے بھیجے ان سے کہا گیا کہ وہ سفر پر گئی ہوئی ہے اور یہ شعبان کا مہینہ تھا اور ان دنوں وہ کربلا کے سفر پر گئی ہوئی تھی جب وہ سفر سے واپس آئی اور اس نے اپنی ایک کنیز متوکل کے پاس گانے کے لیے بھیجی تو متوکل نے اس سے پوچھا کہ ان دنوں تم کہاں گئے ہوئے تھے وہ کہنے لگی ہم اپنی مالکہ کے ساتھ حج پر گئے ہوئے تھے متوکل نے کہا کہ شعبان کے مہینے حج پر گئے ہوئے تھے کنیز کہنے لگی زیارت امام حسینؑ کے لیے گئے تھے متوکل یہ بات سننے سے آگ بگولہ ہوگیا اور کہنے لگا کہ حسینؑ کی قبر کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس کی زیارت کو حج کہتے ہیں پس اس نے حکم دیا اور اس کنیز کی مالکہ کو گرفتار کر کے قید کردیا اور اس کا مال واسباب چھین لیا پھر اپنے ایک ساتھی کو کہ جسکا نام ویزج تھا جو یہودی تھا اور ظاہری طور پر امام حسینؑ کے آثار مٹانے۔اور حضرتؑ کے زائرین کو سزادینے کے لیے کربلا بھیجا مسعودی کہتا ہے کہ یہ واقعہ ۲۳۶ھ کا ہے پس ویزج اپنے عملہ کے ساتھ قبر شریف پاس گیا اور کوئی شخص جرات نہیں کرتا تھا کہ اس مقدس جگہ کو خراب کرنے کا اقدام کرے پس ویزج نے بیلچہ ہاتھ میں لیا اور قبر شریف کے اوپر والے حصہ خبر کو خراب کردیا پھر باقی عملہ اور کام کرنے والوں نے قبر کو توڑنے کا اقدام کیا اور قبر مطہر کی بناء منہدم کردی۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ کسی شخص کو اس کام کی جرات نہ ہوئی تو ویزج کچھ یہودی لے کر آیا۔تب اس قبیح کام کا اقدام کیا اور کہا گیا ہے کہ دوسو جریب ک اطراف قبر پر ہل چلائے اور اس زمین پر پانی چھوڑ دیا اور اس زمین کے اطراف کہ وہ سو جریب میں ہر میل کی مسافت پر نگاہبان مقرر کئے کہ جو کوئی زیارت قبر منور کے لیے آئے اس کو پکڑ کر اس کے پاس لے آئیں تاکہ یہ انہیں سزادے اور مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن حسین اشانی نے کہ ایک زمانہ گزر گیا کہ میں خوف کے مارے اس مظلوم کی قبر کی زیارت کے لیے نہ جاسکا یہاں تک کہ زیادتی شوق نے مجھے ابھارا کہ جس طرح بھی ہو میں اس قبر شریف کے لیے گیا دن کو ہم چھپ جاتے تھے اور رات کو سفر کرتے یہاں تک کہ آدھی رات کے وقت غاضریہ کے اطراف میں پہنچ گئے اور اس راستہ سے کہ جہاں سے پاسبان ہمیں نہیں دیکھ رہے تھے اپنے آپ کو قبر کے پاس پہنچایا جب ہم قبر شریف کے پاس پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ صندوق قبر انہوں نے اکھاڑ کر اسے جلادیا

تھا اور اس جگہ پر پانی جاری کر دیا تھا پس ہم نے اپنے آپ کو اس زمین پر گرا دیا اور زیارت کی اور ایسی خوشبو سونگھی کہ کبھی ایسی عمدہ خوشبو نہیں سونگھی تھی پھر قبر شریف سے رخصت ہوئے اور چند علامتیں قبر کے اطراف میں زیر زمین نصب کر دیں ایسے ہی حالات رہے یہاں تک کہ متوکل عین ہلاک ہوا پس آل ابوطالب اور شیعان امیر المومنینؑ کی ایک جماعت کے ساتھ اس مظلوم کی قبر کی زیارت کے لیے ہم آئے اور ان علامات کو زمین سے نکالا اور قبر شریف کی تعمیر دوبارہ اسی طرح کی جیسے پہلے تھی۔

شیخ عالم ادیب وفقیہ محدث فاضل قمی نے اربعین الحسینیہ کتاب میں بیان کیا ہے کہ جو کچھ سناقب وا کامل التواریخ و اراشاء القلوب وامالی شیخ طوسی اور کامل الزیارہ سے استفادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہارون الرشید کی خلافت کے زمانہ میں سید الشہداءؑ کی زیارت سنی وشیعہ کے درمیان شائع اور عام تھی یہاں تک کہ کامل الزیارہ کی عبادت کے مطابق تو عورتیں بھی اس قبر شریف کی زیارت کے لیے جایا کرتی تھیں۔

اور ایک روایت کے مطابق کثرت جمعیت کی وجہ سے حائر مطہر میں مزاحمت ہو جاتی تھی یہ کام ہارون الرشید کے لیے خوف کا باعث ہوا کہ کہیں لوگ اولاد امیر المومنینؑ کی طرف رغبت نہ کرنے لگیں اور خلافت بنی عباس سے علویین کی طرف منتقل ہو جائے ہارون نے موسیٰ بن عیسیٰ عباسی کو جو کوفہ کا گورنر تھا قبر شریف سید الشہداؑ اور اس کے اطراف کی عمارت کو خراب کرنے اور اس زمین میں کاشت وزراعت کرنے کا حکم دیا اور اسنے اس کام پر ایک شخص کو مامور کیا کہ جس کا نام موسیٰ بن عبد الملک تھا اس نے تمام عمارت اور گنبد کی بنیادیں خراب کر دیں حائر کی ساری زمین پر ہل چلائے اور زراعت کر دی مقصود یہ تھا کہ قبر شریف کے آثار مٹ جائیں اور بیری کا درخت جو قبر شریف کے نزدیک اور قبر کی علامت تھا اس کو بھی جڑ سے اکھیڑ دیا تاکہ اس کے بعد بھی کوئی شخص قبر کی جگہ کو نہ پہچان سکے اور جب یہ خبر جریر بن عبد الحمید کو پہنچی تو اس نے تکبیر کہی اور تعجب کیا کیونکہ سے رسول خداؐ سے ایک حدیث مشہور تھی کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا لعن اللہ قاطع السدرۃ بیری کے درخت کا کاٹنے والے پر خدا کی لعنت ہو اور کہنے لگا آج اس حدیث کا معنی میں نے سمجھا اور رشید کی خلافت کے بعد باقی خلفاء قبر شریف سے متعرض نہ ہونے یہاں تک کہ ۲۳۷ھ میں متوکل کے زمانہ میں اسے یہ خبر ملی کہ کوفہ کے اطراف دو دیہات کے لوگ امام حسینؑ بن علی کی قبر کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں اس نے ایک سردار اور لشکر معین کیا وہ نینوا گئے اور انہوں نے قبر شریف کو خراب کیا اور لوگوں کو منتشر کیا پھر لوگوں نے زیارت کے بارے میں اتفاق کیا اور مارے جانے کی پرواہ نہ کی اور کہنے لگے کہ ہم سب مارے گئے تو ہمارے پسماندگان پھر بھی زیارت کو آیا کریں گے ان برکات ومعجزات کی وجہ سے جو اس قبر مطہر سے انہوں نے دیکھے تھے یہ خبر متوکل کو لکھی گئی وہ انقلاب عراق سے ڈرا اور اس سردار کو اس نے کوفہ بھیجا اور اسکو لکھا کہ وہ یہ اظہار کرے کہ میں قبر خراب کرنے پر مامور نہیں تھا دوبارہ کوفہ کے لوگ جمع ہوئے۔ انہوں نے کربلا میں تعمیرات کیں اور وہاں ایک بڑا بازار لگ گیا اور زائرین روز بروز آنے یہاں تک کہ ۲۴۷ھ میں پھر ایک سردار اور لشکر بھیجا اور لوگوں کے درمیان منادی نے ندا کی کہ خلیفہ بری الذمہ ہے اس شخص سے جو کربلا کی زیارت کو جائے اور کربلا کی تمام زمینوں میں پانی چھوڑ دیا اور زراعت کر دی کبھی پانی

آ گے نہیں جاتا تھا اور کبھی بیل جو ہل چلانے کے لیے باندھے ہوئے تھے اور کبھی قبر مطہر آسمان وزمین کے درمیان معلق ہو جاتی تھی اور کبھی غیب سے تیر عملہ اور بیلداروں کو آ گے لگتے تھے لیکن آیت مبارک کے مطابق **وما تغن الایات والنذر عن قوم لا یومنون**۔ آیات اور ڈرانے والی چیزیں اس قوم کو کوئی فائدہ نہیں دیتیں جو ایمان لانے والے نہیں وہ اس کام سے دستبردار نہ ہوئے اور متوکل کا بغض وکینہ بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق ویزج ملعون نے قبر مطہر کو کھولا اور تازہ بوریا جو بنی اسد دفن کے وقت لے آئے تھے دیکھا کہ وہ ابھی تک باقی ہے اور جسد اطہر اس بوریئے کے اوپر ہے لیکن اس نے متوکل کو لکھا کہ میں نے قبر کھولی ہے اس میں مجھے کوئی چیز نہیں ملی ہے۔

اور متوکل کے بعد کوئی خلیفہ اس قبر شریف سے متعرض نہیں ہوا مگر، مسترشد عباسی اور اس کا بیٹا راشد جنہوں نے خزانہ اور کربلا کے اوقاف لے لیے دونوں اپنی سزا کو پہنچے اور متوکل نے سترمرتبہ اس قبر شریف کو خراب کیا اور دوبارہ وہ قبر مطہر اپنی پہلی صورت میں پلٹ آتی یہاں تک کہ ۳۶۹ھ میں عضد الدولہ دیلمی نے عمارت وگنبد ورداق نجف اشرف اور کربلا کی تعمیر کرائی بعد اس کے کہ ہارون نے نجف اشرف میں گنبد بنایا تھا کہ جس کے چار دروازے تھے عضد الدولہ نے اس کی عمارت کو گرادیا اور مختلف جگہوں کے معمار لا کر دونو شاہد (نجف وکربلا) کے لیے عالی شان عمارت تعمیر کی اور عمر بن شاہین نے بھی رواق عمران نجف اور کربلا میں بنائے تھی۔

مولف کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ اور دوسرے آئمہ کے اخبار غیبیہ میں اشارہ ہوا ہے کہ یہ خدا کا نور نہیں بجھے گا اور جس قدر بھی سلاطین جور اور اعوان کفار اس کے آثار کے مٹانے کی سعی وکوشش کریں اس کا ظہور زیادہ ہوگا اور لوگ مسلسل اس قبر شریف کی زیارت کے قصید وارادہ سے اطراف واکناف عالم سے آئیں گے ہمارے شیخ صدوق نے سند کے ساتھ ہمارے آقا مولا رضاؑ سے ان کے آباؤاجداد سے امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا گویا میں ان قصور ومحلات کو دیکھ رہا ہوں جو قبر حسینؑ کے گرد پختہ بنائے جائیں گے اور گویا مجھے محمل وہ نظر آرہے ہیں جو کوفہ سے قبر حسینؑ کی طرف نکل رہے ہیں اور کچھ راتیں اور دن نہیں گزریں گے کہ اطراف وآفاق سے لوگ اس کی طرف آئیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب بنی مروان لعین کی سلطنت منقطع ہو جائے گی۔

شیخ ابن قولیہ قمی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت سید سجادؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے زائدہ سے فرمایا کہ عاشوراء کے دن جو کچھ ہمیں عظیم مصائب میں سے پہنچا سو پہنچا کہ میرے والد اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ تھے۔ اولاد بھائیوں اور باقی اہل بیتؑ میں سے وہ شہید ہو گئے پس حرم محترم اور خواتین مکرم حضرتؑ کے کوفہ کی طرف جانے کے لیے اُونٹوں پر سوار ہوئے تو میں نے اپنے والد گرامی اور ان کے باقی اہل بیت کو دیکھا کہ وہ خاک وخون میں لتھڑے ہوئے ہیں اور ان کے طاہر بدن زمین پر پڑے ہیں اور کوئی شخص ان کے دفن کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو یہ چیز مجھ پر سخت گراں گزری اور میرا سینہ تنگ ہونے لگا مجھے ایسی حالت میں دیکھا تو فرمایا یہ کیا حالت عارض ہوئی کہ قریب تھا میری روح بدن سے پرواز کر جائے میری پھوپھی جناب زینب کبریٰ نے جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو فرمایا یہ کیا حالت ہے جب جو میں دیکھ رہی ہوں اے میرے نانا باپ اور بھائی کی یادگار میں تمہیں دیکھ رہی ہوں کہ اپنی جان تسلیم کر رہے ہو میں نے کہا اے پھوپھی جان میں کیوں جزع وفزع اور اضطراب نہ کروں حالانکہ میں اپنے آقا سردار

بھائیوں، چچاؤں چچازاد بھائیوں اور اہل قبیلہ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ خون میں لتھڑے ہوئے بیابان میں پڑے ہوئے ہیں ان کے بدن عمریان و بےکفن ہیں اور کوئی شخص انہیں دفن کرنے کے لیے تیار نہیں۔

اور کوئی فرد بشر ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا گویا انہیں مسلمان نہیں سمجھتے اور خزرودیلم کے خاندان سے انہیں سمجھتے ہیں میری پھوپھی نے مجھ نے فرمایا جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اس سے آپ کے دل پر بوجھ نہ پڑے اور آپ گھبرائیں نہیں خدا کی قسم یہ عہد تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے آپ کے جد امجد پدر بزرگوار اور عم نامدار کی طرف اور رسولؐ خدا نے ہر ایک کو اس کے مصائب و آلام کی خبر دی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ خداوند عالم نے اس امت میں ایک جماعت سے عہد و پیمان لیا ہے کہ جنہیں زمین میں رہنے والے فرعون نہیں پہچانتے لیکن وہ اہل آسمان کے نزدیک مشہور ہیں کہ وہ لوگ ان متفرق اعضاء اور خون میں نہائے ہوئے بدنوں کو جمع کریں گے اور دفن کریں گے۔

اور اسی طف (دریا کے کنارے) کربلا میں آپ کے باپ سید الشہداءؑ کی قبر کے لیے ایک نشانی نصب کریں گے کہ جس کا اثر نہیں مٹے گا اور صدیاں بیت جانے کے باوجود اس کے رسم ونشان ختم نہیں ہوں گے یعنی لوگ اطراف واکناف سے اس کی زیارت کو آئیں گے اور کفر کے امام اور گمراہی کے پیروکار اس کے محو کرنے اور مٹانے کی جتنی کوشش کریں گے اتنا ہی اس کے آثار کا ظہور زیادہ ہوگا اس کا امر عالی و بلند ہوگا اور یہ حدیث بہت باشرف ہے اس کو پورا ذکر کرنا اس مقام کے مناسب نہیں۔

منتصر باللہ محمد بن جعفر متوکل کی خلافت کا ذکر

اسی رات کی صبح کہ جس میں متوکل مارا گیا اس کا بیٹا ابو جعفر منتصر باپ کی جگہ بیٹھا اور وہ دن بدھ یا چار شوال ۲۴۷ھ کا تھا اور اس وقت منتصر کی عمر پچیس سال تھی عام لوگوں نے اسی دن اس کی بیعت کی اور بیعت کی جگہ وہ قصر تھا کہ جسے جعفری کسریٰ پرویز کہتے تھے جو متوکل نے بنایا تھا اور کہا گیا ہے کہ متوکل جہاں قتل ہوا وہی جگہ تھی کہ جہاں شیرویہ نے اپنے باپ کسریٰ پرویز کو قتل کیا تھا اور وہ جگہ ماحوزہ کے نام سے مشہور تھی پس منتصر نے سات دن وہاں قیام کیا اس کے بعد وہاں سے منتقل ہو گیا اور حکم دیا کہ اس جگہ کو خراب کر دیا جائے۔ محمد بن سہل سے حکایت ہوئی ہے کہ منتصر کی خلافت کے زمانہ میں ایک دن میری نگاہ اس مصلیٰ اور فرش پر پڑی کہ جسے منتصر کے نیچے فرش کر رہے تھے میں نے دیکھا کہ اس بساط کے کناروں پر بادشاہوں کی تصویریں ہیں کہ جن پر فارسی خطوط نقش ہیں اور میں فارسی خط اچھی طرح پڑھ سکتا تھا پس میں نے اس فرش کے دائیں طرف ایک بادشاہ کی تصویر دیکھی کہ جس کے سر پر تاج ہے گویا وہ گفتگو کر رہا ہے پس اس خط کو پڑھا جو اس کے پہلو میں لکھا تھا کہ یہ تصویر شیرویہ اپنے پرویز کے قاتل کی ہے جس نے چھ ماہ سلطنت کی اس تصویر کے بعد دوسرے بادشاہوں کی تصویریں دیکھیں یہاں تک کہ میری نگاہ مصلیٰ کے بائیں طرف پہنچی تو ایک بادشاہ کی تصویر دیکھی کہ جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ تصویر یزید بن ولید بن عبدالملک کی ہے کہ جس نے اپنے چچا زاد ولید بن یزید بن عبدالملک کو قتل کیا تھا کہ جس کی مدت سلطنت چھ ماہ تھی اتفاق سے یہ دونوں تصویریں منتصر کی بساط کے دائیں بائیں تھیں کہ وہ بھی اپنے باپ کا قاتل تھا۔ میں نے تعجب کیا اور میرے ذہن میں گزرا کہ شاید منتصر کی مدت سلطنت بھی چھ ماہ ہو اور اسی طرح ہوا پس میں وصیف خادم کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ یہ کیسا فرش ہے جو خلیفہ کے لیے بچھاتے ہو اور حکایت شیرویہ اور یزید کی تصویر کی اور ان کی مدت سلطنت کی اس سے نقل کی تو وصیت نے ایوب بن سلیمان خازن فرش کو طلب کیا اور اسے سرزنش کی کہ اس بساط کو کیوں خلیفہ کی جگہ پر بچھایا ہے کہنے لگا خلیفہ نے خود مجھے یہ حکم دیا ہے اور میں نے بھی خلیفہ سے عرض کیا تھا کہ یہ فرش متوکل کی قتل کی رات اس کے نیچے تھا اور وہ خون آلود ہے خلیفہ نے کہا اس کے خون کو دھو کر اسے میری جگہ پر بچھاؤ لہٰذا میں نے مجبوراً اسے دھو کر خلیفہ کی جگہ پر بچھایا ہے۔

پس بغا اور وصیف نے کہا جب خلیفہ اس فرش سے اٹھے اور مجلس سے چلا جائے تو اس کو باہر نکال کر جلا دو جب منتصر اس مجلس سے اٹھا تو ایوب بن سلیمان نے اسے جلا دیا جب منتصر نے اس کا مطالبہ کیا تو اس نے اس کے جلائے جانے کا واقعہ بیان کیا اور منتصر نے کچھ نہ کہا۔ مسعودی نے نقل کیا ہے کہ منتصر اہل بیت رسولؐ آلِ علی علیہم السلام پر مہربان و رؤف و عطوف تھا اور اپنے حالات میں باپ کے برعکس تھا اور آلِ ابو طالب کے ساتھ نیکی و احسان کیا کرتا تھا اور کسی طرح کا ان سے تعرض نہیں رکھتا تھا اور کسی کو اس نے امام حسینؑ کی قبر کی زیارت سے منع نہیں کیا اور حکم دیا کہ فدک اولاد حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کو واپس کر دیں اور آل ابو طالب کے اوقاف واگزار کر دیں اور کوئی شخص شیعیان علیؑ سے معترض نہ ہو اور مدینہ کے علویین اور علویات کے لیے مال و اسباب بھیجے کہ انہیں ان پر تقسیم کیا

جائے، خلاصہ یہ کہ منتصر واسع الاحتمال (صبر وتحمل) راسخ العقل کثیر المعروف راغب در کارسخی وادیب اور پاک دامن تھا اور مکارم اخلاق وزیادہ انصاف اور حسن معاشرت کا ملتزم تھا اور ان تین فضیلتوں میں تمام خلفا سے بازی لے گیا تھا اور عامہ وخاصہ اس کی طرف رغبت رکھتے تھے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنے دونوں بھائیوں معتز اور ابراہیم مؤید کو ولی عہدی سے کہ جس کی متوکل ان کے لیے بعیت لے چکا تھا معزول کر دیا اور اس کے زمانہ میں یمن بازسیج بوازسیج اور موصل میں ابوعمود شاری نے خروج کر دیا اور بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کا معاملہ قوت پکڑ گیا۔منتصر نے ایک لشکر ان سے لڑنے کے لیے بھیجا اور دونوں لشکروں کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں بالاخر شاری کو گرفتار کر کے منتصر کے پاس لے آئے منتصر نے اس سے درگزر کیا اور اس سے عہد و پیمان لیا کہ پھر سرکشی نہیں کرے گا اور جمعرات کے دن ۲۵/ربیع الاول ۲۴۸ھ کو منتصر بیمار ہوا، او جمعرات کے دن ماہ ربیع الثانی میں عصر کے وقت دنیا سے چلا گیا ہے کہ اس کو حجامت کی شاخ میں ڈال کر زہر دیا گیا اس کی مدت خلافت چھ ماہ ہے۔

اسی سال بکر بن محمد ادیب نحومی نے جو مازنی شیبانی کے نام سے مشہور اور امامی مذہب تھا وفات پائی۔وہ بصرہ میں اہل وعلم کا نحو دوادب وعربیت ولغت میں رئیس وسردار تھا۔واثق کے حالات میں اس سے متعلق ایک حکایت گزر چکی ہے جو اس کی شدت ورع وپرہیزگاری کی دلیل ہے۔خدا اس پر رحمت کرے۔اور ۲۴۸ھ ہی میں محرم یا رجب کے مہینہ میں سہل بن محمد بن عثمان جو امام ابوحاتم سجستانی کے نام سے مشہور تھا۔نحوی ولغوی مقری نزیل بصرہ نے بصرہ میں وفات پائی۔کہا گیا ہے کہ وہ عام صالح اور پاک دامن تھا ہر روز ایک دینار صدقہ دیتا تھا اور ہر ہفتہ ایک قرآن ختم کرتا تھا اور عمدہ بات جو اس سے حکایت ہوئی ہے وہ ہے جو سیوطی نے طبقات السخاۃ میں نقل کی ہے کہ ابوحاتم بغداد میں گیا تو اس سے خدا کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا گیا **قوا انفسکم** بچاؤ اپنے نفسوں کو اس سے واحد کے لیے کیا کہیں گے اس نے کہا قِ سائل نے کہا تو دو کے لیے اس نے کہا قیا۔اس نے کہا تین تک جمع کے لیے اس نے کہا قوتو سوال کرنے والے نے کہا۔تینوں کو میرے لیے جمع کر دے اس نے کہا قِ قیا توا اور مسجد کے کونے میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا کہ جس کے پاس کچھ کپڑے تھے اس نے کسی سے کہا کہ میرے کپڑوں کا خیال رکھنا یہاں تک کہ میں واپس آؤں اور وہ پولیس افسر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مجھے زندیقوں کی ایک قوم نظر آئی ہے جو قران کو مرغ کی آواز میں پڑھتے ہیں پس ہمیں معلوم ہی نہ ہوا کہ اچانک اعوان (مددگار حکومت) اور پولیس والے ہم پر آن پڑے پس انہوں نے ہمیں پکڑ لیا اور پولیس افسر کے سامنے پیش کر دیا پس اس نے ہم سے سوال کیا تو میں آگے بڑھا اور اس کو واقعہ بتایا وہاں مخلوق خدا جمع ہو گئی وہ دیکھ رہے تھے کہ کیا ہونا ہے پس اس نے مجھے سختی سے ڈانٹا اور ملامت کی اور کہا کہ تیرے جیسا شخص عوام کے سامنے اس قسم کی باتوں میں زبان کھولتا ہے۔اور ہمارے ساتھیوں کی طرف بڑھا پس انہیں دس دس چابک مارے اور کہا کہ پھر ایسا کام نہ کرنا۔پس بہت جلدی ابوحاتم بصرہ کی طرف واپس آ گیا اور اس نے بغداد میں قیام نہ کیا اور اہل بغداد نے اس سے کچھ حاصل نہ کیا انتھی۔

اور سجستان سیستان کا مغربی علاقہ ہے اور یہ بہت بڑا علاقہ ہے جو ہرات کے جنوب میں واقع ہے اس کی سب زمینیں شوردار اور ریتلی ہیں اس میں ہوائیں کبھی بھی نہیں رکتیں اور سانپ واژدھے بہت ہیں پس اس میں خارپشت ساہی اور کچھوے زیادہ لے

آئے اور اس کی طرف رستم الشدید (پہلوان) منسوب ہے۔

اور ذہبی کی کتاب میزان سے منقول ہے کہ بنی امیہ کے زمانہ میں جب انہوں نے مشرق و مغرب اور مکہ و مدینہ میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر سب کرنے کا اعلان کیا تو اہل سجستان نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے معاہدہ میں شرط لگائی کہ وہ انشاء اللہ یہ کار بدانجام نہیں دیں گے انتھی۔

لیکن خصال میں ایک حدیث ان کی مذمت میں وارد ہوئی ہے جس کا ذکر کرنا ہمارے لیے مناسب نہیں۔

مستعین باللہ احمد بن محمد بن معتصم کی خلافت کا ذکر

پیر کے دن پانچ ربیع الثانی ۲۴۸ھ منتصر باللہ نے جس دن دنیا سے کوچ کیا اس دن اس کا چچازاد بھائی احمد بن محمد بن معتصم جس کا لقب مستعین باللہ ہے اس کی جگہ پر بیٹھا اور احمد بن خصیب وزیر کو اس نے شہر بدر کر دیا پھر اس نے اپنے آپ کو خلافت سے دور کر لیا اور اس کی خلافت کے پہلے سال بغا ترکی کبیر نے وفات پائی اس کی عمر نوے سال تھی اور بہت سی جنگوں میں لوہے کے ہتھیار نہیں پہنتا تھا اور کہتا تھا کہ الاجل جوش اجل آہنی لباس ہے ایک دفعہ اس کو لوگوں نے ملامت کی تو ایک خواب نقل کیا کہ جو جناب رسول خداؐ او رامیر المومنینؑ کی دعا پر مشتمل تھا اس کی طول عمر اور سلامتی از آفات کے متعلق بوجہ اس کے کہ اس نے رسولؐ خدا کی امت کے ایک شخص پر احسان کیا تھا اور بغا آل ابوطالب پر بہت احسان اور نیکی کیا کرتا تھا اور جب اس کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا موسیٰ اس کی جگہ پر بیٹھا اور اپنے باپ کے لشکر کا سردار ہوا۔

نقل ہوا ہے مستعین عورت پسند کثیر الجماع اور اموال میں فضول خرچ تھا اور اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں وصیف اور بغاء صغیر کے ساتھ سامراء سے بغداد منتقل ہو گیا اور محمد بن عبداللہ طاہر کے گھر قیام کیا اور اس کے غلاموں نے سامراء میں اتفاق کر لیا معتز باللہ کی بیعت اور مستعین سے جنگ کرنے پر پس بدھ کے دن گیارہ محرم ۲۵۱ھ انہوں نے معتز کی بیعت کر لی اور معتز خلافت پر مستقر ہو گیا اور اس نے باقی لوگوں سے بیعت لی اور اپنے بھائی موئد کو ولی عہد مقرر کیا پس ابواحمد نے اپنے بھائی کو غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ مستعین سے جنگ کرنے کے لیے بغداد کی طرف بھیجا اور پندرہ صفر ۲۵۱ھ بغدادیوں کے ساتھ جنگ شروع کی یہاں تک کہ معتز کا معاملہ قوی اور مستعین کا ضعیف و کمزور ہو گیا اور محمد بن واثق جو مستعین کے ساتھ تھا معتز کی طرف مائل ہو گیا اور محمد بن عبداللہ بن طاہر نے معتز کو خط لکھا مصالحت کی بات درمیان مین لے آیا کہ وہ مستعین کو خلافت سے ہٹا دیتا ہے پس معتز اور مستعین کے درمیان او رمصالحت کی کچھ شرائط مقرر ہوئیں اور جمعرات کے دن تین محرم ۲۵۲ھ مستعین نے اپنے کو خلافت سے دستبردار کر لیا اور اس کی مدت خلافت خلع و علیحدگی تک تین سال آٹھ ماہ اور اٹھائیس دن تھی اس کے بعد مستعین نے واسط کی طرف سفر کیا اور معتز نے اسے سامراء بلایا اور سامراء میں داخل ہونے سے پہلے سعید حاجب کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور اس کے قتل کا فرمان جاری کیا سعید نے قاطول

میں جو سامراء کے نزدیک ہے مستعین سے ملاقات کی اور اس کو محمل سے کھینچا اور چند تازیانے اسے لگائے اور پھر اس کے سینہ پر بیٹھ گیا اور اس کا سر بدن سے جدا کرلیا اور اس کا بدن راستہ پر پھینک دیا یہاں تک کہ عوام کے ایک گروہ نے اسے دفن کردیا سعید اس کا سر معتز کے پاس لے گیا جب سر اس کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ شطرنج کھیل رہا تھا حکم دیا کہ اسے دفن کردو اور مستعین چھ شوال ۲۵۲ھ میں قتل ہوا اور اس کی عمر پینتیس سال تھی مستعین کی خلافت کے زمانہ میں آل ابو طالب میں سے ایک جماعت نے خروج کیا اور ان میں سے بہت سے مارے گئے۔

قتل ہونے والوں میں سے ایک ابوالحسن یحییٰ بن عمر بن حسین بن زید بن علی بن حسین علیہما السلام تھا کہ جس کی والدہ ام الحسین حسین (حسن خ ل) بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب کی بیٹی تھی اور اس نے خراسان میں متوکل کے زمانہ میں خروج کیا اور اس کو گرفتار کر کے متوکل کے پاس لے آئے اس نے حکم دیا کہ ابوالحسن کو تازیانے لگائے جائیں اور اسے فتح بن خاقان کے قید خانے میں رکھا گیا کچھ مدت قید رہا پھر اس کو انہوں نے رہا کر دیا پھر وہ بغداد کی طرف چلا گیا اور کچھ مدت بغداد میں رہا پھر اس نے کوفہ کی طرف کوچ کیا اور مستعین کے زمانہ میں خروج کیا جب اس نے خروج کا ارادہ کیا تو پہلے امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کیلئے گیا اور زائرین کی ایک جماعت سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا ان میں سے کچھ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے اور شاہی نامی بستی میں آئے وہ یہاں رہا یہاں تک کہ رات ہوئی تو کوفہ کی طرف چل دیئے اس کے اصحاب نے کوفہ کے لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دی اور مسلسل وہ پکار رہے تھے ایھا الناس اجیبوا داعی اللہ اے لوگو اللہ کی طرف بلانے والے کی آواز پر لبیک کہو بہت سی مخلوق اس کی بیعت میں داخل ہوگئی جب دوسرا دن ہوا تو جو کچھ کوفہ کے بیت المال میں تھا یحییٰ نے اس پر قبضہ کرلیا اور اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور ہمیشہ ان کے درمیان عدل و انصاف سے رفتار کرتا تھا کوفہ کے لوگ دل و جان سے اس سے محبت کرتے تھے عبداللہ بن محمود جو حنیفہ کی طرف سے کوفہ میں حاکم تھا اس نے اپنا لشکر جمع کیا اور یحییٰ سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا یحییٰ نے تنہا اس پر حملہ کیا اور اس کے چہرہ پر ضرب لگائی اور اسے اس کے لشکر سمیت شکست دے دی اور یحییٰ مرد قوی و شجاع و دلیر تھا ابوالفرج نے اس کی قوت کے متعلق نقل کیا ہے کہ اس کا ایک بھاری عمود تھا لوہے کا تو جب وہ کسی غلام یا کنیز پر ناراض ہوتا تو وہ اس عمود و ستون کو اس کی گردن میں پیچ دے دیتا اور کوئی اس کو کھول نہیں سکتا تھا جب تک وہ خود نہ کھولتا۔

خلاصہ یہ کہ یحییٰ کے خروج کی خبر شہروں اور بستیوں میں منتشر ہوئی جب یہ خبر بغداد میں پہنچی تو محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اپنے چچازاد حسین بن اسماعیل کو لشکر کے ایک گروہ کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کیلئے بھیجا بغداد کے لوگ مجبوراً اور بددلی کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کیلئے نکلے کیونکہ اہل بغداد باطنی طور پر یحییٰ کی طرف مائل تھے خلاصہ یہ کہ کئی جنگوں اور واقعات کے بعد شاہی بستی میں یحییٰ اور حسین کے لشکر کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں طرف سے جنگ ہونے لگی اور ہیضم جو یحییٰ کے لشکر کا ایک سردار تھا جب جنگ کا تنور گرم تھا بھاگ نکلا تو اس سے یحییٰ کا لشکر دل شکستہ ہو یا اور دشمن کا لشکر قوی دل ہو گیا جب یحییٰ نے ہیضم کا فرار دیکھا تو اس نے قدم جوانمردی کو استوار کیا اور مسلسل جنگ کرنے لگا یہاں تک کہ اسے بہت سے زخم لگے اور بے کار ہو گیا سفیانی آگے بڑھا اور اس نے یحییٰ

کا سر جدا کر دیا اور حسین بن اسماعیل کے پاس لے گیا اور زیادہ زخموں کی وجہ سے جو اس کے چہرہ پر لگے تھے کوئی اسے اچھی طرح پہچان نہ سکتا تھا کوفہ کے لوگوں نے یحییٰ کے قتل کی خبر کو صحیح نہ جانا اور جب حسین کا منادی یحییٰ کے قتل کی ندا دیتا تو وہ اسے گالیاں دیتے مجبوراً حسین نے علی بن محمد صوفی یحییٰ کے مادری بھائی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے درمیان ندا کرے کہ یہ میرے بھائی یحییٰ کا سر ہے کوفہ کے لوگوں نے جب یحییٰ کے قتل کی خبر علی سے سنی تو تصدیق کی پس گریہ و نالہ کی آواز بلند کی اس کے بعد اپنے کام پر چلے گئے پس یحییٰ کا سر بغداد کی طرف محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس لے گئے اس نے وہ سر ایک ٹوکری میں رکھ کر مستعین کے پاس سامراء بھیج دیا دوبارہ سر بغداد میں لے آئے اور اس کو بغداد میں نصب کر دیا بغداد کے لوگ چیخ و پکار کرنے لگے اور اس کے قتل ہونے کا برا منایا چونکہ اندرونی طور پر وہ یحییٰ سے بہت محبت رکھتے تھے اس لیے کہ وہ یحییٰ کا حسن معاشرت کسی کے مال لینے سے پرہیز کرنا اور خون بہانے سے اجتناب اور زیادہ عدل و احسان کرنا آنکھوں سے دیکھ چکے تھے پس ایک جماعت محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس گئی اور اسے فتح و ظفر پر مبارکباد پیش کی اور ابو ہاشم جعفری بھی محمد کے ہاں گیا اور محمد سے کہا اے امیر میں تجھے ایسی چیز کی مبارکباد دینے آیا ہوں کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہوتے تو انہیں تعزیت دی جاتی محمد نے اس کا کوئی جواب نہ دیا پس ابو ہاشم باہر آ گیا اور چند اشعار پڑھے کہ جن میں سے یہ ہیں۔

یابنی طاهر کلوه مرئیا!
ان لحم النبی غیر مری!
ان وتراً یکون طالبه الله
لوتر بالقوت غیر جدی

اے طاہر کی اولاد اسے خوشگواری سے کھاؤ بیشک نبی کا گوشت تو خوشگوار نہیں ہوتا وہ انتقام جس کا طلب گار خدا ہو وہ قوی اور سخت انتقام ہے جس کی جرات نہیں ہو سکتی پس محمد بن عبداللہ نے اسی وقت یحییٰ کی بہن اور اس کے اہل حرم کو خراسان کی طرف جانے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ سر اس گھر والوں کے مقتولین کے ہیں کہ جس گھر میں یہ سر گئے اس سے نعمت خارج ہی ہو جاتی ہے اور دولت و مال ختم ہو جاتا ہے۔

ابوالفراج نے ابن عمار سے حدیث بیان کی ہے کہ جس وقت یحییٰ کے اہل بیتؑ اور اصحاب کے قیدی بغداد میں لا رہے تھے تو انہیں بڑی سختی سے پابرہنہ اور دوڑا کر بلالا یا جا رہا تھا اور جب ان میں سے کوئی زیادہ خستہ ہونے اور تھک جانے کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا تو اس کی گردن اڑا دیتے اور اس زمانہ تک یہ نہیں سنا گیا تھا کہ قیدی کے ساتھ اس طرح کا برا سلوک کرتے ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جن دونوں وہ ابھی بغداد میں تھے مستعین کا خط پہنچا کہ قیدیوں کو قید و بند سے آزاد کر دیا جائے پس محمد بن طاہر نے باقی سب کو تو رہا کر دیا سوائے۔ اسحاق بن جناح کے جو یحییٰ کا پولیس افسر تھا اسے قید میں رکھا یہاں تک کہ قید میں اس کی وفات

ہوگئی پھر محمد بن طاہر ملعون نے حکم دیا کہ اس کا جنازہ بغیر غسل وکفن ونماز جنازہ کے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔پس اسحاق کو قید خانے سے باہر لائے اورانہیں کپڑوں میں جواس کے بدن پر تھے اسے ایک خرابہ میں پھینک دیا اوراس پر ایک دیوار گرادی۔

خلاصہ یہ کہ یحییٰ شریف، ویندار، اچھا زیادہ احسان کرنے والا، رعیت پر عطوف ورؤف ومہربان او آل ابوطالب کا حامی تھا جو کہ اس کے اہل بیت وخاندان والے تھے اور ہمیشہ ان سے نیکی واحسان کیا کرتا تھا اوراس کے بعض ہم عصر نے کہا کہ ہم نے یحییٰ سے زیادہ باورع وپرہیز گار شخص نہیں دیکھا اور جب خروج کرتا تو قسم کھاتا کہ میرا خروج اللہ کے لیے غضبناک ہونے اور نہی از منکر کے لیے ہے اس لیے اس کی شہادت نے خاصہ وعامہ چھوٹے اور بڑے قریب وبعید کے دلوں پر اثر کیا اور بہت سے لوگوں نے اس کا مرثیہ کہا ہے اور اسکی شہادت ۲۵۰ھ کے قریب ہوئی ہے اوران قصائد میں سے جواس کے مرثیہ میں کہے گئے ہیں یہ ہے۔

بکت الخیل شجوھا بعد یحییٰ

وبکاہ المھند المصقول!

وبکاہ العراق شرقا وغربا!

وبکاہ الکتاب والتنزیل!

یحییٰ کی شہادت کے بعد گھوڑے اپنے دکھ درد سے روئے اور یحییٰ پر صیقل شدہ ہندی تلواریں روئیں اس پر عراق کے مشرق ومغرب روئے اور کتاب وتنزیل نے اس پر گریہ کیا اور ایک حسین بن محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسین بن علی ابن الحسین علیہما السلام تھا جو حرون کے لقب سے مشہور تھا جس نے یحییٰ کے زمانہ کے بعد ۲۵۱ھ میں کوفہ میں خروج کیا مستعین نے مزاحم بن خاقان کو عظیم لشکر دے کر اس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا جب عباسیین کوفہ کے نزدیک پہنچے تو حسین دوسرے راستہ سے وہاں سے نکل گیا اور سامراء چلا گیا اور معتز باللہ کی بیعت کر لی اور یہ ان دونوں کا واقعہ ہے کہ جب مستعین بغداد میں تھا اور سامراء کے لوگوں نے معتز کی بیعت کر لی تھی ایک مدت حسین پر اسی طرح گزری دوبارہ اس نے خروج کا ارادہ کیا تو اس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا اور وہ ۲۶۸ھ تک زندان میں رہا معتمد نے اسے رہا کر دیا دوبارہ اس نے کوفہ میں خروج کیا ۲۶۹ھ میں اسے گرفتار کر کے موفق کے پاس لے آئے اس نے حکم دیا کہ حسین کو واسط میں قید کر دیں کچھ مدت زندان میں رہ کر وہ وفات پا گیا موفق نے حکم دیا کہ اس پر نماز جناز پڑھ کر اسے دفن کر دیں۔

ایک محمد جعفر بن حسین بن جعفر بن حسین بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام حسین حرون کا جانشین ہے کہ جس نے حسین کے بعد کوفہ میں خروج کیا ابن طاہر نے تولیت کوفہ کا اسے فریب دیا جب اس پر قابو پالیا تو اس کو گرفتار کر کے سر من رای کی طرف لے گے اور قید کر دیا زندان میں کچھ مدت رہ کر وہیں وفات پائی۔

اور شیخ جلیل مسعودی نے مروج الذھب میں نقل کیا ہے کہ محمد بن جعفر نے ۲۵۰ھ میں ری میں خروج کیا اور لوگوں کو حسن بن زید صاحب طبرستان کی بیعت کی دعوت دی اس کے اور اہل خراسان کے (سیاہ لباس والے) مسودہ کے درمیان بہت سی

جنگیں ہوئیں یہاں تک کہ محمد کو قید کر کے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پس نیشاپور میں لے آئے اور اس کو قید کر دیا گیا یہاں تک کہ وہ وہیں مرگیا انتھی۔

اور ۲۵۰ھ میں طبرستان کے علاقہ میں حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن بن علی علیہما السلام نے خروج کیا اور بہت سی جنگوں کے بعد طبرستان اور جرجان کے علاقہ پر سلطنت حاصل کر لی اور اسی طرح رہا یہانتک کہ ۲۷۰ء میں وفات پائی اور اس کا بھائی محمد بن زید اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور ۲۷۷ھ میں ویلم کی طرف کوچ کیا اور اس جگہ کو اپنے قبضہ میں لے آیا رافع بن ہرثمہ جو اس سے جنگ کرنے آیا ہوا تھا اس نے اس کی بیعت کر لی اور حسن و محمد لوگوں کو رضا آل محمد کی طرف دعوت دیتے تھے اس طرح وہ لوگ جنہوں نے ان کے بعد آل ابوطالب میں سے طبرستان میں حکومت کی ہے مثلاً حسن بن علی حسنی جو اطروش مشہور تھا اس کے بعد حسن بن قاسم حسنی جو داعی کے لقب سے مشہور تھا جو واقعہ تتار میں طبرستان میں قتل ہو گیا۔

اور ۲۵۰ھ ہی میں فضل بن مروان معتصم کے وزیر نے وفات پائی اور وہ چوتھا فضل ہے جو خلفاء کی وزارت میں رہا اور دوسرے تین فضل یہ ہیں فضل بن یحییٰ فضل بن ربیع اور فضل بن سہل کہ جن میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۲۲۱ھ میں معتصم نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا اور تین فضل نامی وزراء اور ان کے بُرے انجام کی طرف اس رقعہ میں اشارہ کیا جو فضل بن مروان کو لکھا۔

تفرغت یافضل بن مروان فاعتبر
فقبلك كان الفضل والفضل والفضل
ثلاثة املاك مضوالسبیلهم
ابادتهم الاقیادو الحبس والقتل!
وانك قد اصبحت فی الناس ظالماً
ستودی كما اؤدی الثلاثة من قبل!

اے فضل بن مروان تو فارغ ہو چکا ہے تو عبرت حاصل کر پس تجھ سے پہلے فضل فضل اور فضل تھے تین صاحب اقتدار تھے جو اپنے راستہ پر چلے گئے کہ جنہیں قید و بند اور قتل نے ہلاک کر دیا اور تو لوگوں میں ظالم ہو گیا تھا۔عنقریب تو بھی ہلاک ہو گا جس طرح تجھ سے پہلے وہ تینوں ہلاک ہو گئے اور مستعین ہی کے زمانہ میں اہل علم و حدیث کی ایک جماعت نے مثلاً عثمان مازنی شیعہ امامی اور محمد رفاعی اور ایوب دراق محمد بن علا ہمدانی نے کوفہ میں اور حسن بن صالح بزاز وغیرہ نے شیوخ محدثین میں سے وفات پائی اور نقل ہوا ہے کہ مستعین نے ۲۴۸ھ میں خزانہ خلافت سے ایک سرخ یاقوت کا نگینہ نکالا جو سابق بادشاہوں سے باقی رہ گیا تھا اور بادشاہ کی حفاظت کیا کرتے تھے اور رشید نے اسے چالیس ہزار اشرفی میں خریدا تھا اس مستعین نے اس پر اپنا نام احمد نقش کیا اور اسے ہاتھ میں پہنا یہ بات لوگوں میں مشہور ہوئی اور اس نگینہ کے خواص میں سے یہ تھا کہ جو کوئی اس پر اپنا نام نقش کرتا وہ قتل ہو جاتا تھا لہٰذا بادشاہ اسے سادہ

طور پر رکھتے تھے اور جو کوئی بادشاہ نادانی سے اپنا نام اس پر کندہ کراتا وہ قتل ہوجاتا تھا اور بعد کا بادشاہ اس تحریر کو مٹا دیتا اور وہ یاقوت اگر رات کے وقت تاریک مکان میں رکھ دیا جاتا تو وہ چراغ کی طرح روشنی دیتا اور رات کے وقت صورتیں نظر آتیں۔اور وہ نگینہ مقتدر کے زمانہ تک رہا پھر اس کا نام ونشان مخفی ہوگیا واللہ العالم۔

معتز باللہ بن متوکل کی خلافت کا ذکر

جمعرات کے دن تین محرم ۲۵۲ھ کو جب مستعین خلافت سے دستبردار ہوگیا تو اس کا چچازاد زبیر (محمد) بن جعفر متوکل جس کا لقب معتز باللہ تھا اس کی جگہ پر بیٹھا اور پیر کے دن ۲۷ ررجب ۲۵۵ھ معتز نے اپنے آپ کو خلافت سے الگ کرلیا اور چھ دن کے بعد قتل ہوگیا اس کی مدت خلافت چار سال چھ ماہ اور چند دن تھی اور مستعین کے معزول ہونے کے وقت سے اور اہل بغداد کے اس کی بیعت کرنے کے بعد اس کی خلافت کی مدت تین سال اور سات ماہ تھی اور اس کی عمر چوبیس سال تھی اس کی خلافت کے زمانہ میں حضرت ابوالحسن ہادی امام علی نقی علیہ السّلام کی شہادت پیر کے دن جب کہ جمادی الثانی کے چار دن باقی تھے ۲۵۴ھ میں واقع ہوئی اور جس وقت حضرت کا جنازہ لیے جارہے تھے تو سنا گیا کہ ایک کنیز کہہ رہی ہے۔ ما ذا القینا فی یوم الاثنین قدیما وحدیثا یعنی ہم نے پیر کے دن کیسی نحوست جھیلی قدیم ایام سے لے کر اس زمانہ تک اور اس کلمہ سے اشارہ ہے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دن کی طرف الی آخر پس حضرت کو ان کے اپنے ہی مکان میں سامراء میں دفن کیا گیا اور آپؑ کی شہادت زہر کی وجہ سے ہوئی آپ کے حالات کی تفصیل منتہی میں ہوچکی ہے اور شیخ جلیل علی بن حسین مسعودی نے مروج الذہب میں فرمایا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی۔

محمد بن فرح نے جرجان شہر کے مشہور محلہ غسان میں وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابودعامہ نے وہ کہتا ہے کہ میں خدمت حضرت علی بن محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السّلام میں آپؑ کی عیادت کے لیے شرفیاب ہوا اس بیماری میں کہ جس میں آپؑ کی شہادت ہوئی جب میں نے چاہا کہ آپؑ کی خدمت سے واپس جاؤں تو آپؑ نے فرمایا اے ابودعامہ تیرا حق مجھ پر لازم ہوگیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے ایسی حدیث بیان کروں کہ جس سے تو خوش ہو میں نے عرض کیا میں بہت شائق اور محتاج ہوں اس کا فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ محمدؑ بن علیؑ نے اپنے والد علی بن موسیٰ سے انہوں نے اپنے والد موسیٰؑ بن جعفرؑ سے انہوں نے اپنے والد جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے والد محمدؑ بن علیؑ سے انہوں نے اپنے والد علی بن الحسینؑ سے انہوں نے اپنے والد علی بن ابی طالبؑ سے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر مجھ سے فرمایا اس کو لکھ لو میں نے عرض کیا کیا لکھوں فرمایا لکھو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم الایمان ماوقرته القلوب وصدقة الاعمال والاسلام ماجری به اللسان وحلت به المناکحة سہارا اللہ کے نام کا جو رحمن ورحیم ہے۔ایمان وہ ہے جس کو دل جگہ دے دیں اور اعمال اس کی تصدیق کریں اور اسلام وہ

ہے جوزبان پر جاری اور جس سے آپس میں نکاح کرنا حلال ہوا ابودعامہ کہتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کونسی چیز زیادہ اچھی ہے یہ حدیث یا اس کی سند فرمایا یہ حدیث ایک صحیفہ میں جو علیؑ بن ابی طالبؑ کے خط وتحریر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھوانے سے ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو میراث میں ملا ہے اور معتز ہی کے زمانہ میں ۲۵۳ھ پندرہ ذیقعدہ کو محمد بن عبداللہ بن طاہر نے دنیا سے رختِ سفر باندھا اور یہ وصیت کے قتل کے تیرہ دن بعد کا واقعہ ہے اور محمد شخص ادیب و فصیح اور زیادہ حافظہ رکھنے والا اور جود وعطا میں مشہور تھا۔

معتز نے اپنی خلافت کے زمانہ میں موید اور ابواحمد کو قید کردیا کیونکہ اس نے سنا کہ موید اس کی سلطنت کے زوال کی کوشش میں لگا ہوا ہے اور موید کو اس نے سو کوڑے لگائے یہاں تک کہ اس نے اپنے آپ کو ولیعہدی سے معزول کیا پھر اسے دوبارہ قید میں ڈال دیا یہاں تک کہ اس نے سنا کہ ترکوں کی ایک جماعت اس مقصد میں لگی ہوئی ہے کہ موید کو قید سے نکال لے جائے تو حکم دیا کہ اسے قتل کردیں پس اس کو زہر آلود لحاف میں لپیٹ کر اس کے دونو طرف بند کردیئے یہاں تک کہ اس نے لحاف میں ہی جان دے دی پس جمعرات کے دن ۲۳/رجب ۲۵۴ھ اس کا جنازہ قید خانے سے باہر لے آئے۔ اور فقہاء اور قاضیوں کو جمع کیا تاکہ وہ دیکھیں کہ اس میں کوئی اجر کسی چیز کا نہیں ہے پس معتز نے اپنے سگے بھائی اسماعیل کو مؤید کی جگہ ولی عہد مقرر کیا اور ۲۵۲ھ میں فتنہ کی ابتداء بلالیہ اور سعدیہ کے درمیان بصرہ میں ہوئی اس کا نتیجہ صاحب زنج کا ظہور ہوا اور معتز کے زمانہ میں آلِ ابوطالب کی ایک جماعت نے وفات پائی۔

جن میں سے حسن بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ محض اپنے بھائی اسماعیل کے واقعہ میں اہلِ مکہ کے ساتھ مارا گیا اور اسی واقعہ میں جعفر بن عیسیٰ جعفری احمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن داؤد حسنی کے ساتھ مارا گیا۔

اور معتز کے زمانہ ہی میں علی بن موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر علیہم السّلام کورَی میں گرفتار کرکے قید خانے میں ڈال دیا اور وہ قید میں رہ کر ہی رہ کر مرگیا اور نیز سعید حاجب مدینہ سے موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسین بن حسن بن علیؑ کو اس کے بیٹے ادریس کے ساتھ گرفتار کرکے سرمن رای میں لے آیا جب زبالہ کے علاقہ میں پہنچے تو قبیلہ فزارہ وغیرہ کی ایک جماعت موسیٰ و ادریس کو چھڑوانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی سعید نے موسیٰ کو زہر دے دیا اور وہ فوت ہوگیا اور اس کے بیٹے کو رہائی مل گئی موسیٰ زاہد و عابد شخص تھا اور معتز ہی کے زمانہ میں عیسیٰ بن اسماعیل جعفری کو ابوالساج گرفتار کرکے کوفہ لے آیا۔ اور قید میں ڈال دیا یہاں تک کہ اس کی وفات ہوگئی اور ۲۵۴ھ میں بغاء صغیر نے سامراء سے موصل کی طرف حرکت کی جس وقت وہ سامراء کے پل پر پہنچا تو مغاربہ کی ایک جماعت نے اسے قتل کردیا اور اس کا سر بغداد کی طرف لے آئے اور پل کے اوپر اسے نصب کردیا معتز کو بغاء سے بڑا خوف اور دہشت عظیم تھی اور اس کے خوف سے رات دن ہتھیار لگائے رہتا تھا اور کہتا تھا اسی حالت میں رہوں گا جب تک مجھے معلوم نہ ہو کہ میرا سر بغاء کے لیے ہے یا بغاء کا سر میرے لیے جب بغاء مارا گیا تو ترکوں کے طائفہ نے دیکھا کہ معتز ہمیشہ ترکوں کے سرکردہ افراد کو قتل کرنے کی تدبیر کرتا ہے اور ان کی تباہی کے درپے ہے اور مغاربہ وفراعنہ کو ان پر مسلط کرنا چاہتا ہے تو ان سب نے معتز کو حکومت سے معزول

کرنے پر اتفاق کر لیا پس مبعث کے دن ۲۵۵ھ کو انہوں نے معتز کو گھیرے میں لے لیا اور بہت سی توبیخ وسرزنش اس کے افعال وکردار پر کی اور اس سے اموال کا مطالبہ کیا اور اس کام کا مدیرہ سرکردہ صالح بن وصیف ترکوں کے سپہ سالاروں کے ساتھ تھا۔

ومیری کہتا ہے کہ صالح کے حکم سے وہ معتز کے حجرے میں گھس گئے اور اسے پکڑ کر کھینچ کر باہر لے آئے اور اسے سخت دھوپ میں کھڑا کر دیا اور زمین کی حرارت کی وجہ سے کبھی معتز ایک پاؤں کا سہارا لیتا تھا اور جب وہ پاؤں گرم ہو جاتا اس کو اٹھا کر دوسرا رکھ لیتا اور وہ بار باراس کو طمانچے مارتے اور کہتے تھے کہ اپنے آپ کو خلافت سے معزول کر و وہ انکار کرتا اور اس نے اپنے ہاتھ کو چہرہ کی سپر بنایا ہوا تھا یہاں تک کہ ناچار ہو گیا ور اپنے کو خلافت سے معزول کیا پس صالح نے تین دن تک کھانے پینے سے اسے ممنوع رکھا پھر اسے ایک تہہ خانہ میں داخل کر کے اس کا دروازہ بند کر دیا یہاں تک کہ وہ اس میں ہلاک ہو گیا۔

اور قول ہے کہ اسے گرم پانی سے حقنہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور کچھ کہتے ہیں کہ معتز کے خلافت سے معزول ہونے کے پانچ دن بعد اس کو ایک حمام میں لے گئے اور اس کو پانی نہ دیا یہاں تک کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا پس شوردا پانی یا برف کا پانی اس کے لیے لے آئے وہ پیتے ہی مر گیا پس اس کی وفات دوشعبان ۲۵۵ھ میں واقع ہوئی واللہ العالم۔

مھتدی باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

ایک دن ماہ رجب کا تھا کہ ۲۵۵ھ مھتدی باللہ محمد (جعفر خ ل) بن ہرون واثق بن معتصم بساط خلافت پر بیٹھا اور جب خلافت پر مستقر ہو گیا تو اس نے زہد وتقویٰ کا طریقہ اختیار کیا اور لہو ولعب کی چیزوں کو اپنے سے اور کر دیا دور بری چیزوں کو بدل دیا اور عدل وانصاف رعیت کے درمیان ظاہر کیا اس نے حکم دیا کہ گانے بجانے والی عورتوں کو شہر بدر کر دیں اور کتے اور درندے دور کر دیئے اور ایک گنبد تعمیر کیا جس کے چار دازے تھے اور ہمیشہ اس گنبد میں (رفع) مظالم اور عام وخاص لوگوں کی فریادرسی کرتا اور ہر جمعہ کو مسجد جامع میں جاتا اور خطبہ پڑھتا لوگوں کو نماز پڑھاتا اور کہتا مجھے شرم آتی ہے کہ بنی عباس کے درمیان بنی امیہ کے عمر بن عبدالعزیز جیسا شخص نہ ہوا علماء وفقہا کی اس کے ہاں بڑی قدرومنزلت تھی اور ان سے بڑی نیکی واحسان کرتا تھا اور اس کے حکم سے سونے اور چاندی کے برتن توڑ دیئے گئے اور ان کے درہم ودینار بنا دیئے وہ تصویریں جو خلفاء نے اپنی مجالس میں نقش کر رکھی تھیں اس نے حکم دیا کہ انہیں مٹا دیا جائے اور ایسے فرش وفروش کہ شریعت مقدسہ نے جنہیں مباح نہیں قرار دیا وہ اٹھوا دیئے اور اس کے اخراجات اور دسترخوان کے لیے اس نے ہر دن کے سو درہم مقرر کئے حالانکہ اس سے سابق خلفاء دس ہزار درہم خرچ کرتے تھے اور فدک کا علاقہ جناب سیدہ فاطمہ کی اولاد کو واپس کر دیا وہ رات کو عبادت کرتا اور دن کو روزے رکھتا تھا اور کہا گیا ہے کہ اس کا ایک پشم کا جبہ تھا کہ جسے وہ راتوں کو پہن لیتا اور گلے میں طوق ڈال کر عبادت کے لیے کھڑا ہو جاتا اور حضرت امیر المومنینؑ کے جو کلمات نوف بکالی روایت کرتا تھا مھتدی نے اپنے ہاتھ سے لکھ لیے تھے اور رات کو وہ کلمات پڑھتا اور روتا رہتا اور ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ حضرت امیر

المومنینؑ کا ایک کمرہ تھا اس کو بیت القصص کہتے تھے لوگ عرضیاں لکھتے اور اس میں پھینک دیتے تھے تا کہ امیر المومنینؑ انہیں دیکھیں اور ان کے جواب دیں اور جس شخص نے اس کام میں آپ کی اقتداء کی وہ مہتدی باللہ تھا خلاصہ یہ کہ جب مہتدی نے سابق خلفاء کے طریقہ کے خلاف رفتار کی تو اس کی عدالت امراء و فوج و سپاہ پر جو اس کے طریقہ کے برعکس تربیت پائے ہوئے تھے گراں گزری لہٰذا انہوں نے اس کو ہٹانے کی تدبیر کی یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا اور اس کے قتل کی کیفیت کے ذکر کا یہ مقام مقتضی نہیں ہے جس وقت اس کو گھیرے ہوئے تھے اور اس کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے تو اس کو سرزنش کرتے تھے کہ یہ کیسی سیرت ہے کہ لوگوں کو جس پر تو آمادہ کرتا ہے وہ کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اہل بیتؑ اور خلفاء راشدین کی سیرت پر چلوں وہ کہنے لگے یہ سیرت کہ جس کو رسولؐ خدا نے اختیار کیا ہوا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ آپؐ کے زمانہ میں اصحاب اور ایسے لوگ تھے جو دنیا سے پرہیز اور آخرت کی طرف رغبت رکھتے تھے تیرے زمانہ کے لوگوں کی طرح نہیں تھے کہ جس میں ترکی جرزی اور اس قسم کے لوگ ہیں جو امر آخرت میں سے کسی چیز کو نہیں جانتے اور ان کا مقصد یہی جلدی ملنے والی دنیا ہے پس وہ اس سیرت پر کیسے صبر کر سکتے ہیں۔

اس قسم کے کلمات کے ساتھ ان کے درمیان باتیں ہوئیں بالآخر ان لوگوں نے خنجر نکال لیے اور اس پر لگانے لگے اور بابکیال کے چچازاد نے اس غصہ کی وجہ سے جو اسے مہتدی سے تھا اس کی گردن کی رگوں پر خنجر مارا کہ جس سے خون جوش مار کر نکلنے لگا پس اس نے اپنا منہ خون پر رکھ کر اس کو پینا شروع کیا اور سارا خون وہ پی گیا یہاں تک کہ اس کا شکم پر ہو گیا پھر اس سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آج میں مہتدی کے خون سے سیراب ہوا ہوں جس طرح آج میں شراب سے پر تھا اور جب مہتدی مارا گیا تو پھر وہ پشیمان ہوئے اور اس کی عبادت کی وجہ سے گریہ و زاری کرنے لگے یہ واقعہ منگل کے دن سولہ رجب ۲۵۶ھ میں واقع ہوا اور دوسرے طریقہ پر بھی اس کا قتل ہونا منقول ہے لیکن ایک روایت میں ہے کہ اس کے قتل کا سبب یہ تھا کہ اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو قید کر رکھا تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ حضرتؑ کو شہید کر دے خداوند عالم نے اس کی عمر کو منقطع کر دیا اور ترکوں کے گروہ نے دوسرے لوگوں کے تعاون سے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا کیونکہ وہ معتزلہ اور قدریہ کے نظریات کی طرف مائل تھا جیسا کہ اثبات الوصیۃ اور بحار میں مہج سے منقول ہے اس حدیث کے آخر میں ہے کہ مہتدی نے پختہ ارادہ کر لیا تھا ابو محمد صلوٰت اللہ علیہ (امام حسن عسکری) کے شہید کرنے کا پس خدا نے اسے اپنے آپ میں مشغول کر دیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا اور اللہ کے دردناک عذاب کی طرف چلا گیا۔

مہتدی کے زمانہ میں جب کہ ماہ رمضان کے آخری تین دن رہتے تھے ۲۵۵ھ میں صاحب زنج نے بصرہ میں خروج کر دیا اور وہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام ہے اور ایک گروہ اس کو آل ابوطالب کہتا تھا اور اصل میں وہ ری کے علاقہ کی ایک بستی کا رہنے والا تھا اور خوارج کے مذہب ازارقہ کی طرف میلان رکھتا تھا اور تمام گناہوں کو شرک سمجھتا تھا اس کے انصار و اصحاب زنجی تھے۔

اور ۲۵۵ھ میں عمرو بن بحر بصری نے جو جاحظ لقب سے مشہور تھا بصرہ میں وفات پائی اور وہ ابراہیم بن بسار نظام کا غلام اور شاگرد (تھا) اس نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں وہ ناصبیت کی طرف مائل تھا اور عثمانی مذہب کا تھا اور کتاب عثمانیہ اس کی تالیف

ہے اور ابوجعفر اسکانی معتزلی نے جو جاحظ کا ہمعصر تھا اور شیخ مفید اور سید احمد بن طاؤس میں سے ہر ایک نے اس کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے جیسا کہ اسکانی کے سالِ وفات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور جاحظ کی عثمانیہ کے علاوہ بھی تالیفات ہیں ان مین سے ایک وہ رسالہ ہے کہ جس میں اس نے امیر المومنین صلوٰت اللہ علیہ کے کلمات جمع کئے ہیں اور ان میں سے ایک کتاب حیوان ہے۔

دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں بیان کیا ہے کہ جاحظ کی تالیفات میں بہترین کتاب الحیوان ہے اور میں نے اس سے بہت کچھ نقل کیا ہے اور اس کتاب سے جو چیزیں نقل کی ہے ایک یہ ہے کہ تقسیم رزق کے سلسلہ میں عجیب وغریب چیز یہ ہے کہ بھیڑیا لومڑی کو شکار کرنے کے کھاتا ہے اور لومڑی خار پشت کو شکار کر کے کھاتی ہے اور خار پشت سانپ کو شکار کر کے کھاتا ہے اور سانپ چڑیا کو شکار کر کے کھاتا ہے اور چڑیا ٹڈی کو شکار کر کے کھاتی ہے۔اور ٹڈی زنبور کے بچے تلاش کر کے انہیں کھاتی ہے اور زنبور (بھڑ) شہد کی مکھی کو شکار کر کے کھاتا ہے اور شہد کی مکھی عام مکھیوں کو شکار کر کے کھاتی ہے اور مکھی مچھر کو شکار کر کے کھاتی ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ جاحظ بدشکل تھا کیونکہ اس کی دونوں آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں اور منقول ہے کہ متوکل نے اسے اپنی اولاد کی تعلیم وتادیب کے لیے بلایا پس جب اسے اس کا منظر قبیح نظر آیا تو اس کو جائزہ وانعام دے کر واپس بھیج دیا۔

ہمارے شیخ بہائی'' کے کشکول سے منقول ہے شیخ نے فرمایا کہ جاحظ انتہائی بدشکل تھا یہاں تک کہ شاعر نے کہا ہے۔

لویمسخ الخنزیر مسخاً ثانیاً
ماکان دون قبیح الجاحظ

''اگر خنزیر دوبارہ مسخ ہو تو جاحظ کی بدصورتی سے کم ہوگا۔''

ایک دن وہ اپنے شاگردوں سے کہنے لگا مجھے اتنا کسی نے شرمسار نہیں کیا جتنا مجھے ایک عورت نے خجالت دلائی وہ مجھے ایک تصویر بنانے والے کے دروازہ پر لے گئی پس کہنے لگی اس شیطان کی طرح پس میں اس کی گفتگو سے حیران وپریشان ہو گیا جب وہ چلی گئی تو میں نے تصویر بنانے والے سے پوچھا تو وہ کہنے لگا اس نے مجھے ایک کام پر لگایا ہے کہ میں اس کے لیے ایک جن کی اور ایک قول ہے کہ شیطان کی تصویر بنا دوں تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس کی شکل وصورت کیسی ہے تو وہ تجھے لے کر آئی ہے۔انتہی۔

اور جاحظ جیسے بدصورتی میں کئی لوگ ہیں لیکن شکل وصورت یہاں ذکر کرنا مقصود نہیں (کیونکہ) اکثر صاحبِ کمال کے ہاں مال وجمال کی کمی ہوتی ہے اور یہ خدا کی لطیف حکمت ہے۔

جاحظ کی عمر بڑی لمبی تھی اور آخر عمر میں اس کو فالج ہو گیا تھا اور اس کے آدھے دائیں حصے پر صندل وکافور کی مالش اس کی زیادہ گرمی کی وجہ سے ہوتی تھی اور بائیں آدھے حصہ کی یہ کیفیت تھی کہ اگر اس کی قینچیوں سے کاٹا جاتا تو اس کے زیادہ ٹھنڈے ہونے کی وجہ سے اسے محسوس تک نہ ہوتا اور وہ اپنی بیماری کے زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ میرے جسم پر ضدوں نے صلح کر لی ہے اگر کوئی ٹھنڈی چیز کھاتا ہوں تو وہ میرا پاؤں پکڑ لیتی ہے اور اگر گرم چیز کھاتا ہوں تو وہ میرا سر پکڑ لیتی ہے اور وہ کہا کرتا کہ میری بائیں طرف مفلوج ہے

اگراس کو قینچیوں سے کاٹا جائے تو مجھے کچھ معلوم نہیں ہوتا اور میری دائیں طرف اتنی مضبوط ہے کہ اگر وہاں سے مکھی بھی گزر جائے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے اور مجھے پتھری ہے کہ جس کی وجہ سے پیشاب نہیں آتا اور سب سے زیادہ سخت مجھ پر چھیانواں سال ہے وہ بصرہ میں ۲۵۵ھ میں مرا۔

اور معتز اور مھتدی کے زمانہ میں آل ابو طالب میں سے ایک جماعت نے خروج کیا ان میں سے ایک علی بن زید بن حسین بن عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام ہے اس کی والدہ اولاد عقیل میں سے تھی اس نے کوفہ میں خروج کیا عوام واعراب کوفہ نے اس کی بیعت کر لی مھتدی نے شاہ بن میکال کو عظیم لشکر دے کر اس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا جب یہ خبر علی کے لشکر کو پہنچی تو وہ وحشت میں پڑ گیا چونکہ ان کی تعداد دو سو تھی علی نے جب ان کی وحشت و دہشت کو دیکھا تو کہنے لگا اے لوگو یہ لشکر میرا متلاشی ہے اسے میرے علاوہ کسی سے کوئی سروکار نہیں میں اپنی بیعت تمہاری گردن سے اٹھالیتا ہوں اپنے کام پر جاؤ اور مجھے ان پر چھوڑ دو وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے جب شاہ بن میکال کا لشکر آیا تو پھر علی کے لشکر پر گھبراہٹ طاری ہوگئی علی کہنے لگا لوگو اپنی جگہ کھڑے رہو اور میری شجاعت کا تماشا دیکھ پس اس نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور اپنا گھوڑا اس عظیم لشکر میں دوڑا دیا اور ان پر دائیں بائیں طرف تلوار چلائیں یہاں تک کہ لشکر کے درمیان سے گزر کر باہر نکل گیا اور ایک ٹیلہ پر چڑھ گیا دوبارہ ان کے پیچھے سے آ کر حملہ کیا لشکر خوف کے مارے اس کو راستہ دے دیتا یہاں تک کہ وہ اپنی پہلی جگہ پر لوٹ آیا اور دو تین مرتبہ یونہی حملہ کیا اس کے لشکر کے دل قوی ہو گئے اور انہوں نے شاہ میکال کے لشکر پر حملہ کر دیا شاہ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور علی بن زید کو فتح نصیب ہوئی وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ معتمد کے زمانہ میں بصرہ میں ماجم نے اسے طاہر بن محمد علوی ورطاہر بن احمد حسنی کے ساتھ قتل کر دیا اور انہیں دنوں موسی بن بغا نے ہمدان سے ایک لشکر کو کسی کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور اس واقعہ میں حسین بن محمد بن حمزہ بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن مجتبیٰ علیہ السلام مارا گیا۔

انہی دنوں میں حارث بن اسد نے محمد بن حسن بن محمد بن ابراہیم بن حسن بن زید بن حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو بیڑیاں لگا کر قید کر کے مدینہ بھیجا اور مقام حضراء میں محمد کی وفات ہوئی حارث نے اس کے پاؤں کاٹ کر بیڑیاں نکالیں اور اس زمانہ میں ہی سعید حاجب نے بصرہ میں جعفر بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو قتل کر دیا۔

اور سعید حاجب نے ہی موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسین بن زید بن حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو جو مرد صالح اور رواۃ احادیث میں سے تھا اس کے بیٹے اور ادریس بن موسیٰ اور بھتیجے محمد بن یحییٰ ابو طاہر احمد بن زید بن حسین بن عیسیٰ بن زید بن علی ابن الحسین علیہما السلام کے ساتھ عراق کی طرف لے آیا نبی فزارہ کی ایک جماعت نے سعید پر حملہ کر دیا اور اس گروہ کو سعید شقی کے ہاتھ سے لے کر رہائی دلائی سوائے موسیٰ کے کہ اس نے بھاگنے سے انکار کیا لہٰذا وہ سعید کے ساتھ رہا سعید نے اسے مقام زبالہ میں ماہ محرم ۲۵۶ھ میں زہر دے کر قتل کر دیا اور اس کا سر مھتدی کے پاس بھیجا اسی زمانہ میں عبداللہ بن عزیز نے علی بن عبدالرحمن بن قاسم حسنی کو محمد بن عبداللہ جعفری کے ساتھ ری کے قریب قتل کر دیا اور عبداللہ بن عزیز ہی نے محمد بن حسین حسنی کو

علی بن موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفری کے ساتھ ری کے قریب قتل کر دیا اور عبداللہ بن عزیز ہی نے محمد بن حسین حسنی کو علی بن موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کے ساتھ قید کیا اور سرمن رای میں لے گیا اور دونوں کو قید کر دیا یہاں تک کہ وہ قید میں مر گئے۔

اور اسی زمانہ میں محمد بن احمد بن عیسی المنصور متھدی کے عامل مدینہ نے ابراہم بن موسی بن عبداللہ حسنی کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا یہاں تک کہ قید میں اس کی وفات ہوئی اور بقیع میں دفن ہوا۔اور عیسیٰ بن محمد مخزومی نے علی بن موسیٰ بن حسینی کو بھی مکہ میں قید کر دیا یہاں تک کہ قید خانے میں اس کی وفات ہوگئی اور موسیٰ بن اسماعیل جعفری کو خلیفہ ابوالساج نے پکڑ لیا اور کوفہ لے گیا اور اس نے کوفہ میں جان دے دی۔

معتمد علی اللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جب متھدی دنیا سے چل بسا تو اس کا چچازاد احمد بن جعفر متوکل اس کی جگہ پر بیٹھا اور اس کی خلافت کا زمانہ ابتداء ماہ رجب ۲۵۶ھ علی تھا اور ماہ رجب ۲۷۹ھ میں ہی وہ دنیا سے بھی گیا اور اس کی مدت خلافت نے تیس سال طول کھینچا اور اس کی عمر اڑتالیس سال تھی وہ بغداد میں دفن ہوا اس کی خلافت کے پہلے سال ۲۵۶ھ عید فطر کے دن محمد بن اسماعیل بخاری مشہور صحیح بخاری کے مولف نے وفات پائی اور بخاری کی ایک مشہور حکایت ہے کہ جب وہ بغداد میں وارد ہوا اور اہل حدیث اس کے پاس جمع ہوئے اور اس پر الٹی روایات پیش کیں اور اس سے یہ حکایت بھی ہوئی ہے کہ اس نے کہا میں نے اپنی کتاب صحیح میں کوئی حدیث نہیں لکھی جب تک میں نے پہلے غسل اور دو رکعت نفل نماز نہیں پڑھ لی اور یہ بھی اس نے کہا کہ میں نے اپنی کتاب صحیح سولہ سال کے عرصہ میں تصنیف کی ہے اور اس کو میں نے چھ لاکھ احادیث میں سے نکالا ہے اور اس کو اپنے اور خدا کے درمیان حجت و دلیل قرار دیا ہے اور ابن تیمیہ حرانی نے منہاج السنۃ میں کہا ہے کہ بخاری نے احتیاط کی ہے اور اس نے اپنی صحیح میں حضرت صادقؑ سے احادیث نقل نہیں کی کیونکہ اسے آپ کی بعض احادیث کے متعلق شک وریب حاصل ہوا تھا۔

تعجب ہے بخاری سے کہ اس نے کیوں احتیاط کی رعایت نہیں کی کہ خوارج ونواصب سے نقل روایت میں حالانکہ ان میں سے بارہ سو افراد سے اس نے روایت کی ہے (ابن بیع وغیرہ کی تصریح کے مطابق) کہ جن میں سے ایک عمران بن حطان سدوسی ابن ملجم کا مدح خوان ہے اور اس مقام کی شرح طویل ہے اور ہم نے فیض الغدیر اور شرح وجیزہ میں جو کچھ اس مقام کے مناسب ہے اس کو بیان کیا ہے اور اس مقام میں بعض کلمات کی بھی گنجائش نہیں۔

اور ۲۵۶ھ ہی میں زبیر بن بکر بن بکار نے وفات پائی اور زبیر بن بکار کی نسبت زبیر بن عوام قریشی تک پہنچتی ہے وہ مکہ کا قاضی تھا اور اسے قریش کے نسب نامہ پر پورا عبور تھا اس کی تالیفات میں سے کتاب النساب قریش ہے۔

اور ۲۵۷ھ ۱۷ شوال میں صاحب زنج بصرہ میں داخل ہوا اور بصرہ کے لوگوں کو اس نے قتل کیا اور لوگوں کے گھر مسجد جامع سمیت جلا دیئے اور عباس بن فرج بھی جو ریاشی کے لقب سے مشہور نحوی ولغوی ہے مسجد جامع میں تھا اور نماز فحیٰ (سینوں کے نزدیک چاشت کے وقت یہ نماز چار، آٹھ یا بارہ رکعت پڑھی جاتی ہے اور یہ نماز تراویح کی بہن ہے، پڑھ رہا تھا اسے اس واقعہ میں قتل کر دیا گیا۔

اور ربیع الاول کے ابتدائی دنوں ۲۵۸ھ میں معتمد نے اپنے بھائی موفق کو مفلح کے ساتھ بصرہ صاحب زنج سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور اس واقعہ میں مفلح مارا گیا اور اس کا جنازہ سامراء میں اٹھا لائے اور موفق بھی جنگ سے دستبردار ہو گیا اسی سال یحییٰ بن معاذ رازی واعظ نے جو طریقت والوں کے سرکردہ افراد میں سے ایک اور جنید بغدادی کا معاصر ہے نیشاپور میں وفات پائی اور ۲۵۹ھ میں طاہریوں کی حکومت ختم ہوئی اور صفاریوں کی حکومت کی ابتداء ہوئی اور صفاریوں میں سے چند افراد نے حکومت کی جن میں سے لایعقوب نامی اور ۲۶۰ھ میں حضرت ابو محمد امام حسن بن علی عسکری صلوٰت اللہ علیہ والد بزرگوار حضرت مہدی منتظر وامام ثانی عشر صلوات اللہ علیہ وعجل اللہ فرجہ کی شہادت ہوئی۔

اور اسی سال ثقہ جلیل القدر رئیس الطائفہ فضل بن شاذان نیشاپوری نے وفات پائی اور اس شیخ جلیل الشان کے فضائل بہت ہیں اور ایک سو اسی کتاب ان کی تصنیف ہیں اور حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام نے تین مرتبہ ان پر رحمت کی دعا کی ہے۔

اور ۲۶۰ھ ہی میں احمد بن ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ مبارک یزیدی عالم وادیب نحوی ولغوی نے وفات پائی اور یزیدیوں کا اہل علم وادب کا ایک سلسلہ ہے کہ جن میں سے یحییٰ بن مبارک ہے جو اس نسبت کے ساتھ مشہور ہوا کیونکہ ابتداء میں وہ یزید بن منصور حمیری کی اولاد کا مربی واستاد تھا جو یزید کوفہ سے لے کر بصرہ تک کا والی تھا اگرچہ بعد میں یحییٰ رشید کا خدمت گزار بنا اور اس کے بیٹے ماموں کا مربی قرار پایا اور انہیں میں سے ہے اس کا پوتا فاضل نبیل علامہ محمد بن عباس بن محمد بن یحییٰ مذکور اور ان میں سے ہے ابراہیم بن یحییٰ ابواسحاق نحوی جو صاحب تصنیفات ہے اور اس کے متعلق حکایت ہوئی ہے کہ وہ ایک دن مامون کے دربار میں تھا اور اس کے پاس یحییٰ بن اکثم قاضی بھی تھا اور اس نے شراب پینے کا ارادہ کیا تو یحییٰ نے اس سے مزاح کرتے ہوئے کہا کہ کیا ہو گیا ہے معلمین کو کہ وہ لڑکوں سے لواطت کرتے ہیں پس ابراہیم نے سر اٹھا کر دیکھا تو مامون یحییٰ کو اس سے مزاح کرنے اور چھیڑنے پر ابھار رہا تھا تو ابراہیم کو غصہ آ گیا اور کہا کہ امیر المومنین اللہ کی ساری مخلوق میں سے اس چیز کو بہتر جانتے ہیں کیونکہ میرے باپ نے انہیں علم وادب کی تعلیم دی ہے پس مامون غصہ کی حالت میں دربار سے اٹھ گیا اور لہو ولعب کی چیزیں اٹھالی گئیں پس یحییٰ ابراہیم کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ تجھ سے کیا سخت بات نکلی ہے میں سمجھتا ہوں اے آل یزید یہ کلمہ تمہاری تباہی کا سبب بن جائے گا ابراہیم کہتا ہے میرا نشہ ہرن ہو گیا اور میں نے مامون کو لکھا اذا انا المذنب میں گناہگار ہوں آخر اشعار تک جن میں اس نے اظہار ندامت کیا اور مامون کا جواب معافی کا آیا۔

اور یہاں ایک کلام ہے کہ جس کی صاحب روضات نے ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ جس کا ذکر گزر چکا ہے اس کے حالات کے ضمن

میں وارد کیا ہے بعد اس کے کہ اس کا وہ شعر لکھا ہے جو معجم حروف کا جامع ہے کہتا ہے کہ یہ کوئی عجیب بات نہیں بلکہ بہت زیادہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ جس میں اوّل کتاب طہارت میں شرح کبیر کے سارے نسخے متفق ہیں کہ جس میں لفظ طہور جو قرآن میں واقع ہے اس کے معنیٰ طاہر و مطہر کی نسبت عظیم لغویوں کی ایک جماعت کی طرف دی گئی ہے کہ جنہیں سے ایک ترمذی ہے حالانکہ مراد اس سے یزیدی مذکور ہے اور علما جمہور کے نزدیک ترمذی صرف لقب ہے ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ کا جو مشہور صحاح ستہ کے مولفین میں سے ایک ہے جو شہر ترمذ میں ۲۷۹ھ میں فوت ہوا ہے انتھی۔

لیکن مخفی نہ رہے کہ ترمذی کا لقب کبھی کبھار محمد بن احمد بن نصر ترمذی فقیہ شافعی متوفی ۲۹۵ھ پر بھی بولا جاتا ہے اور کبھی کبھی محمد بن علی بن الحسین جو حکیم ترمذی کے لقب سے مشہور ہے پر بھی بولا جاتا ہے پس تراجم و حالات رجال کی کتب کو دیکھو۔

اور ۲۶۰ھ ہی میں حسنین بن اسحاق طبیب نے وفات پائی اور وہ وہی ہے جس نے کتاب اقلیدس کا عربی ترجمہ کیا اور اسے یونانی زبان سے عربی میں منتقل کیا اور جس کی چھان بین ثابت بن قرہ نے کی۔

اور ۲۶۱ھ میں طیفور بن عیسیٰ نے (جو ابویزید بسطامی کے لقب سے مشہور تھا) وفات پائی اور ابویزید بسطامی تو وہ شیخ و مرشد و مشہور صوفی ہے اور عرفاء کے کلمات میں ہے کہ ابویزید نے ریاضت کی اور ایک سوتیرہ مشائخ کی خدمت کی یہاں تک کہ ہمارے مولا و آقا جعفر بن محمد صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا پس آپؑ کی خدمت میں اسے اپنا مقصود و ملا اور ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ آپؑ کے گھر کا ماشکی تھا چونکہ یہ چیز حسب ظاہر بعید ہے کیونکہ دونوں کے زمانے الگ الگ میں اس لیے کہ ہمارے مولا صادق علیہ السلام کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی ہے اور دونوں کے زمانہ کے درمیان ایک سوتیرہ سال کا فاصلہ ہے حالانکہ ابویزید کی عمر اسی سال سے زیادہ نہیں پس اس بات کی انہوں نے تاویل کی ہے اور بعض نے مولا صادق علیہ السلام کی جگہ ہمارے آقا علی بن موسیٰ رضا سلام اللہ علیہما کو رکھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جناب امام ابوجعفر محمد بن علی جواد علیہ السلام تھے اور بعض نے اس اشکال سے چھٹکارا پانے کے لیے کہا ہے کہ اس نسبت والقاب کے اشخاص متعدد تھے اور یہ کہ ابویزید دو ہیں اکبر و اصغر اور ماشکی اکبر تھا واللہ العالم۔

اور ۲۶۱ھ میں ہی مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری مشہور صحیح اصح کتب ہے اور زیادہ صحیح مسلم کے مولف نے وفات پائی اور اس کی صحیح کے متعلق بعض علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ آسمان کے سایہ کے نیچے علم حدیث میں مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں اور صاحب نواقض الروافض نے کہا ہے کہ اکثر علماء عرب کہتے ہیں کہ کتاب خدا کے بعد اصح الکتاب صحیح مسلم بن حجاج قشیری ہے اور ان کے علاوہ اکثر علماء کہتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل بخاری کی صحیح اصح کتب ہے اور زیادہ صحیح یہی قول ہے اور جس حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو جائے اس پر پوری امت کا اتفاق ہے اور یہی بات ہے کہ بہت سے محدثین کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح اور متفق علیہ ہے اس سے مرداان کی مسلم و بخاری کا اتفاق ہونا ہے نہ کہ ساری امت کا اگر چہ اس کا لازمہ یہی ہے۔

یہاں تک کہ کہتا ہے اور اسلام میں یہ دونو کتب مصحف کریم اور قرآن عظیم کی دوساتھی ہیں میں کہتا ہوں علماء اور محدثین کی یہاں بحث و گفتگو ہے جس کا ذکر مناسب مقام نہیں او جو اس پر مطلع ہونا چاہیے وہ کتاب عبقات الانوار کی طرف رجوع کرے اور مسلم

کہتا ہے کہ میں نے یہ صحیح مسند تین لاکھ سنی ہوئی احادیث میں سے چن کر تصنیف کی ہے۔

عبدالقادر حنفی الجواہر المضیئہ سے حکایت شدہ قول کے مطابق کہتا ہے کہ حافظ رشید عطار نے اک کتاب صحیح مسلم کی مقطوع السند احادیث کے بیان میں جمع کی ہے اور اس کا نام رکھا ہے الغرر الفوائد فی بیان ما وقع فی صحیح مسلم من الاحادیث المقطوعۃ اور حکایت ہے کہ مسلم نے جب اپنی صحیح تیار کر لی تو اس کو ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کیا تو اس نے اس کا انکار کیا اور اسے اچھا نہ سمجھا اور کہنے لگا تو نے اسے صحیح کا نام دیا ہے حالانکہ تو نے اسے اہل بدعت وغیرہ لوگوں کے لیے سیڑھی قرار دیا ہے۔

اور ۲۶۲ھ میں یعقوب بن لیث صفار بہت بڑا لشکر لے کر عراق کی طرف آیا اور دیر عاقول میں جو دجلہ کے کنارے واسط و بغداد کے درمیان ہے اتر پڑا معتمد نے اپنے بیٹے مفوض کو سامراء میں چھوڑا اور خود بہت زیادہ لشکر کے ساتھ یعقوب سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا اور اس سے جنگ کی یہاں تک کہ یعقوب نے صفار کو شکست دی اور معتمد کے لشکر کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا منقول ہے کہ دس ہزار گھوڑے ان کے انہیں غنیمت میں ملے اور یعقوب اصل میں تانبے کے برتن بنانے والا (ٹھٹھیرا) تھا اسی لیے اسے صفار کہتے ہیں رفتہ رفتہ اس نے لشکر تیار کر لیا اور خوارج کو قتل کرتا تھا یہاں تک کہ اس کا معاملہ آگے بڑھ گیا اور خراسان و سجستان اور دوسرے علاقے اس نے تسخیر کر لیے اور انہیں اپنے تصرف میں لے آیا اور جب اس کی حکومت طاقتور ہوگئی تو اس نے خلیفہ معتمد کیخلاف خروج کیا اور عراق آیا اور جنگ کی یہاں تک کہ اسے شکست ہوئی پھر دوبارہ وہ لشکر کی تیاری کرنے لگا اور خروج کا خیال رکھتا تھا کہ اجل نے اسے مہلت نہ دی اور قولنج کا مرض اسے لاحق ہوگیا اطباء نے حقنہ کا علاج تجویز کیا وہ اس نے قبول نہ کیا لہٰذا اسی بیماری میں انیس شوال ۲۶۵ھ میں مر گیا اس کے بعد اس کی جگہ اس کا بھائی عمرو بن لیث بیٹھا اور وہ خلیفہ کی طرف سے اطراف خراسان کا ولی تھا یہاں تک کہ اس نے ماوراء النھر کا علاقہ وہاں کے والی اسماعیل بن احمد کے ہاتھ سے چھیننے کے لیے ۲۸۷ھ میں اس سے جنگ کی آخر کار مغلوب ہوگیا اوانہوں نے اس کو قید کر لیا اور خلیفہ معتضد کے پاس بھیجا اور وہ معتضد کے پاس قید رہا یہاں تک کہ معتضد مر گیا اور مکتفی خلیفہ ہوا اور مکتفی خلیفہ ہوا اور مکتفی کی خلافت کے ایک دن بعد عمرو بن لیث بھی مر گیا اور عمرو ابتداء میں گدھے کرایہ پر دیتا تھا اور کہتے ہیں کہ اس کی تعمیرات میں سے شیراز کی مسجد جامع عتیق ہے کہ جس کو مسجد جمعہ کہتے ہیں کہ جسے ۲۸۱ھ میں اس نے تعمیر کیا تھا اخبار و انوادر اور شہرت کے ساتھ نسبت دیتے ہیں کہ یہ مسجد اولیاء سے خالی نہیں رہتی اور اخبار نوادر آل لیث کے آثار بہت ہیں۔

مسعودی نے کہا ہے کہ یعقوب صفار مرد سیاست دان تھا اور اس نے اس طرح لشکر کی تدبیر کی ہوئی تھی کہ جیسی سنی نہیں گئی منقول ہے کہ ایک دفعہ اس نے حکم دیا کہ جنگ کے لیے باہر نکلو اس کے لشکر نے یہ سنتے ہی فوراً اپنے گھوڑے چراگاہوں سے پکڑے اور سوار ہو کر دوڑ پڑے ایک شخص کے گھوڑے کے منہ میں گھاس تھی اس نے وہ گھاس اس کے منہ سے چھین لی اس خوف سے کہ اس کے گھاس چبانے جتنی دیر نہ ہوجائے اور فارسی زباں میں گھوڑے سے کہنے لگا کہ امیر المومنین نے گھوڑوں کو تازہ گھاس کھانے سے روک دیا ہے جب یعقوب کا منادی ہتھیار جنگ پہننے کی ندا دیتا تو تمام لشکر آناً فاناً یکدم ہتھیار پہن لیتا۔

حکایت ہوئی کہ ایک شخص کو لوگوں نے دیکھا کہ ہتھیاروں کے نیچے اس نے لباس نہیں پہن رکھا تھا اس کا سبب انہوں نے

پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ میں غسلِ جنابت میں مشغول تھا۔

کہ امیر کے منادی نے ندا دی کہ ہتھیار لگاؤ تو میں نے اس وجہ سے کہ امیر کے حکم میں میں نے تاخیر کی ہو لباس نہیں پہنا اور ہتھیاروں کے پہننے پر اکتفاء کیا ہے کہا گیا ہے کہ صفار کی قبر پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔

ملکت خراساناً واکناف فارس
وما کنت عن ملك العراق بآیس
سلام علی الدنیا وطیب نسیمها
کان لم یکن یعقوب فیها بجالس

''میں خراسان اور اطراف فارس کا مالک تو ہو گیا تھا اور میں ملک عراق سے بھی مایوس نہیں تھا (لیکن اب) سلام ہے دنیا اور اس کی پاکیزہ خوشبو پر گویا یعقوب تو اس میں کبھی بیٹھا ہی نہیں۔''

اور ۲۶۴ھ میں موسیٰ بن بغا و اسماعیل بن یحییٰ مزنی اور یونس بن عبدالاعلی نے وفات پائی موسیٰ بن بغا ترکی اور مھتدی اور معتمد کے امراء لشکر میں سے تھا اور یہ وہی شخص ہے کہ جس کے متعلق اہل قم نے حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں شکایت کی تو حضرتؑ نے انہیں اپنی دعائے قنوت میں یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا الحمدالله شاکرا لنعمائه۔ الخ وہ مبسوط دعا ہے جو حضرتؑ قنوت میں پڑھا کرتے تھے اور مہج الدعوات اور بحارالانوار میں تحریر ہے اور ۲۶۵ھ میں مستعین نے اسے جزیرہ اقریطش کی طرف کسی جرم کی بنا پر جو اس سے صادر ہوا تھا شہر بدر کر دیا اور ابن خصیب دلیر اور خونریز شخص تھا منقول ہے کہ ایک دفعہ وہ سوار تھا کہ ایک شخص نے اس سے کسی ظلم کی شکایت کی تو اس نے پاؤں رکاب سے نکال کر اس طرح اس بیچارے کے دل پر مارا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

اور ماہ صفر ۲۶۷ھ میں موفق صاحب زنج سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور بصرہ میں اس سے جنگ کی یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا اور صاحب زنج کے تسلط وقہر وغلبہ کی مدت چودہ سال اور چار مہینے رہی اور اس قلیل عرصہ میں اس نے بہت سے لوگ قتل کئے اور وہ عورتوں اور بچوں تک پر رحم نہیں کرتا تھا اور انہیں بھی قتل کر دیتا تھا اور بہت سے گھروں کو تباہ و برباد کر کے انہیں جلا دیا اور لوگ اس کے مقتولین کے بارے میں دو قسم کے ہیں بعض بہت زیادہ بتاتے ہیں اور بعض بہت کم جو زیادہ کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدائے عالم الغیوب کے علاوہ ان اشخاص کی تعداد کوئی نہیں جانتا جو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کے صاحب زنج نے قتل کئے کیوں کہ کثرت میں وہ یہاں تک پہنچے ہوئے ہیں کہ ممکن نہیں انہیں شمار کیا جا سکے اور جو کم تعداد کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ پانچ لاکھ افراد کو اس نے برباد کیا اور ہر ایک گروہ کا کلام ظن و اندازے پر مبنی ہے۔

فقیر کہتا ہے میں نے جو یہ مقدار لکھی ہے یہ تاریخ سے نقل کیا ہے لیکن میں اس کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ اس مقدار کا میں تصور بھی نہیں کرتا خلاصہ یہ کہ منقول ہے کہ ایک ہی واقعہ میں اس نے بصرہ میں تین لاکھ مرد قتل کر دیئے اور اس کا فتنہ بصرہ کے لوگوں پر بہت سخت و عظیم تھا اور بصرہ کے لوگ سوائے چند افراد کے جو بچ گئے بعض قتل ہوئے اور بعض غرق ہو گئے اور بہت سے ان میں سے مخفی

و پوشیدہ ہو گئے اور رات کو باہر نکلتے اور کتے اور بلیاں پکڑ کر بھوک کے مارے انہیں کھاتے یہاں تک کہ کتے بلے اور چوہے انہوں نے ختم کر دیئے پھر حالت یہ ہوئی کہ جب کوئی شخص ان میں سے مر جاتا تو اس کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیتے اور اسے کھا جاتے اور اس طرح لوگوں پر معاملہ سخت ہوا منقول ہے کہ ایک عورت کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ ایک سر ہاتھ میں لیے ہوئے گریہ وزاری کر رہی ہے اس کا سبب انہوں نے پوچھا تو کہنے لگی کہ لوگ میری بہن کے گرد جمع ہو گئے کہ وہ جب مر جائے تو وہ اس کا گوشت کھائیں گے ابھی وہ مری نہیں تھی کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس کا گوشت بانٹ لیا او مجھے اس میں سے سوائے سر کے کوئی حصہ انہوں نے نہیں دیا اور اس تقسیم میں انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں بار ہا صاحب زنج کے خروج اس کے بصرہ کے لوگوں کو قتل کرنے اور ان کے بھوکے رہنے اور باقی گرفتاریوں میں مبتلا رہنے کی طرف اشارہ کیا ہے اونہج البلاغہ میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا تاریک راتوں کے ٹکڑوں کی طرح ایسے فتنے ہوں گے کہ ان کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکے گا یہاں تک فرمایا پس ویل وہلاکت ہے تیرے لیے اے بصرہ اس لشکر سے جو اللہ کے عذابوں سے میں ایک عذاب ہوگا نہ اس میں کوئی گرد وغبار ہوگا نہ حس وحرکت اور عنقریب تجھ میں رہنے والے سرخ موت اور غبار آلود کرنے والی بھوک میں مبتلا ہوں گے۔

اور ۲۷۰ھ میں احمد بن طولون نے مصر میں وفات پائی اس کی حکومت وولایت کی مدت سترہ سال تھی اور وہ معتز کی طرف سے مصر کا والی تھا بعد میں شام اور سرحدوں پر بھی اس کا قبضہ ہو گیا اور وہ جود وسخا میں مشہور اور زیادہ خونریزی میں معروف تھا اور اس نے جن لوگوں کے قتل کا حکم دیا یا جو اس کے قید خانے میں مر گئے وہ اٹھارہ ہزار افراد ذکر ہوئے ہیں طولون ترکی لفظ ہے اور یہ احمد کے باپ کا نام ہے اور کتاب الدر المسلوک میں ہے کہ ابن طولون نے ایک کروڑ دینار اور چودہ ہزار غلام چھوڑے اور اس کی حکومت تقریباً چھبیس سال رہی اور وہ ہوشیار اور عقلمند تھا اس نے مشہور جامع مسجد تعمیر کروائی جو مصر اور قاہرہ کے درمیان سیدہ نفیسہ بنت حسین بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کے مشہد کے قریب ہے اور وہاں آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی کی قبر بھی ہے اور رقیہ دختر امیر المومنینؑ علیؑ بن ابی طالب آمنہ دختر حضرت باقر علیہ السلام اور فاطمہ دختر محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق علیہ السلام کی قبریں ہیں اور ۲۷۱ھ میں بوران حسن بن سہل کی بیٹی مامون کی بیوی نے وفات پائی اور اس کی شادی مامون کے ساتھ ہوئی نہ خود مخارج جو اس کی شادی میں صرف ہوئے مشہور ہیں۔ اور ۲۷۳ھ میں ابن ماجہ قزوینی ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ نے جو مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کا مولف ہے وفات پائی اور بعض اس کی کتاب کو صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں اور ۲۷۴ھ میں احمد بن محمد بن خالد بن عبدالرحمن بن محمد بن علی برقی صاحب تالیفات کثیرہ نے کہ جن میں سے ایک کتاب محاسن برقی ہے وفات پائی اور برقی کم کی نہر برقہ کی طرف منسوب ہے اور یہ شیخ جلیل ثقافت علماء اور اصحاب امامیہ میں سے ہے اور چونکہ ضعفاء سے روایت اور مراسیل پر اعتماد کرتا ہے قمیوں نے اس پر طعن کیا ہے اور شیخ ثقہ ابوجعفر احمد بن محمد بن عیسٰی قمی نے کہ جو بزرگ شیخ رئیس اور فقیہ قم تھے اس کو قم شہر سے نکال دیا لیکن اس کے بعد پھر اسے قم میں لے آئے او اس سے غدار خواہی کی اور جب برقی کی وفات ہوئی تو احمد بن محمد بن عیسٰی نے سروپا برہنہ اس کی تشیع جنازہ کی اور برقی کے دادا

محمد بن علی کو یوسف بن عمر ثقفی والی عراق نے زید بن علی بن الحسینؑ کی شہادت کے بعد قتل کر دیا لہٰذا خالد اپنے باپ عبدالرحمن کے ساتھ عراق عرب سے باگ کر برقہ رو (نہر) قم میں آیا اور وہیں سکونت کر لی۔

اور ۲۷۵ھ سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی صاحب سنن نے بصرہ میں وفات پائی ابن خلقان کہتا ہے ابوداؤد کہا کرتا تھا کہ میں نے رسول خداؐ سے منسوب پانچ لاکھ احادیث لکھی ہیں ان میں سے جو میں انتخاب کی ہیں وہ اس کتاب (یعنی سنن) کے ضمن میں ہیں اس میں نے چار ہزار اور آٹھ سو احادیث جمع کی ہیں۔ اس میں صحیح اور جو اس کی مثل یا قریب قریب ہیں ذکر کی ہیں اور انسان کے دین و دیانت کے لیے کافی ہیں اور ان میں سے چار احادیث یہ ہیں ان میں ایک حضرتؐ کا یہ ارشاد ہے کہ **انما الاعمال بالنیات** سوائے اس کے نہیں کہ اعمال کا (دارومدار) نیات کے ساتھ ہے دوسرا آپؐ کا ارشاد ہے **من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ** انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ جو چیزیں اسلام کے مقاصد میں داخل نہیں انہیں چھوڑ دے تیسرا آپ کا ارشاد ہے **لایکون المومن مومنا حتیٰ یرضی لاخیه مایرضاه لنفسه**۔ مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے اور چوتھا آپ کا اشاد ہے۔ **الحلال بین والحرام بین وبین ذلك امور مشتبهات** واضح حلال ہے اور واضح حرام ہے اور ان دونوں کے درمیان میں کچھ مشتبہ چیزیں (الحدیث بکمالہ)

اور ۲۷۶ھ میں عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نحوی لغوی مرگِ مفاجات میں وفات پا گیا اور ابن قتیبہ مشاہیر میں سے صاحب تالیفات ہے اور ایک مدت تک شہر دنیور میں جو بلاد جبل میں سے ہے اور کرمانشاہاں سے قریب ہے قاضی رہا اور ۲۷۸ھ میں موفق باللہ ابواحمد طلحہ بن متوکل معتمد کے بھائی اور اس کے ولی عہد نے وفات پائی اور موفق وہی ہے کہ زبیر بن بکار نے کتاب موفقیات جس کے نام سے لکھی ہے اور خطبہ میں میں اسے دو القاب سے ملقب کیا جاتا تھا **اللهم اصلح الامير الناصر لدين الله با احمد طلحه الموفق بالله وولى عهد المسلمين واخا امير المومنين ولقب بالناصر حين فرغ من امر محمد بن على صاحب الذنج**۔ خدایا امیر ناصر الدین اللہ ابو محمد طلحہ موفق باللہ مسلمانوں کے ولی عہد امیر المومنین کے بھائی کی اصلاح فرما اور وہ ناصر کے لقب سے تب ملقب ہوا جب محمد بن علی صاحب زنج کے معاملہ سے فارغ ہوا۔

اور ۲۷۹ھ میں محمد عیسی ترمذی بخاری کے شاگرد اور حفظ حدیث میں مشہور شخص نے وفات پائی اور معتمد کے زمانہ میں آل ابوطالب میں سے ایک جماعت نے خروج کیا اور وہ قتل ہوئے جن میں سے احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن اسماعیل طباطبا ہے کہ جس کی والدہ عثمان بن حنیف بصرہ میں حضرت امیر المومنین کے عامل کی اولاد میں سے ہے احمد بن طولون نے احمد بن محمد کو قتل کیا اور اس کا سر معتمد کے پاس بھیجا۔ اور ایک احمد بن محمد بن جعفر بن حسن بن عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام ہے کہ جس کو اس کے والد کے ساتھ محمد بن میکال نیشاپور لے گیا اور دونوں نے وہاں وفات پائی البتہ اس کے باپ نے اس سے پہلے وفات پائی۔

اور ایک عبداللہ بن علی بن عیسیٰ بن یحییٰ بن حسین بن زید ہے حوطواحین میں اس جنگ میں جو احمد بن موفق اور کمار یہ بن احمد کے درمیان ہوئی مارا گیا تھا اور ایک علی بن ابراہیم بن علی بن عبداللہ بن علی بن الحسین علیہ السلام ہے کہ جو سر من رای میں جعفر بن متوکل

کے گھر کے دروازہ پر مارا گیا اور اس کے قاتل کی خبر نہ ہوئی اور ایک محمد بن احمد علوی ہے کہ جسے عبدالعزیز دلف نے آبہ بستی میں جو قم کی ایک بستی ہے قتل کر دیا اور ایک حمزہ بن حسین جعفری ہے کہ جس کو صلاب ترکی نے قتل کیا اور اس کا مثلہ (ناک، کان وغیرہ کاٹ لینا) کیا اور ایک حمزہ بن عیسیٰ بن محمد بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن ہے کہ جسے صفار اور حسن بن زید کے واقعہ میں طبرستان میں قتل کیا گیا اور اسی واقعہ میں محمد و ابراہیم حسن بن علی بن عبیداللہ بن حصین علی بن حسین علیہ السلام کے بیٹوں کو اور حسن بن محمد بن زید بن عیسیٰ بن زید بن حسن کو اور اسماعیل بن عبداللہ جعفری کو بھی قتل کیا گیا اور محمد بن حسین بن محمد بن عبدالرحمن بن قاسم بن حسن بن زید سرمن رای کے قید خانہ میں وفات پا گیا۔

اور موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن نے معتمد کے زمانہ میں وفات پائی اور وہ معتز کے زمانہ میں مصر سے آیا تھا اور سعید حاجب نے علی بن محمد بن احمد ن عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کو اس کے دونوں بیٹوں احمد و علی کے ساتھ گرفتار کیا اور قید کر دیا علی بن محمد احمد کے ساتھ زندان میں وفات پا گیا البتہ علی بن علی (محمد رہا ہو گیا)۔

اور ایک روایت ہے حسین بن ابراہیم بن علی بن عبدالرحمن بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن کہ جسے صفار نے گرفتار کر کے قید کر دیا اور جب صفار نے نیشاپور پر فتح و غلبہ حاصل کیا تو حسین کو طبرستان کی طرف لے گیا اور وہ راستہ میں مر گیا۔ اور ایک محمد بن عبداللہ بن زید بن عبداللہ بن حسن زید بن حسنؑ ہے کہ جس نے یعقوب صفار کی قید میں نیشاپور میں وفات پائی اور صفار نے اس کو طبرستان سے قید کیا تھا اور معتمد کے زمانہ میں بہت سے واقعات حوادث اور فتنوں نے رخ کیا اور معتمد نے اپنے زمانہ میں لذات ولہو ولعب کو اختیار کر رکھا تھا اور رفتہ رفتہ اس کا بھائی ابو احمد موفق اس کی سلطنت کے امور کا مدبر ہو گیا یہاں تک کہ تمام امور اس کے قبضہ میں ہو گئے اور معتمد کا کوئی تصرف اور حکم باقی نہ رہا اور برائے نام خلافت کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں تھا اور جب موفق مر گیا تو اس کے بیٹے احمد معتضد نے اس کی جگہ لے لی اور اس پر مستقر ہو گیا (اور اپنے چچا معتمد پر غلبہ حاصل کیا اور اس کو اپنے باپ کی طرح مقہور و مجبور کر دیا اور معتمد نے خود اپنی مقہوریت و مغلوبیت کی ان دو اشعار میں تصویر کشی کی ہے۔

ليس من العجائب ان مثلى
يرى ماقل ممتنعاعليه!
وتوخذ باسمه الدنيا جميعا
وما من ذاك شئى فى يديه

"کیا یہ عجائبات میں سے نہیں کہ میرے جیسا شخص دیکھتا ہے ان چیزوں کو جو اس پر ممنوع نہیں تھیں اور ساری دنیا اس کے نام سے لی جاتی ہے لیکن اس کے ہاتھ میں اس میں سے کچھ بھی نہیں۔

اور مسلسل معتمد کا معاملہ اسی طرح گزر رہا تھا یہاں تک کہ اس نے اٹھارہ جب ۲۷۵ھ میں وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ اس کی شراب میں زہر ملا دی گئی تھی اور اس کی سلطنت کے زمانہ میں تیئس سال طول کھینچا اور اسی سال محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی صحیح ترمذی

کے مولف نے وفات پائی۔

معتضد باللہ احمد بن طلحہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

احمد بن طلحہ بن متوکل جس کا لقب معتضد ہے اپنے چچا معتضد کی وفات کے دن تخت خلافت پر متمکن ہوا اور یہ اٹھارہ رجب ۲۷۹ھ میں ہوا اور اس کے زمانہ میں فتنوں میں سکون آ گیا اور جنگیں برطرف ہوئیں اور اجناس ونرخ ارزاں ہو گئے مشرق ومغرب کے علاقے اس کے لیے فتح ہو گئے بہت سے مال اس کے خزانہ میں جمع ہوئے اور معتضد بخیل، شوم، بے رحم، خونریز اور سفاک شخص تھا اور مثلہ کرنے اور قسم وقسم کے عذاب وسزائیں دینے میں اس کو بہت رغبت تھی اس نے لوگوں کو اذیت وتکلیف پہنچانے کے (مطامیر) قید خانے بنا رکھے تھے۔

منقول ہے کہ جب اپنے غلاموں میں سے کسی پر ناراض ہوتا تو حکم دیتا کہ زمین میں ایک گڑھا کھودا جائے اور اس کا اوپر والا نصف حصہ گڑھے میں کر دیتے پھر اس میں مٹی ڈالتے اور پھر اس کو دبتے تا کہ (اس کی روح اس کی دُبر سے نکلے اور منجملہ اس خبیث کی سزاؤں کے یہ تھی کہ جس پر غضبناک ہوتا حکم کرتا کہ اس کے بدن کے سوراخوں میں مکمل روئی بھر دی جائے پھر اس کی مقعد پر پھونکنی رکھ دیتے اور اس میں ہوا پھونکتے یہاں تک کہ اس کے بدن میں ہوا پیدا ہو جاتی اور اس کا شکم بڑھ جاتا پھر اس کی دُبر کا سوراخ بھی روئی سے پورے طور پر بند کر دیتے اور وہ دو رگیں جو اس کی بھنوؤں کے اوپر میں ان کی فصد کھول دیتے تو وہ بیچارہ اونٹ کی طرح بڑا ہو جاتا اور اس کی جان اس کے بھنوؤں سے بتدریج نکلتی رہتی اور زیادہ رغبت اور میلان معتضد کا عورتوں سے جماع کرنے اور تعمیرات کی طرف تھا اور منقول ہے کہ اس نے ثریا نامی قصر بنایا اور چار لاکھ دینار اس پر خرچ کئے اور اس قصر کا طول تین فرسخ تھا اور معتضد کا غلام خاص بدر نامی تھا جو مکتفی باللہ کے زمانہ میں مارا گیا اور اس کا وزیر عبیداللہ بن سلیمان تھا اور اس کی موت کے بعد قاسم بن عبیداللہ اس کا وزیر ہوا اور اس کی خلافت کے زمانہ ۲۸۶ھ میں محمد بن قاسم نے جو ابوالعیناء اسّی آدمیوں کے ساتھ بڑی کشتی میں بیٹھ کر بغداد سے بصرہ کی طرف جا رہا تھا تو وہ کشتی غرق ہو گئی اور اسی آدمی سارے کے سارے ہلاک ہو گئے سوائے ابوالعیناء کے کہ اس نے کشتی کے ایک تختہ سے اپنے کو چمٹا لیا تھا اور وہ بچ گیا حالانکہ وہ نابینا تھا اور جب بصرہ میں پہنچ گیا تب اس کی وفات ہوئی اور ابوالعیناء خوش مزاج ظریف الطبع بلا کا حافظہ رکھنے والا ادیب، فصیح زبان اور شریں بیان تھا اس کی نادر حکایات اور گفتگو متوکل اور دوسرے خلفاء کے دربار کی مشہور ہیں حکایت ہوئی ہے کہ ایک دن اس نے چاہا کہ وہ صاعد بن مخلد وزیر کے پاس جائے دربان نے کہا وزیر اس وقت مصروف ہے تھوڑی دیر رک جاؤ جب وقت کافی گزر گیا تو ابوالعیناء نے دربان سے پوچھا کہ وزیر کس چیز میں مشغول ہے وہ کہنے لگا نماز پڑھنے میں ابوالعیناء کہنے لگا تو سچ کہتا ہے۔ لکل جدید لذیذ ہر نئی چیز میں لذت ہوتی ہے اور صاعد اس سے پہلے نصرانی تھا۔

اور یہ بھی حکایت ہوئی ہے کہ یہ ایک دن متوکل کے دربار میں گیا اور متوکل اس قصر میں تھا کہ جو جعفری کے نام سے مشہور تھا

تو متوکل نے کہا کہ تم ہمارے اس گھر کے متعلق کیا کہتے ہو کہنے لگا کہ لوگوں نے دنیا میں گھر بنائے ہیں اور تو نے دنیا اپنے گھر میں بنائی ہے تو متوکل نے اس کی بات کو عمدہ کہا میں کہتا ہوں اور اس سے ہی لیا ہے جس نے اس گھر کے متعلق کہا جسے صاحب ابن عباد نے اصفہان میں بنایا تو نے گھر بنایا ہے اپنی دنیا میں یا اپنی دنیا بنائی ہے گھر میں اور لوگوں نے اس مکان کی مدح میں بہت اشعار کہے ہیں جیسا کہ عبدالملک ثعالبی نے کتاب ''تیمیۃ الدھر فی شعراء اھل العصر'' میں ان کے اشعار کو نقل کیا ہے۔

اور ۲۸۳ھ میں ابراہیم بن محمد ثقفی نے وفات پائی اور یہ شیخ جلیل سعید بن مسعود مختار بن ابی عبیدہ بن مسعود کے چچا کی اولاد میں سے ہے کہ جسے امیر المومنین نے مدائن کا والی بنایا تھا اور امام حسنؑ کے زمانہ میں بھی والی تھا اور حضرت امام حسنؑ بعد اس کے جراح بن سنان نے مظلم ساباط مدائن میں آپؑ کو زخم لگایا سعید کے ہاں وارد ہوئے اور وہ جراح لے کر آیا اور آنجنابؑ کے زخم کے علاج میں مشغول ہوا خلاصہ یہ کہ ابراہیم پہلے زیدی مذہب تھا اس کے بعد امامیہ مذہب میں منتقل ہوا اور اصل میں کوفہ کا رہنے والا تھا لیکن اصفہان کی طرف منتقل ہو گیا۔

اور اس کا سبب یہ ہوا جب اس نے کتاب معرفت تالیف کی جو مناقب آئمہ اطہار اور ان کے دشمنوں کے مثالب اور مطاعن پر مشتمل تھی تو اہل کوفہ نے اس کتاب کی تالیف کو عظیم سمجھا کیونکہ اس کتاب کی وضع تقیہ کے خلاف تھی تو انہوں نے اس سے کہا کہ یہ کتاب لوگوں کے سامنے نقل نہ کرو اور باہر نہ نکالو وہ کہنے لگا کہ کونسا شہر شیعوں سے دور ہے اور اس میں تھوڑے شیعہ ہیں انہوں بتایا کہ اصفہان تو اس نے قسم کھائی کہ اس کتاب کو نقل نہیں کرے گا اور اس کی روایت نہیں کرے گا مگر اصفہان میں پس کوفہ سے شہر اصفہان کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ کتاب جو تقیہ کے خلاف تھی اصفہان میں روایت کی قمیین کی ایک جماعت مثلاً احمد بن محمد بن خالد وغیرہ اصفہان گئے اور اس سے خواہش کی کہ وہ اس کی طرف منتقل ہو جائے شیخ نے قبول نہ کیا اور اصفہان میں اقامت اختیار کی اور اس کی بہت سی تالیفات ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ اہل اصفہان اس زمانہ میں امامیہ نہیں تھے بلکہ دوسرے واقعات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ناصبیت اور عناد کے طریقہ پر تھے پس وہ احادیث جو اہل اصفہان کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں۔ وہ انہیں سابق کے زمانوں پر محمول ہیں مثلاً حدیث نبویؐ ہے مااحسن او ماافلح اصفھانی ابدا اصفہانی کبھی اچھا یا فلاح ونجات نہ پائے گا اور نیز حدیث مرتضوی جو خرائج راوندی وغیرہ سے منقول ہے کہ جسے عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں مسجد رسولؐ میں امیر المومنینؑ کے پاس بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ندا کی کہ کون ہے جو مجھے ایسے عالم کی طرف رہبری کرے کہ جس سے علم اخذ کروں میں نے اس کو پکار کر کہا اے شخص مگر تو نے نہیں سنا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا انا مدینۃ العلم وعلی بابھا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے وہ کہنے لگا کیوں نہیں تو میں نے کہا کہ پھر کس کی تلاش میں پھر رہے ہو یہ امیر المومنینؑ شہر علم کے دروازہ ہیں ان سے علم اخذ کرو وہ شخص آیا اور حضرت کے پاس بیٹھ گیا حضرتؑ نے فرمایا تو کہاں کا رہنے والا ہے کہنے لگا میں اہل اصفہان ہوں فرمایا لکھ لو کہ علی بن ابی طالبؑ نے لکھوایا کہ اہل اصفہان میں پانچ خصلتیں نہیں ہوتیں سخاوت وشجاعت وامانت (وفاخ ل) وغیرت ومحبت اہل بیتؑ اس

نے عرض کیا اور بھی کچھ فرمایئے حضرتؑ نے اصفہان کی قدیم زبان میں فرمایا اردت این وس یعنی آج یہی کافی ہے اور جو اس قسم کی احادیث ہیں تو یہ سب انہیں زمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں ورنہ آخری زمانوں سے لے کر ہمارے زمانہ تک تو شہر اصفہان اسلام کا قبہ اور گنبد ہے اور اہل ایمان کی منزل مقصود ہے اور ہمیشہ مرکز علم وعلماء رہا ہے اور اس شہر میں بہت سے عظیم ترین علماء کی اتنی قبور شریفہ ہیں کہ جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا ہے اور اس میں ایک مسجد ہے جو لسان الارض (زمین کی زبان) کے نام سے مشہور ہے جو مزار تخت فولاد مشرق کی طرف ہے فاضل ہندیؒ کی قبر کے پاس کہ جس کے متعلق وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہاں کی زمین نے امام حسن مجتبیٰ سے گفتگو کی جس وقت حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں لشکر اسلام کے ساتھ اس مکان میں تشریف لائے تھے اسی لیے اس کو لسان الارض کہتے ہیں اور حضرتؑ نے وہاں نماز پڑھی اور اس مسجد کے قبلہ کی جانب ایک قبر ہے جو شعیاء پیغمبر کی قبر مشہور ہے جو یہودیوں کے ایک گروہ پر مبعوث ہوئے جو اس شہر میں رہتے تھے اور اصفہان کے خصوصیات میں سے شمار کرتے ہیں کہ وہاں کے لوگ وباء شدید اور طاعون کی بیماری میں کم مبتلا ہوتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ جب سے یہ شہر آباد ہوا ہے وہاں طاعون کی بیماری نہیں آئی اور اس کے خصوصیات میں سے منار جینان جو کارولان بسی میں ہے کہ جو اصل شہر کے نزدیک ہے اور ان دو مناروں کے اصل طاق اور سیڑھی کے ساتھ حرکت کرنے کی حکایت جب انسان اس کو حرکت دے مشہور ہے اور ثقات کی ایک جماعت نے اسے دیکھا ہے کہ جن میں سے صاحب روضات الجنات اور انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور اس کا راز ابھی تک معلوم نہیں ہوا اور یہ بھی اصفہان کے خصائص میں سے کہا گیا ہے کہ سلمان فارسی اصفہان کے گردونواح کی ایک تحصیل کے رہنے والے ہیں اور دوسرا کسی بادشاہ کا اس میں نہ مرنا جس طرح کہ بغداد کے متعلق کہا گیا ہے اس کے علاوہ اور بھی خصوصیات ہیں اور کہا گیا ہے اسکندر ذوالقرنین کے تعمیر شدہ شہروں میں سے ہے اور اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف گفتگو کی گئی ہے کہ جس کا ذکر یہاں مناسب نہیں ہے واللہ العالم۔

اور ۲۸۳ھ میں ہی علی بن علی بن رزین خزاعی مشہور شاعر دعبل کے بھائی کی وفات ہوئی اور اس کی عمر ایک سو گیارہ سال تھی اور اسی سال معتضد تکریت میں وارد ہوا اور حسن بن حمدان کو ہارون شاری سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور حسن وہارون کے درمیان سخت جنگ ہوئی یہاں تک کہ ہارون کو اس کے بھائی کے ساتھ قید کرلیا اور معتضد کے پاس لے آئے معتضد بغداد کی طرف واپس ہوا بغداد کے گلی کوچے اس کے لیے مزین کئے گئے اور اس کے لیے قبے بنائے گئے اس نے حسن بن حمدان کو بہترین خلعت طلائی طوق کے ساتھ پہنایا اسی طرح اس کے ساتھیوں کے جو سردار تھے انہیں خلعتیں پہنائیں اور جلالت وشان کے ساتھ انہیں شہر میں داخل کیا اور ہارون شاری کو ایک ہاتھی پر سوار کر رکھا تھا اور اس کے پیچھے اس کے بھائی کو ایک اونٹ پر سوار کئے ہوئے تھے اور عجیب و غریب کیفیت کے ساتھ انہیں بغداد میں وارد کیا بغداد کے لوگ نظارہ کے لیے جمع ہوئے اور دجلہ کے پل پر بہت سے لوگ تھے اچانک پل کی کرسی ٹوٹ گئی اور لوگ دریا کے پانی میں جا گرے اس دن جن کا علم ہو سکا وہ ایک ہزار افراد کے قریب تھے جو غرق ہونے والوں کے جنازے باہر نکالنے لگے اس دوران ایک بچے کو لباس فاخرہ اور قیمتی کے ساتھ باہر نکال لائے جس کے ساتھ جواہر اور سونے کے بہت سے زیور تھے جب اس بچے کو باہر لے آئے تو دیکھنے والوں میں ایک بوڑھا شخص تھا جب اس کی نگاہ اس بچے پر پڑی تو وہ منہ

پیٹنے اور چیخ و پکار کرنے لگا کہ یہ بچہ میرا ہے جو غرق ہوا ہے اور وہ کہتا تھا کہ اے آنکھوں کی روشنی کس طرح تجھے مچھلیاں نہیں کھا گئیں اور اس قسم کی باتیں کہیں اور وہ آیا اور اس نے بچے کا جنازہ اٹھایا اور گدھے پر رکھ کر لے گیا تھوڑی سی دیر میں ایک تاجر اور مالدار شخص آیا اور اس نے اس بچہ کی تحقیق کی اور بیان کیا کہ وہ بچہ تو میرا ہے اور میرا مقصد اس کے زیورات و جواہر نہیں بلکہ اس کو کفن و دفن کرنا ہے لوگوں نے اس بوڑھے کا واقعہ اس سے بیان کیا ہے اس نے بہت تعجب کیا اور جو تاجروں کا گروہ اس کے ساتھ تھا وہ مبہوت و حیران ہو گئے اور اس بوڑھے کی تلاش کے درپے ہوئے جتنا اس کو تلاش کیا وہ نہ مل سکا جو عیار پل پر رہتے تھے کہنے لگے یہ بوڑھا عیار و مکار ہے ہم اس کو پہچانتے ہیں اب اس کو نہیں دیکھ سکو گے اور اس سے مایوس ہو جاؤ اس کے بعد وہ اس کی عیاری و مکاری کے واقعات سنانے لگے وہ کہنے لگے اس کے کارناموں میں سے یہ ہے کہ ایک دفعہ یہ بوڑھا پرانے کپڑے پہن کر صبح سویرے خالی گھڑا کندھے پر رکھے کدال اور ٹوکری لیے ہوئے ایک بزرگ و نیک و عادل شخص کے دروازے پر گیا جو شہر کا رئیس تھا اور اس نے وہ دکانیں خراب کرنا شروع کیں جو اس کے گھر کے دروازے پر تھیں اس بزرگ نے جب کدال کی آواز سنی تو باہر آیا دیکھا کہ ایک شخص خراب کرنے پر لگا ہوا ہے اور اینٹیں نکال کر ایک طرف جوڑ رہا ہے اور اپنے کام میں بڑے اطمینان سے مشغول ہے اس کو کہا کہ اے بوڑھے یہ کیا کر رہا ہے اس نے کوئی جواب نہ دیا اور جو کچھ اس بزرگ نے اس سے کہا اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور خراب کرنے میں لگا رہا ہے ہمسائے کے لوگ جمع ہو گئے جتنا انہوں نے خراب کرنے کا سبب پوچھا وہ جواب نہیں دیتا تھا۔ بالآخر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا وہ بوڑھا کہنے لگا اے لوگو مجھ سے کیا چاہتے ہو تمہیں شرم و حیا نہیں آتی کہ میرے جیسے بوڑھے آدمی سے ٹھٹھا مخول کرتے ہو وہ کہنے لگے یہ کونسا ٹھٹھا مخول ہے تجھ پر وائے و ہلاک ہو کس نے تجھے کہا ہے کہ اس جگہ کو خراب کر کہنے لگا مالک مکان نے مجھے کہا ہے وہ کہنے لگے مالک مکان تو یہ نیک و عادل شخص ہے اس نے کب تجھ سے کہا ہے وہ کہنے لگا مالک مکان دوسرا شخص ہے خدا کی قسم یہ نہیں ہے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہنے لگے یہ شخص دیوانہ و پاگل ہے یا کسی ایسے شخص نے جو اس عادل کی ریاست پر حسد کرتا ہے اسے دھوکہ دیا ہے اور اس کام پر اسے اکسایا ہے پس لوگ اس پر رحم کرنے لگے جب بوڑھے نے دیکھا کہ یہ مجھے خراب کرنے کا کام نہیں کرنے دیتے تو گھڑے کے پاس گیا اور اس کے اندر ہاتھ مارنے لگا اور یہ ظاہر کیا کہ میرے کپڑے اس گھڑے میں تھے وہ کہاں گئے اور چیخ و پکار اور رونا شروع کر دیا اس شخص عادل کو یقین ہو گیا کہ کوئی عیار اس کے کپڑے چوری کر کے لے گیا ہے اس سے پوچھنے لگے کہ تیرے کپڑے کس قسم کے تھے اس نے تشریح کی چند نئے کپڑے تھے جو میں نے ابھی خرید کئے تھے پس انہیں اس کی حالت پر رحم آیا اور اس شخص عادل نے اسے لباس پہنایا اور بہت سے درہم دیئے اور ہمسائیوں نے بھی بہت سے پیسے اسے دیئے وہ بوڑھا بہت سامان لے کر اپنے گھر واپس آ گیا اور یہی بوڑھا تھا کہ جس نے بختیشوع حکیم کو اس کے گھر سے اغواء کیا اور متوکل کے پاس لے آیا بچے کے باپ نے جب یہ باتیں سنیں تو وہ اپنے بچے سے مایوس ہو گیا مولف کہتا ہے کہ اس قسم کے مکر و حیلے ہر زمانہ میں بہت تھے ابن جوزی نے کتاب ازکیاء میں کچھ حکایات مکار لوگوں کی نقل کی ہیں اور حریری نے بھی مقامات میں کچھ مکاریاں ابوزید سروجی نامی شخص کی حارث بن ہمام سے نقل کی ہیں ۲۸۴ھ میں ایک شخص مختلف شکلوں میں معتضد کے گھر میں ظاہر ہوتا تھا کبھی راہبوں کے لباس میں کبھی خوبصورت نوجوان کی شکل

میں اور کبھی تاجروں کے لباس میں کبھی سفید ریش بزرگ بن کر اور کبھی ننگی تلوار لیے ظاہر ہوتا اور خدم وحشم کو تلوار مارنے لگتا اور وہ مکان کی چھت سے ظاہر ہوتا اور یہ بات لوگوں میں منتشر ہوگئی اور لوگ اس کے بارے میں مختلف باتیں کرتے بعض کہتے کوئی سرکش شیطان ہے جو معتضد کو تکلیف دینا چاہتا ہے اور کچھ کہتے کہ کوئی مومن جن ہے جو معتضد کو بدکرداریوں اور خونریزی سے منع کرتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے نوکروں میں سے کوئی شخص جو کسی مقصد برآری کیلئے یہ کماریاں کرتا اور بعض خاص قسم کے عقاقیر اور جڑی بوٹیاں منہ میں رکھ کر شعبدہ بازی کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ معتضد بہت پریشان اور وحشت زدہ ہوا اور اس نے شعبدہ بازوں کو اکٹھا کیا اور اس کے معاملہ میں حیران وسرگردان ہوگیا اپنے خادموں اور کنیزوں میں سے کچھ کو غرق کردیا اور کچھ قتل کردیئے اور کچھ قید کردیئے۔

اور ۲۸۴ھ ہی میں ابولفرج اصفہانی پیدا ہوا اور بحتری طائی شاعر نے کہ جس کا نام ولید بن عبید ہے منبج میں وفات پائی اور منبج لفظ میں ب ہے نون اور رحیم کے درمیان جو ایک شہر ہے محلب اور فرات کے درمیان کہ جسے کسریٰ نے جب اس نے شام پر غلبہ وفتح پائی تعمیر کیا تھا اور منبج عبدالملک بن صالح عباسی کی جاگیر تھا اور وہ وہیں رہتا تھا۔

اور ۲۸۵ھ ستائیس ذلحجہ میں ابواسحاق ابراہیم بن (اسحاق حربی) محمد فقیہ ومحدث نے بغداد میں وفات پائی اور وہ اپنے زمانہ میں بغدادیوں کا شیخ تھا ظرافت طبع، عبادت، زہد سخاوت، حدیث وفقہ میں مشہور تھا دارقطنی نے کہا ہے وہ امام تھا کہ جسے زہد علم ورع میں احمد بن حنبل پر قیاس کیا جاتا تھا اور اس کی کئی تصانیف ہیں مثلاً غریب الحدیث ومناسک ومسند علی علیہ السلام اور دوسرے مسند اور حربی منسوب ہے حربہ کی طرف جو ایک بہت بڑا محلہ ہے بشر حافی اور احمد بن حنبل کی قبر کے پاس جو کہ حرب بن عبداللہ منصور کے سپہ سالار کا تعمیر شدہ ہے مغلوں کے فتنہ وفساد میں وہ محلہ خراب ہوگیا اور اس سال کے آخر میں ابوالعباس محمد بن یزید نے (جو مبرد کے لقب سے مشہور عالم لغوی ونحوی وبصری تھا) وفات پائی اور بغداد کے باب الکوفہ کے قبرستان میں دفن ہوا اور ہمارے شیخ بہائی کے کشکول سے منقول ہے کہ مبرد جب کسی کو مہمان کرتا تو اس کے سامنے حضرت ابراہیم کی سخاوت کا ذکر کرتا اور جب کوئی اس کی مہمانی کرتا تو اس سے حضرت عیسیٰؑ کے زہد اور قناعت کی باتیں کرتا اور مبرد رمانی کا شاگرد ہے اور مبرد وثعلبی کے درمیان منافرت اور وحشت تھی۔

اور ۲۸۶ھ میں ابوالعباس محمد بن یونس کوفی محدث نے وفات پائی۔

اور ۲۷۶ھ میں داعی علوی جو طبرستان میں تھا دیلم وغیرہ سے بہت بڑا لشکر لے کر شہر جرجان کی طرف چل دیا اور اسماعیل بن احمد جس نے خراسان پر غلبہ کیا ہوا تھا مسودہ کا بہت بھاری لشکر داعی سے جنگ کے لیے بھیجا اور محمد بن ہارون کو سپہ سالار لشکر قرار دیا پس دونوں لشکروں نے گھمسان کی جنگ کی اور داعی کا لشکر غالب آ گیا محمد بن ہارون نے مکاری کی اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ بھاگ کھڑے ہو داعی کے لشکر نے اپنی صفتیں توڑ دیں اور مال غنیمت لوٹنے لگے اور ان کے پیچھے لگ گئے اب مسودہ بھاگنے سے رک گئے اور داعی کے لشکر پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑے ان میں سے بہت سوں کو قتل کردیا اور داعی کو کئی زخم لگے وہ انہیں زخموں سے مر گیا اور جرجان کے دروازے پر دفن ہوا داعی کے بیٹے زید بن محمد بن زید کو انہوں نے قید کرلیا ابوالفرج کہتا ہے کہ اس کو جرجان لے گئے وہ

ابھی تک جرجان میں مقیم ہے۔

منقول ہے کہ معتضد آل ابوطالب پر مہربان تھا اس کا سبب یہ تھا کہ جس زمانہ میں اسے اس کے باپ نے قید کر رکھا تھا تو حضرت امیر المومنینؑ کو اس نے خواب میں دیکھا اور آپؑ نے اس سے فرمایا اے احمد امر سلطنت وحکومت تجھ پر مستقر ہوگا جب تجھے حکومت مل جائے تو میری اولاد سے متعرض نہ ہونا اور معتضد نے بھی عرض کیا:

السمع والطاعۃ یا امیر المومنین اے امیر المومنین میں نے آپؑ کا ارشاد سنا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کروں گا لہٰذا وہ اپنی حکومت کے زمانہ میں حضرتؑ کی اولاد سے معترض نہیں ہوتا تھا اور ان پر انعام واکرام کرتا تھا، جب اس نے سنا کہ محمد بن زید داعی نے آل ابوطالب کے لیے کچھ بھیجا ہے کہ خفیہ طور پر ان میں تقسیم ہو تو مال لانے والے کو اس نے بلایا اور حکم دیا کہ علی الاعلان اور آشکار ان پر مال تقسیم کرو کوئی شخص تم سے اور ان سے معترض نہیں ہوگا۔

مولف کہتا ہے کہ معتضد کے خواب کا واقعہ مسعودی وغیرہ نے نقل کیا اور حضرت امیرؑ کا ارشاد اپنے ابار غیب میں کہ ان کا سولھواں ذمہ داریوں کو زیادہ پورا کرنے والا اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہوگا اس مطلب کی طرف اشارہ ہے۔

اور ۲۸۶ھ میں ابوسعید قرمطی نے بحرین میں خروج کیا اور اس کی شان وشوکت میں قوت پیدا ہوئی اور اس کے اور خلیفہ کے لشکر کے درمیان بہت سی جنگیں ہوئیں اس نے کئی دفعہ خلیفہ کے لشکر کو شکست دی اور بصرہ اور اس کے اطراف کو اس نے غارت کیا اور ابوسعید قرمطی کہتے تھے کیونکہ وہ چھوٹے قد کا مجتمع اعضاء وجوارح والا تھا گندمی رنگ کا بدشکل شخص تھا یہ لفظ قرمطہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے کچھ چیزوں کا دوسری چیزوں کے قریب ہونا کہا جاتا ہے یہ خط مقرمط ہے یعنی نزدیک نزدیک تحریر ہے یہ چلنا مقرمط ہے یعنی نزدیک نزدیک قدم رکھ کر چلتا ہے۔

ابوسیعد مذکور ابوطاہر قرامطہ کے رئیس کا باپ ہے جو ہمیشہ شہروں میں فتنہ وفساد برپا کرتے تھے۔

اور ۳۱۷ھ میں حج کے لیے گئے اور حاجیوں کے مال لوٹ لئے لوگوں کو مسجد الحرام میں قتل کیا مارے جانے والوں کو چاہ زمزم میں پھینک دیا اور کعبہ کا دروازہ اور حجرالاسود اکھاڑ لیے کعبہ کے لباس لے کر آپس میں تقسیم کر لیے ان میں سے ایک شخص چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ کا پرنالہ اکھاڑ لے وہ چھت سے گر کر مر گیا پھر انہوں نے مکہ کے گھروں کو لوٹا اور حجرالاسود ہجر شہر میں لے گئے امیر بغداد وعراق نے پچاس ہزار دینار دینے کئے کہ وہ حجرالاسود واپس کر دیں اور مکہ لے جائیں تو انہوں نے قبول نہ کیا اور بائیس سال تک ان کے پاس رہا یہاں تک کہ عبیداللہ مہدی نے (کہ جسے اسماعیل فرزند حضرت صادق علیہ السلام کی اولاد میں شمار کرتے ہیں کہ جس کی افریقہ میں حکومت تھی) ابوطاہر کو خط لکھا اور اس قبیح کام پر سرزنش وملامت کی اور اس پر لعنت کی اور کہا تو نے ہمیں رسوا کیا ہے اور ہماری حکومت کو کفر والحاد کی نسبت دلائی ہے فوراً حجرالاسود کو اس کی جگہ پر واپس پہنچا دے اور لوگوں کے مال ومتاع انہیں واپس کر دے پس قرامطہ نے حجرالاسود کو اس کی جگہ پر واپس کیا اور مقتدر کے زمانہ کے تاریخی حالت میں بھی اس مطلب کی طرف اشارہ ہوگا۔

اور ۲۸۷ھ معتضد نے بہت بڑا لشکر قرامطہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اروان کا سپہ سالار عباس بن عمرو غنوی تھا اس لشکر

کی تعداد دس ہزار افراد شمار کرتے ہیں جب قرامطہ کے مقابلہ میں گئے تو قرامطہ نے سب کو قید کر لیا اور دوسرے دن قتل کر کے جلا دیا سوائے عباس کے کہ اسے رہا کر دیا وہ اکیلا معتضد کے پاس لوٹ گیا اور یہ واقعہ آخر شعبان میں بصرہ اور بحرین کے درمیان واقع ہوا۔

اور ۲۸۹ھ میں قرامطہ کی ایک جماعت کو کوفہ کے نزدیک پکڑ لیا گیا اور انہیں سولی پر لٹکایا گیا اور ان میں سے ایک شخص ابو الفوارس کے لقب سے مشہور تھا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر بغداد کے پل پر اسے بھی سولی پر لٹکایا گیا جب اس کو سولی پر لٹکانے لگے تو وہ عوام سے کہنے لگا کہ جو اس کی سولی کے پاس جمع تھے اے لوگو میں چالیس دنوں کے بعد زندہ ہو جاؤں گا اور دنیا کی طرف لوٹ آؤں گا جب چالیس دن گزر گئے تو لوگ اس کی سولی کے پاس آئے تو دیکھا کہ ابھی تک اس کا بدن سولی پر لٹکا ہے بعض نے کہا کہ وہ جھوٹ بکتا تھا اور یہ اس کا بدن موجود ہے اور بعض کہتے کہ بادشاہ نے کسی اور شخص کو قتل کر کے اس کے جسم کو اس کی جگہ نصب کر دیا اور ان کے درمیان جھگڑا ہو گیا تو حکم ہوا کہ انہیں ایک دوسرے سے جدا کر کے متفرق کر دیا جائے۔

اور ۲۸۹ھ ماہ ربیع الثانی کی تیئس تاریخ پیر کی رات کے چار گھنٹے گزرے تھے کہ معتضد قصر حسینی بغداد میں زہر کھا لینے کی وجہ سے مر گیا اس کی خلافت وحکومت کی مدت نو سال نو ماہ اور دو دن تھی اور اس کی عمر چالیس سال تھی اور ایک قول ہے چھیالیس سال تھی اور معتضد کو سفاح ثانی کہتے تھے کیونکہ اس نے بنی عباس کی حکومت کی تجدید کی بعد اس کے کہ وہ پرانی ہو چکی تھی کیونکہ متوکل کے زمانہ سے ان کی سلطنت رفتہ رفتہ کمزوری کی طرف مائل تھی اسی لیے تو ابن رومی اس کی مدح میں کہتا ہے۔

هنيا بنى العباس ان امامكم
امام الهدى والباس والجود احمد
كما بابى العباس انشاء ملككم !
كذا بابى العباس ايضاً يجدد!

خوشگواری ہو تمہارے لیے اے بنی عباس کہ تمہارا امام وقائد ہدایت، بہادری اور سخاوت والا امام احمد ہے جس طرح ابوالعباس (سفاح) سے تمہارے ملک کی ابتداء ہوئی اسی طرح ابوالعباس (معتضد) سے تمہارے ملک کی تجدید بھی ہوئی۔

مکتفی باللہ علی بن معتضد کی خلافت کے زمانہ کا ذکر!

معتضد کی وفات کے دن اس کا بیٹا مکتفی باللہ علی بن احمد مقام رقہ میں تھا قاسم بن عبیداللہ وزیر نے لوگوں سے اس کی بیعت لی یہاں تک کہ ایک مہینہ گذرنے کے بعد مکتفی بغداد میں آیا اور قصر حسنی میں بیٹھا اور مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ابوبکر سے لے کر مکتفی کے زمانہ تک کوئی ایسا خلیفہ نہیں کہ جس کا نام علی ہوتا سوائے خلیفۃ اللہ الاعظم حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ وعلی اولادہ کے جب مکتفی بغداد میں پہنچا تو حکم دیا کہ جو قید خانے معتضد نے لوگوں کو عذاب کرنے کے لیے بنا رکھے تھے انہیں خراب کیا جائے او وہ جگہیں ان

کے مالکوں کو واپس کی جائیں کیونکہ وہ جگہیں معتضد نے غصب کی تھیں اور حکم دیا کہ قیدیوں کو رہا کردو اور ان میں بہت سامال تقسیم کیا اس بناء پر رعیت کے دل اس کی طرف مائل ہوئے اور اس کی حکومت کے دعا گو ہوئے لیکن حکومت کے آخری زمانہ میں اس کی حالت برعکس ہوگئی اس نے ایک محل وقصر شمامیہ کی طرف بنانا چاہا تو وہاں کی زمین مالکوں سے غصب کرکے وہاں قصر بنایا لوگوں نے اس پر نفرین کی اور اس کی حکومت ختم ہوگئی اور ابھی قصر مکمل نہیں ہوا تھا کہ داعی موت کو لبیک کہی سعدی شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ۔

بسی برنیاید کہ بنیاد خود!
بکند آنکہ نہاد بنیاد بد!
خرابی کند مرد شمشیر زن
نہ چند انکہ آہ دل پیرہ زن
چراغے کہ بیوہ زنے برفروخت
بسی دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت

سلطان محمد غزنوی سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ میں شیر مردوں کے نیزے سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا بوڑھی عورتوں کے چرخہ کے تکلے سے ڈرتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ مکتفی بخیل اور کنجوس انسان تھا اس نے بہت سا مال جمع کر رکھا تھا اس کی خلافت کے زمانہ میں جمعہ کے دن ماہ رمضان کی چھ تاریخ ۲۸۹ھ میں نماز کی حالت میں بدر مارا گیا اور بدر معتضد باللہ کے مخصوص لوگوں میں سے تھا اور کوئی شخص معتضد کے نزدیک بدر کے مقام و مرتبہ کا نہیں تھا لوگ اس کی مدح معتضد کی مدح کے ساتھ ملا کر کرتے تھے اور اپنی حاجات اسی کی وساطت سے طلب کرتے تھے جب بدر مارا گیا تو اس کا سر مکتفی کے پاس لے جا کر رکھ دیا گیا مکتفی بدر کا سر دیکھ کر بہت خوش ہوا اور سجدہ شکر بجالایا اور کہنے لگا آج میں نے زندگی کا ذائقہ اور خلافت کی لذت چکھی ہے اور اسی سال قرمطی نے شام میں خروج کیا۔

اور ۲۹۰ھ میں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے وفات پائی اور ۲۹۰ھ ہی کے حدود میں ابوالحسن علی بن عباس بغدادی نے جو ابن رومی شاعر کے نام سے مشہور تھا وفات پائی اور اس کی وفات کا سبب وہ زہر ہے جو قاسم بن عبیداللہ وزیر نے اسے اس کی ہجو و بدگوئی کے خوف سے دیا تھا جب ابن رومی نے زہر محسوس کیا تو وزیر کی مجلس سے اٹھ کھڑا ہو وزیر کہنے لگا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا جہاں تو نے بھیجا ہے وزیر نے کہا میرا سلام میرے باپ کو پہنچا دینا اس نے کہا کہ میں نے جہنم کے راستہ سے نہیں جانا تا کہ اسے دیکھ سکوں۔

حکایت ہے کہ ابن رومی بہت سخت بدشگونی کرتا تھا اس طرح کہ وہ دروازے بند رکھتا تھا اور کسی کے سامنے بدشگونی کے خوف سے نہیں جاتا تھا اس کے بعض ساتھیوں نے کسی خوشی کے دن چاہا کہ وہ حاضر ہو پس انہوں نے اس کے پاس ایک غلام صاف ستھرے لباس میں خوشبو لگائے ہوئے جو خوبصورت بھی تھا بھیجا پس وہ لڑکا اس کے ہاں گیا دروازہ کھٹکھٹایا تو ابن رومی دروازہ کے باہر آیا اور لڑکا اسے بھلا معلوم ہوا پھر اس نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا کہ اقبال کہنے لگا اس کا الٹ لابقا (البتہ بھاگ جانے

والا) ہے اندر جا کے دروازہ بند کرلیا اور ابن رومی اخفش صغیر کی بہت ہجو و بدگوئی کرتا تھا کیونکہ اخفش بہت زیادہ خوش طبع اور مزاح تھا ہر ایک سے پہلے اس کے دروازے پر جاتا اور دق الباب کرتا تو ابن رومی کہتا ہے کہ دروازہ پر کون ہے تو اخفش کہتا حرب بن مقاتل (جنگ جنگجوؤں کا بیٹا) یا اس قسم کی اور باتیں۔

اور ۲۹۱ھ میں مکتفی رقہ کی طرف گیا اور قرامطہ کو گرفتار کیا اور اسی سال ابوالعباس احمد بن یحییٰ نے جو ثعلب نحوی کے لقب سے مشہور تھا۔ وفات پائی اور اس کی موت کا سبب یہ ہوا کہ وہ مسجد جامع سے نکل کر آ رہا تھا اس کے ہاں ایک کتاب تھی او وہ راستہ ہی میں مشغول مطالعہ تھا اسے گھوڑے نے لات ماری اور وہ گر گیا اسے اٹھا کر اس کے گھر لے آئے دوسرے دن وہ مر گیا علامہ طباطبائی اپنی کتاب رجال میں فرماتے ہیں احمد بن زید ابوالعباس جو ثعلب مشہور تھا کوفیوں کا امام بغداد کا رہنے والا حجۃ اور اپنے فن میں قابل وثوق ہے وہ کتاب فصیح کا مولف ہے اس سے اس کے غلام ابوعمر وزاہد و اخفش صغیر علی ابن سلیمان وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے اور وہ مبرد کا ہمعصر تھا مبرد کے بعد تک زندہ رہا اور ۲۹۱ھ میں بغداد میں وفات پائی اور اس کے اور مبرد کے متعلق یہ شعر کہا گیا ہے۔

ذهب المبرو انقضت ایامه
ولینذ هبن اثر المبرد ثعلب

''مبرد چلا گیا اور اسکے دن پورے ہو گئے اور ضرور اس کے پیچھے ثعلب بھی چلا جائے گا۔''

یہ اشعار بھی اسی کے متعلق ہیں۔

وتزودامن ثعلب خان ما
شرب المبردعن قریب یشرب
واری لکم ان تکتبوانفاسه
ان کانت الانفاس مماتکتب

ثعلب سے زادراہ حاصل کرلو کیونکہ وہ بھی مبرد کے گھاٹ سے پانی پینے والا ہے اور میری رائے تو تمہارے لئے یہ کہ اس کے سانس لکھ لو اگر سانس لکھے جا سکتے ہیں۔

اور ۲۹۱ھ ہی میں بدھ کی رات ربیع الثانی کی دس تاریخ قاسم بن عبید اللہ مکتفی کے وزیر نے وفات پائی اور وہ عظیم الہیبت خونخوار اور خونریز شخص تھا ابن رومی شاعر اور عبدالواحد بن موفق کو اسی نے قتل کیا اور چھوٹے بڑے اس سے ڈرتے تھے اور کوئی اس سے راحت و آرام میں نہیں تھا جب وہ مرا بعض اہل ادب نے اس کے مرثیہ میں کہا۔

شربنا عشیة ما ت الوزیر
ونشرب یاقوم فی ثالثه
فلاقدس الله تلك العظام

ولا بارك الله في وارثه

''اے قوم ہم نے اس رات شراب پی ہے جس میں وزیر مرا اور اس دن بھی شراب پئیں گے پس خدا ان ہڈیوں کو تقدس و برکت نہ دے اور نہ اس کے وارثوں کو برکت دے۔''

اور ۲۹۲ھ میں ابن جنی نے کہ جس کا نام عثمان تھا اور نحو و ادب میں جس کی بہت سی تصنیفات ہیں بغداد میں وفات پائی اور اسی سال ابن خلیجی نے چھپانوائے ہزار کے لشکر کے ساتھ مصر پر غلبہ حاصل کیا اور اسی سال سخت قسم کی آگ لگی کہ جس سے تقریباً تین سو یا اس سے بھی زیادہ دکانیں جل گئیں اور ۲۹۳ھ ابن خلیجی پر کامیابی حاصل ہوئی اور اسے گرفتار کر کے بغداد لے گئے اور ۲۹۵ھ شوال کے آخر میں یا اتوار کے دن تیرہ ذیقعدہ میں مکتفی کی وفات ہوئی اور اس کی عمر اکتیس سال اور تین ماہ تھی اور اس کی مدت خلافت نے چھ سال سات ماہ اور بائیس دن تک طول کھینچا۔

جعفر بن احمد مقتدر باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

مکتفی کی وفات کے دن اس کا بھائی جعفر مقتدر اس کی جگہ پر بیٹھا اور اس کے زمانہ میں وزارت کا معاملہ انقلاب میں تھا ہر چند دن کے بعد ایک شخص وزیر ہوتا اور کچھ وقت نہ گذرتا کہ وہ معزول ہو جاتا ان میں سے ایک علی بن موسیٰ بن الغرات تھا جو مقتدر کے زمانہ میں تین مرتبہ وزیر بنا اور معزول ہوا اور دوسرا علی بن عیسیٰ تھا جو دو دفعہ وزیر بنا اور مقتدر کی خلافت کے زمانہ میں بہت سے واقعات رونما ہوئے مثلاً علماء و محدثین کی موتیں ارکان بیت الحرام کا غرق ہونا اور آل ابوطالب کا مارا جانا۔

اور ۲۹۶ھ میں مونس خادم نے مقتدر کے حکم سے عبداللہ بن معتز کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے مقتدر کو خلافت سے معزول کیا تھا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی تھی اور ابن معتز ادیب اور شعر و شاعری میں مشہور تھا اور صاحب تصنیف ہے اور مبرد و ثعلب کی شاگردی کی تھی اور اہل بیتؑ اطہار کے ساتھ ناصبیت و عناد کا طریقہ رکھتا تھا اور اس نے ایک قصیدہ کہا تھا آل عباس کی آل ابوطالب پر مفاخرت کا اور اس کی قاضی ابوالقاسم تنوخی نے (جو کہ علی بن محمد ہے جو کہ جد ہے علی بن محسن بن علی کا اور قاضی تنوخی مشہور شیعہ امامی ہے۔)

اور ۲۹۷ھ میں ابوالقاسم بن محمد مشہور جنید بغدادی وصوفی نے کاظمین میں وفات پائی اور وہ سفیان ثوری کے طریقہ پر تھا اور وہ اپنے ماموں سری سقطی کی صحبت میں رہا اور جنید اصل میں نہاوند کا رہنے والا ہے اور اس کی حکایات مشہور ہیں اور سری معروف کرخی اور بشر حانی کا شاگرد ہے اور ۲۵۱ھ میں بغداد میں فوت ہوا اور قبرستان قریش میں دفن ہوا ہے۔ جنید بھی اس کی قبر کے پہلو میں دفن ہوا۔

ہمارے مولانا شیخ نراقی کی کتاب الخزائن سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ جنید کو اس کے مرنے کے بعد کسی نے دیکھا تو اس

نے اس سے پوچھا خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا تو وہ کہنے لگا وہ اشارات اڑ گئے اور وہ عبارتیں ہلاک ہوگئیں اور وہ علوم غیب ہو گئے اور وہ رسمیں مٹ گئیں اور ہمیں نفع نہیں دیا مگر چند رکعات نے جو سحری کے وقت ہم پڑھا کرتے تھے۔

اور ایک روایت ہے کہ نہیں نفع دیا ہمیں مگر ان تسبیحات نے جو ہم صبح کے وقت کیا کرتے تھے اور اس کے اچھے کلمات میں سے جو روایت ہوئے ہیں یہ ہیں عاشق کی چار علامات ہیں اس کی نیند کم ہوتی ہے اور اس کا نفس علیل و بیمار رہتا ہے اور اس کا حزن وملال طویل ہوتا ہے اور وہ رب جلیل سے ہر وقت مناجات کرتا رہتا ہے اور اس سے خوف خدا کے متعلق سوال کیا گیا تو کہنے لگا۔ **اخراج الحرام من الجوف وترك عطى وسوف افعل شكم** سے حرام کو خارج کرنا اور عنقریب یہ کروں گا کو چھوڑ دینا۔

اور وہ کہا کرتا تھا کہ جسے قراں یاد نہیں وہ حدیث کو نہیں لکھتا اس امر (طریقت) میں اس کی اقتداء نہیں کی جاسکتی کیونکہ ہمارا علم کتاب وسنت کے ساتھ مقید ہے اور ایک دن اس سے صوفی کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا **من لبس الصوف على الصفا وعاش الناس على الوفاء وجعل الدنيا خلف القضا وسلك** طریق المصطفیٰ صوفی وہ ہے جو اون کے کپڑے صفا دل کے اوپر پہنے اور لوگوں کے ساتھ زندگی وفا کے ساتھ گذارے اور دنیا کو پشت کے پیچھے قرار دے اور محمد مصطفی کے طریقہ پر چلے اور اسی کے قریب ہے روایت مرتضوی جو شرح باب حادی عشر سے منقول ہے کچھ زیادتی کے ساتھ **والكلب الكوفى خير من الف صوفى كوفى** کتا ہزار صوفی سے بہتر ہے۔

پھر جاننا چاہیے کہ مشائخ اور بزرگوں کے اقوال تصوف کی حقیقت و ماہیت کے متعلق بہت سے ہیں یہاں تک کہ کہا گیا کہ اس میں ایک ہزار سے زیادہ اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ صوفیت صوف سے مشتق ہے (صوف کا معنیٰ اون) اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کے نام صوفی کی نسبت ہے اصحاب صفہ کی طرف اور وہ اصحاب رسولؐ میں سے فقراء مہاجرین تھے اور وہ چار سو افراد تھے کہ جن کے مدینہ میں نہ مکانات تھے نہ قوم و قبیلے تھے لہٰذا وہ اس چبوترے پر رہتے تھے جو مسجد نبوی میں تھا اور ان کی شان میں کئی آیات نازل ہوئیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اصل میں یہ لفظ صفویا تھا جو صفا (خالص) کی منسوب ہے پھر واؤ کو مقدم کر کے صوفیا ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ صوفی صوفہ کی طرف منسوب ہے جیسے کوفی کوفہ کی طرف وہ اون کا ٹکڑا کہ جس کی طرف کوئی رغبت نہ کرے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بنو صوفہ کی طرف منسوب ہیں اور وہ عربوں کی ایک جماعت تھی جو کہ زہد اختیار کئے ہوئے تھی اور تھوڑی دنیا پر اکتفا کرتے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشتق ہے صوف سے کہ جس کے تین حرف ہیں صاد، واؤ اور فاء صاد سے مراد صبر وصدق وصفا اور داؤ سے مراد وُدّ (محبت) ورد (ذکر ورد کرنا) ووفا اور ف سے مراد فرد (اکیلا رہنا) وفقر وفنا۔

اور ۲۹۹ھ میں ابوالحسن محمد بن احمد بن ابراہیم بن کیسان ابن کیسان کے نام سے مشہور نحوی نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ کوئی مجلس زیادہ مفید اور اصناف علوم اور تحف وتحائف کی اس مجلس سے زیادہ جامع نہیں تھی اور اس کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے کتاب غریب الحدیث اور کتاب معانی القرآن ہے۔

اور سنہ ۳۰۰ھ میں ابوالرضا محسن بن جعفر بن علی ہادی علیہ السلام نے شام کے علاقہ میں خروج کیا اور اس کو قتل کر کے اس کا سر بغداد میں لے آئے اور پل بغداد کے اوپر سولی پر لٹکایا گیا۔

اور سنہ ۳۰۱ھ میں حسن بن علی علوی نے جو اطروش کے لقب سے مشہور تھا دیلم وطبرستان میں خروج کیا، اور مسودہ کو وہاں سے نکال دیا اور اس کا ایک طویل قصہ ہے کہ جس کے ذکر کی اس مقام پر گنجائش نہیں۔ اور سنہ ۳۰۱ھ ہی میں ابوسعید جنابی قرمطی قرامط کے رئیس کو اس کے خادم نے حمام میں قتل کر دیا اور اس کا بیٹا ابوطاہر سلیمان بن ابوسعید باپ کی جگہ پر قرامطہ کا رئیس ہوا اور اسی سال محمد بن یحییٰ بن مندہ حافظ مشہور صاحب تاریخ اصفہان نے وفات پائی اور لفظ مندہ بروزن بندہ ہے۔

اور سنہ ۳۰۱ھ یا ایک قول کی بنا پر ۲۷ شوال سنہ ۳۰۰ھ میں یا سنہ ۲۹۹ھ میں شیخ اجل اقدام ابوالقاسم سعد بن عبداللہ بن ابوخلف اشعری قمی نے وفات پائی اور یہ شیخ جلیل حضرت ابومحمد عسکری علیہ السلام کی خدمت میں احمد بن اسحاق قمی کے ساتھ اس حدیث میں شرفیاب ہوا ہے کہ جسے شیخ صدوق نے اکمال الدین میں نقل کیا ہے اگرچہ بعض علماء امامیہ اس حدیث کو ضعیف شمار کرتے ہیں بہر حال سعد بن عبداللہ ثقات امامیہ میں سے اور اپنے وقت کا شیخ طائفہ تھا اور اس کی بہت سی تصانیف ہیں کہ جن میں سے کتاب بصائر الدرجات ہے کہ جسے شیخ حسن بن سلیمان بن خالد حلی شیخ شہیدؒ کے شاگرد نے انتخاب کیا ہے اور وہ ہمارے ہاں موجود ہے یہ کتاب بصائر اس بصائر الدرجات کے علاوہ ہے کہ علامہ مجلسیؒ جس سے بحار میں نقل کرتے ہیں اور اس کی رمز (یر) قرار دی ہے کیونکہ وہ کتاب تو شیخ افقہ نبیل محمد صفار متوفی سنہ ۲۹۰ھ مدفون قم کی ہے اور یہ بزرگوار شیخ صدوق کے استادوں کے استاد اور شیخ ہیں۔

اور سنہ ۳۰۳ھ میں احمد بن علی بن شعیب نسائی مشہور محدث صاحب کتاب سنن نے جو صحاح ستہ میں سے ہے وفات پائی اور نسائی منسوب ہے نسا (فتح نون کے ساتھ) کی طرف جو خراسان کے شہروں میں سے ہے۔

فاضل متبحر خبیر میرزا عبداللہ اصفہانی ریاض العلماء میں کہتے ہیں جاننا چاہیے کہ نسائی کے سنی ہونے میں شک کیا جاتا ہے اور کبھی اسے تشیع کی نسبت دی جاتی ہے کہا گیا ہے کہ اس سے معاویہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ اس کے فضائل میں کیا کچھ روایت ہوئی ہے تو کہنے لگا کیا معاویہ اس پر راضی نہیں کہ وہ برابر برابر نکل جائے چہ جائے کہ اس کی کوئی فضیلت ہو اور دوسری روایت ہے کہ میں تو اس کی کوئی فضیلت نہیں پہچانتا سوائے (نبی کے اس ارشاد کے) کہ خدا تیرے پیٹ کو پر نہ کرے اور مالکی کی کتاب فصول المھمہ کے ابتداء میں منقول ہے وہ کہتا ہے کہ یہ یعنی نسائی جب دمشق آیا اور وہاں کتاب خصائص مناقب حضرت علی علیہ السلام میں تصنیف کی تو اس سے یہ کام معیوب سمجھا گیا اور اس سے کہا گیا تو نے شیخین کے فضائل میں کیوں کتاب تصنیف نہیں کی تو وہ کہنے لگا کہ میں دمشق میں آیا تو علیؑ سے انحراف کرنے والے یہاں بہت سے لوگ ہیں لہٰذا میں نے کتاب خصائص تصنیف کی ہے اس امید پر کہ خدا انہیں اس کتاب کے ذریعہ ہدایت کرے تو اس کے پہلو میں اتنی لاتیں ماریں کہ اسے مسجد سے نکال دیا پھر اس کے پیچھے لگے رہے یہاں تک کہ اس سے دمشق سے رملہ کی طرف نکال دیا اور وہ وہاں فوت ہوا انتھی۔

دارقطنی سے منقول ہے کہ جب نسائی دمشق میں مصیبت میں مبتلا ہوا تو کہنے لگا مجھے مکہ لے چلو پس اس کو اٹھا کر وہاں لے گئے اور مکہ میں اس کی وفات ہوئی اور صفا و مروہ کے درمیان وہ دفن ہوا اور اس کی وفات ۳۰۴ھ میں ہوئی اور اسی سال محمد بن عبدالوہاب ابوعلی جبائی کی جو بصرہ و بغداد کے معتزلہ کا رئیس ہے وفات ہوئی اور اس کے مناظرے ابوالحسن اشعری کے ساتھ مشہور ہیں اور مقام اس ذکر کرنے کی گنجائش نہیں۔

اور ۳۰۴ھ ۲۳ شعبان کو سید ابو محمد اطروش حسن بن علی بن حسن بن عمر اشرف بن علی بن حسین بن ابیطالب علیہم السلام نے مقام آمل میں وفات پائی اور یہ سید جلیل ناصر کبیر کے لقب سے مشہور ہے اور نانا ہے سید مرتضیٰ و رضی کا اور زیدیہ کو اس سے بڑی عقیدت ہے اور اس کی تفسیر کبیر سے بہت کچھ نقل کرتے ہیں۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ وہ آلِ ابوطالب کا شیخ و بزرگ ان کا عالم و زاہد اور ان کا ادیب و شاعر ہے ویلم و جبل کے علاقہ پر اس کا قبضہ و سلطنت ہوگئی ناصر للحق اس کا لقب ہوا سامانیوں کے ساتھ اس کی بڑی عظیم جنگیں ہوئیں اور طبرستان میں ۳۰۴ھ میں اس کی وفات ہوئی اسی سال جیسا کہ قرمانی نے اخبار الدول میں بیان کیا ہے کہ بغداد میں ایک جانور ظاہر ہوا جس کو زبزب کہتے تھے راتوں کے وقت اس کو چھتوں کے اوپر دیکھتے وہ لوگوں کے بچے کھا جاتا اور عورتوں کے پستان کاٹ لیتا لہٰذا بغداد کے لوگ راتوں کو پہرہ دیتے اور تھال بجاتے تا کہ وہ جانور بھاگ جائے ایک مدت تک یہ مصیبت رہی۔

اور ۳۰۹ھ میں حسین بن منصور حلاج علماء کے فتوے سے قتل کر دیا گیا کیونکہ اس زمانہ کے علماء و فقہاء نے اس کے بعض نظریات و کلمات سننے کے بعد اس کے خون حلال ہونے کا فتویٰ دیا اور حامد بن عباس مقتدر کے وزیر کے سامنے قاضی ابوعمرو نے اس کے خون کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا اور باقی علماء نے بھی فتویٰ دیا اور اس سلسلہ میں ایک قبالہ و محضر نامہ لکھا اور حلاج مسلسل یہ کہتا تھا اللہ اللہ فی دمی اللہ سے ڈرو اللہ سے خوف کرو میرے خون کے بارے میں پس اس کو زندان میں لے گئے اور صورت واقعہ خلیفہ کے سامنے پیش کی گئی خلیفہ کہنے لگا اگر علماء نے اس کا خون بہانے کا فتویٰ دیا ہے تو اس کو جلاد کے حوالے کرو تا کہ وہ اس کو ایک ہزار تازیانے لگائے اور اگر اس سے ہلاک نہ ہو تو پھر اس کو ہزار تازیانہ لگائے اور اگر اس سے ہلاک نہ ہوئے تو پھر اس کو ہزار تازیانہ لگائے پھر اس کی گردن اڑا دے پس اسے منگل کی صبح تئیس ذیقعدہ جلاد کے سپرد کیا گیا اور اس نے اسے ایک ہزار تازیانہ لگایا پھر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور اسکے بعد اس کا سر جدا کر دیا اور بغداد کے پل پر اسے سولی پر لٹکا دیا پھر اس کا بدن جلایا گیا اور اس کی راکھ دجلہ میں پھینکی گئی اتفاقاً اس سال دجلہ میں بہت پانی آیا حلاج کے ساتھی کہنے لگے کہ یہ پانی کی زیادتی حلاج کی راکھ کی وجہ سے تھی اور لوگ اس کے متعلق دو فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حلاج ان اشخاص میں سے ہے کہ جنہوں نے غیبت صغریٰ کے زمانہ میں کذب و افتراء سے بابیت اور سفارت و نیابت کا دعویٰ کیا ہے اور توقیع شریف (امام علیہ السلام کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر) ان پر لعنت کرنے اور ان سے برات کے متعلق خارج ہوئی ان میں سے پہلا شخص ابو محمد ہے جو شریعی مشہور تھا جو حضرت علی ہادیؑ اور حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتا تھا

اور یہ پہلا شخص ہے کہ جس نے اللہ کی مخالفت میں جھوٹا دعویٰ حضرت حجۃ صلوات اللہ علیہ کی طرف سے بابیت (ان کا دروازہ ہونا) اور سفارت (نائب امام) کا کیا اور اس کے بعد اس سے الحاد و زندقہ وغلو و تناسخ کا نظریہ ظاہر ہوا اور وہ یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں علی بن محمدؑ (نقی) کی طرف سے نبی ہوں اور وہ جناب معاذ اللہ پروردگار ہیں اور اس قسم کی کفر آمیز باتیں پس حضرت صاحب الامرؑ کی طرف سے اس پر لعنت اور اس سے برات کی توقیع خارج ہوئی اور دوسرا شخص محمد بن نصیر نمیری تھا کہ جس نے شریعی کی طرح پہلے باب ہونے کا دعویٰ کیا پھر اس سے تجاوز اور غلو کیا حضرت ابوالحسن (امام علی نقی) کے متعلق اور دعویٰ کیا آنجنابؑ کی ربوبیت اور اپنی رسالت کا اور وہ محارم ولواطہ کی حلیت کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ لواطت مفعول کے لیے تذلل اور تواضع وانکساری کا باعث اور ممدوح ہے اور خود بھی لواطت کراتا تھا اور ایک احمد بن ہلال کرخی ہے اور ایک محمد بن علی بن بلال ہے اور ایک حسین بن منصور حلاج ہے اور ایک شلمغانی ہے خلاصہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک پہلے تو یہ دعویٰ کرتا کہ ہم امامؑ کی طرف سے وکیل ہیں اور کمزور وضعیف لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے اور پھر اپنے الحاد و کفر زندقہ کو ظاہر کرتے اور راضی باللہ کے زمانہ کے ذکر میں شلمغانی کے مختصر حالات انشاء اللہ آئیں گے۔

خلاصہ یہ کہ حسین حلاج بھی اس مقام کا دعویٰ کرتا تھا اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا تھا ایک دفعہ قم میں آیا اور شیخ اجل علی بن بابویہ قمی رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں خط لکھا اور ظاہر کیا کہ میں امامؑ کا قاصد اور حضرت حجۃ عصر علیہ السلام کا وکیل ہوں اور ابن بابویہ کے ساتھ کچھ دوسرے لوگوں کو بھی اپنی طرف دعوت دی جب وہ خط ابن بابویہ کے ہاتھ میں پہنچا تو انہوں نے اس کو پھاڑ ڈالا اور اپنی دکان تجارت کی طرف چل پڑے جب دکان پر پہنچے تو وہاں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ حاضر ہیں اور وہ سب کے سب ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے سوائے ایک شخص کے کہ جس نے ان کے احترام کی رعایت نہ کی اور ان کے لیے کھڑا نہ ہوا اور وہ حسین حلاج تھا شیخ ابن بابویہ نے پوچھا کہ تو کون ہے حلاج نے کہا میں وہی شخص ہوں کہ جس کے خط کو تو نے پھاڑ ڈالا حالانکہ میں دیکھ رہا تھا شیخ نے فرمایا صاحب رقعہ تو ہے؟ پھر فرمایا یا غلام برجلہ وقفاہ اے غلام اس کا پیر اور گردن پکڑو اور اسے باہر نکال دو پس انتہائی ذلت ورسوائی کے ساتھ اس کو وہاں سے نکال دیا گیا حسین حلاج پھر قم میں نہیں رہا اور اس کے بعد لوگوں نے اسے وہاں نہیں دیکھا اور جب خداوند عالم نے چاہا کہ وہ رسوا اور ذلیل ہو اور اس کے کردار سے پردہ اٹھا دے تو اس کی رسوائی کے اسباب یہ ہوئے کہ حلاج نے مصلحت یہ سمجھی کہ ابوسہل نوبختی کو جو علماء وادباء اور لوگوں کے نزدیک موثق افراد میں سے تھا اپنے دام تزویز میں لے آئے تاکہ شاید اس طریقہ سے کمزور لوگ اور عامۃ الناس اس کے فریب میں آجائیں پس اس کو رقعہ لکھا اور اسے اپنی طرف دعوت دی اور ظاہر کیا کہ میں صاحب الزمان کا وکیل ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تجھ سے خط و کتابت کروں اور ایسا نہ ہو کہ تجھے اس معاملہ میں شک وشبہ ہو ابوسہل جب خط کے مضمون پر مطلع ہوا تو اس کے لیے پیغام بھیجا کہ گر تو صاحب الزمانؑ کا وکیل ہے تو ضروری ہے کہ تیرے پاس اسکے دلائل وبراہین ہوں لہٰذا تجھ پر ایمان لانے اور تیری تصدیق کرنے کے لیے تجھ سے ایک چھوٹی سی خواہش کرتا ہوں تاکہ وہ تیری دعوت کی شاہد و گواہ بن سکے اور وہ یہ ہے کہ میں جوان کنیزوں کو دوست رکھتا ہوں اور اس وقت میرے پاس چند جوان کنیزیں ہیں کہ جن کے وصال سے میں لطف اندوز ہوتا ہوں لیکن چونکہ بڑھاپے نے میرے سر اور چہرہ پر اثر کیا ہے لہٰذا مجبور ہوں کہ ہر ہفتہ میں خضاب لگاؤں تاکہ اپنے بالوں کی سفیدی

ہی ان سے چھپا سکوں کیونکہ اگرانہیں میرے بالوں کی سفیدی معلوم ہوجائے تو وہ مجھ سے کنارہ کشی کریں گی اور میرا وصال ہجر وجدائی میں بدل جائے گا یہی وجہ ہے کہ ہر ہفتے خضاب کرنے کی زحمت میں مبتلا ہوں اگر تم اپنی دعوت میں سچے ہو تو ایسا کرو کہ میری ڈاڑھی سیاہ ہوجائے اور پھر مجھے خضاب کی ضرورت نہ پڑے تب میں تمہارے مذہب میں داخل ہوجاؤں گا اور لوگوں کو تمہاری طرف دعوت دوں گا جب یہ پیغام حسین کو ملا تو اس نے سمجھا کہ اس کا تیر خطا گیا ہے لہٰذا خاموش ہوگیا اور کوئی جواب نہ دیا ابوسہل اس مطلب کو مجالس ومحافل میں بیان کرتا تھا اور اس کو لوگوں کے لیے مذاق اور کھلونا بنادیا اس کے فریب کا پردہ چاک کردیا اور اسے رسوا کیا لوگوں کو اس کے فریب سے نجات دی اوران مطالب کو شیخ طوسی اور دیگر علماء نے روایت کیا ہے جو تفصیل کا خواہشمند ہو وہ کتاب غیبت شیخ یا بحار کی گیارہویں جلد کی طرف رجوع کرے۔

اور ۳۱۰ھ انیس جمادی الثانی کو ابراہیم بن محمد جوز جاج نحوی کے لقب سے مشہور اور مبرد وثعلب کا شاگرد تھا فوت ہوا۔ اور ۲۶ شوال ۳۱۰ھ مورخ خبیر ومحدث بصیر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر طبری شافعی مذہب نے بغداد میں وفات پائی اور وہ اہلِ سنت کے آئمہ مجتہدین میں سے ہے اور وہ تفسیر کبیر اور تاریخ شہیر کا مولف ہے اور اس کی ایک تصنیف کتاب الولایہ بھی ہے کہ جس میں خم غدیر کی احادیث کو دو ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے اور اس کی ایک اور کتاب ہے کہ جس میں حدیث طیر کے طرق جمع کئے ہیں اور یہ محمد بن جریر بن رستم طبری جو شیعہ امامی اور المسترشد اور ایضاح وغیرہ کا مولف ہے اس کے علاوہ اور شخص ہے۔

اور اسی سال کے ماہ ذلحجہ میں یا ۳۱۶ھ میں ابوبکر محمد بن سری بن سہل نحوی نے جو ابن سراج کے نام سے مشہور تھا وفات پائی۔ اور ۳۱۱ھ میں ابوزکریا محمد بن زکریا رازی مشہور طبیب نے وفات پائی وہ اس فن میں بہت پختہ تھا، اس نے بہت سی کتب تالیف کیں ان میں سے ایک کتاب ہے برء الساعۃ اور ان میں سے ایک کتاب ہے من لا یحضرہ الطبیب کہ جس کی مثال اور منوال وطریقہ پر ہمارے شیخ صدوق نے بعض جلیل القدر سادات کے اشارہ سے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ تالیف فرمائی اور ابوزکریا کے کئی نفع بخش کلمات ہیں ان میں سے یہ کلمات بھی ہیں جب تک تو غذاؤں سے علاج کی قدرت رکھتا ہے دواؤں سے علاج نہ کر اور جب تک مفرد دوا سے علاج ممکن ہو مرکب دواء سے نہ کر اور ان کلمات میں سے ہے بیماری کی ابتداء میں ایسی چیز کے ساتھ علاج کر کہ جس سے طاقت وقوت ختم نہ ہو یا قبل اس کے کہ طاقت وقوت جاتی رہے اور یہ بھی اسی کا قول ہے کہ زہر تین چیزیں ہیں بھنا ہوا گرم گرم گوشت، خراب شدہ دودھ اور بدبودار مچھلی۔

اور ۳۱۳ھ میں علی ابن محمد بن فرات کے لقب سے مشہور وزیر کو اس کے بیٹے محسن کے ساتھ قتل کیا گیا اور ابن فرات تین مرتبہ معزول ہونے بعد مقتدر وزیر ہوا اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں اور صاحب بن عباد نے ابوالحسن بن ابوبکر علاف سے جو پیٹو مشہور تھا نقل کیا ہے کہ میرے باپ ابوبکر نے جو قصیدہ بلے کے مرثیہ میں کہا ہے اس سے مراد اس کی محسن بن فرات تھی چونکہ وہ ان کے ابتلاء ومصائب کا زمانہ تھا اور ایک قول ہے کہ اس کی مراد معتز کا بیٹا تھا اور خلیفہ کے خوف سے اظہار نہیں کرسکا کنایۃً اس کا مرثیہ کہا ہے یہ قصیدہ دمیری نے لفظ ہر (بلا) کے عنوان میں کتاب حیوۃ الحیوان میں ذکر کیا ہے اور اس قصیدہ کا مطلع یہ شعر ہے۔

یاھر فارقتنا ولم تعد
و کنت عندی بمنزلة الولد

اے بیٹے تو ہم سے جدا ہوا اور واپس لوٹ کے نہیں آئے گا تو میرے نزدیک بیٹے کی مانند تھا۔‘‘

اور ابن فرات کا بھائی ابوالعباس احمد بن محمد بن فرات اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ خوش نویس اور علوم میں زیادہ پختہ تھا اور فضل بن جعفر اس کا چچازاد بھائی بھی جو ابن حنزابہ مشہور تھا خوشنویس تھا اور خلفار کے زمانہ میں وزارت وریاست اس کے پاس تھی البتہ اس کے باپ جعفر بن محمد بن فرات نے وزارت قبول نہیں کی۔

اور ماہ صفر ۳۱۳ھ یا ۳۲۳ھ میں ابراہیم بن محمد بن عرفہ نحوی نے جو لفظویہ مشہور اور سیبویہ کا شاگرد تھا وفات پائی اور مشہور یہ ہے کہ جب اس کے استاد سیبویہ نے دیکھا کہ اس کی ہیئت کثیف اور گندی ہے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے رکھتا ہے بلکہ اس کے لباس میں زیادہ چکناہٹ ہوتی ہے تو اس سے کہنے لگا گویا تو مٹی کے تیل والا ہے۔

اور ۳۱۵ھ میں دیلم نے ری اور جبال پر غلبہ کیا اور بہت سی مخلوق کو قتل کر دیا یہاں تک کہ بچوں کو ذبح کیا اور اسی سال علی بن سلیمان اخفش صغیر اچانک بغداد میں مر گیا اور انہیں سالوں میں قرامطہ کے فتنہ وفساد اور مسلمانوں کو ان کے اذیت پہنچانے اور مسلمانوں کو قتل کرنے نے سرکشی کی اور انکے پیروکار وانصار بہت سے جمع ہو گئے یہاں تک کہ کئی مرتبہ انہوں نے خلیفہ کے لشکر کو شکست دی اور راستے خطرناک اور بے امن ہوئے اور لوگوں نے جان کے خوف سے حج کرنا چھوڑ دیا اہل مکہ بھی اپنے حالات کی سختی وشدت کی وجہ سے مکہ چھوڑ کر باہر چلے گئے۔

اور ۳۱۷ھ میں مقتدر نے منصور دیلمی کو امیر حاج قرار دیا اور وہ حاجیوں کے ایک قافلہ کے ساتھ مکہ کی طرف گیا اور وہ لوگ صحیح وسالم وہاں تک پہنچ گئے ابوطاہر قرمطی ملعون بھی مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ آٹھویں ذوالحجہ کے دن مسلمانوں سے ان کا آمنا سامنا ہوا اور انہوں نے دست درازی وتجاوز دراز کیا اور مسلمانوں کو مسجد الحرام میں قتل کیا اور ان کے مردوں کو چاہ زمزم میں پھینک دیا اور لوہے کے گرز سے اتنی ضربیں لگائیں کہ حجر الاسود ٹوٹ گیا اور اسے اکھاڑ لیا اور وہ یہ سب کچھ ذوالحجہ ۳۱۷ھ کے ہی سال میں ہوا پس وہ لوگ گیارہ دن مکہ میں رہے اور حجر الاسود کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور بیس سال سے زیادہ عرصہ ان کے پاس رہا اور مسلمانوں نے پچاس ہزار دینار انہیں دینے کئے تاکہ حجر الاسود واپس کر دیں لیکن انہوں نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ مطیع اللہ کے وقت ۳۳۹ھ میں عبیداللہ مہدی کے حکم سے مکہ میں واپس لے آئے جیسا کہ ۲۸۶ھ کی تاریخ میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

اور منقول ہے کہ جب حجر الاسود کو انہوں نے اکھاڑا اور لے گئے تو شہر ہجر تک پہنچتے چالیس اونٹ اس کے زیر بار ہلاک ہوئے اور جب انہوں نے چاہا کہ حجر الاسود کو واپس لوٹائیں تو اس کو ایک لاغر وکمزور اونٹ پر بار کیا وہی ایک اونٹ اس کو مکہ تک لے گیا اور حجر الاسود برکت سے موٹا تازہ ہو گیا اور واضح ہو کہ مجمع البحرین میں لفظ قرمط کے تحت شیخ بہائی سے نقل کیا ہے کہ ۳۱۰ھ حج کے دنوں قرامطہ مکہ میں داخل ہوئے اور حجر الاسود کو لے گئے اور وہ بیس سال ان کے پاس رہا اور بہت سے لوگ انہوں نے قتل کئے کہ جن میں

سے علی بن بابویہ بھی تھے یہ طواف کر رہے تھے کہ ان پر تلوار کا وار ہوا اور یہ بزرگوار بے حال ہو کر زمین پر گر پڑے اور کہا۔

ترى المحبين مرعى في ديارهم

كفية الكهف لايدرون كم لبثوا

''تو محبت کرنے والوں کو ان کے گھروں میں چت پڑا ہوا دیکھے گا مثل اصحابِ کہف کے کہ جنہیں معلوم نہیں کہ کتنی مدت پڑے رہے۔

اور یہ عجیب واقعہ ہے علاوہ اس کے کہ اسے کسی نے ذکر نہیں کیا سوائے اختیارات مجلسی کے یہ مخالف ہے ابن بابویہ کی تاریخ وفات کے کیونکہ ان کی وفات ماہ شعبان ۳۲۹ھ میں ہے۔

مولف کہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اس چیز کو حجر الاسود سے بعید سمجھے کیونکہ یہ پتھر آیاتِ خدا میں سے ایک آیت ونشانی ہے اور اس کے لیے حالات اور قدر ومنزلت ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے گفتگو کی حضرت سید سجاد کے لیے جب (ظاہراً) ان سے ان کے چچا محمد نے امر امامت میں نزاع کیا اور ان میں سے ایک ہے کہ یہ بات شہرت یافتہ ہے کہ وہ اپنی جگہ پر نصب ہونے میں معصومین کے علاوہ کسی کی اطاعت نہیں کرتا چنانچہ چند مرتبہ ایسا ہوا اور اسی لیے تو شیخ اجل واقدم محمد بن قولویہ قمی مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے جس سال کہ حجر اسود کو لیے جا رہے تھے کہ اسے اس کی جگہ پر نصب کریں تا کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی زیارت سے حجر الاسود کے نصب کرتے وقت مشرف ہوں لیکن بغداد میں جا کر بیمار ہو گئے اور کسی نائب بنا کر مکہ کی طرف بھیجا اور ایک رقعہ لکھ کر اس کو دیا اور اس سے کہا کہ یہ رقعہ اس شخص کو دینا کہ جو حجر الاسود کو اس کی جگہ پر نصب کرے اور اس خط میں اپنی عمر کے متعلق سوال کیا تھا اس شخص نے وہ رقعہ حضرتؑ تک پہنچایا اور آپؑ نے اس کا مطالعہ کئے بغیر اس سے فرمایا کہ شیخ سے کہنا کہ تیس سال مزید زندہ رہو گے اسی طرح ہوا کہ جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ حجر الاسود ملائکہ میں سے ایک عظیم فرشتہ تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا عہد ومیثاق اس کے سپرد کیا اور وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی بولنے والی زبان ہوگی اور وہ ان لوگوں کے حق میں شہادت دے گا کہ جنہوں نے اپنے عہد ومیثاق کی وفا کی ہے اسی لیے حجر کو مسح کرتے یا بوسہ لیتے وقت کہتے ہو:

امانتی ادیتها ومیثاقی تعاهدته لتشهدلی عندك بالموافات میں نے اپنی امانت کو ادا کیا ہے اور اپنے میثاق کو پورا کیا ہے تا کہ تو گواہی دے کر تیرے پاس اس کو پورا پورا ادا کیا ہے اور کئی ایک روایات میں ہے اور علماء عامہ نے بھی اسے نقل کیا ہے کہ ایک سال عمر بن خطاب نے حج کیا اور اسی سال حضرت امیر المومنینؑ بھی تشریف لے گے عمر حجر الاسود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دیا اور کہا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ تو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نفع اور اگر یہ نہ ہوتا کہ میں ے رسولؐ خدا کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے تو میں تیرا بوسہ نہ لیتا حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا ایسا نہیں جس طرح تو کہہ رہا ہے بلکہ یہ ضرر بھی پہنچاتا ہے اور نفع بھی دیتا ہے کیونکہ جس وقت خداوند عالم نے اولادِ آدم سے میثاق لیے تو انہیں ایک ورق پر لکھا اور حجر کو دکھانے کیلئے دیا اور میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن حجر الاسود آئے گا اور اس کے لیے زبان ہوگی اور وہ گواہی دے گا اس شخص

کے حق میں جس نے اس کا بوسہ لیا جب کہ وہ توحید کا اقرار بھی کرتا ہو عمر نے کہا لا خیر فی عیش قوم لست فیھم یا ابا الحسن اس قوم کی زندگی میں اچھائی وبھلائی نہیں کہ جن میں اے ابوالحسنؑ تو نہ ہوا اور ہم معتضد کے زمانہ کے حالات میں قرامطہ کے کچھ حالات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

اور ۳۱۷ھ ہی میں عبداللہ بن احمد ابوالقاسم کعبی بلخی نے جو طائفہ معتزلہ کا رئیس تھا وفات پائی۔ اور ۳۲۰ھ میں مونس خادم مقتدر کے خلاف ہو گیا اور اس کے ساتھ نزاع وفساد و جنگ وجدال کی بنیاد رکھی اور مونس کا زیادہ تر لشکر بربر کے لوگ تھے ابھی دونوں لشکروں نے صف بندی نہیں کی تھی کہ ایک بربری نے خلیفہ کو ایک حربہ لگایا اور اسے زمین پر گرا دیا پھر پیادہ ہو کر اس کا سر کاٹ لیا اور اس کو نیزہ پر سوار کیا اور خلیفہ کا سارا لباس اس کے بدن سے اتار لیا یہاں تک کہ لوگ گھاس پھوس لے گئے اور اس کی شرمگاہ چھپا دی پھر اس کا جنازہ اٹھا کر اسے دفن کر دیا اور مقتدر بنی عباس کا اٹھارہواں خلیفہ ہے اور بنی عباس کا ہر چھٹا خلیفہ یا خلافت سے ہٹا دیا گیا یا قتل ہوا اور یا ہٹایا بھی گیا اور قتل بھی ہوا جیسا کہ چھٹا خلیفہ محمد امین تھا جس کو خلافت سے ہٹایا بھی گیا اور قتل بھی ہوا اور دوسرا چھٹا خلیفہ مستعین تھا وہ بھی معزول ومقتول ہوا اور مقتدر پھر چھٹا خلیفہ ہے جو قتل ہوا اور اس کی مدت خلافت چودہ دن کم پچیس سال تھی اور اس کی عمر اڑتیس سال پندرہ دن تھی اور جس دن وہ تختِ حکومت پر بیٹھا اس کی عمر تیرا سال تھی اور کہا گیا ہے کہ کوئی خلیفہ تخت پر نہیں بیٹھا جو اس سے کم عمر ہو اور یہ نماز عصر کے وقت بدھ کے دن ستائیس شوال ۳۲۰ھ میں مارا گیا اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں مقتدر کے قتل کی طرف اشارہ فرمایا ہے جہاں فرماتے ہیں گویا میں ان کے اٹھارہویں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے خون میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے بعد اس کے کہ اس کا لشکر اس کا گلا دبا لے گا اس کی اولاد میں سے تین ایسے مرد ہوں گے جن کی سیرت گمراہی وضلالت کی سیرت ہوگی اور اس کی اولاد میں سے تین اشخاص سے مراد راضی ومشتقی ومطیع ہیں کہ جو تینوں کے تین خلیفہ ہوئے جیسا کہ معلوم ہوگا۔

محمد بن احمد قاھر باللہ کی خلافت کا ذکر

ماہ شوال کے دو دن رہتے تھے ۳۲۰ھ میں کہ قاھر باللہ محمد احمد معتضد مقتدر کے بعد مسند خلافت پر بیٹھا جب خلافت پر مستقر ومستقل ہو گیا تو آل مقتدر کو گرفتار کر کے انہیں عذاب کے شکنجے میں جکڑ دیا اور مکتفی کے بیٹے اپنے بھتیجے کو ایک کمرہ میں بند کر دیا اور اس کے دروازے کو اینٹوں اور چونے سے چن دیا یہاں تک کہ وہ وہیں مر گیا اور سیدہ مقتدر کی ماں کو پکڑ کر مارا پیٹا اور اس کو الٹا لٹکا دیا یہاں تک کہ اس کا پیشاب اس کے منہ پر جاری ہو گیا اور اسی طرح عذاب میں رہ کر وہ مر گئی۔

اور ۳۲۱ھ میں ابو علی محمد بن مقلہ کو اپنا وزیر مقرر کیا پھر اس کو معزول کر کے محمد بن قاسم بن عبداللہ خصیبی کو اپنا وزیر بنایا اور ابن مقلہ وہی شخص ہے کہ جس نے خط عربی ایجاد کیا اور خط کوفی سے اسے عربی کی طرف منتقل کیا اور اسی سال عالم فاضل ادیب ابوبکر محمد بن حسن بن درید ازدی نحوی ولغوی وشاعر کتاب جمھرہ کے مولف نے بغداد میں وفات پائی اور ابن درید کو علماء شیعہ کے زمرہ میں ذکر

کرتے ہیں اور ابن شہر آشوب نے اسے شعراء اہل بیتؑ میں شمار کیا ہے اور ایک جماعت نے اس کی مدح کی ہے اور اس کو اعلم الشعراء (شعراء میں سے زیادہ علم رکھنے والا) واشعر العلماء۔علماء میں سے زیادہ عمدہ شاعر) کہا ہے اور ابن درید کے حافظہ کے متعلق نقل ہوا ہے۔کہ جب اس کے سامنے اشعار کا کوئی دیوان ایک دفعہ پڑھا جاتا تو اول سے لے کر آخر تک اسے یاد ہو جاتا اور یہ عجیب وغریب سی بات ہے اگرچہ حافظہ کی زیادتی میں اس کی اور نظیریں بھی ہیں اور اس کو شیخ حر عاملی نے امل الامل میں ذکر کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ مشہور دارقطنی کا بھانجا تھا اگرچہ طبقہ کے لحاظ سے بعید ہے خلاصہ یہ کہ ابن درید کی وفات کے ہی دن عبدالسلام بن محمد نے (جو ابو ہاشم جبائی کے لقب سے مشہور تھا) بھی وفات پائی پس لوگوں نے کہا کہ علم لغت وعلم کلام ابن درید اور ابو ہاشم کی موت سے مر گیا اور یہ قول اس کی نظیر ہے جو کچھ رشید نے اس دن کہا تھا کہ جس میں کسائی اور محمد بن حسین شیبانی فقیہ ری میں مرے تھے تو رشید نے کہا کہ ہم نے ری میں فقہ ولغتِ عرب دونوں کو دفن کر دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ابو ہاشم اور اس کا باپ ابوعلی جبائی معتزلہ کے بزرگوں میں سے تھے اور کتب کلامیہ مین ان کے عقائد ومذاہب مذکور ہیں اور جبا جیم کی پیش اور ب کی شد کے ساتھ) بصرہ کے علاقہ کی ایک بستی ہے ہم رجوع کرتے ہیں قاہر باللہ کے اخبار کی طرف بیشک قاہر متلون مزاج اور سخت جری قسم کا آدمی تھا اور ہمیشہ ہتھیار کے ساتھ رہتا اور اس نے مونس خادم کو حکومت کی ایک پارٹی کے ساتھ ہلاک کر دیا لہٰذا اس سے مکر وحیلہ کیا گیا اور بدھ کے دن پانچ جمادی الاولی ۲۶ ۳ھ میں اس کے گھر میں گھس گئے اور اس کو پکڑ کر اس کی آنکھیں نکال دیں اور خلافت سے اسے معزول کر دیا اور اس کی خلافت کی مدت ڈیڑھ سال اور چھ دن ہے اور ایک شخص سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں مسجد جامع منصوری بغداد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک نابینا شخص کو دیکھا جس پر پرانا جبہ تھا کہ جس کے پرانے پن اور پھٹ جانے کی وجہ سے اس کا اوپر والا حصہ جا چکا تھا کچھ مقدار استر کی اور کچھ روئی اس میں رہ گئی تھی اور وہ کہتا تھا اسے لوگو مجھے صدقہ دو بیشک میں کل امیر المومنین تھا اور آج مسلمانون کے فقراء ومساکین میں سے ہوں۔

میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا قاہر باللہ عباس ہے اور عاقل دانا کیلئے بس یہی واقعہ دنیا کی بے اعتباری کیلئے کافی ہے اللہ سے پناہ مانگتے ہیں زمانہ کے مصائب وتکالیف سے۔

محمد بن جعفر راضی باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جمادی الاولی کی پانچ تاریخ ۲۲ ۳ھ میں قاہر کو خلافت سے معزول کر دیا گیا اور دوسرے دن (۶ ج ا) لوگوں نے راضی باللہ محمد بن جعفر مقتدر کی بیعت کر لی اور راضی ادیب شاعر ظریف الطبع اور سخی وجواد شخص تھا اور وہ اپنے اہلِ مجلس سے احسان ونیکی کرتا اور بہت خوشبو لگاتا تھا اور لوگوں کے واقعات وحالات سے بڑی واقفیت رکھتا تھا۔

منقول ہے کہ اس کے بچپن کے زمانہ میں اہل علم اور لوگوں کے حالات جاننے والی ایک جماعت اس کے پاس جمع ہوئی اور

ہر قسم کی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ سلسلہ گفتگو یہاں تک پہنچا کہ معاویہ بن ابوسفیان کے زمانہ میں سلطانِ روم کی طرف سے معاویہ کو خط پہنچا اور اس نے اس سے اس کے ہاں کے لوگوں میں سے سب سے بڑے شخص کو شلوار کا مطالبہ کیا معاویہ نے کہا کہ قیس بن سعد سے زیادہ بلند قامت اور تنومند شخص کوئی نہیں پس قیس کو بلایا اور اس سے کہا کہ جب گھر واپس جاؤ تو اپنی شلوار اتار کر مجھے بھیج دو کہ میں اسے سلطانِ روم کے پاس بھیج دوں قیس نے وہیں اپنی شلوار اتار کر معاویہ کو دے دی معاویہ نے کہا کہ تو نے گھر جا کر کیوں نہیں بھیجی تو قیس نے یہ دو اشعار پڑھے۔

لکیلا	یعلم الناس	انہا
سراویل	قیس والوفود	شہود
وان	لایقولوا غاب قیس	وھذا
سراویل	عادی تمته	ثمود!

میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ قیس کی شلوار ہے جب کہ لوگوں کے وفد تیرے ہاں موجود ہیں اور یہ نہ کہیں کہ قیس تو غائب ہو گیا ہے اور یہ عاد کی شلوار ہے کہ جسے ثمود نے ظاہر کیا ہے پس راضی باللہ کی محفل میں موجود لوگوں میں سے ایک کہنے لگا کہ جبلہ بن ایہم جو بنی غسان کا ایک بادشاہ تھا اس کا قد بارہ بالشت تھا اور جب وہ سوار ہوتا تو اس کے پاؤں زمین پر خط کھینچتے تھے راضی باللہ نے کہا کہ قیس بن سعد بھی ایسا ہی تھا اور اتنا بلند قامت تھا کہ جب لوگوں میں پیادہ جا رہا ہوتا تھا بعض لوگ گمان کرتے کہ وہ سوار ہو کر جا رہا ہے اور میرا دادا علی بن عبداللہ بن عباس بھی بلند قامت اور خوبصورت جوان تھا اور لوگ اس کی قد آوری پر تعجب کرتے تھے اور اس کا قد اپنے باپ عبداللہ کے کندھے کے برابر تھا اور عبداللہ بھی اپنے باپ عباس کے کندھے کے برابر تھا پس میرے دادا عباس کا قد ایک سر و گردن عبداللہ سے اونچا تھا اور عبداللہ ایک سر و گردن علی سے بلند تر تھا اور عباس جب کبھی خانہ خدا کے گرد طواف کرتا تو اس طرح معلوم ہوتا کہ سفید رنگ کا خیمہ خانہ خدا کے گرد چکر لگا رہا ہے حاضرین نے راضی باللہ کی وسعت علم پر تعجب کیا۔

مولف کہتا ہے کہ منقول ہے کہ عباس بن عبدالمطلب اتنا قد آور شخص تھا کہ پیادہ محمل کے نیچے کھڑے ہو کر محمل میں بیٹھے ہوئے شخص کا منہ چوم لیتا تھا اور قیس بن سعد بن عبادہ ان دس افراد میں سے ایک تھا کہ جو زمانہ رسالت میں دراز قد ہونے میں ممتاز تھے اور ان کے قد کا طول ان کے دس بالشت کے برابر تھا اور ہر بالشت ذراع (ایک ہاتھ) کے مساوی تھی اور سعد قیس کا باپ بھی بلند قامت تھا اور قیس اس کا باپ اور دادا بھی ہمیشہ قدیم زمانہ سے قبیلہ کے سردار تھے اور قیس نے ۶۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی اس کے چہرہ پر ایک بال بھی نہیں اگا تھا اور انصار کو یہ حسرت تھی کہ اس کی ڈاڑھی خرید سکتے تو ہم دوست رکھتے ہیں کہ اپنا تمام مال و منال دے کر اس کے لیے ڈاڑھی خرید لیں اور یہ اس لیے تھا چونکہ قیس اور اس کا باپ جاہلیت اور اسلام میں سردار بزرگ اور مہمان نواز تھے، اور انصار کے رئیس و سردار تھے اور احنف بن قیس جو حلم و بردباری میں مشہور تھا اور عبداللہ بن زبیر اور شریح قاضی بھی قیس کی طرح بے ریش تھے اور اسی لیے ان چار افراد کی سادات الطلس (کھودوں کے سردار) کہتے تھے اور اطلس اس شخص کو کہتے ہی کہ جس کے چہرہ پر بال نہ

اُگے ہوں۔

خلاصہ یہ کہ راضی باللہ کے کئی ایک ندیم وہمنشین تھے کہ جن میں سے محمد بن یحییٰ امولی اور ابن حمدون ندیم بھی ہے اور راضی باللہ کے اس کی خلافت کے زمانہ کے اچھے کاموں میں فدک کا جناب سیدہ فاطمہؑ کے وارثوں کو واپس کرنا ہے اور راضی باللہ کے زمانہ تک نو مرتبہ فدک غصب ہوا اور واپس ملا جیسا کہ علامہ حلی نے نہج الحق میں فرمایا ہے کہ ابو ہلال عسکری کتاب اخبار الاوائل میں کہتا ہے کہ پہلا شخص کہ جس نے فدک حضرت فاطمہ علیہا السلام کے وارثوں کو واپس کیا عمر بن عبدالعزیز تھا بعد اس کے کہ معاویہ نے اسے اپنی جاگیر بنا لیا تھا اور مروان بن حکم و عمر بن عثمان اور اپنے بیٹے یزید پر تقسیم کر دیا تھا عمر بن عبدالعزیز کے بعد دوبارہ فدک غصب کر لیا گیا اور سفاح نے رد کیا دوبارہ غصب ہوا تو مہدی عباسی نے وارثوں پر رد کیا پھر غصب کیا تو مامون نے ان کو واپس کیا اور ابو ہلال کے علاوہ مورخین کہتے ہیں کہ مامون کے بعد پھر غصب ہوا اور واثق نے انہیں رد کیا پھر غصب ہوا تو معتضد نے واپس کیا اور دوبارہ غصب ہوا تو معتضد نے واپس کیا اور دوبارہ غضب ہوا تو راضی باللہ نے اولاد فاطمہ سلام اللہ علیھا کو واپس کر دیا۔

فقیر کہتا ہے کہ مھتدی کے حالت میں جان چکے ہو کہ اس نے بھی فدک واپس کیا بعد اس کے منتصر کے بعد سے غصب ہوا تھا پس راضی باللہ کے زمانہ تک دس مرتبہ غصب ہوا اور واپس کیا گیا واللہ العالم۔

اور راضی باللہ نے اپنی خلافت کے زمانہ ۳۲۳ھ میں حکم جاری کیا تو ابو جعفر محمد بن علی شلمغانی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا اور اس کا بدن بغداد میں سولی پر لٹکایا گیا اور شلمغانی کو ابن ابی العزاقر کہتے تھے اور وہ منسوب ہے شلمغان کی طرف جو واسط کے اطراف یں ایک بستی ہے اور ابن اثیر نے اس کا قتل ۳۲۲ھ میں بیان کیا ہے۔ اور وہ ان اشخاص میں سے ایک ہے کہ جنہوں نے خدا پر جھوٹ باندھ کر بابیت اور وکالت امام عصر علیہ السلام کا دعویٰ کیا ہے اور ان سے بری باتیں نکلیں اور توقیع شریف ان پر لعنت کرنے اور ان سے برات کرنے کے متعلق خارج ہوئی۔

اس گروہ کے حالت مقتدر کے زمانہ کے حالات میں ذکر ہو چکے ہیں اور جعفر شلمغانی ابتداء میں راہِ راست پر تھا اور طائفہ بنی بسطام میں وجیہ اور صاحب قدر منزلت تھا بسبب اس کے اختصاص کے جناب ابو القاسم بن روح علیہ السلام تیسرے نائب امام عصر صلوات اللہ علیہ سے پس اسے جناب ابو القاسم پر حسد ہوا اور یہ مرتد ہو گیا اور برے برے نظریات اور باتیں ظاہر کیں جب اس کے معاملہ سے پردہ اٹھا شیخ ابو القاسم حسین بن روح نے بنی بسطام کو شلمغانی کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کیا اور انہیں اس پر لعنت کرنے اور تبراء کرنے کا حکم دیا بنی بسطام نے شیخ کے فرمان پر عمل نہ کیا اور شلمغانی سے دستبردار نہ ہوئے کیونکہ شلمغانی کہتا تھا کہ میں نے راز فاش کر دیا ہے لہذا مجھے دور کر دینے کی سزا اور عقاب ہوا ہے دوبارہ شیخ ابو القاسم نے بنی بسطام کو خط لکھا جو شلمغان اور اس کے پیروکاروں پر لعنت کرنے اور ان سے بیزاری اختیار کرنے پر مشتمل تھا بنی بسطام نے وہ تحریر شلمغانی کو دکھائی جب اس کی نگاہ اس مکتوب شریف پر پڑی تو شیطنیت کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ بہت رویا اور کہنے لگا کہ لعنت سے مراد اس کا باطنی معنی ہے جو کہ دور ہونا ہے اور یہاں مراد جہنم کی آگ سے دوری ہے پس شیخ کے قول لعنہ اللہ (خدا اس پر لعنت کرے)

کا معنی یہ ہے کہ باعدہ اللہ عن العذاب والنار کہ خدا اس کو عذاب اور جہنم کی آگ سے دور کرے پھر کہنے لگا کہ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ میں شیخ کے نزدیک صاحب قدر و منزلت ہوں پھر اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور اپنے رخسار خاک پر ملے۔

خلاصہ یہ کہ شلمغانی نے ان شیطانتوں سے بنی بسطام کے عقائد خراب کر دیئے ایک دفعہ ام کلثوم شیخ ابوجعفر عمری رضوان اللہ علیہ امام عصر علیہ السلام کے دوسرے نائب کی بیٹی ابوجعفر بسطام کی ماں کو ملنے کے لیے گئی تو ابوجعفر کی ماں نے اس کا استقبال کیا اور اس کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا ان میں سے ایک یہ حرکت کی کہ ام کلثوم کے پاؤں پر گر پڑی اور ان کے بوسے لینے لگی ام کلثوم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا بی بی یہ کیا کام کر رہی ہو ابوجعفر کی ماں رو پڑی اور کہنے لگی ایسا تجھ سے سلوک کیوں نہ کروں حالانکہ تم تو میری بی بی فاطمہ زہرہ ہو ام کلثوم نے کہا یہ باتیں کہاں سے کہتی ہو کہنے لگی کہ شلمغانی نے مجھے ایک راز بتایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ اس کو کسی سے ظاہر نہ کرنا ام کلثوم نے اصرار کیا کہ وہ بتائے ابوجعفر کی ماں نے اس سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اس راز کو فاش نہیں کرے گی تب کہنے لگی شلمغانی نے کہا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی روح تیرے باپ ابوجعفر محمد بن عثمانؒ کے بدن میں اور امیر المومنین کی روح شیخ ابوالقاسم کے بدن میں اور جناب فاطمہ کی روح تمہارے (ام کلثوم) بدن میں منتقل ہوگئی ہے پس کس طرح تمہاری عزت و تعظیم نہ کروں اے ہماری بی بی وخاتون ام کلثوم نے کہا یہ باتیں نہ کرو بیشک یہ جھوٹ ہیں وہ کہنے لگی میں کہہ چکی ہوں یہ راز ہے۔

خلاصہ کہ ام کلثوم نے یہ واقعہ شیخ ابوالقاسم سے نقل کیا تو شیخ نے فرمایا کہ پھر اس عورت کو ملنے نہ جانا کیوں کہ اس عورت کی یہ بات کفر خداوند عظیم اور الحاد دور دین مبین ہے جو شلمغانی ملعون نے ان کے دل میں ڈالا ہے تاکہ اس ذریعہ سے وہ یہ دعویٰ کرے کہ خداوند عالم نے اس میں حلول کیا ہے اور وہ خدا کے ساتھ متحد ہو گیا ہے جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں کہتے ہیں اور چاہتا ہے کہ اس سبب سے حلاج کا نظریہ ان میں پھیلائے پس شیخ نے شلمغانی پر لعنت کرنے کو شائع کیا اور پھیلایا اور توقیع شریف حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے بھی اس پر لعنت کرنے کے لیے خارج ہوئی یہاں تک کہ شلمغانی نے عذاب کی چاشنی دنیا میں چکھ لی اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا اور اس کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ جب شیخ نے اس پر لعنت کرنے کا اعلان کیا اور تمام شیعوں کو اس پر لعنت کرنے کا حکم دیا تو اس پر تلبیس اور شیطنت کا راستہ بند ہو گیا ایک دن شیعوں کی ایک بہت بڑی مجلس میں تھا اور ہر ایک شیخ کی طرف سے اس پر لعنت کرنے کو نقل کر رہا تھا تو شلمغانی نے کہا اگر میرا ہاتھ شیخ تک پہنچ گیا اور آسمان سے آگ نہ آئی اور اس نے اس کو جلا نہ دیا تو پھر جان لو کہ جو کچھ اس نے میرے حق میں کہا ہے وہ حق ہے یہ خبر راضی باللہ تک پہنچ گئی تو اس نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر قتل کر دو اور شلمغانی ابن مقلہ کے مکان پر تھا جب اس کو قتل کیا گیا اور شیعوں کو اس سے راحت و آرام ملا خدا تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ اور ۳۲۶ھ میں شیخ ابوالقاسم حسین بن روح رضی اللہ عنہ رحمت خداوندی سے جا ملے اور ان کی قبر شریف بغداد میں ہے اور ہم انشاء اللہ متقی کے زمانہ کے حالات میں ان کی مدت نیابت اور قبر شریف کی طرف اشارہ کریں گے۔

اور ۳۲۸ھ میں شیخ المحدثین حافظ محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی ثقۃ الاسلام عطر اللہ مرقدہ نے وفات پائی اور یہ بزرگوار شیخ و رئیس شیعہ اور حدیث میں واثق (زیادہ قابل وثوق) اور اثبت (زیادہ ثابت قدم) تھے اور کتاب شریف کافی جو کہ شیعوں

کی آنکھوں کی روشنی اور اسی (۸۰) ہزار سطر اور سولہ ہزار ایک سو ننانوے حدیث ہے بیس سال کی مدت میں تالیف فرمائی اور حق یہ ہے کہ احسان عظیم اور بہت زیادہ حق شیعوں پر خصوصاً اہل علم پر قائم کیا ہے اور ان کی جلالت وعظمت شان کی وجہ سے ابن اثیر سنی نے انہیں تین سو ہجری کے سرے پر مذہب شیعہ امامیہ کا مجدد شمار کیا ہے بعد اس کے کہ حضرت ثامن الائمہ امام رضا علیہ السلام کو دو سو ہجری کا مجدد قرار دیا ہے اور آپ کی قبر شریف بغداد شرقی میں پل کے پاس ہے اور آنجناب ابوالحسن علی بن محمد جو علان کلینی مشہور تھا اس کے بھانجے ہیں اور اس سے روایت کرتے ہیں اور کلین بروزن زبیر جوری کے قریب ایک بستی ہے وادی کرج کے نزدیک کہ جس میں یعقوب بن اسحاق جناب کلینی کے والد دفن ہیں اور آج کل طہران سے ایک منزل کے فاصلہ پر حسن آباد کے قریب برلب سڑک وہ بستی اور جناب یعقوب کی قبر مشہور ہے اور کلین کلین بستی کے علاوہ ہے جو امیر کے وزن پر ہے اور صاحب قاموس کو اشتباہ ہوا ہے اور شیخ کلینی کی نسبت اس بستی کی طرف دی ہے اور مثل مشہور ہے کہ اہل مکہ اعرف بشعابھامکہ والے اس کی گھاٹیوں کو بہتر جانتے ہیں۔

پھر یہاں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے بعض محققین اسلام سے منقول ہے کہ کلینی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ احادیث جو انہون نے اخراج کی ہیں انہیں ابواب میں صحت ووضوح کی بناء پر ترتیب میں رکھا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ابواب کے آخر میں جو احادیث ہیں وہ زیادہ تر اجمال وخفاء سے خالی نہیں ہیں (یعنی جو احادیث زیادہ صحیح اور واضح ہیں ان کو ابواب میں پہلے جگہ دی ہے اور جو مجمل ہیں اور جن میں خفاء ہے وہ آخر میں رکھی ہیں مترجم) اور واضح ہو کہ شیخ کلینی کے شیوخ اور اساتذہ میں سے شیخ اجل اقدم ثقہ جلیل القدر ابوالحسن علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی ہیں جو کتاب تفسیر قمی وکتاب فضائل امیر المومنینؑ وکتاب ناسخ ومنسوخ وغیرہ کے مولف ہیں اور ان کی قبر اس وقت قم میں محمد بن قولویہ کے مقبرہ سے ساٹھ قدم کے فاصلہ پر پچھلی طرف مشہور ہے اور کلینی کے مشہور معاصرین میں اور علی ابن ابراہیم سے اخذ حدیث میں ان کے شریک کار شیخ ثقہ فقیہ محمد بن احمد بن عبداللہ بن قضاعہ بن صفوان بن محصر ان جمال جو کہ ابوعبداللہ صفوانی مشہور ہیں۔

اور شیخ ثقہ جلیل القدر ہارون بن موسیٰ تلعکبری جو بہت سی کتب کے مولف ہیں اور صفوانی وہی ہے کہ جس کا سیف الدولہ حمدانی کے دربار میں موصل کے قاضی کے ساتھ مسئلہ امامت میں مباحثہ ومناظرہ ہوا اور اس سے انہوں نے مباہلہ کیا اور قاضی موصل دوسرے دن ہلاک ہوگیا اور صفوانی کا دادا صفوان جمال ہے جو کہ حضرت صادق وکاظمؑ کے بہترین صحابیوں میں سے ہے اور یہ وہی ہے کہ حضرت کاظمؑ نے جس سے فرمایا تھا تیری ہر چیز اچھی اور خوبصورت ہے سوائے ایک چیز کے اور وہ تیرا اپنے اونٹ اس شخص یعنی ہارون الرشید کو کرایہ پر دینا ہے اور اس کی یہ حدیث مشہور ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ شیخ کلینی کے مشہور شاگردوں میں سے عالم ربانی محمد بن ابراہیم بن جعفر ابوعبداللہ کاتب نعمانی جو ابن ابی زینب کے نام سے مشہور اور کتاب تفسیر اور مشہور کتاب غیبت کے مولف ہیں کہ جن کی وفات شام میں ہوئی اور وہ نعمانیہ کی طرف منسوب ہیں جو واسط اور بغداد کے درمیان ایک شہر ہے اور ایک بعید احتمال یہ ہے کہ یہ بستی مصر کے علاقہ میں ہے۔

اور ۳۶۸ھ ہی میں محمد بن قاسم بغدادی نحوی نے (جو ابن انباری کے لقب سے مشہور تھا) وفات پائی اور اس شخص کی علم

قرآن اور غریب حدیث میں بہت سی کتب ہیں اور منقول ہے کہ ایک سو بیس تفسیر اسناد کے ساتھ اسے یاد تھیں اور تین لاکھ اشعار جو شاہد والفاظ قرآن کے گواہ تھے وہ اس کو حفظ تھے اور اس سے پوچھا گیا تیری یاداشتیں کتنی مقدار میں ہیں کہنے لگا تیرہ صندوق اور اسی سال احمد بن محمد نے (جو ابن عبدربہ مشہور تھا قرطبی اندلسی مروانی اور کتاب عقد الفرید کا مولف) وفات پائی۔

اور اسی سال ۳۲۸ھ محمد بن احمد نے (جو ابن شنبوز قاری مشہور تھا) وفات پائی اور ابن شنبوز (شین کی زبر کے ساتھ) وہی شخص ہے جو قراں کو شواذ قرأتوں کے ساتھ پڑھتا تھا اور بعض الفاظ کو تبدیل کر دیتا اور بعض کلمات زیادہ کر دیتا اور ابن مقلہ وزیر نے اسے تادیب کی اور توبہ کرائی اور اس کی قرات میں سے (جہاں اس نے الفاظ بدلے ہیں) یہ ہیں فامضوا الیٰ ذکر الله۔ یاخذ کل سفینة صالحة غصبا۔ وتجعلون شکر کم انکم تکذبون فلما خر تبینت الانس ان لجن لو کانو یعلمون الغیب مالبثوا احولا فی العذاب المهین۔ فالیوم ننجیك ببدنك۔ اور اسی قسم کے (بے تکے) جملے۔

اور دس شوال ۳۲۸ھ میں محمد بن علی بن الحسین بن مقلہ مشہور کاتب نے وفات پائی اور محمد بن مقلہ نے اپنے بھائی حسن بن علی کیساتھ مل کر خط عربی کو کوفیت سے نقل کیا اور علی بن ہلال نے اس کی کانٹ چھانٹ کی اور ابن مقلہ کے کئی خلفاء کے زمانہ میں کئی بار وزارت کے عہدہ سے معزول و منصوب ہونے کے واقعات ہیں بالآخر اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے تو قلم بازو میں لے کر کچھ لکھتا تھا اور پھر آخر میں اس کی زبان کاٹ دی گئی اور ایک مدت تک قید میں رہ کر مر گیا۔

اور راضی باللہ کے زمانہ میں خلافت کا معاملہ مختل ہو گیا ور بہت سے لوگوں نے خروج کیا اور کئی شہروں پر ان کے قبضے ہو گئے اور انہوں نے حکومتیں قائم کر لیں اور طوائف الملوکی کی طرح کی سلطنت وحکومت ہو گئی جیسا کہ منقول ہے کہ بصرہ واسط اور اہواز عبداللہ بریدی اور اس کے بھائیوں کے قبضہ میں تھا فارس کی حکومت عماد الدولہ بن بویہ کے زیر نگیں تھی اور موصل و دیار بکر و دیار ربیعہ اور دیار مصر (غالباً مصر کے کچھ قلعے مراد ہیں مترجم) بنی حمدان کے ہاتھ اور اندلس کے شہر بنی امیہ کے قبضہ میں تھے خراسان اور اس کے اطراف نصر بن احمد سامانی کے ہاتھ میں تھے اور بحرین و یمامہ و ہجر ابوطاہر قرمطی کے پاس تھے اور طبرستان و جرجان پر ویلم کا قبضہ تھا اور راضی باللہ کے پاس بغداد و سواد (کوفہ) کے علاوہ کچھ نہیں تھا پس بنی عباس کی حکومت کے ارکان متزلزل ہو گئے اور ان کی سلطنت روبزوال و اضمحلال ہوئی اور راضی نے چھ سال گیارہ مہینے اور تین دن خلافت کی اور اپنی خلافت کے زمانہ میں ابن مقلہ کا ہاتھ کاٹا اور ایک قول ہے کہ اس کی گردن اڑا دی اور راضی دس ربیع الاوّل ۳۲۹ھ میں استسقاء کی بیماری سے مرا اس کی بیماری کے زیادہ تر اسباب میں سے کثرت جماع تھا وہ رصافہ میں دفن ہوا اس کی ماں کا نام ظلوم تھا۔

ابراہیم بن مقتدر المتقی باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جس دن ہی راضی باللہ دنیا سے گیا اس کا بھائی متقی باللہ ابراہیم بن مقتدر اس کی جگہ بیٹھا اور اس کی خلافت کے پہلے سال جو ۳۲۹ھ ہے شیخ معظم جلیل فقیہ علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی صدوق اوّل رضوان اللہ علیہ نے وفات پائی اور یہ بزرگوار اپنے زمانہ کے قمیین کے شیخ اور رئیس تھے اور عراق کے سفر میں جناب شیخ ابوالقاسم حسین بن روح امام عصر علیہ السلام کے تیسرے نائب کی خدمت میں پہنچے اور ایک دفعہ خط لکھ کر شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کے پاس بھیجا کہ وہ خط امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیں اور اس خط میں اولاد کی خواہش کی تھی ان کے خط کے جواب میں گرامی نامہ آیا دعونا اللہ بذلک وسترزق والدین خیرین ۔یعنی ہم نے تیری اولاد کے سلسلہ میں خداوند عالم سے دعا کی ہے عنقریب تجھے دو بہترین نیکوکار بیٹے عطا ہوں گے۔

پس خدا تعالیٰ نے محمد و حسین انہیں عنایت فرمائے ابوجعفر محمد وہی ہیں کہ جنہیں رئیس المحدثین اور صدوق مطلق سے تعبیر کرتے ہیں اور علماء قم میں ان کے مثل حافظہ اور کثرت علم میں نہیں دیکھا گیا اور تین سو کے قریب کتب تصنیف کی ہیں اور کبھی کبھی فخر ومباہات کرتے اور فرماتے کہ ولدت بدعوۃ صاحب الامر علیہ السلام میں حضرت صاحب الامر کی دعا سے پیدا ہوا ہوں اور ۳۸۱ھ میں ان کی وفات ہوئی جیسا کہ بعد میں کچھ ان کی جلالت وعظمت کی طرف اشارہ کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ علی بن الحسین صدوق اول کی بڑی عظمت وجلالت ہے اور ان کی قبر شریف قبرستان قم میں مشہور ہے ان کا بڑا مقبرہ ہے عالیشان گنبد کے ساتھ اور ان کیلئے توقیع حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہوئی ہے کہ جس کے دیکھنے سے ان کی جلالت شان معلوم ہوتی ہے۔

صورت توقیع شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد الله رب العالمين والعاقبة للمتقين والجنة للموحدين والنار للملحدين ولا عدوان الاعلى الظالمين ولااله الاالله احسن الخالقين والصلوٰة على خير خلقه محمد وعترته الطاهرين اما بعد اوصيك ياشيخى ومعتمدى وفقيهى اباالحسن على بن الحسين القمى وفقك الله لمرضاته وجعل من صلبك اولا دا صالحين برحمته بتقوىٰ الله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة فانه لاتقبل الصلوٰة من مانعى الزكوة واوصيك بمغفرة الذنب وكظم الغيظ وصلة الرحم ومواساة الاخوان والسعى فى حوائجهم فى العسر واليسر والحلم عند الجهل والتفقه فى الدين والثبت فى الامور والتعاهد للقرآن وحسن الخلق والامر بالمعروف والنهى عن المنكر قال الله عزوجل لاخير فى كثير من نجواهم الامن امر بصدقة اومعروف اواصلاح بين الناس واجتناب الفواحش كلها وعليك بصلوٰة الليل فان النبى ﷺ اوصى عليا عليه السلام فقال ياعلى عليك بصلوة الليل ثلاث مرات ومن استخف بصلوٰة الليل فليس منا فاعمل بوصيتى وامر شيعتى يعملو عليه وعليك بالصبروانتظار الفرج فان النبى ﷺ افضل اعمال امتى انتظار الفرج لاتزال امتى ولا يزال شيعتنا فى حزن حتى يظهرولدى الذى بشربه النبى ﷺ انه يملاء الارض عدلاً وقسطا كما ملئت ظلماوجورا فاصبرياشيخى وامر جميع شيعتى بالصبر فان الارض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين والسلام عليك وعلى

جميع شيعتنا ورحمة الله وبركاته وحسبنا الله ونعم الوكيل نعم المولى و نعم النصير۔

''سہارا اللہ کے نام کا جو بڑا مہربان اور زیادہ رحم کرنے والا ہے تعریف وستائش اللہ کے لیے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے اور عاقبت متقیوں کے لیے ہے اور جنت توحید پرستوں کے لیے اور جہنم ملحد وانکار کرنے والوں کے لیے ہے اور زیادتی (عذاب) نہیں ہے مگر ظلم کرنے والوں پر اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو بہترین خالق ہے اور درود ورحمت ہے اس کی بہترین مخلوق محمد اور ان کی پاک عترت وآل پر امابعد میں تجھے وصیت کرتا ہوں اے میرے شیخ ومیرے معتمد ومیرے فقیہ ابوالحسن علی بن الحسین قمی خدا تجھے اپنی مرضات اور پسندیدہ چیزوں کی توفیق دے اور اپنی رحمت سے تیرے صلب میں سے نیک اولاد قرار دے اللہ سے ڈرنے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی کیونکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی اور میں تجھے وصیت کرتا ہوں گناہ کے معاف کرنے ،غصہ پی جانے اور صلہ رحمی کرنے اور بھائیوں کی مدد کرنے اور تنگی وکشائش میں ان کے حاجات کے لیے کوشش کرنے جہالت کے مقابلہ میں حلم وبردباری کرنے اور دین کو سمجھنے اور امور ومعاملات کو سلجھانے اور قرآنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور اچھے خلق اور نیکی کے حکم دینے اور برائی سے روکنے کی خدائے عزوجل فرماتا ہے ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں مگر وہ شخص جوصدقہ یا نیکی کا حکم دے یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرے تمام قسم کی برائیوں سے بچے اور تم پر نماز شب (تہجد) کا پڑھنا لازمی ہے کیونکہ نبی اکرمؐ نے علیہ علیہ السلام کو وصیت کی پس فرمایا اے علی تجھ پر نماز شب کا پڑھنا لازم ہے تین مرتبہ یہ فرمایا اور جو نماز شب (تہجد) کو معمولی سمجھے وہ ہم میں سے نہیں پس میری وصیت پر عمل کرو اور مرے شیعوں کو حکم دو تاکہ وہ بھی عمل کریں اور تجھ پر صبر کرنا اور فرج وکشائش کا انتظار کرنا لازم وضروری ہے کیونکہ نبی اکرمؐ نے فرمایا میری امت کے اعمال میں سے افضل عمل انتظار فرج وکشائش ہے۔

میری امت اور ہمارے شیعہ ہمیشہ حزن وملال میں رہیں گے جب تک میرا بیٹا ظہور نہ کرے کہ جس کے متعلق نبی کریمؐ نے بشارت دی تھی کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے پر کریگا جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوگی پس صبر کرواے میرے شیخ اور میرے تمام شیعوں کو صبر کا حکم دو پس بیشک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا وارث بنائے گا اور عاقبت متقیوں کے لیے ہے اور سلام ہو تجھ پر اور ہمارے تمام شیعوں پر اور اللہ کی رحمت وبرکتیں ہوں اللہ ہمارے لیے کافی اور بہترین وکیل ہے اور بہترین مولیٰ وآقا اور بہترین مدد کرنے والا ہے۔''

پندرہ شعبان ۳۲۹ھ میں شیخ جلیل معظم ابوالحسن علی بن محمد سمری نے (جو کہ امام عصر علیہ السلام کے آخری نائب خاص تھے) وفات پائی اور وہ سال ستاروں کے گرنے کا تھا اور بہت سے شیعہ علماء محدثین نے اس سال عالم بقاء کی طرف رحلت فرمائی ہے اسی سال غیبت کبریٰ کی ابتداء ہوئی اور ہمارے زمانے تک ایک ہزار اور کچھ عرصہ گزر گیا ہے کہ غیبت امامؑ نے طول کھینچا ہے اور وہ نور عالمتاب نگاہوں چھپا ہوا ہے ہم خداوند عالم سے فرج وکشائش کی دعا کرتے ہیں کیونکہ بہت سے دلوں کو شک وشبہ نے گھیر رکھا ہے اور مناسب

ہے کہ یہاں کچھ کلام کوفی الجملہ وسعت دیں واضح ہو کہ علماء اسلام کے درمیان اس میں شک وشبہ نہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا **من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة** ۔ جو شخص مرجائے اور وہ اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ کفر وزمانہ جاهلیت کی موت مرتا ہے اور یہ حدیث کتب شیعہ وسنی میں روایت ہوئی ہے۔

بلکہ کچھ صحاح عامہ اور اکثر کتب اہل سنت میں ارسال مسلم کے طور پر نقل ہوئی ہے یہاں تک کہ عبداللہ بن عمر سے مشہور ہے کہ وہ آدھی رات کے وقت حجاج بن یوسف ثقفی کے دروازے پر گیا اور کہنے لگا مجھ سے عبدالملک بن مروان کی طرف سے بیعت لے لو کیونکہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ جو شخص رات گزار دے اس حالت میں اس کی گردن میں کسی امام کی بیعت نہ ہو اور وہ مرجائے تو جاہلیت کی موت مرے گا اسی طرح شیعہ طریقے سے متواتر ہے کہ کسی وقت بھی زمین حجت خدا یعنی امام وخلیفہ پیغمبر سے خالی نہیں رہ سکتی کیونکہ اگر آنکھ جھپکنے کی دیر کے لیے بھی زمین حجت کے بغیر ہو تو اپنے رہنے والوں کو نگل جائے گی اور یہ بات قواعد عقلیہ کے مطابق ہے کہ ممکن کو حضرت واجب سے فیض حاصل کرنے کے لیے واسطہ کی ضرورت ہے جو صاحب عصمت ہو اور جنبہ قدسی رکھتا ہو پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اگر وہ کفر وجاہلیت سے نکلنا چاہتا ہے تو اپنے امام زمانہ کو پہچانے اور اسے واجب الاطاعت اور نزول رحمت والطاف الہیہ کا واسطہ قرار دے اور جو شخص خاتم الانبیاء حضرت محمد بن عبداللہ صلوات اللہ علیہ کی رسالت اور گزشتہ آئمہ کی امامت (کہ جن کے پہلے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور گیارہویں حضرت امام حسنؑ عسکری ہیں) کا اعتقاد رکھتا ہے تو اسے یہ جاننا چاہیے کہ اس کے زمانہ کے بارہویں امام حضرت خلف صالح حجۃ بن الحسن العسکری صلوات اللہ علیہ مہدی موعود قائم منتظر نظروں سے غائب اور اطراف دنیا میں چلنے پھرنے والے ہیں کہ جن کے متعلق حضرت رسولؐ وامیر المومنینؑ اور باقی گزشتہ آئمہ سے ان کے نام کی تصریح اوصاف وشمائل اور آنجنابؑ کی غیبت کے ساتھ نصوص متواتر پہنچی ہیں بلکہ مشہور مسلمانوں کے فرقوں میں اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول خداؐ نے آخری زمانہ میں مہدی علیہ السلام کے آنے کی خبر دی ہے کہ جو آنحضرتؐ کے ہمنام ہیں اور وہ آنحضرتؐ کے دین کو رائج کریں گے زمین کو عدل وانصاف سے پر کریں گے حضرت حجۃ سے متعلق اخبار وروایات حضرتؑ حجۃ کی ولادت سے پہلے اصحاب ثقات کی معتبر کتب میں ثبت ہو چکی ہیں۔ جن میں سے بعض کتب اب تک موجود ہیں اور جس طرح انہوں نے خبر دی اور اوصاف بیان کئے بہت سارے لوگوں نے انہیں دیکھا اور نام ونسب واوصاف ان کے فرمان اور اخبار کے مطابق تھے پس متصف مزاج عقلمند کے لیے کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا کہ امام زمانہ ہی مہدی موعود ہیں جیسا کہ رسول کریمؐ کے ذکر اور شمائل وخصائل سے جو کتب سماویہ میں موجود تھے اہل کتاب کے منصف مزاج لوگ یہود ونصاریٰ میں سے صرف آنحضرتؐ کو دیکھنے اور ان نوشتہ جات کو) منطبق کرنے سے اسلام لے آئے حالانکہ خصوصیات اور اسباب تعریف وہاں ان کے پاس کم تھے ان کی نسبت جو یہاں ہیں جب یہ معلوم ہوا کہ ہمارے امام زمانہ حضرت حجۃ بن الحسن علیہ السلام ہیں۔ تو واضح ہو کہ زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی ولادت باسعادت ۲۵۵ھ میں ہوئی اور بعض نے اس سے زیادہ کہا ہے اور مسعودی نے ۲۵۶ھ کہی ہے جو لفظ نور کے عدد کے مطابق ہے اور فریقین میں جو کچھ مشہور ہے اس کی بناء پر آنجنابؑ کے والد بزرگوار کی وفات ۲۶۰ھ پس آپ کا سن مبارک منصب امامت سنبھالنے کے وقت

تقریباً پانچ سال تھااوراس دوران میں حضرتؑ سے معجزات اور عجیب وغریب حالات ظاہر ہوئے اور آپؑ کی دوغیبتیں ہیں غیبت صغریٰ وغیبت کبریٰ پہلی غیبت صغریٰ ہے جوولادت کے زمانہ سے لے کرسفارت ونیابت خصوصی کے منقطع ہونے تک تھی جو کہ ۳۲۹ھ ہے اس غیبت کی مدت چوہتر سال تھی اس کے بعد غیبت کبریٰ واقع ہوئی اورغیبت صغریٰ کے زمانہ میں کچھ لوگ سفراء ونواب تھے لوگ اپنے عرائض ان نائبین کودیتے اور جواب خط شریف کے ساتھ باہر آتا اورخمس اورنذریں جولوگ لے جاتے یہ بزرگوار لے کر حضرتؑ کی خدمت میں پیش کرتے اورآپ کی اجازت سے سادات اورفقراء شیعہ تک پہنچاتے ان سفراکرام سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئی کہ جن سے لوگوں کویقین ہوگیا کہ یہ لوگ حضرت کی طرف سے منصوب ہیں مثلاً مال کی مقدار بتاتے تھے اورجس شخص نے مال بھیجا ہے اس کا نام لیتے اورجوکچھ لانے والوں پر راستہ میں گذری ہوتی اس کی خبر دیتے موت بیماری اوردوسرے ان کے حالات بیان کرنے اوراسی طرح واقع ہونااس غیبت صغریٰ کے زمانہ میں بہت سے لوگ آپ کی خدمت میں پہنچے۔

مشہورسفراءونواب کہ جومرجع اور پناہ گاہ شیعہ تھے وہ چار بزرگ ہیں:۔

پہلے:ان میں سے شیخ اجل سعیدابوعمروعثمان بن سعیداسدی ہیں کہ جن کی عدالت وامانت پرحضرت ہادی (علی نقی) علیہ السلام نےنص فرمائی اور یہ بھی آپ نے شیعوں سے فرمایا تھا کہ جوکچھ یہ کہے حق ہے اور ہماری طرف سے کہتا ہے یہ پہلے سے عسکرین (نقیؑ وعسکریؑ) علیہماالسلام کی وکالت ونیابت سے سرفراز تھے ان کی قبرشریف بغداد میں ہیں۔

دوسرے:ابوجعفرمحمد بن عثمان بن سعیدرضی اللہ عنہم ہیں کہ جوحضرت صاحب الامرعلیہ السلام کی طرف سے اپنے باپ کی نص سے بزرگوار باپ کے قائم مقام ہوئے ان کے والد کی وفات کے بعدحضرتؑ نے گرامی نامہ ان کی طرف لکھا جوان کے والد کی تعزیت اورخودان کے ذکرسعادت اوراس مقام رفیع کی صلاحیت رکھنے پرمشتمل تھا کئی توقیعات شریفہ ناحیہ مقدسہ کی طرف سے ان کی سعادت ونیک بختی پرمشتمل شیعوں کے لیے ظاہر ہوئیں اوران کی عدالت ونیابت پرملت شیعہ کا اجماع ہوگیا تھااور ہمیشہ امور دین میں شیعہ ان کی طرف رجوع کرتے اورکرامات وخوارق عادات بہت سے ان سے ظاہر ہوتے اورفرماتے کہ خدا کی قسم حضرت صاحب الامرؑ ہرسال موسم حج میں مکہ اور مشاعر میں حاضر ہونے اورلوگوں کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں لوگ بھی حضرت کو دیکھتے ہیں لیکن پہنچاتے نہیں روایت ہوئی ہے کہ محمد بن عثمان نے اپنے مرنے کے دن کی خبرلوگوں کودی تھی مرنے سے پہلے تیار ہوگئے تھے اوراپنی قبر بنائی تھی اورایک نقاش کوحکم دیا کہ ایک سیاہ تختے پرقرن کی آیات اورآئمہ علیہم السلام کے اسماء گرامی نقش کرے تاکہ اسے اس کی تکیہ گاہ قراردیں اوران کی وفات کادن مطابق ہوااس دن کے جس کی انہوں نے خبردی تھی ان کا سال وفات ۳۰۵ھ یا ۳۰۴ھ تھااورتقریباً پچاس سال اس عظیم منصب پرفائز رہے ان کی قبرشریف بغداد میں دروازہ سلمان کے پاس قبرستان کے درمیان عالیشان گنبد کے ساتھ موجود تھے اورآج کل شیخ خلانی کے نام سے وہاں مشہور ہے۔

تیسرے:جناب شیخ ابوالقاسم حسین بن روح ہیں جوطائفہ جلیلہ نوبختیین میں سے ہیں کہ ہمیشہ یہ گروہ قبیلہ وعلماء ومتکلمین اور صاحب تالیف رہے ہیں اورمحمد بن عثمان کی وفات کے بعد نیابت کا تاج انہوں نے اپنے سرپررکھا اوراکیس سال سے زیادہ عرصہ تک

امر سفارت میں مشغول رہے اور شیعوں کے امور و معاملات کے مرجع تھے۔

۳۲۶ھ میں رحمت خداوندی سے جا ملے ان کی قبر شریف بغداد کے اس کوچہ کے آخر میں ہے کہ جس کا راستہ بازارِ عطاران کے وسط سے ہے اور قبر مکان کے اندر ہے اجازت لے کر اندر جانا چاہیے ابھی تک تو کوئی نیک مرد پیدا نہیں ہوا کہ جو اس مکان کو خرید کر مختصر صحن اور چند ایوان اور ایک حوض بنا دے کہ اس کے منافع خیریہ کا شمار نہیں علاوہ اس کے کہ اس میں صاحب قبر شریف کی تعظیم و تبجیل ہے کیونکہ زیادہ تر زائرین جو خرید و فروخت اور لین دین کا شغل رکھتے ہیں ان کے لیے چند گھڑیاں راحت و آرام سے کھانا کھانے شدت گرمی کا وقت گزارنے وضو و طہارت کرنے اور نماز کے لیے ایک جگہ کی ضرورت ہے بغداد میں شیعوں کے لیے کوئی ایسی جگہ نہیں ہے اکثر اوقات تھکے ماندے بھوکے نماز پڑھے بغیر آخری وقت میں اپنے آپ کو کاظمین پہنچاتے ہیں اگر یہ مقام بن جائے تو ہزاروں دینی و دنیوی عزت و جان کی اعانتیں ہزار ہا زائروں کے ساتھ ہر ہفتہ اور ہر ماہ ہو سکیں گی۔

چوتھے: شیخ جلیل معظم علی بن محمد سمری ہیں جو حسین بن روح کے قائم مقام ہوئے اور تین سال تک امر نیابت ان کے سپرد رہا پندرہ شعبان ۳۲۹ھ میں رحمت خداوندی سے جا ملے وہ ستاروں کے گرنے اور ٹوٹنے کا سال تھا۔

اس میں غیبت کبریٰ کی ابتداء ہوئی ان کی قبر شریف بغداد میں شیخ کلینی کی قبر کے پاس ہے اور شیخ صدوق و شیخ طوسی نے حسن بن احمد مکتب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم اس سال بغداد میں تھے کہ جس میں جناب سمری نے وفات پائی ان کی وفات سے چند دن پہلے ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے صاحب الامر علیہ السلام کا فرمان نکالا کہ جس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اے علی بن محمد سمری خدا تیرے بھائیوں کا اجر تیرے مصیبت میں عظیم قرار دے تو آج سے چھ دن بعد دنیا سے جدا ہو جاء گا پس اپنے کاموں کو سمیٹ لے اور وصی اور اپنا قائم مقام کسی کو قرار نہ دے کیونکہ غیبت تامہ (مکمل) واقع ہو چکی ہے اس کے بعد ہم کسی کے سامنے ظاہر نہیں ہوں گے مگر خدا کے اذن کے بعد اور یہ ظہور اس کے بعد ہوگا کہ جب غیبت کی مدت طویل ہو جائے گی اور دل سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم و جور سے پر ہو جائے گی۔

اب کے بعد شیعوں میں سے کچھ لوگ مشاہدہ کا دعویٰ کریں گے تو جو شخص سفیانی کے خروج اور صدائے آسمانی سے پہلے مشاہدہ کا دعویٰ کرے وہ دروغ گو اور افتراء پرداز ہے **ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** نہیں طاقت و قوت مگر خدائے بلند و صاحب عظمت کی طرف سے۔

حسن کہتا ہے کہ ہم سب نے توقیع کو نقل کر لیا اور ان کے پاس سے باہر آ گئے جب چھٹا دن ہوا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہی حالت احتضار میں پایا کسی نے ان سے کہا کہ آپ کے بعد آپ کا وصی و جانشین کون ہے تو فرمایا الہ امر ھو بالغۃ خدا کی حکمت و امر ہے کہ وہ عمل میں آئے گا جو کہ غیبت کبریٰ کے وقوع سے کنایہ تھا یہ کہہ کر جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی رضوان اللہ علیہ۔

اور متقی کے زمانہ میں ۳۳۲ھ یا ۳۳۳ھ میں حافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید کوفی نے جو ابن عقدہ مشہور تھا وفات

پائی اہل حدیث کی اصطلاح میں حافظ اس کو کہتے ہیں کہ جسے ایک لاکھ حدیث سند کے ساتھ یاد ہو اور حجۃ اس کو کہتے ہیں کہ جسے تین لاکھ احادیث یاد ہوں والحاکم من احاط بالجمیع اور حاکم اس کو کہتے ہیں کہ جس کا حافظہ سب پر محیط ہو اور ابن عقدہ سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا کہ مجھے ایک لاکھ بیس ہزار احادیث سند کے ساتھ یاد ہیں اور میں مذاکرہ کرسکتا ہوں اور تین لاکھ احادیث کے متعلق جواب دے سکتا ہوں۔

دارقطنی نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کا اجماع واتفاق ہے کہ ابن مسعود کے زمانہ سے لے کر ابن عقدہ کے زمانہ تک اس سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا گیا خلاصہ یہ کہ ابن عقدہ کا مرتبہ جلیل اور قدرومنزلت عظیم تھی لیکن وہ زیدی مذہب اور جارودی تھا اس نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں ان میں سے ایک کتاب اسماء الرجال (اس میں ان اشخاص کا ذکر ہے) کہ جنہوں نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے وہ چار ہزار ہیں اس کتاب میں اس نے ہر شخص کی وہ روایت بیان کی ہے جو اس نے حضرتؑ سے روایت کی ہے اس کی کتب میں سے ایک کتاب الولایۃ ہے کہ جسے حدیث غدیر کے طرق میں تحریر کیا ہے اور اس حدیث شریف کو ایک سو سے زیادہ صحابہ سے اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے منقول ہے کہ اس کی تمام کتب چھ سو اونٹوں کا بار تھیں اور ابن کثیر ذھبی اور یافعی سے ان کی تواریخ میں منقول ہے کہ یہ شیخ کوفہ کی مسجد براثا میں بیٹھتا تھا اور لوگوں سے مثالب اور برائیاں شیخین کی بیان کرتا تھا لہٰذا اس کی روایات ترک کر دی گئی ہیں واللہ اس کی صداقت اور وثاقت میں کسی کو کلام نہیں انتھی۔

معلوم رہے کہ اس شیخ کا بیٹا محمد بن احمد عقدہ جس کی کنیت ابونعیم حافظ تھی یہ اپنے باپ کے طریقہ کے برعکس اور شیعہ امامیہ کے جلیل القدر علماء میں سے بلا کا حافظہ رکھتا شیخ تلعکبری مشہور ہے اور ۳۳۳ھ میں جیسا کہ علامہ مجلسی نے فرمایا ہے شیخ جلیل مورخ امین معتمد عندالفریقین علی بن الحسین بن علی ھندلی نے (جو مسعودی مشہور اور کتاب اثبات الوصیۃ اور مروج الذھب اور دوسری کتب کا مولف ہے) وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ مسعودی نے ۳۴۵ھ تک کا زمانہ دیکھا یہ شیخ اجلاء علماء امامیہ میں سے ہے اور بہت تعجب ہے عالم فاضل آقا محمد علی صاحب مقامع پر کہ جنہوں نے اس شیخ کو علماء عامہ میں سے شمار کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مخالف وموافق اس کے قول پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کی کتاب مروج الذھب انتہائی متقن ومحکم وعمدہ کتاب ہے ہم نے اس رسالہ میں بہت کچھ اس سے نقل کیا ہے اور لفظ مروج میم وراء کے پیش اور واؤ کے سکون کے ساتھ ہے۔(چراگاہیں) اور لقب مسعودی شیعہ اور سُنی کے ایک گروہ پر بولا جاتا ہے۔لیکن یہاں تفصیل کا مقام نہیں۔

متقی باللہ ہی کے زمانہ میں اور ایک قول ہے کہ ۳۳۴ھ میں علی بن اسماعیل ابوالحسن اشعری نے بغداد میں وفات پائی ابوالحسن پہلے معتزلہ کے طریقہ پر اور ابوعلی جبائی اپنی ماں کے شوہر کا شاگرد تھا اتفاقاً! یک دن آپس میں مسئلہ وجوب اصلح باصلاح برخدا پر گفتگو ہوئی (یعنی آیا جس میں زیادہ مصلحت ہو خدا پر واجب ہے کہ وہ کام کرے مترجم) اور اس نے ابوعلی کو اس باب میں مشہور مثال کے ساتھ لاجواب کر دیا کہ تین بھائی ہیں ایک مسلمان اور ایک کافر اور ایک بلوغ سے پہلے مر گیا اور جب ابوعلی جواب نہ دے سکا تو ابوالحسن اس سے الگ ہو گیا اور مذہب معتزلہ سے دستبردار ہو کہ مذہب اشعری کی بنیاد رکھی قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کا ساتھ دیا اور

مدد کی اور گروہ اشعریہ جو کہ اکثر اہل سنت ہیں اسی کی طرف منسوب ہیں اور ابوالحسن کا نسب ابوموسیٰ اشعری تک جا پہنچتا ہے کہتے ہیں کہ جب اس کو دفن کیا گیا تو اس کی قبر کے آثار مٹا دیئے کہ کہیں حنبلیوں کو خبر نہ ہو جائے اور وہ اس کی لاش نہ نکالیں کیونکہ حنبلی اس کے کفر کا عقیدہ رکھتے تھے اور اس کا خون حلال سمجھتے تھے۔

رجوع کریں متقی باللہ کے حالات کی طرف جب متقی کی سلطنت ختم ہونے لگی تو ابوالوفاء تورون ترکی نے اسکی سلطنت پر تسلط وغلبہ حاصل کر لیا اور متقی کا نام کے علاوہ سلطنت میں کچھ حصہ نہ رہا لہٰذا متقی نے ناصر الدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان اور اس کے بھائی سیف الدولہ علی بن عبداللہ کو لکھا کہ مجھے تورون کے چنگل سے چھڑاؤ تا کہ میں تدبیر مملکت تمہارے سپرد کروں خلاصہ یہ کہ تورون نے بغداد پر غلبہ حاصل کر لیا اور متقی باللہ کو اس کے وزیر علی بن مقلہ کے ساتھ گرفتار کر لیا اور اس کا مال لوٹ لیا اور مستکفی باللہ کی بیعت کر لی اور متقی کی آنکھیں نکال لیں اور امر سلطنت مستکفی کے حوالہ کر دیا یہ واقعہ ہفتہ کے دن تین صفر ۳۳۳ھ میں ہوا اور متقی کی مدتِ خلافت سات دن کم چار سال تھی اور اس نے ۳۵۷ھ میں وفات پائی۔

عبداللہ بن علی مستکفی باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

ماہِ صفر کی تیسری تاریخ ۳۳۳ھ کو جب متقی باللہ خلافت سے معزول ہوا تو مستکفی باللہ عبداللہ بن علی مکتفی اس کی جگہ پر بیٹھا اور تورون ترکی کو کہ جس نے اس کی خلافت کی بنیادوں کو پختہ کیا تھا خلعت بخشی اور تدبیر مملکت اس کے سپرد کی اس نے تقریباً ڈیڑھ سال خلافت کی اور ۲۳ ماہِ شعبان ۳۳۴ھ اس کو خلافت سے ہٹایا گیا اور احمد بن بویہ دیلمی نے اس کو گرفتار کر کے اس کی آنکھیں نکال دیں مستکفی اور مطیع کے درمیان دشمنی تھی اور مستکفی اسکی تلاش میں رہتا اور مطیع اس کے خوف سے بغداد میں روپوش تھا اور مستکفی اپنی خلافت سے پہلے نبیذ (کھجور یا انگور کی نچوڑی ہوئی شراب) نہیں پیتا تھا جب خلافت تک پہنچا تو نبیذ منگوا کر اس کے پینے میں مشغول ہو گیا اور کتاب اخبار الدول میں ہے کہ مستکفی کے زمانہ میں معزولدولہ بن بویہ بغداد میں آیا۔

مستکفی نے اسے خلعت بخشی اور امور مملکت اس کے سپرد کر دیئے اور حکم دیا تو سکہ اس کے نام کا بنایا گیا اور خطباء نے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جب کچھ وقت گزرا تو معزالدولہ کے کانوں تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ مستکفی تجھے ہلاک کرنے کا خیال رکھتا ہے معزالدولہ مستکفی کے ہاں گیا اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا خلیفہ نے حکم دیا اور اس کے لیے کرسی بچھائی گئی اور وہ اس پر بیٹھا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ دو آدمی اہل ویلم میں سے مجلس میں وارد ہوئے اور انہوں نے مستکفی کی طرف ہاتھ بڑھائے مستکفی نے خیال کیا کہ وہ اس کے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہتے ہیں اس نے اپنے ہاتھ ان کی طرف بڑھائے تا کہ وہ بوسہ لیں انہوں نے خلیفہ کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے اور تخت سے اسے زمین پر کھینچ لیا اور اس کا عمامہ اس کی گردن میں لپیٹ دیا اور ذلت وخواری کے ساتھ کھینچا اور لباس سلطنت اس سے اتار کر اس کی آنکھیں نکال لیں اور اسے خلافت سے ہٹا دیا پس بغداد میں تین اندھے خلفاء جمع ہو گئے قاہر باللہ متقی باللہ اور

مستکفی باللہ پھران لوگوں نے دارالخلافہ کولوٹ لیااور مستکفی یونہی رہا یہاں تک ۳۴۳ھ میں معزالدولہ کے گھر میں وفات پائی۔

مطیع اللہ فضل بن جعفر کی خلافت کے دنوں کا ذکر!

جب ۲۳ شعبان ۳۳۴ھ میں مستکفی خلافت سے معزول کیا گیا تو لوگوں نے مطیع اللہ فضل بن جعفر مقتدر کی بیعت کر لی اس کے زمانہ میں بہت سے واقعات رونما ہوئے قرمانی کہتا ہے کہ اس کی خلافت کے پہلے سال بغداد میں قحط پڑا یہاں تک کہ لوگ مردار اور گوبر کھاتے تھے اور بہت سے لوگ مارے بھوک کے مر گئے اور ان کی لاشیں راستوں میں پڑی تھیں اور انہیں کتے کھا رہے تھے اور ۲۸ ذلحجہ ۳۳۴ھ میں جعفر بن یونس خراسانی پھر بغدادی شبلی کے نام سے مشہور صوفی سنی مالکی نے یا محروم قاضی نوراللہ کے قول کے مطابق شیعہ نے بغداد میں وفات پائی اور شبلی ان اشخاص میں سے ہے جو جنید اور حلاج کی صحبت میں رہے ہیں اور اس کی نادر حکایات ہیں۔

اور ۳۳۵ھ یا ۳۳۶ھ میں ابوبکر محمد بن یحییٰ جوصولی شطرنجی مشہور تھا بصرہ میں روپوشی میں وفات پائی اور صولی خلفاء کا ہمنشین تھا اور ادب وشطرنج بازی کے جاننے میں پورا ماہر تھا اور بعض کا نظریہ ہے کہ اس نے شطرنج ایجاد کی ہے لیکن یہ غلط ہے بلکہ صصہ بن داھر ہندی نے ہندوستان کے بادشاہ شہرام کے لیے شطرنج ایجاد کی اور شہرام کو بہت پسند آئی اور اس سے خواہش کی کہ اس کے مقابلہ میں کوئی انعام مانگو اس نے کہا کہ میرا انعام یہ ہے کہ شطرنج کے خانوں کی مقدار چونسٹھ خانے ہیں گندم بطور تضعیف مجھے دو یعنی پہلے خانے میں ایک گندم کا دانہ رکھو دوسرے میں دو تیسرے میں چار چوتھے میں آٹھ اسی طرح بادشاہ کو اس کی خواہش انتہائی حقیر معلوم ہوئی جب منشیوں نے حساب لگایا تو کہنے لگے کہ اگر تمام دنیا کی گندم جمع کر دیں تو ان کی مقدار نہیں بنے گی ابن خلقان کہتا ہے کہ اسکندریہ کے بعض حسابدانوں نے مجھے حساب کر کے بتایا تو میں نے دیکھا کہ شطرنج کے آخری خانہ کے حصہ میں سولہ ہزار تین سو چوراسی شہر گندم سے پر کئے ہوئے آتے ہیں باقی رہا نرد (چوسر کی گوٹ) کھیل تو اُردشیر بن بابک نے ایجاد کیا، اور اس کو پوری دنیا کی مثال پر قرار دیا اور اس کے بارہ خانے مہینوں کی مقدار میں بنائے اور ہر قطعہ کو تیس پر دنوں کی تعداد میں تقسیم کیا الخ۔

اردشیر پہلا ایران کا بادشاہ ہے کہ جو تمام ممالک میں مستقل بادشاہ ہوا اور اس نے طوائف الملوکی ختم کر دی وہ ایران کے بادشاہوں کا جداعلی ہے کہ جن کا آخری بادشاہ یزدجرد ہے جس کی حکومت کا خاتمہ عثمان کے زمانہ میں ہوا اور ان بادشاہوں نے چار سو سال تک حکومت کی بعد اس کے کہ چار سو سال سے طوائف الملوکی تھی۔

اور ۳۳۷ھ میں عبدالرحمن ابن اسحاق زجاجی نحوی بغدادی نے وفات اور ۳۳۸ھ کے آخر میں احمد بن محمد مصری نے جو ابن نحاسی نحوی کے نام سے مشہور تھا وفات پائی اور اسی سال عمادالدولہ بن بویہ نے وفات پائی۔

اور ۳۳۹ھ میں معلم ثانی محمد بن طرخان ابونصر فارابی ترکی مشہور حکیم وفلسفی نے دمشق میں وفات پائی اور فارابی مسلمانوں

کے اکابر فلاسفہ میں سے تھا اور ارسطاطلیس حکیم کی کتب کو پڑھنے میں زیادہ اہتمام کرتا تھا اور مختلف زبانیں جانتا تھا کہتے ہیں کہ ساز بہت اچھا بجاتا تھا اور ساز کو اس طرح سے بجاتا کہ اہل مجلس سو جاتے لیکن وہ خودنہیں سوتا تھا اور اسی طرح ایسا بھی بجاتا کہ جس سے سب ہنسنے لگتے اور کبھی اس طرح بجاتا کہ سب رونے لگتے اور علم فلسفہ نے (مسلمانوں میں) مامون کے زمانہ میں رواج پایا اس وجہ سے کہ مامون نے ارسطو کو خواب میں دیکھا اور اس کی گفتگو سے محفوظ ہوا پس اس نے یورپ کی طرف قاصد بھیجا اور فلاسفہ کی کتب بلاد اسلام میں منتقل کیں اور حکم دیا کہ زبان دان اس کو عربی میں ترجمہ کریں جب لوگوں نے دیکھا کہ فلسفہ خلیفہ کے قرب کا باعث ہے تو فلسفہ شروع ہو گیا اور دو شخص باقی فلاسفہ سے بازی لے گئے ایک ابونصر فارابی اور دوسرا ابن سینا۔

اور ۳۳۹ھ ہی میں حجر الاسود کو اس کی جگہ پر واپس لے آئے بعد اس کے کہ قرامطہ اس کو اکھاڑ کر لے گئے تھے جیسا کہ مقتدر کے زمانہ کے ذکر میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۳۴۲ھ میں علی بن محمد ابوالقاسم تنوخی انطا کی نے (جو اصول معتزلہ اور علم نجوم کا عالم ور بصرہ و اہواز کا قاضی تھا) وفات پائی اور وزیر مہلبی اسکا بہت احترام کرتا تھا اور مجلس منادمہ (خصوصی مجلس) میں اسے بلاتا اور اسے ریحانۃ الندماء (ہمنشینوں کا پھول) اور تاریخ الظرفاء کہتے تھے اور سیف الدولہ بھی اس کا احترام کرتا تھا وہ محسن بن علی قاضی تنوخی شیعہ امامی کا دادا تھا اور وہ وہی شخص ہے کہ جس نے ابن معتز کے بنی عباس کے مفاخر میں کہے ہوئے قصیدہ کی ردکی۔

اور ۳۴۳ھ میں شیخ ابوجعفر محمد بن حسن بن ولید قمیوں کے شیخ وفقیہ نے وفات پائی۔

اور ۳۴۴ھ میں مصر میں سخت قسم کا زلزلہ آیا کہ جس سے مکانات تباہ ہو گئے اور اسی سال حافظ محمد بن عمر بن محمد نے (جو ابوبکر جعابی مشہور تھا اور شیعہ امامی فاضل جلیل اور زیادہ حافظہ کا مالک تھا) بغداد میں وفات پائی اور اس سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتا تھا مجھے چار لاکھ احادیث یاد ہیں اور میں چھ لاکھ احادیث میں مذاکرہ کرسکتا ہوں اور وہ ابن عقدہ کے بڑے شاگردوں میں سے تھا۔

اور ۳۴۵ھ میں ابوعمر وزاہد مطہرز محمد بن عبدالواحد بغدادی ثعلب کے غلام اور علم لغت کے یگانہ روزگار نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ اس نے ایک جز (رسالہ) معاویہ بن ابوسفیان کی فضیلت میں جمع کیا تھا۔

اور ۳۵۲ھ میں ابوالقاسم علی بن اسحاق بغدادی شیعہ امام نے وفات پائی اور قبرستان قریش میں دفن ہوا یہ بیس صفر کے دن کا واقعہ ہے اتفاقاً اسی دن ۳۱۰ھ میں اس کی ولادت ہوئی تھی اور اس کے اکثر اشعار مدح اہل بیت علیہم السلام اور سیف الدولہ وزیر مہلبی اران کے علاوہ شیعہ امامیہ کے بڑوں لوگوں کی مدح میں ہوتے تھے۔اور ۳۵۲ھ میں ابوالقاسم کوفی علی بن احمد بن موسیٰ مبرقع نے وفات پائی اور اس کی قبر فسا کے قریب ہے جو شیراز کے علاقہ میں ہے اور آخر عمر میں اس کا مذہب خراب ہو گیا تھا اس نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں ان میں سے ایک تبثیت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ہے اور شیخ حسین بن عبدالواب معاصر سید مرتضیٰ نے تبثیت کا تتمہ عیون المجزات کے نام سے لکھا کہ جس میں حضرت زہراء اور آئمہ طاہر بن علیہم السلام

کے معجزات ہیں اور بعض لوگوں نے وہم کیا ہے کہ عیوان المعجزات سید مرتضیٰ کی تالیف ہے حالانکہ یہ غلط ہے ابوالقاسم کوفی کی ایک کتاب کو علامہ مجلسی اور محدث فیض رضوان علیہما نے شیخ اجل محقق کمال الدین مشیشم بن علی بن میثم کی طرف نسبت دی ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ ابوالقاسم کوفی کے تالیفات میں سے ہے اور شیخ مرحوم محدث نوری اللہ مرقدہ نے اس مطلب کو متدرک کے خاتمہ میں بیان کیا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔اور ۳۵۲ھ میں عاشوراء کے دن معزالدولہ دیلمی نے بغداد کے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ دکانیں اور بازار بند رکھیں اور تنور والے روٹیاں نہ پکائیں بازاروں میں قبے اور گنبد بنائیں پس عورتیں بال کھولے ہوئے باہر نکلیں وہ اپنے منہ پیٹتی تھیں اور جناب امام حسین بن علی علیہ السلام کا ماتم بپا کیا یہ پہلا دن ہے ہے کہ جس میں امام حسین علیہ السلام کے لیے بغداد میں نوحہ خوانی ہوئی اور کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا اس سال حسن بن محمد نے (جو مہلبی مشہور تھا اور معزوالدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔وفات پائی اور وہ مہلب بن ابوصفرہ ازدی کی اولاد میں سے تھا اور مرتبہ وزارت پر پہنچے وہ انتہائی فقر وفاقہ میں تھا ایک دفعہ اس کا دل گوشت کھانے کو ہوا لیکن زیادہ فقر وفاقہ اور کچھ نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہوسکا تو اس نے موت کی تمنا کی۔

الاموت یباع فاشتریه
فهذا العیش مالاخیر فیه

کیا موت بیچی نہیں جاتی تاکہ میں اسے خریدلوں ورنہ اس زندگی میں تو اچھائی و برائی نہیں ہے۔''

اور ۳۵۳ھ میں یا ۳۹۳ھ میں سماعیل بن حماد جوہر فارابی نے وفات پائی اور اس کی کتاب صحاح اللغت انتہائی معتبر کتاب ہے اور فضلاء نے اس کے پڑھنے کو اور اس کے خلاصہ کرنے کو اور اس پر حاشیہ لگانے کو اہمیت وہی ہے اور جوہری دنیا کے عجائبات میں سے ہے کیونکہ وہ فاراب سے ہے جو ترکی کا ایک شہر ہے اور باوجود اس کے وہ لغت عرب کا امام و پیشوا ہے اور اس کا خط حسن وصورتی میں ضرب المثل ہے اس کا ذکر ابن مقلہ اور اس جیسے اشخاص کے ساتھ ہوتا ہے پھر وہ کلام و بیان کا شہسوار ہے اور ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہیں خداوند عالم نے قوت وبصیرت اور حسن باطن وحسن سیرت عطا کیا ہے اور وہ سفر کو وطن پر ترجیح دیتا تھا اور مسافرت کو سکونت پر اور اس نے جنگل بیابانوں اور اطراف دنیا کی سیر کی ہے اور اس نے علما،شام وعراق سے علم حاصل کیا پھر خراسان کی طرف گیا اور نیشاپور میں قیام کیا پس وہاں ہمیشہ تدریس وتالیف وعمدہ خط کی تعلیم اور مصاحف وقرآن ودفاتر لطیفہ کی کتابت میں مصروف رہا یہاں تک کہ آخرت کی راہ لی اس کے شعار میں سے ہے۔

فها انا یونس فی بطن حوت
بنیسا پور فی ظلل الغمام
فبیتی والفواد ویوم دجن!
ظلام فی ظلام فی ظلام!

''پس میں حضرت یونسؑ ہوں جو مچھلی کے پیٹ میں تھے نیشاپور میں بادل کے سائے میں پس میرا گھر دل اور ابر آلود دن

تاریکی در تاریکی ہے۔''

اور ۳۵۴ھ ابوطیب احمد بن حسین کوفی جو متنبی کے نام سے مشہور شاعر ہے مارا گیا اور اس لقب سے ملقب ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس نے سماوہ کے دیہات میں نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت سے لوگ اس کے پیچھے ہو گئے یہاں تک کہ امیر حمص نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اوراسے توبہ کرائی اور چھوڑ دیا اور اس کے زیادہ حافظہ کے متعلق سمعانی نے نقل کیا ہے کہ ایک ہی نظر میں تیس ورق کے مطالب یاد کر لیتا تھا۔

اور ۳۵۵ھ میں حاکم محدث نیشاپوری اور منصور بن نوح احمد نے وفات پائی اور اسی سال سید مرتضیٰ ذوالمجدین پیدا ہوئے اور سترہ ربیع الثانی ۳۵۶ھ معز الدولہ احمد بن بویہ نے وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا۔ بائیس سال ایک مہینہ اس کی حکومت رہی وہ عضد الدولہ کا چچا ہے اسے اقطع کہتے تھے کیونہ اس کا بایاں ہاتھ یا اس کے دائیں ہاتھ کی کچھ انگلیاں کردوں نے کرمان کے علاقہ میں کاٹ دی تھیں ان زخموں کی وجہ سے جو انہوں نے اسے لگائے تھے۔

اور ۳۵۶ھ ہی میں سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان حلب کے بادشاہ نے وفات پائی اور بنو حمدان بادشاہ تھے اور سیف الدولہ ان کی سرداری میں اور لوگوں کے گلے میں ان کی سرداری کا پٹہ ڈالنے کا واسطہ بننے میں مشہور تھا۔ اور یہ ادیب و شاعر بھی تھا۔

اور اسی سال سلطان کافور اخشیدی متنبی کے ممدوح اور ابو علی قالی اور علی بن الحسین ابوالفرج اصفہانی زیدی نے وفات پائی لہٰذا لوگوں نے کہا کہ اس سال دو بزرگ عالموں اور تین بڑے بادشاہوں نے وفات پائی اور ابوالفرج آغانی اور مقاتل الطالبین کا مولف ہے اور ہم نے کتاب مقاتل سے اس کتاب میں بہت سے مطالب نقل کئے ہیں اور اس کا نسب مروان تک جا پہنچتا ہے اس لیے اس کو مروانی کہتے ہیں اس کا نسب اس طرح ہے علی بن الحسین بن احمد بن ہیثم بن عبدالرحمان بن مروان بن عبداللہ بن مروان محمد بن مروان بن حکم اور وزیر مہلبی اابوالفرج کا بہت احترام و اکرام کرتا تھا اور باوجودیکہ ابوالفرج کی ہیت وکثیف و گندہ تھا اس سے ہمنشینی کرتا تھا اور کھانا کھاتا تھا اور اس نے کتاب اغانی پچاس سال کی مدت میں جمع کی اور تحفہ کے طور پر سلطان سیف الدولہ احمدانی امیر شام کے دربار میں لے گیا سیف الدولہ نے اسے ہزار دینار اور ایک قول ہے کہ لاکھ دینار بطور انعام دیا اس سے معذرت بھی چاہی اور فضلاء خصوصاً صاحب بن عباد و عضد الدولہ و سیف الدولہ وغیرہ اس کتاب کی بہت عزت کرتے اور اسے خود سے جدا نہیں کرتے تھے کہا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔

اور ۳۵۷ھ بن سعید بن حمدان نے جو ابوفراس کی کنیت کے ساتھ مشہور اور ناصر الدولہ اور سیف الدولہ کا چچا زاد تھا وفات پائی اور در مسلوک میں ہے کہ مارا گیا اور جب اس کے قتل کی خبر اس کی ماں کو ملی تو اس نے اس کے غم میں اپنی آنکھیں نکال پھینکیں۔

بنو حمدان خلفاء بنی عباس کے زمانہ میں امارات و ریاست رکھتے تھے اور ربیعہ و موصل کے علاقے ان کی تحویل میں تھے اور ابوفراس ادب و فضل و کمال و شجاعت و شاعری میں مشہور تھا اور فصاحت و جلاوت اور شیرینی شعر میں ممتاز تھا اس کا کوئی نظیر نہ تھا سوائے عبداللہ بن معتز کے اور اہل فن ابوفراس کو اس سے بھی بڑا شاعر سمجھتے تھے۔ متنبی شاعر اس کی تصدیق کرتا اور صاحب بن عباد نے اس

کے حق میں یہ کہا ہے بدا الشعر بملك وختم بملك شعر کی ابتداء بادشاہ سے ہوئی اور اختتام بھی بادشاہ پر ہوا یعنی امر القیس اور ابوفراس اور اس کے اشعار معروف ہیں ان میں سے اس کا میمیہ قصیدہ ہے جو اہل بیت اطہار علیہم السلام کی مظلومیت اور بنی عباس کے ظلم اور ان کی ہجو میں کہا ہے یہ قصیدہ شافیہ کے نام سے مشہور ہے اس میں اس نے اپنے دل اور باقی مومنین کے دلوں کی تشفی کی ہے اور شر العباد عبداللہ بن معتز عباسی کے اس قصیدہ کا جو بنی عباس کے فخر ومباہات اور آل ابوطالب کی مذمت میں تھا جواب لکھا ہے اس کی بعض فضلاء حائر نے شرح بھی لکھی ہے۔

منقول ہے ہ ابوفراس نے جب یہ قصیدہ کہا تو چونکہ بنی عباس کے تسلط وخلافت کا زمانہ تھا لہٰذا اس نے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں نیام سے نکال لیں پانچ سو تلواریں اس کی یاری ونصرت میں نیام سے نکلیں تو اس وقت اس نے اپنا قصیدہ مبارکہ لشکر کے درمیان پڑھنا شروع کیا کہ جس کا مطلع یہ ہے ۔

الحق مهتضم والدين مخترم

وفئي آل رسول الله مقتسم

''حق کو دبا دیا گیا اور دین میں رخنے ڈالے گئے اور رسولؐ خدا کی آل کا مال فیئی دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔''

خدا اس کی اہلبیت نبوت کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

۳۵۸ھ میں سید عالم فاضل زاہد حسن بن حمزہ علوی مرعشی نے وفات پائی یہ سید جلیل اجلاء طائفہ امامیہ اور ان کے فقہا میں سے تھا اور چھ آباء اجداد کے واسطہ سے اس کا نسب سید سجاد علیہ السلام سے جا ملتا ہے اور اسی سال ناصر الدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان بن حمدون والی موصل وتوابع موصل نے وفات پائی اور موصل میں دفن ہوا اور سیف الدولہ کا بھائی تھا اور اس سے بہت محبت کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ سیف الدولہ کی وفات کے بعد اس کی عقل کمزور ہوگئی اور اس کے بیٹے نے اس کو پکڑ کر بند کر دیا تھا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔

اور ۳۵۹ھ میں ابوعبداللہ محمد بن حسن بن قاسم حسنی نے وفات پائی اس کا باپ ابومحمد حسن داعی صغیر ویلم کا مالک اور زیدیوں کا ایک امام تھا اور وہ خود عظیم القدر انسان اور شکل وصورت میں امیر المومنین سے مشابہت رکھتا تھا اور معز الدولہ اس سے بڑی محبت کرتا اور اس سے ارادت وعقیدت رکھتا تھا جب وہ بیمار ہوا تو ابوعبداللہ سے خواہش کی کہ وہ اس پر دم کرے اور جب ابوعبداللہ نے اپنا ہاتھ اس کے چہرہ پر رکھا اور دعا پڑھی تو دعا سے فارغ ہونے پر معز الدولہ نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور شفا حاصل کرنے کیلئے اپنے منہ پر ملا اس کی کئی حکایات ہیں کہ جن میں سے کتاب عمدہ الطالب میں اشارہ ہوا ہے۔

۳۶۰ھ میں ابوالفضل محمد بن عمید قمی کاتب نے بغداد میں وفات پائی ابن عمید فلسفہ نجوم اور ادب میں یگانہ روزگار تھا اس کو حافظ ثانی کہتے تھے رکن الدولہ دیلمی کی وزارت اس کے پاس تھی اور اس کے حق میں کہا گیا ہے بدئت الكتابة بعبد الحميد وختمت عبد المعيد کتاب کی ابتداء عبدالحمید سے ہوئی اور اختتام ابن عمید پر ہوا اور عبدالحمید مروان جعدی کا کاتب تھا اس کو بھی بنی عباس نے قتل

کر دیا اور وہ ادبیت اور بلاغت میں مشہور تھا۔

واضح ہو کہ ابن عمید کے پیروکاروں میں سے صاحب ابن عباد ہے چونکہ وہ ابن عمید کی صحبت میں رہتا تھا اس لیے اس کو صاحب کہتے تھے اور ابن عمید کو استاد بھی کہتے تھے ایک دفعہ صاحب نے بغداد کا سفر کیا جب واپس آیا تو لوگوں نے پوچھا بغداد کیسا شہر ہے؟ تو اس نے کہا بغداد فی البلاد کالاستاد فی العباد بغداد شہروں میں اسی طرح ہے جیسے استاد بندگانِ خدا میں ہے اور جب ابن عمید کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا ابوالفتح علی ذوالکفائتین رکن الدولہ کا وزیر ہوا اور رکن الدولہ کے بعد کچھ مدت اس کے بیٹے موید الدولہ کی وزارت بھی اس کے پاس رہی یہاں تک کہ اس کے اور صاحب بن عباد کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا اور موید الدولہ کا دل اس سے کھٹا ہو گیا۔

اور ۶۶ ۳ھ میں اس کا مواخذہ کیا اور اس کو سخت عذاب کیا وہ شکنجہ میں رہا یہاں تک کہ مر گیا اور برامکہ کی طرح اس خاندان کی حکومت بھی ختم ہو گئی جیسا کہ شاعر کہتا ہے ۔

آل العمید وآل ابرمك مالكم
قل المعين لكم وفال الناصر
كان الزمان يحبكم فبداله
ان الزمان هو الخائيون الغادر

''آلِ عمید اور آلِ برمک تمہیں کیا ہو گیا ہے تمہارے معین کم اور مددگار کمزور ہو گئے ہیں زمانہ تم سے محبت کرتا تھا پس اس میں بداء واقع ہو گئی بیشک زمانہ خیانت کار اور دھوکے باز ہے۔''

بعض تاریخوں میں ہے کہ صاحب بن عباد ابن عمید کی وفات کے بعد اس کے مکان کے دروازے سے گذرا تو اس حویلی کے باہر اسے سوائے چند خستہ حال نوکروں کے کوئی شخص نظر نہ آیا تو صاحب نے عبرت سے زبان پر یہ اشعار جاری کئے ۔

ايها الركب لماعلاك اكتيئاب
اين ذاك الحجاب والحجاب!
اين من كان يفرع الدهر منه
فهو اليوم فى التراب تراب!

''اے اونچے محل کیوں تجھ پر حزن و ملال چھایا ہوا ہے وہ پردے اور دربان کہاں ہیں اور کہاں ہے وہ شخص کہ جس سے سارا زمانہ خوف زدہ تھا پس وہ آج کے دن مٹی میں مل کر خاک ہو گیا ہے۔

اور ۳۶۰ھ ہی میں ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے (معجم کبیر کے مولف جو صحابہ کے ناموں میں ہے) اصفہان میں

وفات پائی اورطبرانی حفاظ علماء اہلسنت میں سے ہے اس کے اساتذہ وشیوخ کی تعداد ایک ہزار بیان کی گئی ہے اور وہ طبریہ کی طرف منسوب ہے بخلاف طبری کے جوطبرستان کی طرف منسوب ہے اورطبریہ شام کے قریب تین دن راہ کی مسافت پر دریا کے کنارے ایک شہرواقع ہے کہا گیا ہے کہ کوہ طوراس کے اوپر سایہ فگن ہے اور حضرت لقمان حکیم کی قبر بھی وہیں ہے اور وہاں بہت بڑی نہر چلتی ہے جس کا آدھا پانی گرم اور آدھا سرد ہے یونہی تلخیص الآثار سے منقول ہے اوراسی سال قرامطہ کا دمشق پر قبضہ ہوا۔

اور ۳۶۲ھ مصر کے شہر قاہرہ کی تعمیر معزالدین اللہ اسماعیل کے ہاتھوں ہوئی۔اور ۳۶۳ھ میں ابوحنیفہ اورشیعہ قاضی نعمان بن ابوعبداللہ محمد بن منصورمصری نے مصر میں وفات پائی اس کی کئی تصانیف ہیں مناقب اہل بیتؑ اور مخالفین مثلاً ابوحنیفہ و مالک وشافعی کی رد میں اور وہ پہلے مالکی مذہب تھا پھر شیعہ امامیہ ہوگیا اوراسی کی کتاب وعلائم الاسلام ہے اوراس نے صادق علیہ السلام سے بعد کے آئمہ سے اسماعیلیوں کے ڈر سے روایت نہیں کی لیکن تقیہ کے پردہ کے پیچھے رہ کر حق کوظاہر کیا ہے اس کا تذکرہ شیخ حر نے امل الآمل میں اورعلامہ مجلسی نے دیباچہ بحار میں اور علامہ طباطبائی نے اپنی کتاب رجال میں اور ہمارے شیخ نوریؒ نے خاتمہ مستدرک ووسائل میں کیا ہے اورصاحب روضات نے انصاف نہیں کیا جب اس کے حالات میں کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ وہ امامیہ حقہ میں سے نہیں تھا۔

اور ۳۶۳ھ میں مطیع فالج کی بیماری میں مبتلا ہوا اوراس کی زبان بے کار ہوگئی اس نے خود کوخلافت سے الگ کرلیا اور خلافت اپنے بیٹے عبدالکریم کے سپرد کردی اس کا نام طائع رکھا اورخود ۳۶۴ھ میں دیر عاقول میں دنیا سے چل بسا اس طویل مدت میں جو مطیع نے خلافت کی تو وہ امرونہی میں مرجع نہیں تھا بلکہ مرجع ریاسات و امور سلطنت وتدابیر مملکت معزالدولہ بن بویہ تھا اور معزالدولہ نے خلیفہ کے اخراجات کے لیے ہردن کے سو دینار مقرر کئے تھے اوراچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آل بویہ کی سلطنت کے مختصر حالات تحریر کئے جائیں۔

دیالمہ کی سلطنت وحکومت کا ذکر

واضح ہو کہ اربابِ تاریخ نے کہا ہے کہ بویہ اہل ویلم میں سے فقیر ونادار شخص تھا اوراس کی کنیت ابوشجاع بن فناخسرو بن تمام تھی یہ مچھلی کا شکار کرتا تھا اورفرس (ایران، کی طرف منسوب تھا اور کہتا تھا کہ میں بہرام گور کی اولاد میں سے ہوں اس کے پانچ بیٹے تھے کہ جن میں سے دو تو مر گئے تھے اور تین بیٹے رہ گئے ایک ابوالحسن علی بن بویہ عمادالدولہ تھا جو سب سے بڑا تھا اور دوسرا رکن الدولہ ابوعلی حسن تھا اور تیسرا معزالدولہ ابوالحسین احمد تھا۔

عمادالدولہ ان کی سعادت وسلطنت کا سبب بنا یہاں تک کہ یہ لوگ عراقین (بصرہ وکوفہ) اہواز اور فارس کے مالک ہوئے اور مدبر امور رعیت قرار پائے جن افراد نے آلِ بویہ میں سے حکومت کی ہے وہ پندرہ افراد تھے ان کی حکومت کی مدت ایک سوچھبیس سال تک پہنچی ان کے ظہور کی ابتداء ۳۲۲ھ قاہر باللہ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں ہوئی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ عمادالدولہ مرداویج

(جوگیلان وطبرستان کا داعی اور دوسرے سادات کے بعد بادشاہ بنا کے پاس گیا مرداویج نے اسے کرخ کی امارات دے دی عماد الدولہ نے رعیت سے اچھا سلوک کیا اور بہت قلعے فتح کئے اور بہت سے ذخیرے اور خزانے جمع کئے اور رعیت کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیا یہاں تک اس کا نام بلند ہوا اور لوگ اس کی طرف مائل ہوئے وہ لوگوں کی نگاہوں میں باعظمت ہو گیا کیونکہ اس کے پاس نوسو سوار ایسے تھے جو دس ہزار سوار کا مقابلہ کرتے تھے پس اس نے اپنے بھائی رکن الدولہ کو کازرون کی طرف بھیجا رکن الدولہ نے کازرون کو قبضہ میں کر لیا اس کے بعد شیراز کا علاقہ اپنے تصرف میں لایا اور اس کا نام بلند ہوا اتفاق ایسا ہوا کہ انہیں دنوں مرداویج اپنے غلاموں کے ہاتھوں مارا گیا اس کا زیادہ تر لشکر عماد الدولہ کا طرف دار ہو گیا عماد الدولہ میں قوت وطاقت پیدا ہو گئی اور ہفتہ کے دن گیارہ جمادی الاولیٰ ۳۳۴ھ وہ بغداد پر چھا گیا اور اس نے دار الخلافہ کو لوٹ لیا اور خلیفہ عباسی کے پاس برائے نام خلافت کے سوا اور کچھ نہ رہا نہ اس کا کوئی حکم چلتا تھا اور نہ نہی پس اس نے بصرہ وموصل اور تمام شہروں کو تسخیر کر لیا اور اپنے بھائی معز الدولہ کو بغداد میں چھوڑا اور رکن الدولہ کو اصفہان میں اور خود شیراز میں قیام کیا۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں دیالمہ کی حکومت کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں فرماتے ہیں۔

> ویخرج من دیلمان بنو الصیاد الیٰ ان قال ثم یستقوی امرهم حتیٰ یملکوا الزوراء ویخلعو الخلفاء قال قائل یا امیر المومنینؑ فکم مدتهم وقال ماة اویزید قلیلا اور دیلمان سے شکاری کے بیٹے نکلیں گے یہاں کہ فرمایا پھر ان کا معاملہ قوت پکڑے گا یہاں تک کہ زوراء (بغداد کے مالک ہوں گے اور خلفاء کو معزول کر دیں گے کسی نے کہا اے امیر المومنینؑ ان کی حکومت کتنی مدت رہے گی فرمایا سو سال اور کچھ مزید سال۔

منجملہ ان عجیب وغریب واقعات کے جو عماد الدولہ کے لیے اتفاق سے ہوئے یہ ہے کہ جب اس نے شیراز میں قیام کیا تو اس کا لشکر وسپاہ جمع ہوئے اور انہوں نے وظیفہ اور تنخواہوں کا مطالبہ کیا عماد الدولہ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا تاکہ انہیں دیتا اور قریب تھا کہ اس کی حکومت ختم ہو جائے اور وہ ہمیشہ غمگین رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن اپنی مخصوص مجلس میں چت لیٹا ہوا تھا اور رعیت کے بارے میں سوچ بچار کر رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک سانپ دیکھا جو کمرے کی چھت کے ایک سوراخ سے نکل کر دوسرے سوراخ میں داخل ہوا عماد الدولہ کو سانپ کے نیچے گرنے کا خوف طاری ہوا حکم دیا کہ سیڑھی رکھ کر چھت کو ادھیڑا جائے اور سانپ کو نکالا جائے جب چھت ادھیڑ لی گئی اور سانپ کو تلاش کرنے لگے تو دیکھا کہ اس چھت کے اوپر ایک اور چھت ہے اور ان کے درمیان مال وزر کے صندوق ہیں وہ مال لے کر آئے تو معلوم ہوا کہ وہ پانچ لاکھ دینار رہے عماد الدولہ نے وہ مال اپنی رعیت میں تقسیم کر دیا پھر عماد الدولہ نے

ایک درزی کی خواہش کی تا کہ وہ اس کے کپڑے سیئے لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک درزی ہے جو پہلے والی شیراز کامخصوص درزی رہ چکا ہےاس کو لے آئے وہ بہرہ تھااوراس کے پاس حاکم شہر کا مال بطورامانت پڑا تھا جب درزی حاضر ہواتو اسنے خیال کیا کہ شاید اس کی چغلی کی گئی ہے اورعمادالدولہ نے اس کو اس مال ودولت کے سلسلہ میں بلایا ہے ابھی عمادالدولہ نے اسے مخاطب کیا ہی تھا کہ اس نے قسم کھائی کہ میرے پاس بارہ صندوقوں کے علاوہ کوئی مال نہیں اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ ان صندوقوں میں کیا ہے؟

عمادالدولہ کو تعجب ہوااور حکم دیا کہ وہ صندوق لائے جائیں جب ان کے تالے کھولے گئے تو بہت سامال اور قیمتی پارجات ان میں تھے اور یہ بھی عمادالدولہ کے زیادہ بخت واقبال کے سلسلہ میں نقل ہوا ہے کہ ایک دن وہ گھوڑے پر سوار تھا کہ اچانک گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اس جگہ کو کھودا گیا تو بہت بڑا خزانہ وہاں سے ملا ان لطائف غیبی کے علاوہ خزائن ودفائن یعقوب بن لیث اور اسکے بھائی عمرو بن لیث کے جو کہ فارس وعراق وخراسان کے بادشاہ تھے اوران خزائن کی مقدار حدوحصر سے زیادہ تھی اس کے ہاتھ آئے۔

خلاصہ یہ کہ اس قسم کی خوش بختیاں اس کی سلطنت اور حکومت کے دوام کا باعث ہوئیں اور نو سال تک اس کی حکومت رہی۔

اور ۲۱ جمادی الاول ۳۳۸ھ میں اس کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا موید الدولہ اس کی جگہ پر بیٹھا اس کے بعد اس کا بھائی رکن الدولہ حسن اس کا جانشین ہوااوراس کے بعد معزوالدولہ احمد نے حکومت کی اس کے بعد عضدالدولہ فنا خسروشاہ بن حسن بن بویہ نے ریاست حاصل کی۔ خلاصہ یہ کہ ان کی حکومت دست بدست آل بویہ کے پندرہ افراد کے درمیان منتقل ہوئی یہاں تک کہ ابومنصور فولا دستون بن عمادالدولہ تک پہنچی اور ابومنصوراور ابوسعید خسروشاہ بادشاہ ہوااوراس کے ساتھ ہی ان کی حکومت ختم ہوگئی۔ اس کے بعد بنوسلجوق بادشاہ ہوئے اوران میں سے پہلا میکائیل بن سلجوق تھااور یہ بھی ایک گروہ تھاان کی حکومت ایک سو چالیس سال تک رہی۔ میکائیل کے بعد طغرل بیگ بادشاہ ہوااوران کا آخری بادشاہ بھی طغرل بن ارسلان بن طغرل سلطان ہوااوراس کے ہاتھوں ان کی حکومت کا خاتمہ ہوااور پھر حکومت خوارزم شاہیوں کی طرف منتقل ہوئی اوران کے بادشاہوں کی تعداد دس تھی اوران کی حکومت کی مدت ایک سواڑتیس سال تھی اوران کا آخری جلال الدین تھاان کے خاتمہ کا سبب چنگیز خان کا ظہور اور فتنہ تا تار ہا تھا کہ جنہوں نے جلال الدین کو قتل کردیا اور ایک قول ہے کہ جب تا تاری لشکر نے اس کے حرم سرا اور عورتوں کی طرف رخ کیا تو غصہ میں آ کر اس نے اپنے آپ کو قلعہ سے گرادیا اور مرگیا یہ باتیں قرمانی کی اخبارالدول سے منقول ہیں واللہ العالم۔

عبدالکریم بن مطیع طائع اللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

۳۶۳ھ میں مطیع خود بخود خلافت سے الگ ہوگیا اور اس کا بیٹا طائع اللہ اس کی جگہ پر بیٹھا اور اس وقت اس کی عمر ۴۳ سال تھی اور اس کے زمانہ میں عضد الدولہ ویلمی کا بغداد پر تسلط ہوگیا طائع نے اسے خلعتِ سلطانی پہنایا اور اس کے سر پر تاج رکھا اور اس کو ایک طوق دیا اور اس کے لیے دو جھنڈے ترتیب دیئے اسے اس کے آباؤ اجداد کی جگہ تختِ سلطنت پر بٹھایا جب عضد الدولہ تخت سلطنت پر مستقر ہوا تو ابوطاہر عزالدولہ کے وزیر کو گرفتار کرا کے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیں اور سولی پر لٹکا دیں ابوالحسن انباری نے اس کا مرثیہ کہا۔

اور کہا گیا ہے کہ علماء فن کا اتفاق ہے کہ اتنا اچھا مرثیہ نہیں کہا گیا اور اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں۔

علو فی الحیات وفی الممات
الحق انت احدی المعجزات
کان الناس حولك حین قاموا
وفود نداك ایام الصلات
کان قائم فیهم خطیبا!
وکلهم قیام اللصلوٰة مددت یدیك
نحوهم احتفالاً کمدهما الیهم بالهبات
ولما ضاق بطن الارض عن ان!
تضم علامن بعد الممات
اصار والجواقبرك واستنا بوا
عن الاکفان ثوب السافیات
لعظمك فی النفوس تبیت ترعی
بحفاظ وحراس ثقات!
رکبت مطیئة من قبل زید
علاهافی السنین الماضیات
ولم ارقبل جذعك قط جذعا
تمکن من عناق الکرمات

''تیرے لیے زندگی اور موت میں بلندی ہے بیشک تو ایک معجزہ ہے لوگ جب تیرے گرد کھڑے ہوں صلہ وانعام حاصل کرنے کے دن تیرے سخاوت کے وفد بن کر تو گویا تو ان میں خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑا اور وہ سب نماز کے لیے ایستادہ ہیں تو نے ان کی طرف دوونوں ہاتھ بڑھائے جب کہ وہ پر تھے جیسا کہ ان کی طرف ھبوں کے ساتھ بڑھتے ہیں اور جب شکم زمین اس سے تنگ ہوگیا کہ وہ تیرے بلند جسم کو موت کے بعد اپنے اندر لے لے تو انہوں نے فضا کو تیری قبر بنایا اور کفن کے بدلے تیز ہواؤں کے کپڑے تجھے پہنائے نفوس میں چونکہ تیری عظمت ہے اسی لیے محافظین اور قابل وثوق نگہبانوں کے ساتھ رات کو تیری حفاظت کی جاتی ہے اور ات کے وقت تیرے گرد آگ روشن ہوتی ہے اور تو زندگانی کے زمانہ میں بھی ایسا ہی تھا تو اس سواری پر سوار ہوا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں جس پر زید سوار ہوا تھا اور تیری سولی کے تنے سے پہلے میں نے کبھی کوئی درخت کا تنا ایسا نہیں دیکھا جس کو کریم لوگوں کی گردنیں میسر آئی ہوں۔''

اور ۳۶۶ھ رکن الدولہ حسن بن بویہ امیر عراق و عجم عضدالدولہ کے باپ نے رَی میں وفات پائی اور یہ وہی شخص ہے کہ ابوالفضل بن عمید جس کا وزیر تھا۔

اور ۳۶۷ھ میں قاضی ابوبکر محمد بن عبدالرحمان بغدادی نے جو ابن قریعہ مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور وہ اپنے زمانہ کے فضلاء میں سے تھا اور بہت ہی خوش طبیعت اور حاضر جواب تھا اور ہنسانے والا عجیب وغریب مسئلہ اس سے پوچھتے تو بغیر فکر وتامل کے سوال کے مطابق جواب دیتا منجملہ ان سوالات کے جو اس سے ہوئے یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں جناب قاضی وفقہ اللہ تعالیٰ اس یہودی کے بارے میں کہ جس نے ایک عیسائی عورت سے زنا کیا پس اس عورت سے ایک بچہ پیدا ہوا کہ جس کا جسم انسان کی طرح ہے اور چہرہ گائے کی طرح پس اس کا جواب بالبدیہہ لکھا یہ زیادہ شاہد عادل ہے ملاعین یہود کے خلاف کہ انکے خلاف کہ ان کے سینوں میں بچھڑنے کی محبت کی آبیاری ایسی ہوئی ہے کہ ان کے عضو تناسل سے وہ نکلتا ہے اور یہاں تک معاملہ پہنچ گیا ہے کہ یہودی کے سر کے ساتھ بچھڑے کا سر لٹکا ہوا ہے اور عیسائی عورت کی گردن میں اس کی پنڈلی اور پاؤں بطور صلیب آویزاں ہیں اور وہ زمین پر خط کھینچتے ہیں اور ان کے متعلق منادی ندا کرتا ہے کہ یہ تاریکیاں ہیں کہ جن میں سے بعض دوسرے بعض کے اوپر ہیں والسلام۔

اور ۳۶۷ھ ہی میں بختیار عزالدولہ دیلمی اس جنگ میں مارا گیا جو اس کے اور اس کے چچازاد عضدالدولہ کے درمیان واقع ہوئی اور عزالدولہ کی بیٹی شاہ زنان طائع اللہ کی بیوی تھی اور حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں دیالمہ کی سلطنت اور عزالدولہ کے عضدالدولہ کے ہاتھوں قتل ہونے کی خبر دی ہے جہاں فرماتے ہیں والمتر ف بن اجذم یقتلہ ابن عمہ علی دجلہ اور ناز ونخروں میں رہنے والے ہاتھ کٹے کے بیٹے کو اس کا چچازاد دجلہ کے کنارے قتل کرے گا آپ نے عزالدولہ کو مترف سے تعبیر فرمایا چونکہ منقول ہے کہ وہ لہوولعب اور شراب خوری کا رسیا تھا اور ابن اجذم اس لیے فرمایا چونکہ اس کا باپ معزالدولہ ہاتھ کٹا تھا اور اسے اقطع بھی کہتے تھے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور اس کا چچازاد عضدالدولہ ہے کہ جس نے اسے قصرالحصین میں دجلہ کے پاس قتل کیا تھا۔

اور ماہ جمادی الاولیٰ ۳۶۸ ھ میں شیخ اجل اقدم احمد بن محمد سلیمان بن حسن بن جہم بن بکیر بن اعین شیطانی نے جو ابو غالب زراری مشہور تھا وفات پائی وہ مشہور رسالہ کا مولف ہے کہ جسے اس نے اپنے پوتے محمد بن عبداللہ کے لیے لکھا تھا اور زراری زرارہ کی طرف منسوب ہے پہلا شخص جو آل اعین میں سے زراری نسبت سے منسوب ہوا وہ سلیمان تھا کہ حضرت ہادی (علی نقی) علیہ السلام نے جسے اپنے توقیعات میں تو رتہٗ زراری سے تعبیر فرمایا تھا۔

اور ۳۶۸ ھ ہی میں شیخ ابوالحسین محمد بن احمد بن داؤد اپنے زمانہ کے قمیین کے شیخ وفقیہ نے وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا اس لیے کہ اس نے بغداد کی طرف کوچ کیا تھا اور وہیں قیام کر لیا تھا اور وہ کتاب مزار وغیرہ کا مولف ہے اور اسی سال حسن بن عبداللہ نے (جو سیرافی القب سے مشہور اور نحوی تھا) وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوا اور سیراف بلاد فارس میں سے دریا کے کنارے کرمان کی طرف ایک شہر ہے اور سیرافی سید رضی کا ان کے بچپن کے زمانہ کا استاد ہے اور مشہور ہے کہ ایک دن سیرافی نے سید سے پوچھا جب کہ ان کا سن دس سال کو بھی نہیں پہنچا تھا۔

اذا قیل رأیت عمرا فما علامۃ نصبہ قال الرضی بغض علی بن ابی طالب جب کہا جائے میں نے عمر کو دیکھا تو اس کے نصب کی علامت کیا ہے تو رضی نے فرمایا بغض علیؑ بن ابی طالب سیرافی اور حاضرین نے ان کے ذہن کے فوری منتقل ہونے اور تیز ہونے پر تعجب کیا اور سید کے والد اس سے خوش ہوئے اور فرمایا بیشک تو میرا حقیقی بیٹا ہے۔

اور اسی سال یا ۳۶۹ ھ می شیخ اجل ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمی نے وفات پائی اور یہ شیخ جلیل محمد بن احمد بن علی بن حسن بن شاذان قمی صد منقبت عامہ درحق امیر المومنینؑ (یعنی سو فضائل امیر المومنینؑ کے سنی کتب سے) کے مولف کی والدہ کے ماموں تھے نیز ابن قولویہ شیخ مفید کے اسناد اور کتاب کامل الزیارۃ وغیرہ کے مولف ہیں ان کی قبر شریف شیخ مفید کی قبر کے پہلو میں بقعہ منورہ کاظمین کی پائینتی کی طرف ہے باقی رہے وہ اپنے قولویہ جو قم میں علی بن بابویہ قمی کے مزار کے قریب دفن ہیں تو وہ محمد جعفر کے باپ ہیں نہ کہ ابو القاسم جعفر ہیں جیسا کہ بعض کو اشتباہ ہوا ہے۔

اور ۳۷۰ ھ میں حسین بن احمد نے (جو ابن خالویہ نحوی مشہور ہے) حلب میں وفات پائی اور آلِ حمدان اس کا اکرام واحترام کرتے اور اس سے علوم کا استفادہ کرتے اس کے تالیفات بہت ہیں ان میں سے ایک کتاب الآل ہے اس میں آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کی ولادت وشہادت کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی ایک تالیف الجمل بھی ہے اور کتاب لیس (نہیں) کہ جس کی بنیاد یہ ہے کہ کلام عرب میں یہ چیز نہیں ہے اور فلاں چیز نہیں ہے اور اسی سال محمد بن احمد بن ازہر جو ازہری مشہور ہے ھروی لغوی صاحب غریبین وتہذیب اللغۃ وغیرہ نے ہرات میں وفات اور ازہری ایک سال برابر قرامطہ کی قید میں رہا اور جن لوگوں نے اسے قید کیا تھا وہ بادیہ نشین عرب تھے ازہری نے ان کے کلام سے کئی لغات کا استفادہ کیا اور تہذیب میں انہیں ذکر کیا اسی اس سے نقل ہوا ہے۔

اور ۳۷۲ ھ میں فنا خسر وعضد الدولہ ویلمی نے دنیا سے کوچ کیا اور اس کا بیٹا صمصام الدولہ اس کی جگہ پر بیٹھا اور عضد الدولہ کی وفات تو بغداد میں ہوئی لیکن اس کا جنازہ نجف اشرف لے گئے اور وہیں دفن ہوا اور عضد الدولہ کا تسلط ممالک وملوک پر

بنو بویہ کے سب بادشاہوں سے زیادہ تھا اور اس کوشہنشاہ کہتے تھے اور بغداد کے منبروں پر خلیفہ کے نام کے بعد اس کا نام لیتے تھے۔ سید شریف نے چار سو ہجری کے سرے پر اسے مروجین دین اسلام میں سے شمار کیا ہے اور عضدی ہسپتال بغداد میں عضدلدولہ نے تعمیر کیا اور امیر المومنینؑ کا مشہد منور اسی نے بنایا اس کی تجدید کی اور بہت سے مصارف وہاں کئے کہا گیا ہے کہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصیل اسی نے بنوائی اور عضد الدولہ ،فضل وکمال میں اپنے زمانہ کا یگانہ روزگار تھا وہ فضلاء کو دوست رکھتا اور ان سے معاشرت رکھتا تھا ابن خلقان کہتا ہے کہ عضدادلدولہ نے ابومنصور افتکین معزالدولہ بن بویہ کے ترقی غلام والی دمشق کو اس کے خط کے جواب میں لکھا ''غرك عزك فصار قصار ذلك ذلك فاخش فاخش فعلك فعلك بهذا اتُهدا تیری عزت نے تجھے دھوکہ دیا پس اس کی انتہا تیری ذلت کا باعث بنی پس اپنے برے فعل سے ڈر شاید کہ تجھے اس سے ہدایت حاصل ہو۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ عبارت امیر المومنینؑ کی طرف منسوب ہے اور مشہور یہ ہے کہ آپؑ نے معاویہ کے اس خط کے جواب میں تحریر فرمائی جس میں اس نے لکھا تھا علی قدری علی قدری میری قدرومنزلت کے برابر میری دیگ جوش مارتی ہے اور اگر ایسا ہی ہو تو پھر عضداالضدلہ نے فصاحت کے گھاٹ سے اُسے لیا ہے۔

اور ۳۷۶ھ میں شرف الدولہ عضد الدولہ کے بیٹے نے اپنے بھائی صمصام الدولہ کا ارادہ کیا اور اس پر غلبہ اور تسلط قائم کرلیا پھر اس کی آنکھیں نکال دیں اور خود اس کی جگہ پر بیٹھ گیا۔

اور ۳۷۷ھ میں حسن بن احمد (جو ابوعلی فارسی مشہور تھا) مشہور فسوی نحوی نے بغداد میں وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا ابوعلی اپنے زمانہ میں نحو کا امام تھا یہ عضد الدولہ ویلمی کی صحبت میں رہا ہے اور اس کے ہاں اس کی قدرومنزلت بہت ہوئی یہاں تک کہ عضد الدولہ نے اس کی شان میں کہا کہ میں ابوعلی فسوی کا نحو میں غلام ہوں اور ابوعلی نے اس کے لیے تکملہ فی النحو تصنیف کی اور اس میں اس کا واقعہ مشہور ہے اسی طرح اس کا عضد الدولہ کے ساتھ شیراز کے میدان میں سیر کرنا اور بادشاہ اکا اس سے نصب مستثنٰی کے متعلق سوال کرنا اور اس کا جواب دینا کہ جواب میدانی (تجھے جواب معلوم ہے) اور حکایت ہے کہ جب عضد الدولہ اپنے چچازاد سے لڑنے کے لیے نکلا تو ابوعلی اس کے پاس آیا اس نے کہا کہ ہمارا ساتھ دینے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو ابوعلی نے کہا کہ میں دعا گو مردوں میں سے ہوں نہ کہ جنگجو افراد میں سے پس اللہ تعالیٰ بادشاہ کے عزم وارادہ کو بہتر قرار دے اور اس کے مقصد کو پورا کرے اس کے اس قیام میں عافیت اس کی زادِ راہ اور کامیابی اس کے سامنے ہو اور ملائکہ اس کے مددگار رہوں پھر اس نے یہ شعر پڑھے۔

ودعته حیث لا تودعه
نفس ولکنها تسیر معه!
ثم تولی وفی الفوادله
غیق محل وفی الدموع سعة

''میں نے اس کو الوداع کہا جہاں نفس نے اسے الوداع نہیں کہا لیکن نفس اس کے ساتھ چلا پھر جب وہ مڑا تو دل میں اس

کی وجہ سے جگہ کی تنگی ہے اور آنسوؤں وسعت ہے پس عضد الدولہ نے اس سے کہا خدا تجھے برکت دے میں تیری اطاعت پر وثوق رکھتا ہوں اور تیرے باطن کے صاف ہونے کا مجھے یقین ہے۔

اور ۳۷۹ء میں شرف الدولہ نے دنیا کو الوداع کہا اس کا بھائی ابونصر اس کی جگہ پر بیٹھا خلیفہ نے اس کو خلعت پہنایا اور اسے بہاء الدولہ وضیاء الملۃ کا لقب دیا بہاالدولہ نے جب امور حکومت پر قوت وطاقت حاصل کر لی تو خلیفہ کو تخت سے نیچے کھینچ لیا اور اسے خلافت سے معزول کر دیا اور دار الخلافہ کو لوٹ لیا یہ واقعہ ماہِ شعبان ۳۸۱ھ میں رونما ہوا پس طائع اللہ معزول اور بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ رہا یہاں تک کہ عید الفطر کی رات ۳۹۳ھ میں وفات پائی۔

ابوالعباس احمد قادر باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جس رات طائع کو خلافت سے معزول کیا گیا ابوالعباس احمد بن اسحاق المقتدر جس کا لقب قادر باللہ ہے اپنے چچا کی جگہ پر بیٹھا اس کی عمر چوالیس سال تھی اور اس کی خلافت برائے نام تھی اور اپنے معاملہ میں مغلوب ومقہور تھا یہاں تک کہ اس ماہِ ذیقعدہ ۴۲۲ھ میں وفات پائی اور اس کی ایک کتاب بھی سنت کے بیان اور معتزلہ وروافض کی مذمت میں ہے اور اس کی خلافت کے ابتدائی ایام ۳۸۱ھ میں شیخ اجل عالی مقام رئیس المحدثین ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی نے وفات پائی اور حضرت شہزادہ عبدالعلیم کے مزار کے قریب ری میں دفن ہوئے اس وقت ان کی عالیشان خانقاہ ایک بارونق باغ میں ہے اور انہیں پچھلے دنوں ۱۲۳۸ھ کے حدود میں ان کی قبر شریف میں شگاف پڑ گیا تھا اور بہت سے علماء اور بابصیرت افراد اور دوسرے لوگوں نے ان کا جسد مبارک تروتازہ دیکھا اور یہ بات صرف شہرت نہیں بلکہ صحت تک پہنچی ہوئی ہے۔

وہ بزرگوار خدا ان پر رحمت نازل فرمائے شیخ الطائفہ ان کے فقیہ اور خراسان میں باوجاہت بزرگ تھے ۳۵۵ھ میں بغداد میں تشریف لائے اور ان سے شیوخ الطائفہ نے احادیث کی سماعت کی حالانکہ وہ ابھی نوعمر تھے آپ جلیل القدر حافظ احادیث اور رجال کی بصیرت رکھتے تھے اور اخبار کے ناقد تھے ان کی تین سو کے قریب تصانیف ہیں قمیوں میں حافظہ اور کثرتِ علم میں ان جیسا بزرگوار نہیں دیکھا گیا اور انہیں کو صدوق (زیادہ سچ بولنے والا) کے لقب سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی بزرگوار مولانا صاحب العصر والزمان علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کے صفات حمیدہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ ان کا احصاً وشمار ہو سکے ۔

وان قميصا خط من نسبح تسعة
وعشرين حرفا عن معاليه قاصر

"بیشک وہ قمیص جو انتیس حرفوں کی بنائی سے سیا گیا ہے وہ ان کی بلندیوں سے قاصر ہے"

اور ۳۸۳ھ میں فاضل ادیب اور شاعر متجر لبیب محمد بن عباس ابوبکر خوارزمی نے نیشاپور میں وفات پائی اور وہ لغت واشعار

کے زیادہ حافظ ہونے میں مشہور تھا اور اس کے سیف الدولہ وصاحب بن عباد اور دوسرے اس کے ہم عصر عظیم اشخاص کے ساتھ بہت سے نادر واقعات ہیں۔

اور ۳۸۴ھ میں علی بن عیسیٰ نے (جو رمانی ونحوی مشہور اور سرمن رای کا رہنے والا تھا) وفات پائی اور اسی سال محسنِ بن علی بن محمد بن ابوالفہم قاضی تنوخی صاحب کتاب الفرج بعد الشدۃ نے بغداد میں وفات پائی اور ابن خلقان کے ضبط کے مطابق محسن معلم کے وزن پر ہے۔

۲۴ ماہ صفر ۳۸۵ھ میں کافی الکفاۃ اسماعیل بن عباد طالقانی نے وفات پائی اسے کافی کا لقب اس لیے دیا گیا کہ اس نے سلطان فخر الدولہ کی اس کے ملک کے مہم امور میں کفایت کی کیونکہ یہ اس کا وزیر تھا اور مسلمانوں پر اس کا بڑا حق ہے اسی لیے شیخ فاضل حسن بن محمد قمی نے کتاب تاریخ قم تالیف کی اور اس کی ابتداء میں کچھ اس کے فضائل ذکر کئے ہمارے شیخ صدوق نے بھی کتاب عیون الاخبار اسی کے لیے تالیف کی اور شیخ نے اس کتاب کو کافی کے دو قصیدوں کے ساتھ شروع کیا جس میں اس نے ہدیہ سلام بارگاہ مولا رضا علیہ السلام میں پیش کیا ہے اور سید جلیل سید نعمت اللہ موسوی جزائری نے لوامع الانوار فی شرح عیون الاخبار میں کہا ہے (اور وہ کتاب کے مشکل مباحث کی شرح ہے سید نے یہ کتاب شرح التوحید کی تالیف سے فارغ ہونے کے بعد لکھی ہے) خلاصہ یہ کہ سید نے صاحب بن عباد کی توصیف میں کہا ہے اور اس کے مفاخر علم جود وسخاوت وکتابت وسیاست ملکی میں اتنے ہیں کہ جن کے بیان کرنے سے ثعالبی وغیرہ نے عجز کا اعتراف کیا ہے اور وہ شیخ عبدالقاہر کا استاد ہے۔

روضۃ الصفا کے مولف نے روایت کی ہے کہ وہ سفر میں چار سو اونٹ کا بار کتابیں ساتھ لے جاتا تھا اور وزارت اس کے پاس وارثت واستحقاق کی وجہ سے آئی ہے جیسا کہ ابوسعید رستمی نے اس کے حق میں کہا ہے **ورث الوزارۃ کابر عن کابر موصولۃ الاسناد بالا سناد۔ یروی عن العباس عباد وزارتہ واسماعیل عن عباد۔** بڑا بڑے سے وزارت کا وارث ہوا ہے جس طرح سند سند کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے روایت کرتا ہے عباس سے عباد اپنی وزارت کی اور اسماعیل عباد سے اور صاحب تشیع اور محبت اہل بیت علیہم السلام میں یگانہ روزگار تھا یہاں تک کہ اصفہان کے لوگ مذہب شیعہ کی نسبت صاحب کی طرف دیتے تھے پس کہتے کہ فلاں شخص ابن عباد کے مذہب پر ہے (حاشیہ اصل کتاب منقول ہے کہ اصفہان میں صاحب بن عباد کی حکومت اور ان میں اپنے مذہب کی ترویج کے زمانہ میں اہل اصفہان میں سے ایک شخص نے کسی کو دیکھا کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر رہا ہے اس نے تازیانہ اٹھایا اور بیوی کو مارنا شروع کیا وہ عورت چونکہ سنی تھی تو وہ تازیانہ کھاتے وقت کہتی القضا والقدر یعنی زنا میں میرا کوئی گناہ نہیں خدا کی قضا وقدر ہے تو شیخ نے اس کو سرزنش کی کہ اے دشمن خدا زنا کراتی ہے اور پھر ایسا نامعقول عذر پیش کرتی ہے جب اس عورت نے یہ بات سنی تو درد دین میں فریاد کی اور کہنے لگی ہائے افسوس تو نے مذہب اہل سنت چھوڑ کر ابن عباد کا مذہب اختیار کر لیا ہے شیخ متنبہ ہوا اور تازیانہ ہاتھ سے پھینک دیا اور معذرت کی اور کہنے لگا انت سنیہ حقا تو حقیقی سنی ہے۔

قاضی نور اللہ فرماتے ہیں مخفی نہ رہے کہ مشرکین قریش سب جبری تھے اور قرآن کریم نے اس مذہب کو درمیان سے ہٹایا

جیسا کہ مشہور ہے کہ العدل والتوحید علویان والجبر والتشبیہ امر یان عدل اورتوحیداولادِعلی کا مذہب ہے اور جبر وتشبیہ بنی امیہ کا مذہب ہے اور معاویہ ویزید (علیہما مایستحقانہ) نے اپنے زمانہ میں اس مذہب کوزندہ کیا اوران کے اہل زمانہ ان کے پیروکار ہوگئے اوران کی اصلی غرض اس سے جو یہ کہتے ہیں کہ تمام اشقیاء کی شقاوت خدا کے ارادہ سے ہے یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے دیکھا کہ بعض صحابہ اور تابعین نے خاندانِ مصطفیؐ پرظلم کیا ان کا حق ظلم وطغیان سے چھین لیا۔اہل بیتؑ کے خون بہانے کا فتویٰ دیا۔عامۃ الناس نے ان کے استخفاف کی جرات کی اورعقلاء عالم انکے افعال پرملامت وسرزنش کرتے تھے تو اس ملامت کودور کرنے کے لیے انہوں نے اس مذہب کورواج دیا کہ انسان کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ اللہ کا فعل ہے خدا ایسا چاہتا تھا تقدیر میں تھا کہ ایسا ہوتا کہ لوگ لعنت وملامت کی زبان ان سے کوتاہ کریں اورسب سے قوی شبہ ان کا یہ ہے کہ شارع مقدس کے کلام وعبادت میں انہں نے دیکھا کہ خدا خالق خیر وشر ہے اوروہ سمجھتے نہیں کہ شر سے مراد برا فعل نہیں بلکہ وہ چیزیں ہیں کہ جو بحسب ظاہر ضررساں ہیں مثلاً درندے حشرات الارض قحط سالی ووبا اگرچہ وہ حکمت ومصلحت اپنے اندر لیے ہوں انتھی۔

صاحب بن عباد کی وفات رَی میں جمعہ کی رات ماہِ صفر کی راتوں میں سے ۸۵ ۳ھ میں ہوئی اس کا جنازہ اصفہان لے گئے اور وہیں اسے دفن کیا گیا اس کی بہت سی کتب ہیں جن میں سے لغت میں ایک کتاب المحیط ہے جو سات جلدوں میں ہے۔

صاحب کے اشعار میں سے ہے اباحسن لوکان حبک مدخلی الخ اے ابوالحسن کاش تیری محبت میرے داخل ہونے کا مقام ہو میں کہتا ہوں کہ یہ بات گذر چکی ہے کہ صاحب کے لقب سے اس لیے ملقب ہوا چونکہ وہ استاد ابن عمید کی صحبت میں رہا اور حکایت ہوئی ہے کہ وہ پہلے مؤید الدولہ دیلمی کا وزیر تھا پس جب موئدالدلولہ ۳۷ ۳ھ میں فوت ہوا اوراس کا بھائی فخر الدولہ اس کی سلطنت پر قابض ہوا تو صاحب کو وزارت پر برقرار رکھا اس کے نزدیک اس کا بڑا وقار وعزت وعظمت تھی اس کا حکم نافذ تھا اوراسکی شان میں ابوالقاسم زعفرانی نے اشعار کہے۔

ایامن عطایاہ تھدی الغنیٰ
الیٰ راحتی من نای اودنا
کسوت المقمین والزائرین!
کساء لاتخل مثلھا ممکنا
وحاشیۃ الدار یمشون فی
صنوف من الخز الا انا !

اے وہ کہ جس کے عطیات تونگری کا ہدیہ لے کر آئے دورونزدیک کی دونوہتھیلیوں کی طرف تو نے مقیم اورزیارت کرنے والے کوایسا لباس پہنایا کہ جس کے متعلق تصور بھی نہیں ہوسکتا تھا اور گھر کے ملازمین توریشم کے قسم قسم کے لباسوں میں چلتے پھرتے ہیں

سوائے میرے''

پس صاحب نے کہا کہ میں نے معن بن زائدہ شیبانی کے اخبار وواقعات میں پڑھا کہ ایک شخص نے اس سے کہا اے امیر مجھے سواری پر سوار کیجئے تو اس نے اس کے لیے ایک ناقہ، ایک گھوڑا، ایک خچر اور ایک گدھا اور ایک کنیز دینے کا حکم دیا پھر کہنے لگا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ خداوند عالم نے ان کے علاوہ بھی کوئی سواری خلق کی ہے تو میں تجھے اس پر بھی سوار کرتا اور ہم نے تیرے لیے ریشمی جبہ، قمیص، عمامہ، چغہ، رومال ریشمی چادر، شلوار رداء کساء، جوراب اور تھیلی کا حکم دیا ہے اگر ہمیں کوئی اور لباس معلوم ہوتا جو ریشم سے بنتا ہے تو وہ بھی تجھے عطا کرتے اور اس کے پاس اتنے شعراء اکٹھے ہوتے کہ اتنے کسی اور کے پاس جمع نہیں ہوئے اور انہوں نے اس کی بہترین مدحیں کہیں۔

حکایت ہے کہ فخر الدولہ نے ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا اور صاحب نے ایک منشی سے کہا کہ اس سلسلہ میں ایک تحریر لکھے اور چونکہ صاحب حرف راء کو فصیح طریقہ سے ادا نہیں کرسکتا تھا اور اس کی زبان تتلاتی تھی اور اس کاتب سے اس کی طبیعت نہیں ملتی تھی تو اس کاتب نے ایسی تحریر لکھی کہ جس کا کوئی لفظ راء سے خالی نہیں تھا اور وہ یہ ہے امر امیر الامر عمر ہ اللہ ان یحفر بئر فی طریقالماء یشرب منه الصادروالوارد وحررذلك فی رابع شهر رمضان المبارك بورك فيه الى يوم المحشر۔ حکم دیا ہے امیر الامراء نے خدا اس کی عمر دراز کرے کہ ایک کنواں کھودا جائے گزرنے والوں کے راستہ میں کہ جس سے آنے جانے والے پانی پئیں اور یہ تحریر ماہ رمضان المبارک کی چار تاریخ کو لکھی گئی اس میں قیامت تک کے لیے برکت ہو پس صاحب نے اس تحریر کو ایسی عبارت سے پڑھا کہ جس میں حرفِ راء بالکل نہ تھا اور وہ یہ ہے کہ حکم اعدل الاحکام طول الله مدة حيوته ان يعمل قليب فى سبيل المسلمين لينتفع منه الغادى والراح لذا و كتب ذلك فى اوئل ايام الصيام الميمون لازوال ميمونا الى يوم القيام۔ حکم دیا حاکموں میں سے زیادہ عادل نے خدا اس کی زندگی کی مدت طویل کرے یہ کہ ایک کنواں بنایا جائے مسلمانوں کے راستہ میں تاکہ صبح وشام آنے والے اس سے نفع اٹھائیں اور یہ تحریر اوائل ایام صیام مبارک میں لکھی گئی ہمیشہ یہ مہینہ مبارک رہے قیامت کے دن تک۔

خلاصہ کہ صاحب بن عباد کے نادر آثار بہت ہیں اور کامل بہائی سے منقول ہے کہ صاحب دس ہزار اشعار اہل بیت کی منقبت اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اور براءۃ کرنے کے متعلق کہے۔

اور صاحبِ روضات نے کہا ہے کہ صاحب کی قبر اصفہان کے اس محلہ میں ہے جو باب طاقچی کے نام سے مشہور اور میدانِ کہنہ میں ہے اور قبر پر گنبد ہے اور ہمارے زمانہ میں چونکہ منہدم ہو چکا تھا شیخ علامہ حاجی محمد ابراہیم کرباسی نے اس کی عمارت کی تجدید کا حکم دیا ہے اور اس کی زیارت کی پابندی کرتے ہیں اور عام لوگوں کا تجربہ ہے کہ جو شخص اس کی قبر کی زیارت کے لیے جائے تو ایک ہفتہ نہیں گزرے گا کہ خیر دنیا اسے حاصل ہوگی اور اس کی مراد حاجی محمد ابراہیم کرباسی سے علامۃ عصرہ وفرید دھرہ حاجی ملا محمد ابراہیم بن حاجی محمد حسن خراسانی کاخی ساکن اصفہان کتاب اشارات الاصول اور نخبہ فارسی کے مولف ہیں اور ان کے والد ماجد کا لقب کرباسی

اس لیے ہے کہ وہ ایک مدت تک محلہ حوض کرباس ہرات میں رہے تھے اور اس محلہ کو حوض کرباس کہتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک شیعہ عورت نے ااپنے ہاتھ سے کاتی ہوئی روئی کی مزدوری سے ایک حوض حاصل کیا اور اس کو شیعوں کے لے وقف کردیا اور صاحب بن عباد کی قبر کے پاس علی بن سہل صوفی اصفہان جنید کے ہمعصر کی قبر ہے۔

اور ۳۸۵ھ ہی میں علی بن عمر نے جو دارقطنی اور حافظ مشہور ہے بغداد میں وفات پائی چونکہ اس نے سید حمیری کا دیوان ازبر کیا ہوا تھا اس کو تشیع کی نسبت دیتے تھے اور دار قطر راء کی فتح کے ساتھ بغداد کا ایک محلہ ہے اسی سال محمد بن عبداللہ (جو ابن سکرہ مشہور بغدادی شاعر ہے) نے وفات پائی اور وہ مہدی بن ابوجعفر منصور عباسی کی اولاد میں سے ہے اور وہ ابن حجاج شیعہ شاعر کا ہمعصر ہے ابن حجاج نے اپنے اشعار میں کی ہجو کی ہے۔

چھ جمادی الثانیہ ۳۸۶ھ میں محمد بن علی واعظ نے جو ابوطالب مکی کے نام سے مشہور اور قوت القلوب کا مولف ہے بغداد میں وفات پائی۔

۳۸۷ھ میں حسن بن ابراہیم بصری نے (جو ابن زولاق فاضل کے نام سے مشہور مورخ ہے) وفات پائی۔ ۳۸۷ھ ہی میں فتح بست رونما اور غزنویوں کی حکومت کی ابتداء ہوئی اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نوح بن منصور سمانی جب اپنے باپ کے بعد بادشاہ ہوا تو خراسان کے امراء اس کے نافرمان اور سرکش ہو گئے پس اس نے امیر سبکتگین کو جو غزنی کا کوتوال تھا خط لکھا کہ ان کے شر کی کفایت کرو۔ اور ۳۸۴ھ میں امیر نوح نے خراسان کے بعض علاقوں کی امارت سبکتگین کے اور بعض کی اس کے بیٹے کے سپرد کردی اور امیر نوح جمعہ کے دن تیرہ (۱۳) رجب ۳۸۷ھ میں فوت ہو گیا اس کے بعد منصور بن نوح امیر ہوا اور ۳۸۹ھ میں اس کی وفات ہوئی اور سامانیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ان کی سلطنت کی مدت ایک سو اڑھائی سال تھی اور ان کا ملک ترقی کے علاوہ سے لے کر ہندوستان وفارس وعراق کی حدود تک تھا اور ان کا دارالسلطنت بخارا تھا سامان بہرام چوبین کی نسل سے ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے تھا اور سامان کا باپ ساربان تھا اور سامان کو خلیفہ معتمد کے ہاں کچھ اعتبار مل گیا اور اور خلیفہ نے ماوراالنھر کا تمام علاقہ اس کے بیٹے نصر کو دے دیا یہ سب کچھ بعض تواریخ سے منقول ہے واللہ العالم۔

اور ۳۸۸ھ میں حمد بن محمد خطابی بستی نے بُست میں وفات پائی اور حمد کا نسب عمر بن خطاب کے بھائی زید تک جا پہنچتا ہے اور خطابی ادبیت وعلم وزہد میں ابوعبید قاسم بن سلام سے شباہت رکھتا تھا اس کی عمدہ تصانیف ہیں کہ جن میں سے غریب الحدیث اور معالم السنن شرح سنن ابی داؤد ہے۔

اور ۳۹۱ھ میں حسین بن احمد نے (جو ابن حجاج کے نام سے مشہور شاعر شیعہ امامی اور مداح اہلبیت ہے) وفات پائی اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پائین پا دفن ہوا جیسا کہ اس کی وصیت تھی اور یہ بھی اس نے وصیت کی تھی کہ اس کی قبر کی تختی پر لکھا جائے وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید اور ان کا کتا بازو پھیلائے ہوئے ہے ان کی چوکھٹ پر۔

ایک جماعت نے اس کا مرثیہ کہا ہے مثلاً سید رضی وغیرہ نے اسے امرء القیس کے ہم پلہ شمار کرتے ہیں اور مشہور قصیدہ

یاصاحب القبۃ البیضاء علی النجف اے سفید گنبد والے جونجف میں ہے اس کی فکر کا نتیجہ ہے اس قصیدہ کے سلسہ میں اس کا ایک لطیف واقعہ ہے کہ جس کے نقل کا یہ مقام نہیں خدا اسکو بہترین جزائے خیر دے۔

۳۹۱ھ ہی میں حسام الدولہ مقلد بن مسیب جو بنی عقیل میں سے پہلا حاکم ہے کہ جن کو دیار موصل وشام وحلب وانبار میں سلطنت تھی اپنے ایک غلام کے ہاتھوں مارا گیا اور تاریخ مصر سے نقل ہوا ہے کہ حسام الدولہ کے عمدہ اشعار تھے اور وہ سخت قسم کا رافضی تھا یہاں تک کہ اس سے نقل ہوا ہے کہ اس نے ایک حاجی کو وصیت کی کہ جب مدینہ طیبہ میں پہنچو تو میرا اسلام رسولؐ اسلام کو پہنچانا اور کہنا کہ کہ اگر شیخین آپؐ کے جوار میں دفن نہ ہوتے تو بسر وچشم آپؐ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا لیکن علامہ حلی نے اجازہ کبیرہ میں جو بنی زھرہ کو دیا ہے نقل کیا ہے کہ مقلد بن بن مسیب نے جسارت آمیز اور کلمات کفریہ کا پیغام آنحضرتؐ کی قبر مبارک پر بھیجا۔

اس شخص پیغام رساں نے پیغام دیا لیکن اس نے خواب میں حضرت رسول کریمؐ اور امیر المومنین علیہما السلام کو دیکھا اور یہ کہ مقلد کو حضرت امیر المومنینؑ نے قتل کر دیا ہے اس خواب کی تاریخ نوٹ کر لی اور جب حجاز سے واپس آیا تو مقلد بن مسیب کو اس رات کو جس کی تاریخ نوٹ تھی قتل کر دیا گیا تھا بہر حال اسی کی اولاد میں سے ہے شرف الدولہ بن قریش جو کریم وفاضل وحلیم وبردبار بادشاہ تھا کہتے ہیں کہ ابن حیوس شاعر نے اس کی ایک قصیدہ کے ساتھ مدح کی کہ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

انت الذی نفق الثناء بسوقه

وجری الندی بعروقه قبل الدم

تو وہ ہے کہ تعریف وثنا تیرے بازار میں آ کر ختم ہوگئی ہے اور تو وہ ہے کہ جس کے رگوں میں خون سے پہلے سخاوت جاری ہوئی ہے۔

یہ شعر سننے سے شرف الدولہ کھڑا ہو گیا اور حکم دیا کہ ابن حیوس کے لیے فرش ومسند لے آئیں اور اس سے کہا کہ اس پر بیٹھ جاؤ وربقیہ قصیدہ پڑھو۔

قصیدہ کے مکمل ہونے کے بعد موصل کا علاقہ بطور جاگیر اسے دے دیا اور اسے ہمیشہ کے لیے اس کی جاگیر بنا دیا یہ بھی منقول ہے کہ ایک شخص نے اس سے کوئی حاجت طلب کی اور اس سے کہنے لگا ایھا الامیر لاتنس حاجتی اے امیر میری حاجت کو نہ بھولنا اس نے کہا اذا قضیتھا نسیتھا جب پوری کر لی تو پھر اس کو بھول جاؤں گا۔

اور ۳۹۸ھ میں بدیع الزمان ہمدانی حمد بن حسین فاضل شاعر شیعہ امامی نے ہرات میں وفات پائی یہ وہی شخص ہے کہ جس نے انوکھے انداز میں سب سے پہلے مقامات لکھی حکایت ہے کہ وہ سکتہ سے گر گیا اور اس کو فوراً دفن کر دیا گیا پس اس کو قبر میں افاقہ ہوا رات کو اس کی آواز سنی گئی لوگوں نے اس کی قبر کھودی تو اس کو اس عالم میں پایا کہ وہ اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے اور قبر کی ہولنا کی سے مر گیا ہے اور بدیع کے عمدہ خطوط اور ملیح نظمیں ہیں۔

اس کے خطوط میں سے ہے جب پانی زیادہ دیر ٹھہرا رہے تو اس کا خبث ظاہر ہوتا ہے اور جب اس کی پشت پر سکون ہو تو اسکی

بدبو حرکت میں آتی ہے اور اسی طرح اس مہمان کی ملاقات بری معلوم ہوتی ہے جب وہ زیادہ دن ٹھہرا رہے اور اس کا سایہ بوجھل ہو جاتا ہے جب اس کا قیام انتہاء کو پہنچ جائے والسلام۔

منقول ہے کہ کتابت وانشاء میں اس کی عبارت کا یہ عالم تھا کہ وہ خط کو آخر سے شروع کرتا اور اس پر نقش نگار کرتا اور لکھتے لکھتے ابتداء تک پہنچتا جمہور لوگوں کے برعکس اور اس کے فضل وکمال کے لیے یہی تجھے کافی ہے۔

درمسلوک میں ہے کہ ۳۹۸ھ میں ابونصر اسماعیل بن حماد جوہری صحاح کے مولف نے نیشاپور میں وفات پائی اس کو وسوسہ عارض ہوا تو وہ مسجد جامع قدیم کی چھت پر چڑھ گیا اور کہا کہ اے لوگو میں نے دنیا میں ایک چیز بنائی ہے پھر وہ میرے لئے الٹ ہوگئی ہے پس عنقریب میں آخرت کے لیے ایک چیز بناؤں گا کہ جس میں مجھ سے کسی نے سبقت نہیں کی اور دروازے کے دونو پاٹ اپنے پہلوؤں سے ملالئے اور انہیں تاگے سے باندھ دیا اور اونچی جگہ پر چڑھ گیا پس اس نے خیال کیا کہ وہ اڑ رہا ہے پھر وہ گر کر مر گیا۔

اور ۴۰۰ھ میں ابوالفتح بستی علی بن محمد کاتب وشاعر مشہور نے بخارا میں وفات پائی وہ عمدگی شعر نفیس کلمات اور انوکھے الفاظ میں مشہور تھا۔

ان میں سے یہ ہیں جو اپنی خرابی کو درست کرلے اس نے اپنے حاسد کی ناک رگڑ دی جو اپنے غضب کی اطاعت کرے وہ اپنے ادب کو ضائع کر بیٹھتا ہے تیری نیکی بختی اپنی حد پر رک جانے میں ہے اور بستی کے اشعار میں سے ہے۔

اذا تحدثت فی قوم لتونسهم
بما تحدثت من ماض ومن ات
فلاتعد لحديث ان طبعهم
موكل معاداة المعادات

''جب تو کچھ لوگوں سے بات کرے اس لیے کہ تو انہیں مانوس رکھے اپنی گزشتہ آئندہ کی باتوں سے تو کسی بات کا اعادہ نہ کر کیونکہ لوگوں کے مزاج میں داخل ہے کہ وہ تکرار کو دشمن رکھتے ہیں۔''

اس کا ایک طویل قصیدہ ہے جو مواعظ وحکمت کی باتوں پر مشتمل ہے وہ سارے کا سارا کمال الدین دمیری نے ثعبان لفظ کی لغت کے تحت حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

زيادة المرء فی دنیا ه نقصان
درجه غير محض الخير خسران

''انسان کے لیے دنیا کی زیادتی نقصان ہے اور سوائے خالص خیر واچھائی کے اس کا نفع بھی خسران ہے۔اور یہ بھی ابوالفتح بستی کے اشعار ہیں جیسا کہ کتاب سلافہ میں ہے۔

وانی غریب بین بست واھلھا!
وان کان فیھا جیرتی وبھا اھلی
وما غربۃ الانسان فی شقہ النوی
ولکنھا واللہ فی عدم الشکل!

’’بیشک میں بست اور اس کے رہنے والوں میں مسافر ہوں اگر چہ اس میں میرے پڑوسی اور اہل وعیال ہیں انسان کی غربت ومسافرت دور کے سفر میں نہیں بلکہ خدا کی قسم وہ اپنے جیسے افراد کے نہ ہونے میں ہے۔‘‘

سنہ ۴۰۱ھ میں احمد بن محمد بن عیاش مقتضب الاثر فی عدد الائمۃ الاثنی عشر کے مولف نے وفات پائی اور ابن عیاش کے باپ اور دادا اہل بغداد میں سے باوجاہت وصاحب قدر ومنزلت تھے بلکہ وہ خود بھی مشائخ اہل حدیث میں سے تھا مگر یہ کہ آخر عمر میں اس کے دماغ میں خلل آ گیا تھا اور وہ ابوالقاسم علی بن محمد بن علی خزاز قمی کفایۃ الاثر فی النصوص کے مولف کا شیخ واستاد روایت ہے۔

سنہ ۴۰۳ھ میں محمد بن طیب مشہور قاضی ابوبکر باقلانی بصرہ نے (جو ابوالحسن اشعری کے طریقہ ومذہب کا ناصر ومددگار تھا) بغداد میں وفات پائی اور باقلانی (قاف کی زیر کے ساتھ) باقلا کی طرف منسوب ہے اور باقلانی فن مناظرہ میں مشہور تھا۔

اور سنہ ۴۰۳ھ ہی میں استر آباد اور اسکے توابع کا بادشاہ امیر بن امیر بن قاموس بن وشمگیر جس کا لقب شمس المعالی تھا قتل ہوا۔ اور قابوس فصاحت وبلاغت میں مشہور تھا اور اس کا خط خط نسخ خوشنویسوں کے اوراق پر نقش ہوتا تھا جب صاحب بن عباد کی نگاہ اس کے خط پر پڑتی تو وہ کہتا ھذا خط قابوس ام جناح طاؤس یہ قابوس کا خط ہے یا طاؤس کا پر اور اس کی سفا کی وخونریزی کی وجہ سے اس کے لشکر نے اس کے خلاف خروج کیا اور اسے قید خانہ میں بند کر دیا یہاں تک کہ سنہ ۴۰۳ھ میں قید خانے میں ہی قتل ہو گیا۔

اور سنہ ۴۰۴ھ میں بہاؤالدولہ بن عضد الدولہ دیلمی کی وفات ہوئی اور سلطان الدولہ اس کا بیٹا اس کی جگہ پر بیٹھا بہاؤالدولہ سنہ ۳۷۹ھ سے لے کر سنہ ۴۰۳ھ تک عراق واہواز کا بادشاہ رہا ہے اور اس نے سالور بن اردوشیر کو اپنا وزیر بنالیا تھا پس اس وزیر نے بغداد کے محلہ کرخ میں ایک کتب خانہ بنایا جسے عامۃ الناس کے لے استفادہ کے لیے وقف کر دیا۔

یاقوت کہتا ہے پوری دنیا میں اس سے بہتر کتابیں نہیں تھیں وہ سب کتب معتبر آئمہ فن کے ہاتھ کی اور ان کے تحریر شدہ اصول میں سے تھیں۔

اور سنہ ۴۰۵ھ میں محمد بن عبداللہ نیشاپوری نے (جو حاکم اور ابن البیع بروزن رشید کے لقب سے مشہور اور مستدرک علی الصحیحین وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی۔

چھ محرم سنہ ۴۰۶ھ کو سید اجل شریف وعنصر لطیف محمد بن حسین جورضی کے لقب سے مشہور ذوالحبین نقیب علویہ وشریف اشراف بغداد نے وفات پائی اور یہ سید بزرگوار سید مرتضیٰ (علم الھدیٰ) کے بھائی ہیں اور عظمتِ شان وعلوہمت وفصاحتِ زبان میں مشہور ومعروف ہیں۔

ان کی وفات سید مرتضیٰ سے پہلے ہوئی اور فخر الملک وزیر وتمام اعیان واشراف وقضاۃ ان کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور سید مرتضیٰ زیادہ غم واندوہ کی وجہ سے شریف کے جنازہ کو نہ دیکھ سکے اسی لیے تشیع جنازہ اور دفن میں حاضر نہ ہوسکے بلکہ حرم مطہر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام میں چلے گئے اور فخر الملک نے سید رضی کو نماز جنازہ پڑھائی اور سید کے گھر ہی میں انہیں دفن کیا گیا پھر دن کے آخری حصہ میں فخر الملک گیا اور سید مرتضیٰ کو حرم سے واپس لا کر گھر میں پہنچایا اور چند دنوں کے بعد شریف رضی کا جسد کربلا لے گئے اور ان کے والد کی قبر کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے جوار میں انہیں دفن کیا اور سید رضی کی بہت تصانیف ہیں ان میں سے مجازات القرآن ،مجازات النبوۃ اور کتاب معانی القران ہیں اور آنجناب کے مجموعات میں سے کتاب نہج البلاغہ ہے سید نے بہت سے اشعار کہے ہیں اور فضلاء کی ایک جماعت نے ان کے اشعار جمع کئے ہیں اور فضلاء ان کے اشعار کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور انہیں اشعر قریش (قریش میں سب سے بڑا شاعر) کہتے ہیں۔

اور ۴۰۶ھ ہی میں ابو حامد بن محمد شفیع اسفرائنی نے بغداد میں وفات پائی کہا گیا ہے کہ اس کے درس میں سات سو فقہ حاصل کرنے والے آتے تھے اور روایت ہے کہ بعض فقہاء مجلس مناظرہ میں کسی سے ایسی باتیں کیں جو نامناسب تھیں پھر رات کے وقت اس کے پاس آ کر معذرت چاہی تو اس نے یہ اشعار کہے۔

جفاء جری جهر الدیالناس وانبسط
وعذر اتی سراً فاکدمافرط
ومن ظن ان محوجلی جفائه
خفی اعتذارفهو فی اعظم الغلط

''ظلم و جفا تو ظاہر بظاہر لوگوں کے سامنے جاری ہوا اور وہ پھیل گیا اور معذرت پوشیدہ طور پر آئی تو اس نے کی گئی کوتاہی کی تاکید کی اور اسے پکا کر دیا اور جو یہ گمان کرے کہ اس کی واضح جفاء کو مخفی معذرت مٹا دیتی ہے تو وہ عظیم ترین غلطی میں مبتلا ہے۔''

اور اٹھائیس ربیع الاول ۴۰۷ھ میں ابو غالب محمد بن علی واسطی کہ (جس کا لقب فخر الملک تھا جو بہاوالدولہ بن عضد الدولہ دیلمی کا وزیر تھا قتل ہوا اور کہا گیا ہے کہ ابن عمید اور صاحب بن عباد کے بعد آل بویہ کے لیے کوئی وزیر فخر الملک جیسا باعظمت نہیں آیا اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں کہا گیا ہے کہ ایک بوڑھے شخص نے فخر الملک مذکور کی طرف کسی شخص کو ہلاک کرنے کی چغلخوری کا قصہ تحریر کیا جب فخر الملک اس پر مطلع ہوا تو اس نے خط کو الٹا اور اس کی پشت پر لکھا کہ چغلخوری بری چیز ہے اور اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اگر تو نے نصیحت کے طور پر اسے جاری کیا ہے تو تیرا خسارہ اس میں نفع سے زیادہ ہے اور اللہ کی پناہ کہ ہم ایسی چھپی ہوئی چیز کہ جس کو ظاہر کیا گیا ہو قبول کرلیں اور اگر تو اپنے بڑھاپے کی پناہ میں نہ ہوتا تو ہم تجھے ایسا بدلہ دیتے جو تیری بات کے مشابہ ہوتا اور تیرے جیسے لوگوں کی روک تھام کرتا پس اس عیب کو پوشیدہ رکھو اور اس سے ڈرو کہ جو غیب کو جانتا ہے۔

اور قاضی نور اللہ نے کتاب مجالس میں نقل کیا ہے کہ فخر الملک انتہائی کریم جواد خرچ کرنے والا نیک کام کرنے والا اور زیادہ

صلے اور صدقے دینے والا تھا یہاں تک کہ روزانہ ایک ہزار فقیر کو لباس پہناتا تھا اور یہ پہلا شخص ہے کہ جو پندرہ شعبان کی رات فقراء میں حلوہ تقسیم کرتا تھا اور تشیع کی طرف مائل تھا۔ ۴۰۸ھ میں اسے سلطان الدولہ نے اہواز میں قتل کیا اور ابن کثیر شامی کی تاریخ سے نقل کیا ہے کہ فخر الملک سلطان الدولہ کا وزیر تھا اور یہ وہی شخص ہے جس نے حائرشریف امام حسین علیہ السلام کی فصیل کی تعمیر کرائی انتھی۔

اور کتاب انس الجلیل سے منقول ہے کہ ۴۰۷ھ ماہ ربیع الاول میں بعض قندیلوں کی وجہ سے حرم حسینؑ میں آگ لگ گئی اور یہ خبر بھی آئی کہ مسجد الحرام میں رکن یمانی میں بھی دراڑ آ گئی ہے اور وہ دیوار جو قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مد مقابل ہے گر گئی ہے اور بڑا گنبد جو صخرہ بیت المقدس کے اوپر ہے منہدم ہو گیا ہے اور یہ عجیب ترین اتفاقات میں سے ہیں۔

اور ۴۱۰ھ میں احمد بن موسیٰ نے (جو ابن مردویہ کے نام سے مشہور اصفہانی اہل سنت کا مشہور عالم تھا) وفات پائی اور پندرہ صفر ۴۱۱ھ ہجری میں شیخ حسین بن عبید اللہ بن ابراہیم بن عضائری وجہ الشیعہ (شیعوں کا چہرہ مہرہ) وشیخ مشائخھم (ان کے استادوں کا استاد) کتاب رجال کے مولف نے وفات پائی اور بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ابن عضائری علی الاطلاق رجال کا مولف احمد مراد ہوتا ہے جو فرزند جلیل ہے حسین بن عبید اللہ کا اور صاحب روضات الجنات نے یہاں کلام کو طول دیا ہے خواہشمند حضرات وہاں رجوع کریں۔

۴۱۱ھ ہی میں فردوسی شاہنامہ کے مصنف نے وفات پائی اور طوس میں دفن ہوا۔

۴۱۳ھ جمعہ کی رات تین ماہ رمضان المبارک شیخ اجل سعید ابوعبداللہ محمد بن محمد بن نعمان نے (جن کا لقب مفید اور ابن المعلم کے نام سے مشہور ہیں) وفات پائی اور یہ شیخ بزرگوار زیادہ فضائل ومناقب میں مشہور ہیں اور عامہ وخاصہ ان کے فضل وکمال اور تبحر علمی کے معترف ہیں۔ دوسو کے قریب کتب تالیف کی ہیں اور ابن حجر عسقلانی کہتا ہے کہ شیخ مفید کا ہر ایک شیعہ امامیہ پر احسان ہے۔

خطیب نے کہا ہے کہ خدا نے شیخ مفید کی موت سے اہل سنت کو راحت وآرام دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شیخ مرحوم کے جنازہ میں اسی ۸۰ ہزار شیعہ جمع ہوئے اور ان کی ولادت گیارہ ذیقعدہ ۳۳۶ھ میں ہوئی اور ان کی نماز جنازہ ہمارے آقا سید مرتضیٰ نے میدان اشنان میں پڑھائی اور وہ میدان بڑا ہونے کے باوجود لوگوں کے لیے تنگ ہو گیا اور کئی سال تک وہ اپنے گھر میں مدفون رہے پھر ان کی میت مقابر قریش کی طرف منتقل ہوگئی اور انہیں ہمارے سید ومولا ابوجعفر محمد جواد علیہ السلام کی پائینتی کے قریب ان کے استاد اجل ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمی کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا اور ان کی وفات کا دن مشہور تھا اور اس سے زیادہ بڑا دن ان پر زیادہ لوگوں کے نماز پڑھنے اور مخالف وموافق کے زیادہ گریہ کرنے کے لحاظ سے نہیں دیکھا گیا۔

اس شیخ اجل کی تعریفیں اس سے زیادہ ہیں کہ لکھی جائیں اور ان کی فضیلت میں وہ توقیعات ہی کافی ہیں جو مشہور ہیں اور ہمارے امام غائب عجل اللہ فرجہ سے صادر ہیں اور ان میں سے بعض کا عنوان یہ ہے لاخ السدید والمولیٰ الرشید الشیخ المفید ابی عبداللہ محمد بن محمد بن النعمان ادام اللہ اعزاہ ہے (یہ خط راست باز بھائی ہدایت یافتہ دوست شیخ مفید ابوعبداللہ محمد بن محمد بن نعمان خدا اس کے

اعزاز کو دوام بخشنے کی طرف ہے)

اور بعض کا عنوان یہ ہے من عبداللّٰہ المرابط فی سبیلہ الی ملھم الحق ودلیلہ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم سلام اللّٰہ علیک ایھا العبد الصالح الناصر للحق الداعی الیہ بکلمۃ الصدق یہ خط اللہ کے بندے اس کے راستہ کو ملانے والے کی طرف سے جس کو حق کا الہام ہوتا ہے۔ اور جو حق کی رہبری کرتا ہے اس کی طرف ہے سہارا اللہ کے نام کا جو رحمن ورحیم ہے تجھ پر اللہ کا سلام ہو اے نیک بندے حق کے مددگار حق کی طرف سچی بات سے بلانے والے الخ۔

اور حکایت ہے کہ شیخ کی قبر پر قائم علیہ السلام کے خط مبارک سے یہ تحریر شدہ پایا گیا۔

الاصوت الناعی بفقدك انه!
یوم علی آل الرسول عظیم
ان كنت قد غبت فی جدث الثرٰی
فالعدل والتوحید فیك مقیم
والقائم المھدی یفرح كلما
تلیت علیك من الدروس علوم

''تیرے مفقود ہونے کی موت کی خبر دینے والا آواز بلند نہ کرے کیونکہ یہ دن آل رسولؐ کے لیے عظیم دن ہے اگر تو مٹی کی قبر میں غائب ہوا ہے تو عدل و توحید تجھ میں مقیم ہیں اور قائم مہدی خوش ہوتا تھا جب تیرے سامنے مختلف علوم کے درس ہوتے تھے اور آپؐ کے کئی لطیف مناظرے ہیں اور قوم کے ساتھ بڑی عمدہ خوش کرنے والی حکایات ہیں ان میں سے ان کا ایک مناظرہ ''ثانی'' کے ساتھ ہے۔

آیت غار کے متعلق عالم خواب میں کہ جسے شیخ کے شاگرد شیخ ابوالفتح کراچکی نے کنزالفوائد میں نقل کیا ہے اور ایک مناظرہ آپؐ کا رمانی کے ساتھ ہے کہ جسے ابن ادریس نے مستطرفات السرائر کے آخر میں ذکر کیا ہے اور بھی کئی ایک مناظرے ہیں۔ اور ۱۴۱۴ھ میں قاضی عبدالجبار معتزلی صاحب مغنی نے وفات پائی۔

اور ۱۶ ۱۴ھ میں ابوالحسن تہامی علی بن محمد شاعر مارا گیا اور تہامی (ت کی زیر کے ساتھ) تہامہ کی طرف منسوب ہے کہ جس کا اطلاق مکہ پر ہوتا ہے اسی لیے رسول خدا کو تہامی کہتے ہیں۔ اور ۱۶ ۱۴ھ ہی میں سلطان الدولہ دیلمی نے وفات پائی۔

اور تیرہ ماہ رمضان ۴۱۸ ہجری میں ابوالقاسم حسین بن علی وزیر مغربی نے وفات پائی جو کہ مرد فاضل وعاقل وشاعر وشجاع و بہادر اور فن وزارت میں بے نظیر تھا اس کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے ایک کتاب خصائص ہے علم قرآن میں اور اس کی والدہ فاطمہ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن جعفر نعمان صاحب کتاب غیبت کی بیٹی ہے۔

اور ۴۲۰ ہجری میں علی بن عیسیٰ نے جو ربعی نحوی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور رَبَعی (حرکات کے ساتھ) ربیعہ کی طرف منسوب ہے۔

۴۲۱ ہجری ربیع الثانی کے مہینہ میں یا اسکے ایک سال بعد سلطان محمود بن سبکتگین نے غزنی میں وفات پائی اور سلطان محمود کو سلطنت کا عظیم حصہ نصیب ہوا اس نے بہت سے شہر تسخیر کئے اور ہندوستان کے بھی بہت سے شہر فتح کئے مشہور سومنات کے بت توڑے اور سومنات کا واقعہ طویل ہے سلطان محمود پر سامانیوں کی سلطنت کا خاتمہ ہوا اور سامانیوں کی حکومت ماوراء النھر اور خراسان میں تھی ان کی بادشاہی کی مدت ایک سو ساٹھ سال چھ ماہ اور دس دن تھی۔

سلطان محمود کا باپ سبکتگین امراء میں سے تھا اور ابوالفتح بستی اس کا کاتب تھا جب سلطان محمود کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا محمد اس کی جگہ تخت پر بیٹھا چونکہ وہ امور مملکت کی تدبیر نہیں کرسکتا تھا اور عیش وعشرت ولذات میں منہمک رہتا تھا تو رعیت نے اسے معزول کر کے قید کر دیا اور اس کے بھائی سلطان مسعود کو بادشاہ بنالیا اور اس کے زمانہ میں سلجوقیوں نے قوت پکڑی اور مسعود سے جنگیں کیں یہاں تک کہ اس کو ۴۳۰ ہجری میں قتل کر دیا اور سلجوقی ممالک پر قابض ہو گئے ان میں سے پہلا طغرل بیگ تھا جیسا کہ اس کی طرف اشارہ ہوگا۔

ابن خلقان نے نقل کیا ہے کہ سلطان محمود سبکتگین حنفی مذہب کا تھا اور طریقہ شافعی کی طرف میلان رکھتا تھا وراس نے شہر مرد میں فقہاء کو جمع کیا اور ان سے التماس کیا کہ ان دو مذاہب میں سے کسی ایک کو ترجیح دیں علماء نے اتفاق کیا کہ بادشاہ کی خدمت میں دو رکعت نماز مذہب شافعی کے مطابق اور دو رکعت ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق پڑھیں جس کو بادشاہ پسند کریں وہی مذہب ترجیح رکھتا ہے پس قفال مروزی جو کہ مرو کے فقہاء میں سے ایک تھا کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے وضو کیا اور دو رکعت نماز شرائط وارکان مثلاً طہارت ستر قبلہ اور سنن وآداب کے ساتھ بجالا یا اور کہا کہ یہ شافعی مذہب کی نماز ہے پھر مذہب ابوحنیفہ کی طرح نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا اور اس نے کتے کا رنگا ہوا چمڑا پہن لیا اور اس کا چوتھا حصہ نجاست سے آلودہ کر لیا اور خرمے کی شراب کے ساتھ الٹا وضو کیا چونکہ گرمی کا زمانہ تھا مکھیاں اور مچھر بہت سے اس پر جمع ہو گئے پھر اس نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور نیت کے بغیر نماز کا احرام باندھا (یعنی تکبیر الاحرام کہی) اور فارسی میں تکبیر کہی اور ایک آیت کے بدلے فارسی میں دو برگ سبز (یعنی دو سبز پتے) قرات کئے پھر دو مرتبہ سر زمین پر مارا مثل مرغے کے جو منقار زمین پر مارتا ہے بغیر فاصلے کے اور بغیر رکوع کے اور تشہد پڑھ کر آخر میں پاؤں مار اور سلام کہہ کر کہا کہ یہ ابوحنیفہ کی نماز ہے۔

سلطان کہنے لگا اگر یہ اس کی نماز نہ ہوئی تو میں تجھے قتل کر دوں گا کیونکہ کوئی صاحب مذہب ودین اس نماز کو پسند نہیں کرسکتا

حنفی علماء نے بھی انکار کیا قفال کہنے لگا امام ابوحنیفہ کی کتابیں لے آؤ بادشاہ نے ایک پڑھنے والے سے کہا جو نصرانی مذاہب تھا کہ وہ دونوں مذاہب کے کتب کی عبارت پڑھے تو معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ کا مذہب نماز میں اس طرح ہے جس طرح قفال نے پڑھی تھی تو سلطان محمود نے مذہب ابوحنیفہ سے اعراض کیا اور مذہب شافعی میں داخل ہو گیا۔

اور ذلحجہ ۴۲۱ھ میں احمد بن محمد بن حسن اصفہانی شاعر نے (جو امام مرزوقی مشہور تھا) وفات پائی اور ابن شہر آشوب نے اسے شعرا اہل بیت علیہم السلام میں شمار کیا ہے۔

عبداللہ بن قادر القائم بامر اللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

اور ماہ ذیقعدہ ۴۲۲ھ میں جب قادر نے دنیا سے رختِ سفر باندھا تو اس کا بیٹا عبداللہ قائم بامر اللہ باپ کی جگہ بیٹھا کہا گیا ہے کہ وہ خلفاء کے درمیان امتیازی شان رکھتا تھا احسان وعدل کرنے اور لوگوں کو حاجات پورا کرنے میں اور مسلسل امرِ خلافت اس کا مستقیم رہا یہاں تک کہ ارسلان ترکی بساسیری (ارسلان کا جب بغداد پر قبضہ ہوا تو اس نے اذان میں حی علی خیر العمل کہلوایا اور حضرت امام علی نقی وحسن عسکری علیہما السلام کی قبر منور پر عالیشان عمارت بنوائی۔ مترجم) نے اسے گرفتار کیا اور مقام عانہ میں لے جا کر اسے قید کر دیا قائم نے اپنا واقعہ لکھ کر مکہ کی طرف بھیجا اور وہ خط کعبہ کی دیوار پر لٹکایا گیا تو طغرل بیگ خلیفہ کی اعانت ومدد میں ارسلان کے مقابلہ میں آیا اور اس کو قتل کر کے خلیفہ کو عزت واکرام کے ساتھ اس کی جگہ پہنچا دیا۔

اسی کے زمانہ ۴۲۳ھ میں شیخ جلیل احمد بن عبدالواحد بن احمد بزاز نے (جو ابن عبدون مشہور تھا) وفات پائی اور وہ ابن حاشر بھی مشہور ہے اور اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے اس نے بہت سی احادیث سنیں اور آگے روایت کی ہیں۔ اور ۴۲۳ھ ہی میں ابن بواب علی بن ملال کاتب نے بغداد میں وفات پائی اور علی بن ملال وہ شخص ہے جو خوش نویسی میں مشہور تھا اور ابن مقلہ پہلا شخص ہے جس نے خط کوفی کو بدلا اور علی بن ہلال نے اس کی تنقیح اور تہذیب کی (کانٹ چھانٹ) اور اوائل ۴۲۷ھ میں ابواسحاق احمد بن محمد نیشاپوری مفسر نے (جو ثعلبی مشہور اور کتاب تفسیر وعدائس کا مولف ہے) وفات پائی یہ شخص یا تو شیعہ تھا یا تعصب وعناد کم رکھتا تھا اس نے اپنی تفسیر میں ہماری کافی احادیث نقل کی ہیں اور اسی سال عبداللہ بن احمد شافعی نے جو قفال مروزی لقب رکھتا تھا اور مشہور فقیہ تھا وفات پائی۔

۴۲۸ھ پانچ جمادی الثانیہ مہیا دیلمی مشہور شاعر شیعہ نے وفات پائی اور مہیار مجوسی اور نوشیروان عادل کی اولاد میں سے تھا اور سید رضی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور ۴۲۸ھ ہی میں یا ۴۲۷ھ میں ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا نے جو شیخ الرئیس کے لقب سے

مشہور ہے ہمدان نے وفات پائی اور ابن سینا علم وذکاوت میں یگانہ روزگار تھا اس نے کتاب شفا حکمت میں وراشارات وقانون طب میں اوراس کے علاوہ بھی کتب تصنیف کیں اورطب میں ابن سینا کے یہ اشعار ہیں:۔

اسمع جمیع وصیتی واعمل بھا
فالطب مجموع بنظم کلامی!
اقلل جماعك مااستطعت فانه
ماءالحیاۃ تصب فی الارحام
واجعل غذاءك کل یوم مرۃ
واحذر طعاما قبل ھضم طعام

''میری ساری وصیت کوسن اوراس پرعمل کرپس طب میرے نظم کلام میں جمع کردیا گیا ہے جتنا ہوسکے جماع کم کردے کیونکہ یہ آب حیاب ہے جورحموں میں پھینکا جاتا ہے اور ہر روز غذا ایک دفعہ قرار دے اور کھانا ہضم ہونے سے پہلے کھانے سے بچ''

اوراس کی تاریخ ولادت ووفات میں فارسی کے اشعار کہے گئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

حجۃ الحق ابوعلی سینا درشجع ۳۷۲
آمدازعدم بوجود درشصا!۳۹۱
کرد کسب جملہ علوم درتکز
کرو اینجہان بد رود!

پھرواضح ہوکہ ابن سینا ہم عصر تھا حکیم ماہر ابوعلی احمد بن محمد بن یعقوب بن مسکویہ بروزن نفطویہ رازی الاصل اصفہانی المسکن کا جس نے طہارۃ الاعراق تالیف کی کہ جس کی مدح محقق طوسی نے اپنے اس قول میں کی ہے بنفسی کتابا حازکل فضیلۃ وصار لتکمیل البریۃ ضامناً میری جان کی قسم یہ کتاب ہرفضیلت کواپنے میں لیے ہوئے ہے اور یہ ساری مخلوق کی تکمیل کی ضامن ہے۔

اور یہ دونوں معاصر تھے حکیم علی بن ہثیم کہ جس کالقب بطلمیوس ثانی تھا جو عالم اور ماہر تھا فنون حکمت وریاضی میں جو بہت سی کتب کا مصنف ہے اور یہ وہی شخص ہے کہ جس کے متعلق حکایت ہے کہ اس کوموت کے وقت خونی اسہال عارض ہوئے اور وہ اپنا جتنا علاج کرتا نتیجہ برعکس نکلتا یہاں تک کہ وہ زندگی سے مایوس ہوگیا پس اس نے کہا ہائے افسوس علم ہندسہ ضائع ہوگیا علاج معالجہ اورعلوم طب باطل ہوگئے اور باقی نہیں رہا مگرنفس کواس کے پیدا کرنے والے کے سپرد کرنا پھر وہ قبلہ رخ لیٹ گیا اور کہنے لگا تیری طرف لوٹتا ہے پروردگار تجھ پرتوکل کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ وانابہ کرتا ہوں۔

باقی رہا اس کا ثانی ہونا تو وہ بطلمیوس حکیم مہندس ریاض یونانی کے اعتبار سے ہے جو کتاب الثمر ۃ کا مولف ہے جوکہ علم نجوم میں ہے اور مجسطی کا مولف ہے جو ہیت میں مشہور ہے کہ جس کومحقق طوسی نے تحریر کیا ہے اور بہت سے ریاضی کے ماہرین نے اس کی

شرح بھی لکھی ہے اور کہا گیا ہے بطلیموس شاگرد ہے جالینوس کا اور جالینوس شاگرد ہے بلیناس کا اور بلیناس شاگرد ہے ارسطو کا اور ارسطو شاگرد دہے جالینوس کا اور جالینوس شاگرد ہے بلیناس کا اور بلیناس شاگرد ہے ارسطو کا شاگرد ہے افلاطون کا اور افلاطون شاگرد ہے سقراط کا اور وہ شاگرد ہے بقراط کا اور وہ شاگرد ہے جاناسب کا اور رجاسب بھائی ہے۔کشتاسب کا اور وہ لقمان حکیم علیہ السلام کے شاگردوں میں سے ہے۔اور ۴۲۹ھ میں عبدالملک بن محمد (جو ثعالبی ونیشاپوری مشہور ہے اور فقہ اللغتہ اور سرالادب اور یتیمۃ الدھر فی محاسن اھل العصر کا مولف ہے) وفات پائی اس کی کتاب کی تعریف میں کہا گیا ہے۔

امیات	اشعار	الیتیمة
افکار	ابکار	القدیمة
ماتوا	وعاشت	بعدھم
فلذاك	سمیت	الیتیمة

کتاب یتیمیہ کے اشعار کے بہت نئے افکار ہیں پرانے لوگوں کے وہ تو مر گئے لیکن یہ افکار ان کے بعد زندہ رہے اسی لیے تو انہیں یتیم کہا گیا ہے۔

اور اسی سال سلاطین سلجوقیہ کی سلطنت کے ظہور کی ابتداء ہوئی اور ان کا پہلا بادشاہ طغرل بیگ تھا اور جس جگہ کو سب سے پہلے انہوں نے تسخیر کیا وہ طوس ہے۔

اور ۴۳۰ھ میں حافظ احمد بن عبداللہ اصفہانی نے (جو ابونعیم مشہور تھا اور کتاب حلیۃ الاولیاء کا مصنف تھا) وفات پائی اور فاضل خبیر میرزا اعبداللہ اصفہانی نے ریاض العلماء میں فرمایا ہے کہ ابونعیم جد اعلی ہے مجلسین (محمد تقی مجلسی اور محمد باقر مجلسی) علیہما الرضوان کا ظاہر یہ ہے کہ یہ علماء شیعہ میں سے تھا لیکن تصفیہ کرتا تھا واللہ العالم۔۴۳۰ھ ہی میں آ بویہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوا اور سلجوقیہ کی حکومت کی ابتداء ہوئی کہا گیا ہے کہ آل بویہ کی حکومت کی مدت ایک سو ستائیس سال تھی۔

۴۳۱ھ میں عالم حکیم عارف ناصر خسرو نے جو علوم ظاہریہ و باطنیہ مراتب حکمت وعرفانیہ میں جامعیت کے لحاظ سے مشہور تھا وفات پائی وہ شاگرد تھا علی بن جعفر کا جو ابوالحسن خرقانی مشہور تھا اور ۴۲۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔منقول ہے کہ ناصر خسرو کی ریاضت کا یہ عالم تھا کہ ہر مہینہ ایک دفعہ کھانا کھاتا تھا اور تسخیر جنات میں پوری مہارت رکھتا تھا اور اس کی قبر بدخشان میں ہے اور اس کے اشعار میں سے ہیں:۔

ناصر خسرو بجائے میگذشت
مست ولایعقل نہ چوں خمار گان
دید قبرستان ومبرز رو برو!
بانگ برزدگفت کای نظار گان

نعمت دنیا ونعمت خوارہ بین
انیش نعمت انیش نعمت خوارگان

یہ اشعار بھی اسی کی طرف منسوب ہیں:۔

گویند چوپیغمبر مارفت زدینا۔الخ

اور ۴۳۲ھ جمادی الاولیٰ کے آخر میں ابوالعباس جعفر بن محمد نے (جومستغفری مشہور ہے نسفی سمرقندی وہاں کا خطیب اور حنفی مذہب ہے) وفات پائی اور یہ شخص مشہور کتاب طب النبی کا مئولف ہے کہ جسے علامہ مجلسی نے بحار میں نقل فرمایا ہے اور خواجہ نصیر طوسی نے آداب المتعلمین میں متعلمین کواس کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اوراس کی اور بھی کتب ہیں۔

اور بتاریخ چودہ ماہِ صفر ۴۳۴ھ میں ابوطاہر منجم شیرازی نے تبریزیوں سے کہا کہ آج رات زلزلہ کی وجہ سے اس شہر والوں پر مصیبت وآفت عظیم نازل ہوگی لہٰذا شہر کے داروغے نے لوگوں کونکل جانے کا فرمان جاری کیا کچھ لوگوں نے اطاعت کی اور کچھ لوگوں نے وہاں سے حرکت نہ کی اتفاقاً اس رات ایسا زلزلہ آیا کہ چالیس ہزار سے زیادہ لوگ مر گئے یہ واقعہ مجالس المومنین میں حبیب السیر سے نقل کیا ہے۔

۴۳۶ھ ماہ ربیع الاول میں سید اجل تحریر ذوالمجدین ابوالقاسم شریف علی بن الحسین بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہما السالم نے جوسید مرتضیٰ کے نام اور علم الھدی کے لقب سے مشہور تھے) وفات پائی۔

اور آنجنابؒ شریف عراق اور مجتہد علی الاطلاق اور مرجع فضلاء آفاق تھے اور علما امامیہ اس وقت سے لے کر اب تک ان کے علوم سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ ان کے رکن اور معلم ہیں اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں سید کی کتاب غرر ودرر کی تو علماء عامہ نے بھی اتنی تعریف وتوصیف کی ہے کہ اس قدر علماء امامیہ کی کسی کتاب کی نہیں کی اور نیز تمام علماء اہلسنت نے سید کی مدح وتجلیل کی ہے اور انہیں علم عربیت میں سب سے زیادہ عالم کہا ہے اور عمری نسابہ شیعہ امامی نے سید کے آباؤ اجداد کے گھرانے کو اولادِ حضرت کاظمؑ میں سے جلیل ترین گھرانہ کہا ہے۔

صاحب جامع الاصول نے سید کو چار سو ہجری کے سرے میں مجدد مذہیب امامیہ شمار کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ شیخ مفیدؒ نے عالم خواب میں دیکھا کہ جناب فاطمہ علیہا السلام حسن وحسین علیہما السلام کو لے کر آئیں اور شیخ سے فرمایا اے میرے شیخ میرے ان دونوں بیٹوں کو فقہ کی تعلیم دو پھر صبح کے وقت فاطمہ سید مرتضیٰ ورضی کی والدہ ان دونوں کو لے کر شیخ کے پاس تشریف لائیں اور وہی کچھ کہا یہ واقعہ مشہور ہے اور اسی طرح وہ خواب جو شیخ نے دیکھا تھا جب ان کا سید مرتضیٰ سے ایک مسئلہ میں نزاع ہوا جس کا مضمون یہ ہے کہ امامؑ نے فرمایا اے میرے شیخ اور میرے قابل اعتماد حق میرے بیٹے کے ساتھ ہے۔

حکایت ہے کہ سید کے پاس اتنے اموال واملاک تھے جو بیان سے باہر تھے کہا گیا ہے کہ آپؒ کے پاس آپؒ کے املاک میں سے ہر سال چوبیس ہزار دینار آیا کرتے تھے اور آپ نے ہر قسم کی اسّی چیزیں چھوڑی ہیں یہاں تک کہ آپؒ کی عمر بھی اسی سال

آٹھ مہینے تھی۔

اور شہید ثانی سے منقول ہے فرماتے ہیں ابوالقاسم تنوخی سید کے مصاحب نے ذکر کیا ہے کہ ہم نے سید کی کتب شمار کیں تو ان کی تصانیف اور جو انہیں یاد تھیں یا جو ان کے سامنے پڑھی گئیں تو انہیں اسی ہزار پایا اسی لیے تو انہیں ثمانینی کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ دنیا وآخرت کے جمع ہونے میں حضرت صادقؑ کے ارشاد کے مصداق تھے جو آپؑ نے اسحاق بن عمار اور اس کے بھائی سے فرمایا یجمعھما اللہ لاقوام یعنی الدنیا والاخرۃ اور کبھی ان دونو یعنی دنیا وآخرت کو خدا بعض قوموں کے لیے جمع کر دیتا ہے اور حکایت ہوئی ہے کہ چونکہ اہلسنت کے خلفاء کے زمانہ میں فروغ میں مذاہب پراگندہ تھے اور آراء مختلف تھیں اور خواہشات بٹی ہوئی تھیں احد تک کہ ان کو کسی ضابطہ کے تحت نہی لایا جا سکتا تھا پس صحابہ تابعین اور جو اس زمانہ تک ان کے تابع تھے ہر ایک کا ایک علیحدہ مذہب تھا تو وہ مجبور ہوئے کہ ان مذاہب کو کم کریں لہٰذا ان کا اتفاق ہو گیا کہ تمام لوگوں کو بعض مذاہب پر مجتمع کریں

پس ان کے روساء کا نظریہ اور عقلاء کا عقیدہ اس بات پر متفق ہوا کہ ہر مذہب والے گروہ سے ایک خطیر رقم لی جائے پس حنفی ،شافعی، مالکی، حنبلی کی تعداد چونکہ زیادہ تھی تو وہ ساری رقم لے آئے جو انہوں نے مقرر کی تھی پس انہیں ان کے مذاہب پر برقرار رکھا گیا اور ان چار مذاہب کی صحت پر سب کا اجماع ہو گیا یہ سب کچھ سید مرحوم کے زمانہ میں ہوا پس سید خلیفہ سے ملے وہ قادر باللہ تھا اس سے طے کیا کہ شیعوں سے ایک لاکھ دینار لیا جائے تا کہ ان کا مذہب بھی ان چار مذاہب کے ساتھ شمار ہو اور تقیہ اٹھ جائے پس خلیفہ نے سید کی بات قبول کر لی پھر سید ان ذاتی مال میں سے اسی ہزار دینار دینے کے لیے حاضر ہوئے اور باقی (بیس ہزار دینار) شیعوں سے طلب کیا لیکن وہ اس کو پورا نہ کر سکے اور مذہب شیعہ ان مذاہب میں داخل نہ ہو سکا۔

اور سید نحیف جسیم اور خوبصورت تھے اور بہت سے علوم میں درس دیتے تھے اور اپنے شاگردوں کے اخراجات خود برداشت کرتے تھے پس شیخ طوسی کو جب وہ ان سے پڑھتے تھے ہر مہینہ بارہ دینار دیا کرتے تھے اور قاضی ابن براج کو ہر مہینہ آٹھ دینار اور سید نے ایک بستی علماء کے کاغذ کے لیے وقف کی تھی اور اپنے بھائی رضی کے بعد نقابۃ نقباء اور امارت حجاج کے متولی تھے یہ ان دونوں کے باپ کا منصب تھا سید کی ہمارے علماء میں سے جم غفیر نے شاگردی کی ہے مثلاً شیخ طوسی و متکلم فقیہ ابویعلی علار بن عبدالعزیز دیلمی وابو صالح تقی بن نجم حلبی و سید عماد الدین وخلیفہ مفید اور ان کی جگہ پر بیٹھنے والا سید ابو یعلی محمد بن حسن جعفری و شیخ ابوالفتح محمد بن علی کراجکی و شیخ ابوالحسن سلیمان صھرشتی وابوعبداللہ جعفر دوریستی اور مفید نیشاپوری اور ان کے علاوہ کئی ایک اجلاء رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سید کے فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ حصر وشمار ہو سکیں اور نصیر الدین طوسی جیسا کہ اس سے حکایت ہوئی ہے کہ جب اس کے درس میں سید کا ذکر چھڑتا تو کہتے صلوات اللہ علیہ اور قاضیوں اور مدرسین کی طرف ملتفت ہو کر کہتے کہ کس طرح سید مرتضیٰ پر صلوات نہ بھیجی جائے حالانکہ سید شہر کاظمین میں فوت ہوئے اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔

پھر اپنے جد بزرگوار امام حسینؑ کی طرف منتقل ہوئے اور اپنے باپ اور بھائی کے پاس مشہور مقام ابراہیم مجاب میں دفن ہوئے جو ابراہیم ان کے جد امجد اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند تھے اور ابراہیم کی قبر حائر حسینی میں مشہور ہے اسی طرح نقل ہوا

ہے علامہ طباطبائی بحرالعلوم سے اور گویا یہ وہی قبر ہے جو حرم المطہر کے سرہانے کی طرف آخر رواق میں ہے۔اور ۳۶ ھ ہی میں محمد بن علی طیب نے جو ابوالحسین بصری معتزلی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی۔اور ۳۸ ھ میں احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی مشہور مفسر نے وفات پائی۔اور تین ربیع الاول ۴۹ ھ میں احمد بن عبداللہ بن سلیمان ابولعلاء مصری مشہور شاعر ادیب ماہر معروف نے وفات پائی ور ابوالعلاء تین سال یا چار سال کی عمر میں چیچک کی بیماری میں نابینا ہو گیا تھا اواس کے نابینا پن میں کہا گیا ہے۔

ابا العلاء بن سليمانا
ان العمى اولادك احسانا
ابو ابصرت عيناك هذا الورٰى
لم ير انسانك انسانا

''اے ابوالعلاء بن سلیمان اندھے پن نے تجھ پر احسان کیا ہے اگر تیری آنکھیں اس مخلوق کو دیکھتیں تو تیری آنکھ کو کوئی انسان نظر نہ آتا۔''

اور مشہور یہ ہے کہ وہ زندیقت والحاد کے ساتھ متہم تھا اور پینتالیس سال تک اس نے اپنے دین ومذہب کی بناء پر گوشت نہیں کھایا سید مرتضیٰؒ کے ساتھ اس کے مناظروں اور اس کے عمدہ فہم اور علم کی حکایات مشہور ہیں اور نقل ہے کہ ایک دن سید مرتضیٰ کے پاس آیا پس وہ ایک شخص پر گر پڑا تو اس شخص نے کہا یہ کتا کون ہے؟ تو ابوالعلاء نے کہا کہ کتا وہ ہے جسے کتے کے ستر نام یاد نہیں پس سید نے اس کو نزدیک بٹھایا تو اسے بہت بڑا عالم پایا پھر ایک دن سید کے ہاں متنبی کا ذکر آیا تو سید نے اسکی کمزوریاں بیان کیں اور اس کے معائب ذکر کئے معری نے کہا اگر متنبی کے اشعار میں سے صرف اس کا یہ قول ہوتا لک یا منازل فی القلوب منازل (تیرے لیے اے منازل دلوں میں منزلیں ہیں) تو یہی اس کے فضل وشرف کے لئے کافی ہے پس سید غصے میں آ گئے اور حکم دیا اس کو مجلس سے نکال دو پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو اس کی مراد اس قصیدہ کے ذکر کرنے سے کیا تھی کیونکہ متنبی کے اس سے عمدہ اشعار بھی ہیں لیکن اس کی مراد یہ شعر تھی۔

واذا اتتك مذمتى من ناقِص
فهى الشهادة لى بانى كامل

''جب میری مذمت تیرے پاس کسی ناقص کی زبانی آئے تو یہ میرے لیے گواہی ہے کہ میں کامل ہوں'' اور اس کا سید کے ساتھ رمز میں ایک مباحثہ ہے مراتب توحید اور قدم عالم کے سلسلہ میں کتاب احتجاج کے اواخر میں دیکھا جائے۔

خلاصہ یہ کہ معری زبان عربی کی تنہا بنیاد تھا کہ دور دراز کے علاقوں سے لوگ اپنی سواریاں تیز چلا کے اس کے پاس آتے تھے اور وہ کہا کرتا تھا کہ میں یہ آرزو رکھتا ہوں کہ جاری پانی اور آسمان کے ستارے دیکھوں چونکہ وہ نابینا تھا اور معرٰی منسوب ہے معرۃ النعمان کی طرف جو شام کے علاقہ کی ایک بستی ہے اس کی سرحد قریب (یا چراگاہ کے قریب)

اور ۴۴۹؁ھ ہی میں جیسا کہ مرآت الجنان یافعی سے منقول ہے کہ شیخ عالم ثقہ ابوالفتح محمد بن علی کراجکی رئیس شیعہ سید مرتضی و شیخ مفید کے شاگرد نے وفات پائی کتاب کنزالفوائد اور کتاب تعجب ان کی تصانیف میں سے ہیں اور کنزالفوائد میں شیخ مفید سے بہت کچھ نقل کرتے ہیں اور ان کی اور بھی تصانیف ہیں (جن میں سے ایک کا اردو ترجمہ معدن الجواہر کے نام سے ہم نے بھی کیا ہے (مترجم)

اور ۴۵۰؁ھ میں ثقہ جلیل القدر شیخ ابوالعباس احمد بن علی بن احمد نے (جو نجاشی کے لقب سے مشہور ہیں اور مشہور کتاب رجال کے مولف ہیں) وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ ان کا نسب شریف سات واسطوں سے عبداللہ نجاشی والی اہواز تک پہنچتا ہے اور شیخ نجاشی پر رونق چہرہ مخالف و موافق کے نزدیک ثقہ زبان کے بہت سچے تھے اور کبھی کبھی ان کے قول کو مقام تعارض میں شیخ کے قول پر ترجیح دی جاتی ہے اور ۴۵۰؁ھ ہی میں علی بن محمد بصری جو ماوردی مشہور تھا فقیہ شافعی کتاب حاوی اور ادب الدین والدنیا وغیرہ کے مولف نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ جب تک زندہ رہا اس نے اپنی تصانیف ظاہر نہیں کیں کہ کہیں اس کی نیتِ قربت میں ریاکاری کی ملاوٹ نہ ہو جائے۔

اور ۴۵۴؁ھ میں محمد بن سلامہ جو قضاعی مشہور تھا فقیہ شافعی کتاب شہاب کے مولف نے وفات پائی۔

اور ۴۵۵؁ھ کی ابتداء میں اسماعیل سرقسطی مقری نحوی اندلسی نے وفات پائی اور آٹھ یا اٹھارہ ماہ رمضان ۴۵۵؁ھ میں محمد بن میکائیل بن سلجوق نے جو طغرلبک مشہور تھا اور سلاطین سلجوقیہ میں پہلا بادشاہ تھا ری میں وفات پائی اور اصل میں سلجوقی بادشاہ ماوراالنھر بخارا کے قریب کے رہنے والے تھے اور ان کی سلطنت قوی ہوئی اور بہت سے شہروں کو انہوں نے تسخیر کیا اور طغرلبک نے قائم بامراللہ کی بیٹی سے شادی کی اور طغرلبک کی موت کے بعد الب ارسلان محمد بن داؤد بن میکائیل بن سلجوق بادشاہ ہوا اور نو سال تک حکومت کی اور دس ربیع الاوّل ۴۶۵؁ھ میں مارا گیا اور مقام مرو میں طغرلبک اور اپنے باپ داؤد کے پاس دفن ہوا اور الب ارسلان وہی ہے کہ جس نے ابوحنیفہ کی قبر پر مشھد بنایا اور بغداد میں ایک مدرسہ تعمیر کیا اور بہت سا مال اس پر صرف کیا و رالب (ہمزہ کی زبر اور لام کے سکون کے ساتھ) ہر سلان سے مرکب ترکی لفظ ہے یعنی بہادر شیر اور الب ارسلان کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ بادشاہ ہوا اس کی حکومت کے زمانہ کی بہت سی خوبیاں ہیں اس نے اپنی بیٹی مقتدی باللہ کے ساتھ بیاہ دی۔ اور سولہ شوال ۴۸۵؁ھ میں وفات پائی اس کے بعد اس کی سلطنت اس کے تین بیٹوں میں تقسیم ہوگئی ایک سلطان سنجر دوسرا برکیاروق اور تیسرا ابوشجاع محمد لیکن سلطنت میں مشارالیہ (جس کی طرف اشارہ ہوتا تھا) وہ سلطان سنجر تھا اور اس کے بھائی گویا اس کے تابع تھے۔

۴۹۵؁ھ میں خطبہ سلطان محمد کے نام کا پڑھا گیا اور برکیاروق کے بعد حکومت خالص اس کے لیے ہوگئی اور ۲۴ ذلحجہ ۵۱۱؁ھ میں اس کی وفات ہوئی سلجوقیوں کی سلطنت کی تفاصیل کے ذکر کی اس مقام میں گنجائش نہیں۔

اور ۴۵۶؁ھ میں علی ابن احمد جو ابن حزم کے نام سے مشہور اندلسی کثرت و گہرائی علم میں مشہور محلی کتاب کے مولف نے وفات پائی اور ابن حزم وہی شخص ہے جو علماء متقدمین و متاخرین کو سبک شمار کرتا اور ان کے احترام کی پروانہیں کرتا اور

انہیں حقیر و ذلیل سمجھتا تھا اسی لیے احمد بن عریف نے اس کے حق میں کہا کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دونوں سگی بہنیں ہیں۔

اور ۵۸ ؁ھ میں علی بن اسماعیل نے جو ابن سیدہ مشہور اور لغوی معروف تھا وفات پائی اور اسی سال کی دس جمادی الاولی کو احمد بن الحسین نے جو امام بیہقی مشہور ہے۔شافعی اور کتاب سنن وغیرہ کا مولف ہے وفات پائی اور بیہقی نیشاپور کے قریب بیس فرسخ کے فاصلہ پر ہے اور بیہقی کم متعصب تھا اور شافعی مذہب والوں پر اس کا عظیم حق ہے اور اس طرح اس کا شافعی پر بھی احسان عظیم ہے کیونکہ اس نے اس کے مذہب کی نصرت میں کتب لکھی ہیں۔

اور منگل کی رات بائیس محرم ۶۰ ؁ھ میں شیخ طائفہ ورئیس امامیہ فخر الاعاجم ابوجعفر محمد بن حسن طوسی نور اللہ ضریحہ نے وفات پائی اور شیخ بزرگوار جلیل القدر عظیم المنزلت علی رجال واخبار وفقہ واصول وکلام اور ادب کے عارف بلکہ تمام فضائل ان کی طرف منسوب ہیں انہوں نے اسلام کے ہر فن میں کتاب تصنیف کی ہے اور وہی بزرگوار ہیں جنہوں اصول وفروع کے عقائد ونظریات کی چھان بین کی اور علم وعمل کے لحاظ سے کمالات نفس کے جامع تھے اور وہ اپنے زمانہ کے فضلاء کے مرجع اور ان کے مربی تھے یہاں تک حکایت کی گئی کہ شیعہ فضلاء میں جو ان کے شاگرد مجتہد تھے ان کی مقدار تین سو سے زیادہ تھی اور سنی شاگرد تو بیشمار تھے اور خلفاء نے شیخ کو کرسی کلام عطا کی تھی اور یہ منصب اس کو دیا جاتا تھا جو اپنے زمانہ کا یگانہ اور وقت کا علامہ ہو اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ بغداد میں تھے پھر انہوں نے مشہد امیر المومنین کی طرف ہجرت کی ان فتنوں کے خوف سے جو بغداد میں پیدا ہو گئے آپ کی کتب اور وہ کرسی جس پر کلام وگفتگو کے لیے بیٹھتے تھے جلا دی گئی اور ان کی بہت سی تالیفات ہیں تفسیر واصول وفروغ وغیرہ ہیں ان میں سے دو کتب تو تہذیب واستبصار ہیں جو ہر زمانہ میں مشہور رہی ہیں آپ اپنے گھر میں دفن ہوئے اور وہ آجکل مشہور مسجد ہے مسجد طوسی کے نام سے جو بارگاہ علویہ کے قریب ہے وہ ہمیشہ فیوضات خداوندی کے نزول کی جگہ رہے۔

اور ۶۱ ؁ھ میں دمشق کی جامع مسجد جل گئی اور ۶۳ ؁ھ میں یوسف ابن عبد البر کے نام سے مشہور شافعی مذہب صاحب کتاب استعیاب ہے اور احمد بن علی جو خطیب بغدادی مشہور ہے۔اور تاریخ بغداد کا مولف ہے دونوں نے وفات پائی جیسا کہ کہا گیا ہے عبد البر حافظ مغرب اور خطیب بغدادی حافظ مشرق ہے اور دونوں ایک ہی سال مرے اور خطیب کی قبر بغداد میں بشر حافی کی قبر کے ساتھ باب حرب میں ہے اور اسی سال ابویعلی محمد بن حسن بن حمزہ جعفری نے وفات پائی اور وہ شیخ مفید کا جانشین اور ان کی مسند پر بیٹھنے والا متکلم وفقیہ تھا۔

اور ایک قول ہے کہ اسی سال سلار بن عبد العزیز دیلمی جیلانی کتاب مراسم کے مولف اور سید مرتضیٰ کے شاگرد نے وفات پائی۔

اور ۶۵ ؁ھ میں الب ارسلان مارا گیا اور اس کا بیٹا جلال الدولہ اس کی جگہ بیٹھا اور اسی سال شیخ ابوالقاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری صوفی ابوعلی وفاق کے شاگرد اور داماد نے وفات پائی اور نیشاپور میں ابوعلی کے پاس ہی دفن ہوا قشیری ایک بڑے رسالہ

قشیریہ کا مولف ہے جسے گروہ عرفاء وصوفیا کے لیے لکھا ہے اور قشیر بروزن زبیر عرب کے ایک قبیلہ کا باپ ہے۔

۶۶۶ھ دجلہ کا پانی تیس ہاتھ زیادہ ہوا بغداد غرق ہو گیا ایک لاکھ یا اسے زیادہ مکانات خراب وتباہ ہو گئے اور بہت سے مال اور جانیں تلف ہوئیں۔

۶۷۶ھ میں علی بن الحسن جو ابوالحسن باخرزی مشہور اور نامور شاعر تھا اپنی خصوصی مجلس میں مارا گیا اس کی تالیفات میں سے ہے کتاب دمیۃ القصر وعصرۃ اہل العصر جو تیمیۃ الدھر ثعالبی کے ذیل میں ہے اور باخرز (خا کی زبر اور راء ساکن زاء سے مقدم ہے) نیشاپور کے مواضع میں سے ایک مواضع کا نام اور محقق طوسی کی یہ رباعی باخرزی کے حق میں مشہور ہے۔

مفخر د ہر شیخ باخرزی!

باللہ ارتو بارزنی آرزی

باخرد مند کی توانی زیست

چوں تورا گفتہ رند خرزی

''زمانہ کا فخر شیخ باخرزی خدا کی قسم اگر تو بارزن بھی ہو توستا ہے عقلمند کے ساتھ تو کیسے زندگی بسر کرسکتا ہے کیونکہ تجھے انہوں نے کہا ہے کہ گدھے کے ساتھ زندگی گزارو'

اور ۶۷۶ھ ہی میں قائم بامر اللہ کی وفات ہوئی اور اس کی موت کا یہ سبب ہوا کہ اس نے فصد کھلوائی اور پھر سو گیا جب وہ عالم خواب میں تھا تو فصد والی جگہ کھل گئی اور بہت سا خون نکل گیا یہاں تک کہ اس کی قوت وطاقت ختم ہو گئی اور وہ مر گیا اور اس کی خلافت کے دنوں کے واقعات بہت ہیں کہ جن کی طرف اختصار کے ساتھ اشارہ ہو چکا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی خلافت کے زمانہ میں مصر میں بڑا سخت قحط پڑا کہ یوسف صدیق کے زمانہ سے لے کر اس کے زمانہ تک ایسا قحط نہیں دیکھا گیا تھا اور اس نے سات سال تک طول کھینچا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ لوگ ایک دوسرے کو کھاتے تھے ایک روٹی پچاس دینار پر خریدی گئی اور کتے کی قیمت پانچ دینار ہو گئی۔

حکایت ہوئی ہے کہ ایک عورت کو لوگوں نے دیکھا جو قاہرہ مصر سے نکلی اور ایک مد (تقریباً چودہ چھٹانک) جواہرات اس کے پاس تھے اور وہ چلاتی تھی کہ کون ہے جو ایک مد جواہرات کے ایک مد گندم کے مقابلہ میں خرید کرے کوئی اس کے پاس نہ گیا جو اس سے خرید کرتا۔

فقیر کہتا ہے کہ فاضل ماہر سید محمد باقر نے روضات میں ملا اسماعیل خاجوئی کے حالات میں جناب آقا ہادی فرزند آخوند ملا محمد صالح مازندانی سے نقل کیا ہے کہ اس نے اپنے بعض کتب میں ۶۵۶ھ مصر کے قحط کی حکایت نقل کی ہے اس کے بعد کہا ہے کہ ہمارے زمانہ ۱۱۳۴ھ میں فتنہ افغان اور ان کے شہر اصفہان کو محاصرہ کرنے کی وجہ سے آٹھ ماہ تک ایسا قحط پڑا ہے کہ ایک من گندم جو اٹھارہ رطل عراقی (تقریباً نوسیر) بنتا ہے پچپن تومان میں بیچا گیا جو ایک ہزار درہم بنتا ہے اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ گندم چاول اور دوسرے

اجناس ختم ہو گئے اور لوگ صرف گوشت کھاتے تھے اور جب گوسفند گائے، گھوڑا خچر اور گدھے کا گوشت ختم ہو گیا تو پھر کتے اور بلی کا گوشت لوگ کھاتے تھے اس کے بعد مردار کھاتے تھے اور اس حد تک پہنچ گئے کہ ایک دوسرے کو مارتے تا کہ اس کا گوشت کھائیں اور قتل و موت اتنے زیادہ ہوئے کہ دس لاکھ آدمی ہر روز ہلاک ہونے اور اسباب دنیوی اور املاک کی قیمت ربع عشر (چالیسویں حصہ) تک پہنچ گئی تھی پروردگار کعبہ کی قسم کی مبالغہ اور فضول بات نہیں کہی گئی خداوند عالم ہمیں ایسے عذاب سے پناہ دے۔

مولف کہتا ہے افغانیوں کے ظہور کی ابتداء سلاطین صفویہ کی حکومت کی انتہاء کے ساتھ شروع ہوئی اور صفویہ کی حکومت افغانیوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اگر چہ سلاطین صفویہ کا ذکر اس مقام سے اجنبیت رکھتا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے بطور مختصر ان کی طرف اشارہ کیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ سلاطین صفویہ نو افراد تھے دوسو بیس سال سے زیادہ عرصہ انہوں نے حکومت کی ہے اور دین و آئین شیعہ اور مذہب جعفریہ کی انہوں نے ترویج کی ہے ان میں سے پہلا شخص شاہ اسماعیل اول ہے جس کا شجرہ نسب شیخ صفی الدین ابوالفتح اسحاق اور بیلی موسی تک جا پہنچتا ہے اور اس کا نسب حمزہ بن موسیٰ کاظم علی السلام تک جا پہنچتا ہے اور شاہ اسماعیل نے ابتداء میں صفویہ کی ایک جماعت کے ساتھ جو اس کے مرید اور اس کے آباؤ اجداد عرفاء راشدین کے مرید تھے جیلان سے سنہ ۹۰۶ھ میں خروج کیا جب کہ اس کی عمر چودہ سال تھی اور جنگ کی یہاں تک آذربیجان کا علاقہ فتح و تسخیر کر لیا اور حکومت پیدا کر لی اور حکم دیا کہ مذہب شیعہ کو ظاہر کریں اور جب اس کا سن شریف ۳۹ سال کو پہنچا تو وفات پائی اس کا بیٹا شاہ طہماسپ بادشاہ ہوا اور یہ پیر کے دن انیس ماہ رجب سنہ ۹۳۰ھ کا واقعہ ہے طہماسپ نے چون ۵۴ سال حکومت کی قزدین اس کا دار السلطنت تھا یہ شیخ بہائی اور ان کے والد شیخ حسین کا ہمعصر تھا اس کا بیٹا شاہ اسماعیل ثانی بادشاہ ہوا وہ مذہب و طریقہ اہل سنت پر تھا اور اہل ایمان ان کے علماء اور سادات کے ساتھ بُرا سلوک کرتا تھا لہٰذا خدا نے اس کو مہلت نہ دی اور اسے اپنی مجلس طرب و سرور میں اچانک گلے کی جو مخصوص بیماری ہے لاحق ہوئی اور وہ مر گیا اور اس نے ایک سال سے زیادہ حکومت نہیں کی اس وقت اس کا بھائی سلطان محمد مکفوف جو شاہ خدابندہ ثانی مشہور تھا بادشاہ ہوا اس نے دس سال تک حکومت کی اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس اول جو ماضی کے لقب سے مشہور تھا بادشاہ ہوا اور چوالیس سال تک شان و شوکت و جلالت کے ساتھ اس نے حکومت کی اس کے بعد اس کا پوتا شاہ صفی اول اس کے بیٹے کا بیٹا صفی میرزا شہید کا بیٹا بادشاہ ہوا اور اس نے چودہ سال حکومت کی اور قم میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس ثانی بادشاہ ہوا۔

اور اس نے چھبیس سال حکومت کی اس کے بعد اس کے بیٹے شاہ صفی ثانی نے جو شاہ سلیمان کے نام سے مشہور تھا لباس سلطنت زیب تن کیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ سلطان حسین بادشاہ ہوا وہ خاندان صفویہ کا آخری بادشاہ تھا اور ان کی حکومت فتنہ افغان اور افغانیوں کے شہر اصفہان کو محاصرہ کرنے کے ساتھ متصل ہوئی اور انہوں نے حکومت صفویہ کے سب اعیان و علماء اور بڑے بڑے لوگوں کا خون بہایا اور شاہ سلطان حسین کو بھائی اور بیٹوں سمیت قید کر دیا اور یہ واقعہ ۷ سنہ ۱۱۳ھ میں ہوا اور اس سال فاضل ہندی نے وفات پائی اور مسلسل بادشاہ قید میں رہا یہاں تک کہ سلطان محمود افغانی مرا اور سلطان اشرف مردود اس کی جگہ پر بیٹھا اور یہ اس سال

کے آٹھ شعبان کا واقعہ ہے پھر اس کے حکم سے تقریباً پانچ سو حمام و مدرسے اور مسجدیں خراب و برباد کی گئیں اور جب اس نے اپنی حکومت یں فتور و کمزوری دیکھی تو اصفہان سے چل کھڑا ہوا اور حکم دیا کہ سلطان حسین صفوی کو قید خانے میں ہلاک کر دیا جائے اور اسے غسل و کفن کے بغیر چھوڑ دیا اس کے اہل و عیال کو قیدی بنا لیا اور اس کا مال و متاع لوٹ لیا یہ واقعہ ۲۲ محرم ۱۱۴۰ھ کا ہے پس لوگ ایک مدت کے بعد بادشاہ کی لاش شریف قم لے گئے اور اسے جوار حضرت فاطمہؑ لا زالت مھبطا للفیوضات الربانیۃ میں اسکے آباؤ اجداد کے ساتھ سپرد خاک کر دیا واللہ والعالم۔

عبداللہ بن قائم مقتدی بامر اللہ کی خلافت کا ذکر

۴۶۷ھ میں قائم بامر اللہ کی وفات ہوئی اور اس کا بیٹا ابوالقاسم عبداللہ مقتدی بامر اللہ امر خلافت کے لیے کھڑا ہوا وہ عالی ہمت شخص تھا اس کا شمار بنی عباس کے نجیب و شریف افراد میں ہوا ہے اس کے اچھے کارناموں میں سے یہ ہے کہ اس نے گانے بجانے والی عورتوں اور بدکار لوگوں کو بغداد سے نکال دیا اور اس نے حکم دیا کہ کوئی شخص لنگی کے باندھے بغیر حمام میں داخل نہ ہو اور اس نے لوگوں کی عورتوں کو صیانت اور ناموس کی حفاظت کے لیے حماموں کے برج خراب کرا دیئے اور اس کے زمانہ میں ۴۶۸ھ میں ابوالحسن واحدی علی بن احمد بسیط و وسیط و وجیزہ تفاسیر وغیرہ کے مولف نے نیشاپور میں وفات پائی اور ۴۷۱ھ یا ۴۷۴ھ میں شیخ مقدم ادیب عبدالقاہر بن عبدالرحمن شافعی جرجانی نے جو بہت ہی مشہور تھا وفات پائی اور شیخ عبدالقاہر کئی تالیفات کا مولف ہے کہ جن میں سے شرح ایضاح و اعجاز القرآن و عوامل ماۃ وغیرہ ہیں اور وہ ابن جنی و صاحب بن عباد وغیرہ کے شاگردوں میں سے ہے اور جرجان طبرستان کے نزدیک ہے اور وہی استر آباد اور اس کے اطراف کا نام ہے اور یزید بن مہلب بن ابوصفرہ کے تعمیر شدہ شہروں میں سے ہے عوام جرجان کی ایک جماعت نے شرح کی ہے مثلاً قطب راوندی و ملا حسن ادیب نحوی جو قوام الدین قزوینی کا شاگرد ہے۔

اور فاضل ہندی و ابن خشاب اور خود ماتن (مولف) نے اور ۴۷۸ھ میں امام الحرمین عبدالملک بن شیخ عبداللہ جوینی شافعی غزالی وغیرہ کے استاد نے نیشاپور میں وفات پائی اور چند سال کے بعد اس کا جنازہ کربلا اٹھا کر لے گئے اور اسکو اس کے باپ کے پاس دفن کیا گیا۔

منقول ہے کہ اس کے باپ نے اس کی والدہ کو جو ایک کنیز تھی مال حلال سے خریدا اور اپنے ہاتھ سے کما کر اسے کھلاتا تھا اور جب امام الحرمین پیدا ہوا تو اس نے اس کی ماں کو وصیت کی کہ اسے کسی اور عورت کا دودھ نہ پلانا کیونکہ دودھ بچے میں اثر کرتا ہے اتفاقاً ایک دفعہ اس کی ماں بیمار تھی اور وہ بچہ رو رہا تھا کہ ایک ہمسایہ عورت کو بچہ پر رحم آیا اور اس کو کچھ دودھ پلا دیا جب اس کا باپ گھر میں آیا اور اسے معلوم ہوا تو اس نے بچے کو سر کے بل الٹایا اور مسلسل اس کے دل پر ہاتھ پھیرتا رہا یہاں کہ بچہ نے وہ دودھ قے کیا اور وہ کہنے لگا میرے بچے کا مرجانا آسان ہے اس سے کہ اس کی طبیعت و مزاج کسی غیر کے دودھ سے فاسد و خراب ہو جائے۔

منقول ہے کہ کبھی کبھی مناظرہ کے درمیان اس میں توقف اور ٹھہراؤ پیدا ہوتا تو وہ کہتا کہ یہ اس دودھ کے بقیہ اثر کا ہے۔فقیر کہتا ہے کہ دودھ بچے کے مزاج میں بہت اثر انداز ہوتا ہے اور آپ حسن بصری کے حالت میں جان چکے ہیں کہ اس کی فصاحت وبلاغت جناب ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ کے پستان کی برکت سے تھی۔اور ابن خلقان کہتا ہے کہ امام الحرمین کی موت کے دن بازار بند ہو گئے اور جامع مسجد میں اس کا منبر توڑ دیا گیا اور اس کے شاگرد چارسو کے قریب تھے۔انہوں نے اپنے قلم ودوات توڑ ڈالے اور مکمل ایک سال تک اسی حالت (حزن وملال) پر قائم رہے۔

نوشعبان ۴۸۱ھ میں عزالمومنین ابوالقاسم عبداللہ عزیز نے جو ابن براج کے نام سے مشہور فقیہ امامی تھا وفات پائی۔وہ کئی ایک کتب فقہ کا مولف ہے مثلاً کامل وموجز ومہذب وغیرہ اور وہ سید مرتضی شیخ طوسی کراجکی اور ابوالصلاح علبی کا شاگرد تھا۔وہ طرابلس (ب اور لام کے پیش کے ساتھ) کا قاضی تھا جو کہ شام کے کنارے بعلبک کے قریب ایک شہر ہے اور کتاب الدرۃ البھیۃ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابن براج کا ایک لقب حانی تھا۔نماز میت کی بحث میں کہتا ہے اور جوتے کو اتارے نہ یہ کہ پاؤں ننگا ہو اور حافی نے اپنی قضادت میں پاؤں ننگے ہونے کو سنت طریقہ قرار دیا۔

اور ۴۸۱ھ کے حدود میں شیخ ابواسماعیل خواجہ عبداللہ انصاری صوفی نے جو کہ ابوایوب انصاری کی اولاد میں سے رسالہ مناجات فارسی اور کلمات حکمیہ کا مولف ہے وفات پائی اور گزرگاہ ہرات کی خانقاہ میں دفن ہوا۔

اور ۴۸۳ھ میں علی بن محمد نے (جو ابن معازلی مشہور اور فقہ شافعی اور مناقب وذخائر کا مولف ہے) وفات پائی۔

اور ۴۸۵ھ میں حسن بن علی (جس کا لقب نظام الملک طوسی ہے جو سلاطین سلجوقیہ (سلطان ملک شاہ سلجوقی کا وزیر ہے) قتل ہوا اور نظام الملک فقہاء اور صوفیہ پر پوری توجہ وعنایت رکھتا تھا۔وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے مدرسہ بنوایا اور لوگوں نے مدارس کی تعمیر میں اس کی اقتداء کی اور ۴۸۷ھ میں مقتدی اچانک فوت ہوا اور ایک قول ہے کہ اس کی کنیز شمس النہار نے اسے زہر دے دیا۔

احمد بن مقتدی مستظہر باللہ
کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مقتدری نے دنیا سے کوچ کیا تو اس کا بیٹا مستظہر باللہ ابوالعباس احمد اس کی جگہ پر بیٹھا کہتے کہ وہ شخص نرم مزاج کریم الاخلاق اور علماء وصلحاء کا خواہاں تھا۔اس کے زمانہ میں ۴۸۸ھ محمد بن ابونصر فتوح بن عبداللہ بن حمید اندلسی نے (جو حمیدی اور کتاب جمع بین الصحیین کا مولف ہے) بغداد میں وفات پائی۔وہ اور حمیدی (ح کی پیش اور میم کی زبر کے ساتھ) منسوب ہے اپنے جداعلیٰ حمید کی طرف اور ۴۹۲ھ میں فرنگیوں (یورپین لوگ) نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور ڈیڑھ ماہ کے محاصرہ کے بعد ستر ہزار سے زیادہ لوگوں

کوانہوں نے قتل کیا اور وہاں کے مزارات توڑ پھوڑ کر ویران کر دیئے اور یہودیوں کوان کے کینسہ وگر جامیں اکٹھا کیا اور کنیسہ کوان کے سمیت جلا دیا۔ان میں سے کچھ بھاگ کر بغداد چلے گئے انہوں نے اس طرح اپنی مظلومیت کی داستان سنائی کہ لوگوں نے ان پر گریہ کیا۔اور اسی سال اور ایک قول ہے ۵۱۸ھ ہجری میں عثمان کے قرآن شہر طبریہ سے جامع مسجد دمشق کی طرف اس بنا پر منتقل کیا گیا کہ کہیں کفار اس پر کامیاب نہ ہو جائیں لوگ اس کے استقبال کے لیے باہر نکلے اور قرآن کو خزانہ شرقیہ مسجد مقصورہ جامع دمشق مین رکھ دیا گیا۔

وہ قرآن تھا کہ جسے روشنائی کے ساتھ چمڑے پر لکھا گیا تھا۔کہا گیا ہے کہ یہ قرآن عثمان نے نہیں لکھا تھا بلکہ مصاحف عثمان زید بن ثابت کے خط سے تھے کہ جنہیں اس نے عثمان کے حکم سے لکھا تھا۔

اور ۴۹۲ھ ہی میں مجد الملک ابوالفضل اسعد بن محمد قمی براوستانی سلطان برکیاروق کے وزیر کو فوجیوں نے قتل کر دیا۔وہ جوار امام حسین علیہ السلام میں دفن ہوا اور اس کے آثار میں سے چار آئمہ بقیع کا گنبد اور چار طاق عثمان بن معظون اور مشہد کاظمین اور مشہد سید جلیل عبد العظیم حسنی شہری اور ان کے علاوہ سادات علوی اور اشراف فاطمی علیہم السلام کے مشہد مقدسہ ہیں۔

اور ۴۹۸ ہجری میں رکن الدین بن ملک شاہ بن الب ارسلان سلطان سلجوقی سنجر کے بھائی نے بروجرد میں وفات پائی۔ بہت سے ملک اس کے زیر تصرف تھے اور ۴۹۸ ہجری ہی میں اور ایک قول ہے کہ ۴۹۵ھ حلہ سیفیہ تعمیر ہوا۔جیسا کہ ابن خلکان نے امیر صدقہ بن منصور فریدی اسدی جس کا قلب سیف الدولہ ہے کے حالات میں تصریح کی ہے اور اسی لیے وہ سیفیہ کے نام سے مشہور ہے۔(سلسلہ جلیلہ بنی اسد کہ جنہیں مزیدی بھی کہتے ہیں عراق عرب میں امارت رکھتے تھے اور تمام کے تمام شیعہ تھے کہ جن میں سے سیف الدولہ بانی حلہ شہر بھی ہے جو حلیم وکریم وعفیف وشجاع مرد تھا۔اس کا گھر بغداد میں خوفزدہ لوگوں کے لیے امان تھا۔مترجم از حاشیہ۔

اور ۵۰۴ھ ہجری کے اوائل میں علی بن محمد نے جو الکیاہراسی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور الکیا دکاف کی زیر سے) کا معنی بڑی قدر ومنزلت والا اور الکیا فقہ شافعی میں سے ہے اس نے یزید بن معاویہ پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے بخلاف غزالی کے جیسا کہ یزید کے حالات میں شرح وبسط کے ساتھ گزر چکا ہے۔

اور ۵۰۵ھ ہجری میں محمد غزالی طوسی شافعی احیاء العلوم وغیرہ کے مولف نے وفات ائی۔اس کی عمر چون سال تھی جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

نصیب حجۃ الاسلام ازیں سرائے سپنج
حیات پنجہ وچادرفات پالضدوپنج

غزالی (زکی شد اور تخفیف کے ساتھ بھی کہا گیا ہے) منسوب ہے غزالہ کی طرف جو طوس کے علاقہ کی ایک بستی ہے اور علما اہل سنت غزالی کو حجۃ الاسلام سے تعبیر کرتے ہیں۔اس کی بڑی تعریف کی ہے اور اس کی تصانیف انتہائی عمدہ اور باکمال ہیں۔

اس کی احیاء العلوم کتب اخلاقیہ کی رب النوع ہے اور اس کی ولادت طوس میں ۴۵۰ھ ہجری میں ہوئی اور اس نے طوس اور نیشاپور میں رہ کر امام الحرمین کی شاگردی کی اور اس کے بعد نظام الملک وزیر کی ملاقات کی نظام الملک اس کے احترام میں کوئی کسر اٹھا

نہیں رکھتا تھا اور نظامیہ بغداد کی تدریس اس کے سپرد کی۔پس وہ ۴۸۴ھ میں بغداد گیا اور جب اہل عراق اس کے فضل وکمال سے مطلع ہوئے تو وہ اس کے شیدائی ہو گئے اور وہ دس سال تک وہاں رہا۔تقریباً تین سو افراد اعیان اہل علم میں سے اس کے درس میں حاضر ہوتے پھر اس نے زہد اختیار کیا۔عزلت پسندی کو اپنایا اور دمشق چلا گیا۔احیاء تصنیف کی پھر مصر واسکندریہ کا سفر کیا۔دوبارہ طوس آیا اور تصنیف میں مشغول ہوا اور جن دنوں اس نے گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی وزیر نے اسے خط لکھا اور اس سے بغداد آنے کی خواہش کی غزالی نے معافی چاہی اور جواب شافی اس کے لیے لکھا جیسا کہ قاضی نور اللہ مرحوم نے مجالس اور دوسری کتب میں وہ خط تحریر کیا ہے منقول ہے کہ اس نے آخری عمر میں کتاب المنقذ من الضلال شیعوں کے اعتقاد وعصمت ائمہ علیہم السلام کی رد میں لکھی اور غزالی کے معاصرین میں سے عمر خیام نیشاپوری حکیم اور صاحب اشعار مشہور ہے۔

اور ۵۱۰ھ میں یحییٰ بن عبدالوہاب محمد بن اسحاق محمد یحیی ابن مندہ نے (جو ابن مندہ مشہور تھا اصفہانی ومحدث اور جو صاحب تصانیف ہے) وفات پائی اور ابن مندہ علم وحدیث کے گھرانے سے ہے اور اس کے تمام اباء واجداد یحییٰ بن مندہ تک محدث اور فاضل تھے اور ۵۱۲ھ میں مستظہر باللہ خلیفہ نے خناق (گلے بند ہو جانے والی بیماری سے وفات پائی)

مستظہر کے بعد اس کا بیٹا ابو منصور فضل مسترشد اس کی جگہ بیٹھا اور وہ شجاع و بہادر اور باہیبت وصاحب شہامت شخص تھا۔

منقول ہے کہ معتضد کے بعد خلفاء میں کوئی اس سے زیادہ ہوشیار اور تیز نہیں۔سلطان مسعود سلطان سنجر کے بھتیجے نے مسترشد سے جھگڑا کیا اور جنگ وجدال کے بعد اس نے مسترشد پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس کے تمام متعلقین وخواص کے ساتھ ہمدان کے قریب ایک قلعہ میں قید کر دیا۔اہل بغداد نے اس واقعہ کے بعد بڑی چیخ پکار کی اور گریہ وزاری کی اور عورتیں سر برہنہ گلی کوچوں میں نکل آئیں اور خلیفہ پر رونے لگیں اور لوگوں کو نماز جماعت سے منع کر دیا گیا اور منبر توڑ دیئے گئے اور استغاثے کئے گئے یہاں تک کہ سلطان سنجر نے مسعود کو لکھا کہ جس وقت میرا خط تجھے ملے فوراً مسترشد کو انتہائی عزت واحترام کے ساتھ اس کے مقر سلطنت (دارالخلافہ) کی طرف بھیج دے۔سلطان محمود نے اس کا حکم قبول کر لیا اور اسے احترام کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ کیا۔مقام مراغہ میں پہنچے ہی تھے کہ اچانک فدائین میں سے سترہ افراد مسترشد کے خیمے میں گھس گئے اور اسے اس کے خواص کے ساتھ قتل کر دیا۔جب یہ خبر بغداد میں پہنچی تو لوگ گھروں سے باہر نکل آئے اور گریہ وندبہ کرنے لگے اور چہرے پیٹنے لگے اور مسترشد کے لیے مرثیے کہے گئے۔یہ واقعہ ۵۲۹ھ میں واقع ہوا۔اور اس کے زمانہ ۵۱۳ھ یا اس کے ایک سال بعد فخر الکتاب حسین بن علی اصفہانی جو طغرائی مشہور تھا مظلوم ہو کر مارا گیا اور طغرائی کو استاد کہتے تھے اور وہ سلطان مسعود سلجوقی کا وزیر تھا اس کے اشعار کا ایک دیوان ہے۔اس کے محاسن اشعار میں سے اس کا مشہور قصیدہ لامیۃ العجم ہے کہ جس کا مطلع یہ شعر ہے۔

اصالته رعی صانتنی عن الخطل
وحلیة الفضل زانینی لدی العطل

اصلی رائے نے مجھے ردی گفتگو سے محفوظ کر دیا اور علم وفضل کے زیور نے مجھے زیوروں کے بغیر زینت دی ہے۔اور یہ قصیدہ اس نے بغداد میں اپنی حالت اور اپنے زمانہ کی شکایت میں کہا ہے فقیر کہتا ہے کہ اگر طغرائی ہمارے زمانہ میں ہوتا اور ہمارے زمانہ کی سیر کرتا تو بہت ہی شکایات کرتا اور کئی قصیدے اس سلسلہ میں لکھتا۔

اور اپنے زمانہ اور اس کی زندگانیوں پر حسرتیں ظاہر کرتا۔مناسب ہے کہ اس کے قصیدہ لامیہ کے چند اشعار یہاں ذکر کر کے انہیں فضلاء کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کریں۔کیونکہ فضلاء کے ہاں اس قصیدہ کی بڑی اہمیت ہے اور کچھ لوگوں نے اس کی شرحیں لکھیں ہیں کہ جن میں سے ایک صلاح صفدی ہے۔طغرائی نے کہا ہے خدا اس کا بھلا کرے۔

ما کنت او ثران یمتدبی زمنی
حتی اریٰ دولته الاوغا دوالسفل
تقدمتنی اناس کان شوطهم
وارء خطوی ولوامشی علی مهل
هذا جزاء امرء اقرانه درجو
من قبله فتمنی فسحة الاجل
فان علانی من دونی فلا عجب
لی اسوة بانحطاط الشمس عن زحل
فاصبر لها غیر محتال ولاضجر
فی حادث الدهرمایغنی عن الحیل
اعدی عدوك ادنی ماوثقت به
فحاذرالناس واصسبحهم عی دخل
فانما رجل الدنیا واحدها
من لایعول فی الدنیا علی رجل
وحسن ظنك بالا یام معجزة
فظن شراً وکن منها علی وجل
غاض الوفاوفاض الغدروانفرجت
مسافته الخلف بین القول والعمل

وشان صدقك عندالناس كذبهم
وهل يطابق معوج بمعتدل
فيم اقتحامك لُج البحرتركبه
وانت يكفيك منها مصته الوشل
ملك القناعة لايخشى عليه ولا
يحتاج فيه الانصار والخول
ترجوالبقاء بدار لاثبات لها
فهل سمعت بظل غير منتقل

میں اس کوترجیح نہیں دیتا کہ زمانہ مجھے طویل مدت تک رکھے تاکہ میں کمینے اور پست لوگوں کی حکومت دیکھوں۔ مجھے آگے بڑھایا ایسے لوگوں نے کہ جن کا ڈنڈا میرے قدم کے پیچھے تھا اگرچہ میں سنبھل کے چلتا تھا۔ یہ جزاء ہے اس شخص کی کہ جس کے ہم سن تو اس سے پہلے قبر میں پہنچ گئے ہیں اور وہ زندگی کی وسعت کی امید رکھتا ہے پس اگر مجھ سے بلند ہوا ہے وہ جو مجھ سے پست تھا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں میرے لیے تونمونہ ہے سورج کے زحل ستارے کے گرنے کا پس ان چیزوں پرصبر کر حیلے نہ تلاش کر اور نہ رنجیدہ خاطر ہو زمانہ کی مصیبت ہیں۔ وہ کچھ ہے جو حیلوں سے بے نیاز کر دیتا ہے تیرا سب سے بڑا دشمن وہ زیادہ قریبی ہے کہ جس پر تو بھروسہ کرے پس لوگوں سے بچ کے رہ اور ان کا ساتھ مکر وفریب کے ساتھ دے کیونکہ دنیا میں مرد اور اس کا اکیلا مرد وہ ہے جو دنیا میں کسی شخص پر اعتماد نہ کرے اور زمانہ سے تیرا حسن ظن رکھنا معجزہ ہے بلکہ اس سے بُرا گمان رکھ اور ہمیشہ سے اس سے ڈرتا رہ کیونکہ وفا ختم ہوگئی ہے اور دھوکہ بازی جاری ہے اور قول وفعل کے ایک دوسرے سے مخالف ہونے میں کافی مسافت ہے لوگوں کے سامنے تیرے سچ بولنے کی کیفیت جھوٹ جیسی ہے اور کیا ٹیڑھا اور معتدل ایک دوسرے کے مطابق ہو سکتے ہیں تو کیوں سمندروں کی لہروں میں گھستا ہے کہ جس کی پشت پر تو سوار ہے تیرے لیے تو ٹپکنے والے پانی کو چوس لینا ہی کافی ہے۔ قناعت کی بادشاہی پر کوئی خوف وخطرہ نہیں اور اس میں نہ مددگاروں کی ضرورت ہے اور نہ زرخرید غلاموں کی تو اس گھر میں بقاء کی امید رکھتا ہے جس کے لیے خود ثبات نہیں کیا۔ تو نے کوئی ایسا سایہ بھی سنا ہے جو منتقل نہ ہوتا ہو۔

پھر واضح ہو کہ طغرائی نسبت ہے اس کی جو طغرا لکھتا ہو اور اس عنوان خط کو کہتے ہین جو خطوں پر بسم اللہ سے اوپر موٹے قلم سے لکھا جاتا ہے کہ جس میں اس بادشاہ کے تعریفی اوصاف والقاب ذکر ہوتے ہیں کہ جس کی طرف سے خط لکھا جاتا ہے اور یہ عجمی لفظ ہے۔

ماہ شوال ۵۱۵ھ میں حسین بن مسعود بن فراء نے (جومحی السنہ بغوی کے لقب سے مشہور ہے اور کتاب مصابیح علم حدیث میں اور معالم التنزیل علم تفسیر میں اور تہذیب فقہ میں اور شرح السنہ وغیرہ کا مولف ہے) مرو میں وفات پائی اور ۵۱۶ھ ہجری میں قاسم بن علی بن محمد بصری نے (جو حریری کے لقب سے مشہور مقامات ودرۃ الخواص فی اغلاط الخواص کا مولف ہے) وفات پائی کہا گیا ہے کہ

حریری نے کتاب مقامات مسترشد کے وزیر عمید الدولہ کی خواہش اور حکم سے انشاء کی تھی۔اور پہلا مقامہ جو انشاء کیا وہ مقامہ حرامیہ ہے کہ ابوزید سروجی کو مسجد بنی حرام میں جو ایک قبیلہ کا نام ہے کمال فصاحت و بلاغت کے ساتھ سوال وگدائی کرتے ہوئے دیکھا جب کہ مسجد فضلاء سے پرتھی اور فضلاء ابوزید کی فصاحت وبلاغت پر حیران رہ گئے اور اس کے متعلق گفتگو کرنے لگے حریری نے یہ مقامہ اسی سلسلہ میں انشاء کیا جب وزیر کے سامنے پیش کیا تو وزیر خوش ہوا اور حکم دیا کہ اسی قسم کے اور مقامے انشاء کرو پس حریری نے چالیس مقامے انشاء کیے اور وزیر کے سامنے پیش کر دیئے۔بعض فضلاء نے حسد کی بناء پر انکار کیا اور کہنے لگے کہ یہ کسی اور شخص کی انشاء پر وازی ہے اور حریری نے اپنی طرف اس کی نسبت غلط دی ہے، ورنہ اگر ہمت ہے تو اور بھی انشاء کرے۔حریری نے اس بناء پر دس مقامے اور انشاء کئے اور مجموعاً پچاس ہو گئے۔

زمخشری نے مقامات کی مدح کرتے ہوئے کہا ہے۔

اقسم	باللّٰہ	وآیاتہ
ومعشر	الخیف	میقاتہ
ان حریری	حری	بان
تکتب	باالتبر	مقاماتہ

اللہ اور اس کی آیات کی قسم مقام خیف میں جمع ہونے والے اور اس کے میقات کی قسم حریری اس لائق ہے کہ اس کی مقامات سنہری حروف سے لکھی جائے اور جس شخص کو مقامات پر احاطہ ہو وہ جانتا ہے کہ حریری فضل وکمال کثرت اطلاع اور وسعت علم میں کس پائے کا آدمی ہے اور ہمیشہ اہل فضل مقامات کو اہمیت دیتے رہے ہیں اور اس کی کئی شرحیں لکھی ہیں اور مقامات کا موجد اوّل بدیع الزمان ہمدانی ہے اور حریری نے اسی کی طرز پر لکھی ہے اور حارث بن ہمام سے مراد جسکا مقامات کے ابتداء میں نام لیا گیا ہے خود حریری ہے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے ماخوذ ہے۔کلکم حارث وکلکم ہمام۔حارث کا معنی کاسب اور ہمام کا معنی زیادہ اہتمام کرنے والا کوئی ایسا شخص نہیں جو حارث اور ہمام نہ ہو۔کیونکہ ہر ایک کسب کرتا ہے اور اپنے امور میں اہتمام رکھتا ہے۔حکایت ہے کہ فکر کرتے وقت حریری اپنی داڑھی کے بال نوچنے کا بڑا گرویدہ تھا۔

اور ۵۱۶ ہجری میں علی بن ابوزید محمد میدانی نیشاپوری شیعہ امامی نے جو فصیحی استر آبادی کے لقب سے مشہور تھا وفات پائی اور اس کی فصیحی اس لئے کہتے تھے کہ وہ ہمیشہ کتاب فصیح جو ثعلبی کی علم نحو میں تصنیف سے پڑھتا رہتا تھا۔۵۱۶ ہجری ہی میں بغوی محی السنتہ کی وفات ہوئی۔

اور ۵۱۸ھ ہجری میں ابوالفضل احمد بن محمد میدانی نیشاپوری ادیب نے وفات پائی۔اس کی تالیفات میں سے ہے۔کتاب السامی فی الاسامی اور کتاب مجمع الامثال دونوں کتابیں مشہور بھی ہیں اور عمدہ بھی اور میدانی اور زمخشری کے درمیان ایک لطیفہ واقع ہوا ہے کہ جس کے ذکر کو پسند نہیں کرتا۔اور میدانی منسوب ہے میدان کی طرف (زبر کے ساتھ) وہ نیشاپور کے ایک محلے کا نام ہے اور یہ

دو اشعار میدانی مذکور کی طرف منسوب ہیں۔

متنفس صبح الشیب فی لیل عارضی
فقلت عساہ یکتفی بعذاری
فلما فشی عاتبتہ فاجابنی
ایاھل صبحاً بغیر نہار

بڑھاپے کی صبح میرے رخسار کی رات پر پھوٹی تو میں نے کہا قریب ہے کہ یہ میرے رخسار ہی پر اکتفاء کرے پس جب وہ پھیلی تو میں نے اسے سرزنش کی تو اس نے مجھے جواب دیا اے فلاں کبھی تو نے صبح دن کے بغیر بھی دیکھی ہے۔اور ۵۲۰ھ میں احمد بن محمد طوسی غزالی ابوحامد غزالی کے بھائی نے قزوین میں وفات پائی۔اور غزالی (ز کی شد اور بغیر شد کے بھی منقول ہے) منسوب ہے غزالی کی طرف جو طوس کے علاقہ کی ایک بستی ہے اور احمد غزالی کی کتاب احیاء العلوم کو مختصر کیا ہے ایک جلد میں اور اس کا نام رکھا ہے احیاء الاحیاء جیسا کہ علماء شیعہ امامیہ میں سے مرحوم محدث کاشانی نے اس کو مختصر کیا اور اس کی کانٹ چھانٹ کر کے اس کا نام محجۃ البیضاء فی تہذیب الاحیاء رکھا ہے (نقل از حاشیہ ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں نقل کیا ہے کہ احمد غزالی بڑا بولنے والا واعظ تھا بغداد میں آیا اور لوگوں کو وعظ کیا اور ابلیس کے لیے تعصب برتتا تھا کہتا تھا کہ وہ موحدین کا سردار ہے اور اس نے ایک دن منبر پر کہا جو شخص شیطان سے توحید نہ سیکھے وہ زندیق بے دین و ملحد ہے اس کو حکم ہوا کہ وہ اپنے آقا کے علاوہ کسی کا سجدہ کرے تو اس نے انکار کر دیا اور میں صرف تمہارے سامنے عاجزی وانکساری کرتا ہوں باقی رہے تمہارے علاوہ لوگ تو حاشا وکلا) (ہرگز ان کے سامنے نہیں جھکتا۔مترجم)

اور ۵۲۵ھ ہجری میں حکیم عارف کامل معنوی مولوی صاحب مثنوی ابوالمجد مجدود بن آدم نے (جو حکیم سنائی اور شاعر غزنوی مشہور تھا) وفات پائی۔جیسا کہ صاحب روضات نے بعض فضلاء سے نقل کیا ہے۔اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی وفات ۵۵۵ھ میں انوری شاعر کے چار سال بعد ہوئی اور حکیم سنائی کے بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ (شاید) وہ شیعہ اور محبان اہل بیت علیہم السلام میں سے تھا۔قاضی نوراللہ مرحوم کی کتاب مجالس کی طرف رجوع کیا جائے۔واللہ تعالیٰ ھوالعالم

راشد باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جب ۱۶ ذیعقدہ ۵۲۹ھ ہجری میں مسترشد مارا گیا تو اس کا بیٹا ابومنصور جعفر راشد اس کی جگہ بیٹھا کہا گیا ہے کہ راشد جب پیدا ہوا تو اس کی مقعد کا سوراخ بند تھا۔اطباء نے اسے کھولا اور اس کے زمانہ میں آسمان سے موصل شہر میں آگ برسی کہ جس سے شہر کی جگہیں بہت سے مکانات کے ساتھ جل گئیں اور بغداد میں بھی اڑنے والے بچھو پیدا ہوئے کہ جن سے لوگ بہت وحشت زدہ ہوئے اور انہوں نے بہت سے بچے مار ڈالے۔یہ بھی نقل ہوا ہے کہ راشد اور سلطان مسعود کے درمیان منافرت پیدا ہو گئی لہٰذا راشد نے بہت

سا لشکر مسعود سے لڑنے کے لیے تیار کیا۔ اور سلطان مسعود ماہ ذی الحجہ میں ۵۳۰ھ میں بغداد میں داخل ہوا اور رعیت کے دل اپنی طرف مائل کر لیے۔ دار الخلافہ کو لوٹ لیا اور بہت سے گواہ قاضیوں کے پاس جمع کئے جنہوں نے گواہی دی کہ راشد کی سیرت قبیح ہے اور وہ بلا وجہ لوگوں کے خون بہاتا ہے اور برے کام انجام دیتا ہے پس قاضی القضاۃ مالکیہ ابن کرخی نے حکم دیا کہ اسے خلافت سے معزول کر دیا جائے، لہٰذا اس کو خلافت سے ہٹا دیا گیا اور راشد اصفہان کی طرف بھاگ گیا اور وہاں کا محاصرہ کر لیا۔

فدائین کی ایک جماعت اس پر ٹوٹ پڑی اور انہوں نے اس کا خون بہا دیا اور راشد کا قتل ۵۳۲ھ میں واقع ہوا۔

ابو عبد اللہ محمد مقتفی لامر اللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جس دن راشد کو خلافت سے معزول کیا گیا اس کا چچا ابو عبد اللہ محمد تخت خلافت پر مستقل و مستقر ہوا اور اس کو مقتفی لامر اللہ کہتے تھے اور اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ خلافت تک پہنچنے سے چھ ماہ یا چھ روز پہلے اس نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا اور آپؐ نے اس کو حکومت کی بشارت دی اور فرمایا ماقتف بی، (پس میرے نقش قدم پر چلنا، لہٰذا جب وہ خلافت پر مستقر ہوا تو اس نے طریقہ عدل کو اپنایا تو اس نے طریقہ عدل کو اپنایا اور اس کے زمانہ ۵۳۸ھ میں فخر خوارزم ابو القاسم محمود بن عمر معتزلی نے جو جار اللہ زمخشری کے نام سے مشہور ہے زمخشر میں وفات پائی اور محشر بروزن غضنفر خوارزم کے علاقہ کی ایک بستی ہے اور زمخشری کو جار اللہ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ کچھ مدت کے لیے اس نے مکہ کی مجاورت اور پڑوس اختیار کیا تھا اور اس کا ایک پاؤں سردی کی وجہ سے خوارزم کی طرف جاتے ہوئے کسی سفر میں کٹ گیا تھا لہٰذا وہ لکڑی کے سہارے چلتا تھا۔ اس کی تصانیف بہت سی ہیں ان میں سے کشاف تفسیر قرآن میں اور فائق تفسیر حدیث میں اساس البلاغہ لغت میں انموزج نحو میں اور نصائح کبار و نصائح صغائر دواز ہدووعظ میں ہیں اور زمخشری سے لطیف و عمدہ اشعار نقل ہوئے ہیں۔ ان میں سے وہ اشعار ہیں جو اس نے اپنے شیخ واستاد ابو مضر منصور کے مرثیہ میں کہے ہیں۔

وقائلته ماهذه الدّر رالتی
تساقط من عينك سمطين سمطين
فقلت هوالدر الذی كان قد خشی
ابو مضر اذنی تساقط من عينی

کسی کہنے والی نے کہا یہ کیسے موتی ہیں جو دو دو لڑیوں میں تیری آنکھوں سے گر رہے ہیں تو میں نے کہا کہ یہ وہ موتی ہیں جو ابو

مضر نے میری کانوں میں بھرے تھے اب وہ میری آنکھ سے گر رہے ہیں۔

اور کتاب نصائح کبار میں کہ جو پچاس مقاموں پر مشتمل ہے اس کے آخری مقامے میں جو گمنامی اور گوشہ نشینی میں ہے چند اشعار کہے ہیں جن میں اپنے آپ کو مخاطب قرار دیتا ہے۔

اطلب اباقاسم الخمول ودع
غیرك یطلب اسامیاً وکنی
شبه ببعض الاموات نفسك لا
تبرزه ان کنت عاقلاً فطنا
ادفنه فی البیت قبل میتة
واجعل له من خموله کفناً
علك تطفی ماانت موقده
اذانت فی الجهل تخلع الرسنا

اے ابوالقاسم گمنامی کو تلاش کر اور چھوڑ دے اپنے غیر کو جو نام اور کنتیں تلاش کرتا پھرتا ہے اپنے نفس کو بعض مردوں کی مانند سمجھ کر اس کو باہر نہ نکال اگر تو عقلمند وزیرک ہے تو اس کو اس کے مرنے سے پہلے گھر میں دفن کر دے اور اس پر گمنامی کا کفن ڈال دے شاید تو اس آگ کو بجھا سکے جو تو نے روشن کی ہے، کیونکہ تو جہالت میں اطاعت کی رسیاں چھڑوالیتا ہے۔

اسی کے اشعار میں سے ہیں جو کشاف میں سورۃ بقرہ کی تفسیر میں ذکر کئے ہیں اور یہ بھی وصیت کی ہے کہ یہ اشعار اس کی لوح قبر پر لکھے جائیں۔

یامن یری مدالبغوض جناحها
فی ظلمة اللیل البهیم الالیل
ویری مناط عروقهافی نحرها
والمخ فی تلك العظام النحل
اغفر لعبد عن فرطاته
ماکان منه فی الزمان الاوّل

اے وہ ذات جو مچھروں کے پروں کے پھیلاؤ کو سخت تاریک رات کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں دیکھتی ہے اور اس کی رگوں کے تعلق کو اس کی گردن کے ساتھ اور ان باریک ہڈیوں کے اندر کے گودے کو دیکھتا ہے بخش دے اس بندے کو جو اپنی کوتاہیوں

سے توبہ کرتا ہے جو کہ اس سے گزشتہ زمانہ میں ہو چکی ہیں اور اس کی تصانیف میں سے کتاب ربیع الابرار ہے اور جو شخص اس کتاب کی طرف رجوع کرے تو اسے محسوس ہوگا کہ وہ باانصاف شخص ہے اور اس کے بعض کلمات کی وجہ سے کچھ لوگوں نے اسے شیعہ کہا ہے۔ واللہ العالم ان چند اشعار کو زمخشری کی طرف نسبت دیتے ہیں۔

کثر الشك والخلاف وكل
يدى الفوز بالصراط السوى
فاعتصامى بلا اله سواه
ثم بحبى لاحمد وعلىؑ
فاز كلب بحبى اصحاب كهف
كيف اشقى بحب آل النبى

شک اور اختلاف بہت ہو گیا ہے اور ہر ایک سیدھے راستے پر کامیابی کا مدعی ہے پس میرا تمسک تو "اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں" کے ساتھ پھر میری محبت احمد مجتبیٰ اور علی مرتضیٰ سے ہے کتا تو اصحاب کہف کی محبت سے کامیاب ہو گیا تو میں آل نبیؐ کی محبت کے باجود کیسے شقی و بدبخت رہوں گا۔

اور ۵۳۹ھ میں ابو منصور موہوب بن احمد بغدادی ادیب نے اجو ابن جوالیقی مشہور تھا) بغداد میں وفات پائی۔

اور وہ معاصر تھا ہبتہ اللہ بن صاعد کا جو ابن تلمیذ نصرانی ماہر طب کے نام سے مشہور اور متقی باللہ کے خواص میں سے تھا اور ابن جوالیقی وہی ہے جس نے درہا حریری کا تتمہ تکملہ کے نام سے لکھا تھا۔

اور ۲۶ رمضان ۶۴۳ ہجری سید ہبتہ اللہ بن علی بغدادی نے (جو ابن شجری مشہور نحوی لغوی اور شیعہ امامی تھا) وفات پائی اور محلہ کرخ بغداد میں دفن ہوا۔

اور ۵۴۴ ہجری میں آسمان سے خون کی بارش اس طرح ہوئی کہ زمینیں خون خون ہو گئیں اور خون کے اثرات لوگوں کے لباس میں رہے۔ اسی سال قاضی عیاض مغربی محدث ادیب نحوی نے وفات پائی۔ اس کی کئی تصانیف ہیں۔

شرح صحیح مسلم اور تفسیر غریب صحاح ثلثہ موطا و صحیح مسلم و بخاری وغیرہ اور عیاض ریاض کے وزن پر ہے۔ ۵۴۷ھ میں سلطان مسعود سلجوقی نے وفات پائی اور ۵۴۷ھ ہی میں انوری شاعر نے وفات پائی اور بلخ میں دفن ہوا۔ اور ۵۴۸ھ میں محمد بن عبدالکریم شہرستانی اشعری صاحب کتاب ملل ونحل نے وفات پائی اور اسی سال کے ماہ جمادی الثانی میں احمد بن منیر شامی امامی شاعر نے وفات پائی ابن خلکان نے کہا ہے کہ اس کی قبر جبل جوشن حلب میں ہے میں نے اس کی قبر کی زیارت کی ہے۔ اور میں نے اس کی لوح قبر پر یہ نوشتہ دیکھا ہے کہ

من زار قبری فلیکن موقناً ان الذی القاہ یلقاہ
فرحم اللہ امرءزارنی وقال لی یرحمک اللہ

جو میری قبر کی زیارت کرے وہ یقین کرے کہ جس کی میں نے ملاقات کی ہے وہ بھی اس کی ملاقات کرے گا پس خدا اس شخص پر رحم کر جو میری زیارت کرے اور میرے حق میں کہے کہ خدا تجھ پر رحمت نازل فرمائے اور اس کا ایک عمدہ قصیدہ ہے جو اس نے اپنے غلام کے اظہار عشق میں کہا ہے کہ جس کا نام تتر تھا۔ اس کا قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں مکمل ذکر کیا ہے۔

اور ۵۴۸ھ میں بعض اقوال کے مطابق شیخ اجل اقدام سعید و جر فقیہ فرید امین الاسلام ابو علی فضل بن حسن طبری عالم مفسر ومحدث ثقہ جلیل نے سبزوار میں وفات پائی اور ان کا جنازہ شہر اقدس میں لے گئے وہاں انہیں دفن کیا ان کی قبر شریف اب مشہور ہے اس جگہ کہ جسے قتل گاہ کے نام سے شہرت ہے جو قتل عام حکومت صفویہ کے آخر میں عبداللہ خان افغان کے اشارہ سے ہوا تھا اور شہداء کو وہاں دفن کیا گیا تھا اور وہ جگہ اس نام سے موسوم ہوگئی ہے یہ شیخ جلیل ابو نصر حسن بن فضل صاحب مکارم الاخلاق کے والد اور ابوالفضل علی بن حسن صاحب مشکوۃ الانوار کے جد امجد ہیں ان کے سلسلہ نسب کے لوگ علماء تھے اور امین الاسلام طبرسی کی تصانیف میں سے کتاب مجمع البیان اور جوامع الجامع ہے۔ منقول ہے کہ آپ نے جب تفسیر مجمع لکھی تو اس وقت تک انہوں نے کشاف نہیں دیکھی تھی اور مجمع کے لکھنے کے بعد جب کشاف نظر سے گزری تو انہیں اچھی معلوم ہوئی اور کتاب الجوامع لکھی اور اس میں لطائف کشاف اور فوائد مجمع جمع کر دیئے۔ اس کے بعد پھر ایک ان دونوں سے مختصر کتاب تفسیر لکھی۔ ان کی تصانیف میں سے آداب دینیہ اور اعلام الوری باعلام الہدی ہے جو ارشاد شیخ مفید کے طریقہ پر لکھی ہے اور اس کی نسبت ارشاد سے وہی ہے جو ابن نما کی مثیر الاخزان کو لہوف سے ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ ربیع الشیعہ تالیف سید ابن طاؤس اعلام الوری کی طرح ہے بغیر کسی فرق کے جیسا کہ صاحب روضات نے نقل کیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ امین الدین طبرسی کی خوبیاں اس سے زیادہ ہیں کہ لکھی جائیں۔

ان کا نظریہ رضاع کے سلسلہ میں مشہور ہے اور ان کا یہ قول ہے کہ نشر حرمت رضاع میں اتحاد شوہر شرط نہیں اور اسی طرح ان کا یہ قول کہ گناہ سب کبیرہ ہیں اور صغیرہ کے ساتھ جو متصف ہوتے ہیں وہ اس کی نسبت سے ہیں جو اس سے بڑا گناہ ہو اور کتاب ریاض میں ہے کہ اس طبرسی کے عجیب امور میں سے بلکہ ان کی عجیب وغریب کرامات میں سے وہ ہے کہ جو عام وخاص میں مشہور ہے کہ انہیں سکتہ ہوگیا پس لوگوں نے گمان کیا کہ وہ فوت ہوگئے ہیں پس انہیں غسل وکفن دے کر دفن کر دیا اور لوگ واپس آ گئے۔ پھر جب انہیں آفاقہ ہوا تو انہوں نے اپنے آپ کو قبر میں پایا اور یہ کہ ہر طرف سے نکلنے کا راستہ بند ہے تو انہوں نے اسی حالت میں نذر کی کہ اگر انہیں اس مصیبت سے نجات مل جائے تو وہ تفسیر قرآں میں ایک کتاب لکھیں گے پس ایسا اتفاق ہوا کہ ایک کفن چور ان کا کفن لینے کے قصد سے آیا۔ جب اس نے قبر کا منہ کھولا تو شیخ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پس کفن چور نے جو کچھ دیکھا اس کی دہشت سے پریشان ہوگیا تو شیخ نے اس سے بات کی اب اس کی گھبراہٹ اور بڑھ گئی پس شیخ نے اس سے فرمایا ڈرو نہیں میں زندہ ہوں مجھے سکتہ ہوگیا تھا پس لوگوں نے میرے ساتھ یہ کچھ کیا اور چونکہ شیخ انتہائی ضعف وکمزوری کی وجہ سے اٹھ کر چل نہیں سکتے تھے لہٰذا کفن چور نے آپ کو کندھے پر

اٹھالیا اور انہیں آپ کے بیت الشرف میں لے آیا تو شیخ نے اسے خلعت اور کافی مال عطا فرمایا اور آپ کے ہاتھ پر کفن چور نے توبہ کی پھر انہوں نے اپنی اس بیان شدہ نذر کو پورا کیا اور مجمع البیان تفسیر کی تالیف شروع کی۔ انتھی۔

اور اس شہرت کے باوجود صاحب ریاض سے پہلے کسی کی تالیف میں یہ واقعہ نہیں ملتا اور کبھی یہ واقعہ مولیٰ فتح اللہ کاشانی کی طرف نسبت دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے انہوں نے اس واقعہ سے نجات کے بعد اپنی تفسیر کبیر کہ جس کا نام منہج الصادقین ہے تالیف فرمائی واللہ العالم۔

پھر معلوم رہے کہ یہ طبرسی احمد بن علی ابن ابی طالب طبرسی کے علاوہ ہیں جو کتاب احتجاج علی اہل اللجاج کے مولف اور ابن شہرآشوب سردی کے شیخ واستاد اور زمانہ کے لحاظ سے ان کے ہمعصر اور شان وقدر میں بھی ان سے ملتے جلتے ہیں۔

اگرچہ اس سلسلہ میں بعض کو اشتباہ ہوا ہے اور طبرستان وہی ماہ زندران ہے اور کبھی کبھی اس کی طرف طبری کی نسبت خلافت قیاس ہوتی ہے بخلاف طبرانی کے کہ وہ طبریہ اردن کی طرف نسبت ہے جو کہ شام کے شہروں میں سے ہے۔

اور ۵۴۸ھ ہی میں شیخ اجل قطب الدین سعید بن ہبۃ اللہ بن حسن راوندی نے وفات پائی جیسا کہ یہ تاریخ ان کی لوح قبر پر ثبت ہے لیکن وہ جو صحیح ہے اور بحار میں شیخ شہید کے مجموعہ سے نقل ہے وہ یہ ہے کہ ان کی وفات بدھ کے دن ۱۴ شوال ۵۷۳ھ میں ہوئی اور اس بزرگوار کا مزار شہر مقدسہ قم کے صحن جدید حرم مطہر فاطمہ لازالت مہبطاً للفیوضات السبحانیہ کے پائنتی کی طرف ہے ور ان شیخ بزرگوار کی تصنیفات بہت ہیں مثلاً شرح نہایہ خلاصۃ التفاسیر وخرائج وجرائح وفقہ القران ودعوات ومنہاج البراعتہ فی شرح نہج البلاغہ اور ان کے مشائخ واساتذہ کافی ہیں۔ جن میں سے شیخ ابوعلی طبرسی وعماد الدین طبری وغیرہ ہیں اور ان کی اولاد علماء وفضلاء میں سے تھی اور ان کا اصلی وطن راوند کاشان ہے اور ضیاء الدین ابوالرضا سید فضل اللہ بن علی حسینی راوندی ابوعلی بن شیخ کے شاگرد اور صاحب ضوء الشہاب فی شرح الشہاب ونوادر واربعین وغیرہ بھی اسی جگہ سے تعلق رکھتے تھے اور اکثر اوقات ان دونوں بزرگوں کی تالیفات نسبت راوند کی شرکت کی وجہ سے ایک دوسرے سے مشتبہ ہوجاتی ہے۔

واضح ہو کہ قطب الدین کا لقب علماء کی ایک جماعت پر بولا جاتا ہے جن میں سے پہلے قطب راوندی ہیں دوسرے عالم خبیر ماہر ادیب ابوالحسن محمد بن حسین بیتھی سبزواری نیشاپوری جو قطب الدین کیدری مشہور ہیں جو کتاب اصباح فقہ اور حدائق الحقائق شرح نہج البلاغہ اور مباحتیؔ المبجح فی مناحتیؔ الحجج کے مولف ہیں اور کتاب مباہج کو ملاحسین کاشفی نے مختصر کیا ہے اور اس کا نام بہجۃ المباہج رکھا ہے اور شرح نہج البلاغہ سے ان کے فارغ ہونے کی تاریخ اواخر شعبان ۵۷۶ھ ہے۔

تیسرے شیخ عالم اجل ابوجعفر محمد بن محمد بویہی اور ایمنی ہیں جو قطب رازی اور قطب تحتانی مشہور تھے۔ تحتانی (اس لیے کہتے تھے) تا کہ ان کے اور اس قطب کے درمیان فرق ہوجائے جو مدرسہ ناظمیہ میں ان کے ساتھ اوپر کے کمرے میں رہتا تھا اور قطب رازی محاکمات وشرح مطالع وشمسیہ وحاشیہ برقواعد علامہ وغیرہ کے مولف ہیں اور وہ منسوب ہیں بابویہ قمی یا آل بویہ کی طرف اور وہ علماء شیعہ امامیہ میں سے ہیں اور دمشق میں ۷۶۶ ہجری مین وفات پائی ہے۔

چوتھے قطب الدین محمد اشکوری لاہیجی ہیں جو محقق طوسی کے شاگرد اور کتاب محبوب القلوب کے مولف ہیں۔ پانچویں قطب الدین جو قطب محیی محمد کوشکناری کے ساتھ مشہور ہیں جو استاد ہیں متکلم حکیم ملا جلال الدین دوانی مشہور کے چھٹے علامہ شیرازی محمود بن مصلح شافعی فارسی ہیں جو مختصر ابن حاجب اور مفتاح کی قسم سوم کے اور کلیات بن سینا وغیرہ کے شارح اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے شاگرد اور شیخ سعدی کے ماموں ہیں۔

اور ۵۵۶ھ میں سلطان سنجر بن ملکشاہ بن الب ارسلان سلجوقی نے مرد میں وفات پائی اور سلطان سنجر کے پاس خراسان ماوراء النہر کی سلطنت تھی اور عراقین (بصرہ وکوفہ) میں اس کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے۔ اس کو سلطان اعظم معز الدین کہتے تھے۔ منقول ہے کہ اس کے خزانہ میں اتنا مال جمع تھا کہ ملوک اکاسرہ (کسریٰ کی جمع) میں سے کسی کے بھی خزانہ میں اتنا مال نہیں تھا اور وہ مسلسل ترقی پذیر تھا یہاں تک کہ ۵۴۸ھ ہجری میں طائفہ اتراک نے اس سے جنگ کی اور نیشاپور کو اپنے تصرف میں لے لیا اور بہت سی مخلوق کو قتل کیا اور سلطان سنجر کو قید کر لیا۔ پس خوارزمشاہ شہر مرو پر مسلط ہو گیا اور سلطان سنجر پانچ سال تک قید میں رہا پھر اس نے اپنے کو قید سے رہا کیا اور خراسان میں آیا اور اپنی سلطنت کو اکٹھا کرنے کے درپے تھا کہ اجل نے اسے مہلت نہ دی اور اس کی موت سے سلجوقیہ کا استبداد خراسان سے ختم ہوا اور خوارزمشاہ کا غلبہ وتسلط ہو گیا۔

سلطان سنجر کی تاریخ وفات میں کہا گیا ہے۔

جهان دارسنجر که درباغ ملك
سرفراز بودی بکر وارسرد
چودر مرد میبود انجابمرد
بجوسال فوت دی از شاه مرد۵۵۶

پھر ہم مقتفی لامراللہ کے زمانہ کے واقعات کی طرف رجوع کریں خلاصہ یہ ہے کہ مقتفی کے زمانہ میں بغداد عراق کی ریاست وحکومت تو خلفاء کے لیے صاف اور کسی نزاع کے بغیر ہو گئی کیونکہ گذشتہ زمانوں میں تو سوائے خلافت کے نام کے ان کے پاس کچھ باقی نہیں رہا تھا اور اسی کے زمانہ میں بڑے بڑے زلزلے روئے زمین میں واقع ہوئے اور خراسان میں سخت قحط پڑا اس طرح کہ ایک شخص نے کسی سید علوی کو قتل کر کے پکایا اور بازار میں اس کا گوشت بیچنے لگا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ اور مقتضی کے کارنامون میں سے خانہ کعبہ کے دروازے کی تجدید ہے۔

اور دمیری کہتا ہے کہ مقتضی نے عقیق کا ایک تابوت اپنے لیے بنوایا تھا تاکہ اس میں وہ دفن ہو اور اس کی وفات ماہ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں واقع ہوئی۔

یوسف بن محمد مستنجد باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مقتفی نے دنیا سے رحت سفر باندھا تو اس کا بیٹا ابوالمظفر یوف مستنجد اس کی جگہ پر بیٹا اور یہ ۵۵۵ ھ ہجری کا واقعہ ہے جو اس خواب کے مطابق ہے جسے مستنجد نے دیکھا تھا۔ جیسا کہ ابن خلکان نے نقل کیا ہے کہ مستنجد نے اپنے باپ کی زندگی میں خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور اس کی ہتھیلی پر اس نے چار حروف ''ح'' لکھے جب بیدار ہوا تو اس نے معبر خاب کو بلوایا اور اپنا خواب اس سے بیان کیا تو معبر نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تجھے خمس وخمسین وخمس ماۃ ۵۵۵ ہجری میں حکومت ملے گی اور ویسا ہی ہوا جس طرح اس نے تعبیر کی تھی اور مستنجد کو پوری معرفت تھی علم اسطرلاب اور عمل آلات افلاک کی اور شعر بدیع اور نثر بلیغ کہنے کی اور اس کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں۔

عیرتنی بالشیب وھووقار
لیتھا عیرت بما ھوعار
ان یکن شابت الزوائب منی
فاللیالی تزینھا الاقمار

میری محبوبہ نے مجھے بڑھاپے کا طعنہ دیا، حالانکہ وہ تو عزت ووقار ہے کاش وہ کوئی ایسا طعنہ دیتی جو عار ہوتا اگر میری زلفیں سفید ہوگئی ہیں تو راتوں کو چاند ہی زینت دیا کرتے ہیں۔

مستنجد عدل سے موصوف تھا اور اس کی بڑی کوشش ہوتی کہ مفسد لوگوں کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈالا جائے اور منقول ہے کہ ایک چغل خور مفسد کو مستنجد نے گرفتار کر کے زندان میں ڈالا تو ایک شخص اس کی سفارش کرنے آیا اور اس نے دس ہزار دینار خلیفہ کے سامنے پیش کئے کہ اس کو چھوڑ دیں۔ مستنجد نے کہا میں تجھے دس ہزار دینار دیتا ہوں کہ ایک اور شخص اس جیسا ڈھونڈ لاتا کہ میں اس کو قید کر دوں اور لوگ اس کے شر وفساد سے آسودہ خاطر ہو جائیں۔ اس کی وفات آٹھ ربیع الثانی ۵۶۶ ھ ہجری یا ایک قول کی بنا پر ۵۶۷ ھ میں ہوئی اور اس کے زمانہ ۵۵۹ ھ میں جمال الدین ابوجعفر محمد بن علی بن ابومنصور اصفہانی وزیر قطب الدین مودود زنگی صاحب موصل کے جنازہ کو لے چلے کہ اسے مدینہ لے جائیں قاریوں کی ایک جماعت بھی اس کے ساتھ لے چلے کہ وہ ہر منزل میں اس کے لیے قرآن پڑھیں اور جس شہر میں جاتے تو لوگوں کے درمیان نماز جنازہ پڑھنے کے لیے منادی کرتے لوگ آتے اور اس کی نماز جنازہ پڑھتے۔ حلہ میں جب لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جمع ہوئے تو ایک جوان بلند جگہ پر چڑھ گیا اور اس نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے۔

سری نعشه فوق الرقاب وطالما
سری جووه فوق الركاب ونائله

يمر على الوادى تثنى رماله
عليه وبا النادى وتثنى ارامله
بفيك الثرى لم تدرمن حل فى الثرى
جبلت وقد يستصغر الثنى جاهله

اسکی لاش گردنوں پر سوار ہو کر چل رہی ہے اور اکثر اوقات اس کا جود و بخشش سواریوں پر سوار ہوتے تھے اس کی لاش سے گزرتی ہے تو وادی کی ریت اس کی تعریف کرتی ہے۔ اور کسی مجلس سے گزرے تو اس کی بیوہ عورتیں اس کی تعریف وثنا کرتی ہیں تیرے منہ میں خاک ہو تجھے معلوم نہیں کہ مٹی میں کون دفن ہوا تو جاہل ہے اور جو کسی چیز سے جاہل ہو وہ اس کو معمول سمجھتا ہے۔

پس اس کا جنازہ مکہ میں لے گئے اور اسے طواف کرایا اور مدینہ میں قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب وجوار میں پندرہ ہاتھ کے فاصلے پر اسے دفن کر دیا اور یہ جمال الدین وہی شخص ہے کہ جس نے مسجد خیف کی میدان منیٰ میں تجدید کی اور جانب کعبہ میں حجر اسود کی تعمیر کی اور بہت سامال مقتفی باللہ اور امیر مکہ کو دیا پھر جا کر کہیں یہ تعمیرات کیں اور ایک مسجد جبل عرفات پر ان سیڑھیوں کے ساتھ جو وہاں تک پہنچاتی ہیں بنائی اور عرفات میں حوض بنوائے اور مدینہ منورہ کی فصیل بنوائی اور بہت سے فقراء ومساکین کے لیے مکانات موقوفہ بنائے اور جزیرہ ابن عمر کے پاس دجلہ کا پتھر لوہے اور سادرج سے پل بنایا اور ابھی وہ پل مکمل نہیں ہوا تھا کہ اس نے داعی حق کو لبیک کہا (دنیا سے چل بسا) ۵۶۰ھ میں شیخ عبدالقادر بن محمد جنگی دوست جیلانی نے وفات پائی اس کی قبر بغداد میں ہے۔

اس کی تاریخ ولادت عشق اور تاریخ وفات عشق کمل ہے صوفیوں اور اہل سنت کو اس سے بڑی عقیدت ہے اور اسے باز اللہ اشھب (اللہ کا عمدہ باز) غوثِ اعظم وشیخ العارفین اور قطب زمان کہتے ہیں اور بہت دعوؤں کے ساتھ اس کے کرامات نقل کرتے ہیں محوی الیین عربی کے دعوووں کی طرح۔

منجملہ ان کے جو اس سے حکایت ہوئی وہ کہتا ہے کہ حجاج سے لغزش ہوئی اور کوئی شخص نہیں تھا جو اس کا ہاتھ پکڑتا۔ اگر میں اس کے زمانہ میں ہوتا تو ضرور اس کا ہاتھ پکڑتا اور یہ بھی کہا کہ مجھے ابھی ابھی علم لدنی کے ستر باب دیئے گئے ہیں ہر باب کی وسعت آسمان وزمین کے درمیانی فاصلہ جتنی ہے اور یہ بھی اس سے حکایت ہے اس نے کہا کہ زمین کے مشرق ومغرب آباد وغیر آباد بر وبحر سہل وجبل میرے سپرد کر دیئے گئے ہیں سب مجھے قطبیت سے مخاطب کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اس کی نسبت امام حسن علیہ السلام سے دیتے ہیں موسیٰ جون کے واسطہ سے، لیکن صاحب عمدۃ الطالب اور دیگر علماء انساب سے نقل ہوا ہے کہ وہ اس نسبت کا نکار کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کہ وہ اولاد امام حسن علیہ السلام میں سے) خود شیخ عبدالقادر نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا اور تفصیل کلام اس مقام کے مناسب نہیں واللہ العالم۔

اور ۵۶۲ھ میں ابوسعید عبدالکریم بن محمد سمعانی مروزی شافعی مورخ نساب نے (صاحب النساب وتواریخ مشہور وتذئیل تاریخ بغداد وغیرہ) مرو میں وفات پائی اور سمعان بن تمیم کی ایک شاخ ہے۔

اور ۵۶۳ھ میں شیخ سہروردی عبدالقاہر بن عبداللہ مشہور صوفی کی فات ہوئی۔

اور ۵۶۵ھ میں ابوالقاسم حسین بن محمد بن مفضل نے جو راغب اصفہانی کے نام سے مشہور اور لغت وعربیت واد بیت وحدیث وشعروغیرہ میں نامور ہے، وفات پائی۔ راغب اگر چہ علماء شافعیہ میں شمار ہوتا ہے، لیکن منصف مزاج اور کم تعصب انسان ہے اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام سے بہت کچھ نقل کرتا ہے اور شاہ ولایت کے نام کے ساتھ ہمیشہ لفظ امیر المومنین تحریر کرتا ہے۔ اور بہت سی کتابیں ادب تفسیر قرآن اور اخلاق میں تالیف کی ہیں ان میں سے اخلاق کی ایک کتاب اخلاق ناصری کی طرح کی ہے اور اسکے اشعار میں سے جو اس کتاب سے نقل ہوئے ہیں یہ ہیں۔

زصد ہزار محمد کے درجہان آید
یکی بمنزلہ جاہ مصطفی نشود
گرچہ عرصہ عالم پرازعلی گردو
یکی بعلم وسخاوت چہ مرتضی نشود
جہان گرچہ ز موسیٰ وچوب خالی نیست
یکی کلیم نکرود یکی عصا نشود

اوراسی کی تصانیف میں سے ہے کتاب محاضرات جو نوادر حکمت ودانائی کی باتوں اور عمدہ حکایات وغیرہ پر مشتمل ہے اس کتاب کی دوسری جلد میں سولہویں حد کے بیان میں ان روایات واحادیث کو ذکر کیا ہے جو طوالت کی مذمت میں ہیں۔ الخ

یہاں مصنف نے ایک واقعہ تحریر کیا ہے جس کا ذکر مناسب نہیں ہے ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم

مستضیئ بنوراللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مستنجد مر گیا تو ابوالحسن (ابومحمد حسن ح ل) علی مستضی باپ کی جگہ پر بیٹھا منقول ہے کہ وہ جواد اور سخی کثیر الخیر اور صاحب صدقات شخص تھا اور جب مستضی خلافت پر مستقر ہوا تو اس نے ایک ہزار تین سو خلعتیں ارباب حکومت کو پہنائیں اور اسکے زمانہ میں بنی عبید کی حکومت مصر میں ختم ہوگئی اور وہ مستضی کے نام کا خطبہ پڑھنے لگے اور اس کے نام کا سکہ جاری کیا۔ لہٰذا عباسی حکومت یمن ومصر کے علاقوں میں دوبارہ پلٹ آئی بعد اس کے دوسو پندرہ سال سے وہاں سے منقطع ہو چکی تھی۔

اس کے زمانہ میں دجلہ کا پانی بغداد میں زیادہ ہوگیا اور اس نے بغداد کو غرق کر دیا اور فرات کے پانی میں بھی طوفان اس حد تک آیا کہ تمام زیر کاشت زمینیں اور بستیاں تباہ ہوگئیں اس کے باوجود جبل کے علاقہ کی کھیتیاں پانی نہ ہونے کی وجہ سے تلف ہوگئیں۔

۵۶۷ھ میں عبداللہ بن احمد بغدادی نے (جو ابن خشاب مشہور تھا) وفات پائی۔ سیوطی نے نقل کیا ہے کہ ابنِ خشاب

ناموس علم کی نگہبانی وحفاظت میں بے پرواہ تھا۔شطرنج کھیلتا اور زیادہ مزاح وتمسخر کرتا۔اس کا لباس ہمیشہ گندا اور پرانا ہوتا اس نے شادی نہیں کی اور اس کی بیدینی کی ایسی شرح بیان کی ہے کہ جس کا ذکر ہمارا مقصود نہیں اور اسی سال بوری شافعی اور قرطبی امام قرات نے بھی وفات پائی۔

۵۶۸ھ میں ابوالموید احمد بن محمد مکی حنفی نے (جو اخطب خوارزمی مشہور اور زمخشری کا ہمعصر تھا) وفات پائی اور ابتداء شوال ۵۶۹ھ میں سعید بن مبارک نے (جو ابن وہاں مشہور نحوی اور بغدادی تھا) وفات پائی اور ابن وہاں نحویوں کے ایک گروہ کا لقب تھا۔

۵۷۳ہجری میں محمد بن محمد بن عبدالجلیل بلخی عمری نے (جو رشید وطواط کے لقب سے مشہور عمر بن الخطاب سے منسوب سلطان خوارزم شاہ مہندی کا کاتب اور حدائق السحر فی وقائق الشعر کا مولف ہے) خوارزم میں وفات پائی۔۵۷۴ ہجری میں ابوالفوارس سعد بن محمد سعد بن صیفی نے جو حیص بیص مشہور اور شاعر تھا بغداد میں وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا۔اس کے حیص بیص کے لقب سے پکارے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ایک دن لوگوں کو دیکھا کہ کسی سخت معاملہ میں بے اختیار تکرار کر رہے ہیں تو اس نے کہا کہ کیا ہو گیا ہے کہ لوگ گڑبڑ میں پڑ گئے کہ جس سے نکلنا مشکل ہے اور اس کے اشعار میں سے ہے "ملکنا وکان العفومنا سجیۃ" جب ہم مالک ہوئے تو معاف کرنا ہماری عادت تھی۔الخ۔اس قصیدہ کے انشاء کرنے میں اس کا ایک لطیف قصہ ہے۔اور ۵۷۵ہجری میں اور ایک قول ہے ۵۹۵ہجری میں مستضی بنور اللہ کی وفات ہوئی۔

احمد بن مستضیئ ناصر الدین اللہ
کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مستضی نے دنیا کو الوادع کہا تو اس کا بیٹا ابوالعباس احمد ناصر الدین اللہ اس کی جگہ پر بیٹھا یہ ابتدائے ذیعقدہ ۵۷۵ہجری یا ایک قول کی بنا پر ۵۹۵ہجری کا واقعہ ہے ناصر صاحب عقل ہوشیار اور زیرک شخص تھا جب خلافت پر مستقر ہوا تو اس نے حکم دیا جتنی شراب ہے سب بہا دی جائے اور آلات لہو ولعب سب توڑ ڈالے۔لہٰذا اس کے عدل وانصاف کی وجہ سے شہر آباد ہو گئے اور لوگوں میں رزق کی فروانی ہوئی۔لوگ بقصد تبرک بغداد کی طرف آتے۔ناصر نے تمام بنی عباس کے خلفاء سے زیادہ زمانہ خلافت کی اور اس نے جاسوس وعیون قرار دیئے تھے جو ہر بادشاہ کے پاس رہتے اور جو واقعات ومطالب واقع ہوتے وہ اسے اطلاع کر دیتے۔لوگوں کا یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ ناصر اہل کشف ہے اور مغیبات پر اطلاع رکھتا ہے۔بعض کہتے کہ جنات اس کی خدمت کرتے ہیں اور ملوک واکابر مصرو شام جب اس کا نام لیتے تو آواز کو ہلکا کر دیتے اس کی ہیبت وجلال کی وجہ سے اور وہ مسلسل عزت وجلال میں رہا۔یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوا اور کہا گیا ہے کہ ناصر شیعہ مذہب تھا اور اپنے آباؤ اجداد کے برخلاف طریقہ امامیہ کیطرف میلان رکھتا تھا یہاں تک کہ ابن

جوزی سنی سے ناصر کے دربار میں پوچھا گیا کہ رسولؐ خدا کے بعد تمام لوگوں سے افضل کون تھا تو ابوبکر کا نام صراحتہً لینے کی جرات نہ کرسکا اوراجمال کے ساتھ جواب دیا ''افضلھم بعدہ من کانت نبتہ فی بیتہ'' رسولؐ کے بعد افضل وہ ہے کہ جس کی بیٹی اس کے گھر میں تھی۔ اوراس عبارت میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ مراد یہ ہو کہ رسولؐ کی بیٹی جس کے گھر میں ہے کہ جس سے مقصود امیر المومنین علیہ السلام ہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ افضل وہ شخص ہے جس کی بیٹی رسولؐ کے گھر میں ہے تو مراد ابوبکر ہوگا۔ اور یہ جواب لطیف جوابوں میں سے ہے اور ابنِ جوزی ہی سے سوال کیا گیا کہ خلفاء کی تعداد کتنی ہے تو اس نے کہا چار چار چار۔ اہل سنت نے اسے تاکید پر حمل کیا اور شیعوں نے بارہ اماموں پر صلوات اللہ علیہم اور ابن خلکان نے ملک افضل علی بن یوسف دمشق وغیرہ کے بادشاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ صلاح الدین یوسف وزیر المصر یین نے ملک افضل علی کو اپنا ولی عہد بنایا اور جب یوسف مر گیا اور علی دمشق کا امیر ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی عثمان کے ساتھ جسے عزیز مصر کہتے تھے جھگڑا کیا اور آخر کار اس کے بھائی عثمان نے اپنے چچا ملک عادل کی معیت میں دمشق کا محاصرہ کر لیا اور دمشق اس سے چھین لیا۔ ملک افضل نے ناصر کو خط لکھا جس میں اس نے اپنے بھائی عثمان اور چچا ابوبکر کی اس سے دمشق لے لینے کے سلسلہ میں شکایت کی اور اس نے خط میں یہ اشعار درج کئے اور خط ناصر کو بھیج دیا۔

مولای ان ابابکر وصاحبه
عثمان قد غصبا بالسیف حق علی
وھوالذی کان قد ولاہ والدہ
علیھما فاستقام الامر حین ولی
فخالفاہ وحلاعقد بیعته
ولا مر بینھا والنص فیه جلی
فانظر الی حظ ھذا الاسم کیف لقی
من الاواخر مالاقی من الاوّل

اے میرے مولا وسردار بیشک ابوبکر اور اس کے ساتھی عثمان نے تلوار کے زور سے علی کا حق غصب کر لیا ہے حالانکہ علی وہ ہے کہ جسے اس کے باپ نے ان دونوں پر حاکم مقرر کیا تھا پس معاملہ سیدھا تھا جب اس نے حاکم مقرر کیا پس ان دونوں نے مخالفت کی اور اس کی بیعت کی گرہ کھول دی اور معاملہ ان دونوں کے درمیان ہے حالانکہ اس میں تو نص جلی موجود ہے۔ پس اس نام کے بارے میں غور کیجئے کہ اس کا آخر والوں سے کیسے سامنا ہوا جس طرح کہ پہلے والوں سے ہوا تھا تو اس کے پاس ناصر کا جواب آیا کہ جس کی ابتداء میں یہ اشعار تھے۔

وافی کتابك یابن یوسف معلنا
بالودیخبران اصلك طاهر

غصبا علیا حقه اذلم یکن
بعد النبی له بیثرب ناصر
فاصبر فان غداً علیه حسابهم
وانثر فناصرك الامام الاناصر

اے ابن یوسف تیرا خط محبت کا اعلان کرتے ہوئے پہنچا جو خبر دیتا ہے کہ تیری اصل پاک ہے۔ ان دونوں نے علیؑ کا حق غصب کیا کیونکہ نبی اکرمؐ کے بعد یثرب (مدینہ) میں اس کا کوئی ناصر و مددگار نہیں تھا، پس صبر کرو کیونکہ اس پر کل ان کا حساب ہوگا، لیکن تو اپنے جھنڈے کو پھیلا دے کہ تیرا مددگار امام ناصر ہے۔

ناصر کے زمانہ ظاہر ۵۸۲ھ میں سات ستاروں نے برج میزان میں اجتماع کیا تو ابوالفضل خوارزمی اور دوسرے منجمین نے آندھیوں کے طوفان سے عالم کے خراب ہوجانے کا حکم لگایا۔ لوگوں نے زیر زمین تہہ خانے کھودنے اور وہاں کھانا پینا لیجانا شروع کیا ور سخت ہواؤں کے چلنے کے لیے تیاریاں کیں اور وعدہ والی رات کا انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ وہ رات جو کہ نو جمادی الثانی کی رات تھی پہنچ گئی اور بالکل آندھی بلکہ بادنسیم بھی نہ چلی۔ یہ حالت تھی کہ لوگوں نے جو شمعیں جلائی ہوئی تھیں ہوا میں اتنی بھی حرکت نہ تھی کہ چراغوں کے شعلوں میں اس سے حرکت پیدا ہوتی۔ شعراء نے اس سلسلہ میں اشعار کہے ان میں سے ابوالغنائم محمد بن معلم کے اشعار ہیں جو اس واقعہ میں کہے گئے ہیں۔

قل لابی الفضل قول معترف
مضی جمادی وجائنا رجبٌ
وماجرت زعزع کما حکموا
ولا بدا کوکب له ذنبٌ
قد بان کذب المنجمین وفی
ای مقال قالو اوما کذبوا
مدبر الامر واحد احدٌ
لیس بسع لحادث سببٌ
لاالمشتری سالم ولا زحل
باقٍ ولا زهرة ولا القطب

فليطل المدعون ماوضعوا
في كتبهم وليخرق الكتب

اعتراف کرنے کی بات ابوالفضل سے کہہ دے کہ جمادی کا مہینہ گزر گیا ہے اور جب ہمارے پاس آ گیا ہے نہ تو کوئی آندھی چلی جس طرح انہوں نے دعویٰ کیا تھا اور نہ ہی کوئی ومدار ستارہ ظاہر ہوا۔ بیشک نجومیوں کا جھوٹ ظاہر ہوگیا اور کون سی بات انہوں نے کہی ہے کہ جس میں انہوں نے جھوٹ نہ بولا ہو۔ حالانکہ امر عالم کی تدبیر کرنے والا اکیلا ہے۔ سات ستارے کسی پیدا ہونے والے امر کا سبب نہیں ہیں۔ نہ مشتری سالم رہے گا اور نہ زحل کے لیے بقاء ہے اور نہ ہی زہرہ وقطب پس دعویدار خود ہی باطل قرار دیں ان چیزوں کو جو کتابوں میں بنا رکھی ہیں اور ان قطب کو پھاڑ ڈالیں۔

۵۷۶ھ میں احمد بن محمد بن ابراہیم بن سلفہ نے جس کی تصانیف معروف اور جو حافظ سلفی کے لقب سے مشہور ہے وفات پائی اور سلفی اپنے جداعلی سلفہ کی طرف منسوب ہے اور وہ عجمی لفظ ہے کہ جس کا معنی ہے تین ہونٹ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ایک ہونٹ چیرا ہوا تھا اور بعض کہتے ہیں سلفی (سین کی زبر کے ساتھ) منسوب ہے طریقہ سلف کی طرف۔

۵۷۸ ہجری فخر الاجلہ وشیخ فقیہاء حلہ بن احمد بن ادریس حلی عجلی فقیہ اصولی صاحب کتاب سرائر نے وفات پائی اور ابن ادریس اخبار آحاد پر عمل نہیں کرتا تھا اور وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے بنائے اعتراض وطعن شیخ طوسی پر رکھی ہے اور علامہ حلی نے ان پر بہت طعن واعتراض کئے ہیں۔ اور منتھی المقال میں ہے کہ اس زمانے میں مشہور ہوا ہے کہ ابن ادریس جوانی کے عالم میں فوت ہوگیا جب کہ اس کی عمر پچیس سال کو نہیں پہنچی تھی اور کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے شیخ طوسیؒ کے حق میں بے ادبی کی تھی لیکن جو کچھ میں نے بحار میں شیخ شہید کے خط سے منقول دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ ابن ادریس ۵۵۸ ہجری میں حد بلوغ کو پہچا اور ۵۷۸ ہجری میں وفات پائی اور اس بناء پر تو ان کی عمر ۳۵ سال بنتی ہے بلکہ رسالہ مشہورہ کفعمی میں جو علماء کی دفاتوں کے سلسلہ میں ہے کہ بعد اس کے کہ ابن ادریس کا حد بلوغ کو پہنچنا ۵۵۸ ہجر میں نقل کیا ہے ان کے بیٹے صالح سے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے روز جمعہ ظہر کے وقت ۱۸ شور ۵۹۸ ہجری میں وفات پائی تو اس بناء پر تو ان کی عمر تقریباً پچپن (۵۵) سال بنتی ہے واللہ العالم انتھی

اور واضح ہو کہ ابن ادریس کے معاصرین میں سے شیخ ثقہ جلیل سدید الدین ابوالفضل شاذان بن جبرئیل قمی مقیم مدینہ منورہ ہیں کہ جن کی تالیفات میں سے مشہور کتاب فضائل ہے کہ جس سے علامہ مجلسی بحار میں نقل کرتے یں اور نادر اخبار اور عمدہ طبع پسند معجزات اس میں بہت سے ہیں مثلاً حدیث مفاخرہ حضرت زہرا امیر المومنینؑ کے ساتھ اور مفاخرہ امام حسین علیہ السلام کا اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اور سلمان کا اپنی موت کے وقت مدائن میں ایک مردہ سے کلام کرتا اور دیگر اس قسم کے واقعات اور شاذان مذکور اپنے باپ جبرئیل سے اور ابوجعفر محمد بن ابوالقاسم بن محمد سے (جو عماد الدین طبری مشہور اور کتاب بشارۃ المصطفیٰ الشیعۃ المرتضیٰ اور کتاب زہد وتقویٰ وغیرہ کے مولف ہیں روایت کرتے ہیں۔

اور ۵۸ ہجری میں حکیم خاقانی شیروانی مشہور شاعر عجمی نے وفات پائی اور وہ مشہور شاعر حکیم نظامی کے طبقہ میں ہے وہ

شیروان کی طرف منسوب ہے وہ ایسا شہر ہے کہ جسے نوشیروان نے تعمیر کیا تھا اور اسی کے نام پر اس کا نام ہوگیا۔

اور ۵۸۳ھ ہجری میں نقل ہوا ہے کہ سال کا پہلا دن ہفتہ کے پہلے دن ہفتہ کے پہلے دن کے ساتھ اور شمسی پہلا دن اور عربی کا پہلا دن آپس میں مطابق تھے اور شمس وقمر ایک ہی برج میں تھے اور یہ عجیب اتفاقات میں سے تھا۔ اسی سال سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو شامات کے بہت سے شہروں کے ساتھ فتح کیا اور انہیں فرنگیوں اور عیسائیوں کے قبضہ سے نکالا۔

۵۸۵ھ ہجری میں سید جلیل فقیہ عزالدین حمزہ بن علی بنا ابوالمحاسن زہرہ حسینی جو ابوالمکارم بن زہرہ مشہور تھے وفات پائی اور اس سید جلیل کا نسب بارہ واسطوں سے حضرت صادق علیہ السلام سے جاملتا ہے اور وہ تمام جلیل القدر سادات تھے اور بنوزہرہ شریف گھرانہ ہے ان میں سے بہت سے افراد ابوالمکارم کی اولاد اور چچازاد بھائیوں میں سے فقہا وعلماء تھے۔ ان میں سے سید علاؤالدین ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن حسن بن زبیر ہیں کہ علامہ حلی نے انہیں ان کے بیٹے ابوعبداللہ حسینی اور ان کے بھائی سید بدرالدین محمد کے لیے اجازہ کبیرہ لکھا جو اجازہ بنوزہرہ کے نام سے مشہور ہے۔ خلاصہ یہ کہ بنوزہرہ حلب میں جلیل القدر خاندان تھا اور ان میں سے زیادہ مشہور ابن زہرہ مذکور ہیں جو شیخ شاذان بن جبرئیل قمی کے اور صاحب سرائر کے اور شیخ محمد بن مشہدی وغیرہ کے شیخ واستاد تھے۔

ابن زہرہ کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے ایک ہے غنیۃ النزوع الی علم الاصول والفروع اور نزوع (نون کی پیش کے ساتھ یہاں اشتیاق کے معنی میں ہے۔

اور ۵۸۵ھ ہجری کے ہی حدود میں شیخ منتخب الدین علی بن عبدالہ رازی مشہور فہرست کے مولف جو شیخ طوسی کے زمانہ کے علماء سے لے کر ان کے اپنے زمانہ تک کے علماء کے حالات میں ہے اور اس شیخ جلیل کا نسب حسین بن علی بن بابویہ قمی تک جاملتا ہے اور شیخ صدوق رئیس المحدثین ان کے علم اعلیٰ ہیں اور ان کے مشائخ اس سے زیادہ ہیں کہ شمار ہوسکیں۔

اور ابتداء ذی الحجہ ۵۸۶ھ ہجری میں شیخ ادیب مورخ متکلم عبدالحمید بن بہاالدین محمد مدانی اصولی معتزلی حکیم (جو ابن ابی الحدید کے نام سے مشہور ہے) کی ولادت ہوئی اور یہ وہی ہے جس نے نہج البلاغہ کی شرح وزیر مویدالدین محمد بن محمد بن عبدالکریم قمی کے کتب خانہ کے لیے کی اور اپنی شرح کی ابتداء میں کہا ہے حمد ہے اس خدا کی جو کمال میں منفرد ہے جس نے مفضول کو افضل پر مقدم کیا کسی مصلحت کی بناء پر جس کا تقاضا بندوں کی ذمہ داری کرتی تھی او اب ابی الحدید فریقین کے درمیان محاکمہ اور فیصلہ کے لحاظ سے منصف مزاج تھا اور وہ علماء اہل سنت کے درمیان خلفاء بنی امیہ کے مابین عمر بن عبدالعزیز کی مثل ہے اور اس کی کئی ایک تالیفات ہیں اس کے ہی مشہور سات قصیدے ہیں۔ فضائل امیرالمومنین میں جن کی شرح نجم الائمہ شاح رضی استرآبادی شیعہ امامی نے کی اور ابن ابی الحدید کے معاصرین میں سے ہیں سید اجل شمس الدین فخار بن معد موسوی صاحب کتاب حجۃ الاہب فی ردتکفیر ابی طالب اور یہ سید بزرگوار اپنے وقت کے بزرگوں اور دین ودنیا کے فخر ومباہات کے لحاظ سے اپنے زمانہ کے بڑے بزرگوں میں سے تھے یہاں تک کہ ہمارے علماء اطیاب کے اسانید میں سے کوئی سند ان سے خالی نہیں ہے (اور فخار ف کی زبر اور خ کی تخفیف کے ساتھ ہے) جیسا کہ ان کے والد کا نام معد مرد کی طرح ہے جو معد بن عدنان عرب کے باپ کے نام کے مترادف اور ہم وزن وہم معنی ہے۔

اور سید فخار نے اپنی کتاب حجۃ الداہب تصنیف کرنے کے بعد ابن ابی الحدید کے پاس بھیجی تو اس نے اس کی پشت پر وہ کچھ لکھا جس میں مدح جناب ابوطالب تو تھی لیکن ان کے اسلام کے متعلق اس نے تصریح نہیں کی۔ ابن ابی الحدید پر وہ کچھ نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے۔

اور سینہ ۶۳۰ھ میں فوت ہوئے اور سید فخار یحیی بن حسن سے (جو ابن بطریق کے نام سے مشہور حلی وشیعہ امامی اور عمدہ مناقب کا مولف ہے) روایت کرتے ہیں اور بطریق کبریت کی طرح ہے روم کے لشکر کا وہ قائد وافسر جس کے ماتحت دس ہزار سپاہی ہوں۔

اور ۲۲ شعبان ۵۸۸ھ ہجری اجل قطب المحدثین محمد بن علی بن شہر آشوب سروی ماز ندرانی صاحب کتاب مناقب وغیرہ نے وفات پائی اور حلب شہر کے باہر مشہور جبل جوشن کے اوپر دفن ہوئے اور یہ وہی جگہ کہ جہاں ابن منیر شاعر امامی کی قبر ہے کہ جس کی وفات ۵۴۸ھ ہجری میں ہوئی ہے ہم پہلے اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور ابن شہر آشوب بزرگ علماء شیعہ میں سے ہیں لیکن علماء اہلسنت بھی ان کے فضل کے معترف ہیں اور ان کی تجلیل کرتے ہیں اور حالات علماء میں ان کے حالات انہوں نے بھی لکھے ہیں اور کثرت علم وعبادت وخشوع وتہجد کے ساتھ ان کی تعریف کی ہے اور منقول ہے کہ وہ ہمیشہ باوضو رہتے اور جس وقت وہ کتاب مناقب لکھ رہے تھے تو ہزار کتاب مناقب کی ان کے پاس جمع تھیں اور اس سرمایہ کے باجود کتاب مناقب کی ابتداء میں فرماتے ہیں پس میں نے اپنے اوپر لازم قرار دیا اس کتاب کو جمع کرنا حالانکہ میں کہتا ہوں مجھے کیا سروکار ہے تصنیف وتالیف کے ساتھ جب کہ سرمایہ کم ہے اور یہ فن عظیم الشان ہے اور اس شیخ جلیل کے مشائخ بہت ہیں اور ان کے مشائخ واساتید میں سے ہیں متکلم امین ابوجعفر رابع عماد الدین محمد بن علی بن محمد طوسی جو ابن حمزہ طوسی مشہور ہیں کہ جن کی ایک تالیف کتاب وسیلہ ہے فقہ میں اور کتاب الرابع فی الشرائع ہے اور کتاب ثاقب المناقب ہے معجزات حجج طاہرہ میں اور وہ بزرگ ابوعلی بن شیخ طوسی کے شاگردوں کے طبقہ میں داخل ہیں اور ہمعصر ہیں شیخ ثقہ جلیل فضال ابوعلی محمد بن حسن واعظ فارسی نیشاپوری شہید کے جن کا لقب فتال ہے جو مصنف ہیں روضۃ الواعظین اور کتاب تنویر فی معانی التفسیر کے اور انہیں ابوالمحاسن عبدالرزاق رئیس نیشاپور نے کہ جس کا لقب شہاب الاسلام تھا شہید کیا تھا۔

۵۹۰ھ ہجری میں قاسم بن فیرہ مقری نحوی نے (جو شاطبی امام قرات مشہور تھا اور مشہور قصیدہ قرآمات کے سلسلہ میں جس کا نام حرز الیمانی ووجہ التہانی ہے وفات پائی۔ فضلاء کی ایک جماعت نے اس قصیدہ کی شرح لکھی ہے جن میں سے ایک علی بن محمد شافعی علم الدین سخاوی ہے اور شاطبی شہر شاطبہ کی طرف منسوب ہے جو اندلس کے علاقہ کا ایک شہر ہے۔

اور ۵۹۶ھ ہجری میں دریائے نیل کا پانی رک گیا اور قحط سالی وگرانی اس حد تک ہوگئی کہ لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگے اور انہوں نے کوئی مردار باقی نہ چھوڑا اور مردار کا کھانا اتنا عام ہوا کہ قبریں کھود کر مردوں کو نکالتے اور کھاتے تھے پس اہل مصر دوسرے علاقوں میں بکھر گئے اور بہت سے بھوک کے مارے ہلاک ہوگئے اور راستہ چلتے ہوئے کی نگاہ اور قدم مردے یا جان دیتے ہوئے پر پڑتی اور بستیوں اور چٹیل میدانوں میں رہنے والے سب مر گئے۔ یہاں تک کہ ایک جاندار نہ بچا اور بہت سے آزاد مردوں اور بچوں کو

بیچا گیا اور یہ قحط کئی سال تک رہا۔

۵۹۷ ہجری میں صرف مصروشام کے علاقہ میں سخت زلزلہ آیا اور بہت سے مکانات ویران ہو گئے۔ اسی سال ماہ رمضان میں عبدالرحمن بن علی نے (جو ابوالفرج ابن جوزی حنبلی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور ابوالمظفر یوسف بن قزادعلی صاحب تذکرہ وتاریخ اسی کا نواسہ ہے کہ جس نے ۶۵۴ ہجری کے اواخر میں دمشق میں وفات پائی۔ منقول ہے کہ ابن جوزی نے اپنے خط سے بہت کتابت کی ہے اور قلم کے تراش کے ریزے جس قلم سے حدیث لکھتا تھا اس نے جمع کئے تھے اور اس نے وصیت کی تھی کہ میرے غسل کے پانی کو ان ریزوں اور تراشوں سے گرم کرنا۔ (یعنی ان کی آگ جلا کر گرم کرنا، جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے غسل کے پانی کو ان ریزوں اور تراشوں سے گرم کیا گیا اور وہ کافی ہوا بلکہ کچھ ریزے بچ گئے اور ابن جوزی کا نسب سولہ واسطوں سے قاسم بن محمد بن ابوبکر سے جاملتا ہے اور اس کے بہت سے تالیفات ہیں اور اس کی نادر حکایات بھی زیادہ ہیں وہ روشن فکر لوگوں کا سردار رئیس ہے اور اس کا ایک لطیف وعمدہ واقعہ ایک عورت کے ساتھ ہے جو اس کے منبر کے نیچے بیٹھی تھی جب اس نے کلمہ سلونی قبل ان تفقدونی'' (مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے مفقود پاؤ) کہا جو اس کو دیکھنا چاہے کہ کتاب صراط المستقیم کا مطالعہ کرے۔ اور ۵۹۹ ہجری میں زاہد عابد ابوعبداللہ محمد بن احمد قریشی مغربی نے وفات پائی ابن خلکان نے ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس کے کرامات واضح تھے اس کا مزار بیت المقدس میں ظاہر ہے کہ زیارت اور تبرک کے لیے اس کا قصد وارادہ کیا جاتا ہے۔ انتھی۔

ملخصاً اور ظاہراً یہ وہی شخص ہے جس کی طرف یہ حکایت منسوب ہے کہ جسے اپنے معلق پیٹ کے درد کا خوف ہو تو وہ اپنی ہتھیلی اپنے پیٹ کے اوپر رکھے اور تین مرتبہ یہ کہے ''اللیلۃ لیلہ عیدی درضی اللہ عن سیدی ابی عبداللہ القرشی (آج کی رات میری عید کی رات ہے خدا میرے سید ابوعبداللہ قرشی سے راضی ہو) تو انشاءاللہ اسے تکلیف نہیں ہوگی۔

۶۰۱ ہجری میں فرنگیوں نے شہر قسطنطنیہ پر غلبہ حاصل کرلیا اور رومیوں کو باہر نکال دیا اسے اپنے تصرف میں لے آئے اور مسلسل ان کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ ۶۶۰ ہجری میں رومیوں نے فرنگیوں (یورپنیوں) سے واپس لے لیا۔ ۲ محرم ۶۰۶ ہجری میں ابوالحسن ورام بن ابوفراس حارثی شیخ زاہد وصالح نے وفات پائی۔ وہ نانا ہیں سید بن طاؤس کے اور مولف ہیں کتاب تنبیہ الخاطر کے کہ جو مجموعہ ورام کے نام سے مشہور ہے اس کتاب میں مخالفین سے خصوصاً حسن بصری سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔

۶۰۶ ہجری کے آخر میں ابن اثیر صالح جامع الاصول نے موصل میں وفات پائی ہمارے شیخ بہائی نے اپنے کشکول میں کہا ہے کہ ابن اثیر مجدالدین ابوالسعادات صاحب کتاب جامع الاصول ونہایتہ فی غریب الحدیث بہت بڑے روساء میں سے تھے اور بادشاہوں کے نزدیک آگے بڑھا ہوا تھا اور ان کی طرف سے مناصب جلیلہ پر فائز ہوا۔ پس اس کو ایسی بیماری لاحق ہوئی کہ جس سے اس کے ہاتھ پاؤں کام کرنے سے رہ گئے پس وہ اپنے گھر میں رہنے لگا۔ اور منصب چھوڑ دیئے۔ لوگوں سے میل جول بھی ترک کردیا۔ البتہ روساء اس کے مکان پر اس کے پاس آتے تھے پس ایک طبیب اس کے پاس آیا اور اس نے اس کا علاج اپنے ذمہ لے لیا جب اس نے اس کا علاج شروع کیا اور تندرستی کے قریب پہنچا اور صحت کے کنارے جاملا تو اس طبیب کو سونے کی کوئی چیز دی اور اس سے کہا

کہ اپنی راہ لو۔ابن اثیر کے دوستوں نے اس کو اس پر ملامت وسرزنش کی اور کہنے لگے تو نے اسے شنا یابی تک کیوں نہیں رہنے دیا تو وہ ان سے کہنے لگا میں جب تندرست ہو گیا تو منصب طلب کروں گا اوران میں داخل ہوں گا اور مجھے ان کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔لیکن جب تک میں اس حالت میں ہوں تو مجھ میں ان کی صلاحیت نہیں۔پس میں اپنے اوقات اپنے نفس کی تکمیل اور کتب علم کے مطالعہ میں صرف کرتا ہوں اوران کے ساتھ ان چیزوں میں نہیں داخل ہوتا کہ خدا ناراض ہو اور یہ راضی ہوتے ہیں اور رزق تو پہنچ کے ہی رہے گا پس اس نے اپنے جسم کا معطل رہنا پسند کیا تا کہ اس تعطل وبیکاری جسم سے وہ ان مناصب دنیاوی سے بچ جائے۔اسی زمانہ میں اس نے کتاب جامع الاصول اور نہایہ اودسری مفید کتب تالیف کی ہیں اور ابن اثیر چند الفاظ پر بولا جاتا ہے۔ایک تو یہی شخص مبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم صاحب نہایہ وانصاف فی الجمع بین الکشف والکشاف وجامع الصول ہے اور جامع الاصول وہ کتاب ہے کہ جس میں اہلسنت کی چھ صحیح کتابوں کی تمام احادیث جمع ہیں اوروہ صحاح ستہ یہ ہیں۔صحیح بخاری ومسلم وموطا مالک وسنن نسائی وجامع ترمذی وسنن ابوداؤد سجستانی اور دوسرا علی بن محمد بن محمد بن عبدالکریم مولف کتاب کامل التواریخ واسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ ہے کہ جس نے مستنصر کے زمانہ ؁۶۳۰ ہجری میں بغداد میں وفات پائی اورایک نصر اللہ بن محمد بن محمد بن عبدالکریم ہے کہ جس کا لقب ضیاالدین ہے جس نے ؁۶۳۷ ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔

اور ؁۶۰۶ ہجری ہی میں عید الفطر کے دن فخر بن خطیب محمد بن عمر نے (جو فخر رازی مشہور صاحب تفسیر کبیر وغیرہ ہے) ہرات میں وفات پائی۔

؁۶۰۸ ہجری میں لشکر تاتار بلاد اسلام میں داخل ہوا اورانہوں نے کیا جو کچھ کیا جیسا کہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں ذکر کیا ہے اوران کے فتنہ کو فتنہ بخت نصر دیا جوج ماجوج اور تمام فتنوں سے ممتاز قرار دیا ہے۔وہاں رجوع کریں۔

اور ؁۶۱۰ ہجری میں علی بن محمد نے جو ابن خروف نحوی مشہور ہے وفات پائی اوراسی سال عیسیٰ بن عبدالعزیز نے جو جزولی مشہور ہے وفات پائی اور جزولی علم نحو کا امام اوراس کے وقائع سے اورغریب وشاذ سے باخبر تھا اوراس میں ایک مقدمہ لکھا ہے جس کا نام قانون رکھا ہے اور جزولی (ج وز کے پیش اور واؤ کے سکون کے ساتھ) جزولہ کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ بربر کی ایک شاخ ہے۔

اور ؁۶۱۰ ہجری میں ناصر بن عبدالسید فقیہ معتزلی حنفی ادیب نحوی نے (جو مطرزی مشہور ہے اور مطرز بروزن منخم کی طرف منسوب ہے) خوارزم میں وفات پائی۔

اس کے کئی تالیفات ہیں جن میں سے ایک مقامات حریری کی شرح ہے اور ماہ رجب ؁۵۳۸ ہجری می اس کی ولادت خوازم میں ہوئی۔اسی سال زمحشری کی خوارزم میں وفات ہوئی۔اسی لیے اسے زمحشری کا خلیفہ وجانشین کہتے ہیں ؁۶۱۶ ہجری میں شیخ ابوالبقاء عبداللہ بن حسین عکبری بغدادی ضریر (نابینا) نحوی حنبلی نے وفات پائی ابوالبقاء چیچک کی وجہ سے نابینا ہو گیا تھا اور نابینا ہونے کے باوجود بہت سی کتب اور شرحیں اس نے تالیف کیں ان میں سے ایک کتاب تبیان فی اعراب القرآن ہے جو ترکیب ابوالبقاء کے نام سے مشہور ہے اور عکبر عین کے پیش اور کاف کے سکون اور ب کی زبر کے ساتھ) دجلہ کے کنارہ بغداد کے اوپر دس فرسخ پر ایک چھوٹا سا

شہر ہے اور شیخ مفید راسی شہر کے رہنے والے ہیں۔

۶۱۸ھ ہجری ماہ صفر میں احمد بن عمر صوفی جونجم الدین کبری کے لقب سے مشہور ابو جناب کنیت کتاب منازل السائرین وغیرہ کا مولف ہے خوارزم میں مغلوں کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہوا اور ۶۱۸ھ ہجری ہی میں مغلوں کے لشکر نے نیشاپور میں قتل عام کیا کہتے ہیں کہ چنگیز خان کا داماد تغاجار تولیخان کی طرف سے نیشاپور کے فتح کرنے پر مامور ہوا۔اس نے وہاں کا محاصرہ کرلیا محاصرہ کے تیسرے دن اس کو تیر لگا جس سے وہ فوراً مر گیا۔تولیخان نے جب یہ خبر سنی تو مرو وسرخس میں قتل عام کرنے کے بعد نیشاپور کی طرف گیا۔نیشاپور کے لوگوں نے قاضی رکن الدین علی کو سفارش کے لیے تولیخان کے پاس بھیجا۔تولیخان نے قاضی کی بات پر کان نہ دھرے ۱۲ صفر کو نیشاپور کا محاصرہ کیا اور محاصرہ کے چوتھے دن شہر فتح ہوگیا اور وہ شہر میں داخل ہوگئے حاکم شہر مجید الملک کو قتل کر کے عورتوں ورمردوں کو صحرا کی طرف لے گئے اور سب کو قتل کر دیا اور چنگیز کی بیٹی نے شوہر کے قصاص میں شہر کی بنیادیں اکھڑوا کر اسے بالکل ویران کر دیا۔ ایک ہفتہ مسلسل شہر میں پانی چھوڑ کر ہل چلوائے اور جو کی کاشت کی۔

حبیب السیر کا مولف کہتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ سترہ لاکھ سینتالیس ہزار افراد کو قتل کیا۔واللہ عالم۔اور ماہ رمضان کے آخری دنوں ۶۲۲ھ ہجری میں ناصر عباسی کی وفات ہوئی اور ناصر اپنی وفات سے دوسال پہلے فالج کے مرض میں مبتلا ہوگیا۔اس کی خلافت کی مدت سینتالیس سال تھی اور اس کی تعمیرات میں سے ہے عباس اور آئمہ اربعہؑ (امام حسنؑ وزین العابدینؑ ومحمد باقرؑ وجعفر صادق علیہم السلام) کی بارگاہ جنت البقیع میں اور اس کی ماں نے بھی ۵۷۰ھ ہجری میں احد میں حضرت حمزہ کا گنبد بنوایا۔

اور ناصر ہی کے حکم سے ۶۰۶ھ ہجری میں سامرہ میں صفہ وسرداب مقدس کے درمیان ایک جالی ساج کی لکڑی کے دروازہ کے ساتھ بنائی گئی اور اس وقت ہمارے زمانہ میں جو کہ ۱۳۳۵ ہجری ہے وہ دروازہ موجود ہے اور علی درجہ کے امتیاز کے ساتھ قائم ہے۔حقیقت یہ ہے کہ صنعت نجاری میں وہ نفائس روزگار میں سے ہے۔حالانکہ اتنا زمانہ اس پر گزر گیا ہے اور اس طویل مرور زمانہ میں اس کی حفاظت ونگہداری کی طرف توجہ بھی نہیں کی گئی۔اور اس کی بعض جگہوں کو شمع اور چراغ کو جلا بھی دیا ہے پھر بھی ابھی تک بہترین جواہرات کی طرح جلوہ گر ہے۔اور اس کے کتبہ پر یہ عبارت ثبت ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم قل لااسئلكم عليه اجراً الا المودة فى القربى ومن يقترف حسنة نزد فيها حسنا ان الله غفور شكور هذا ماامر بعمله سيدنا ومولانا الامام المفترض طاعته على جميع الانام ابو العباس احمد الناصر الدين الله المبين امير المومنين وخليفه رب العالمين الذى طبق البلاد واحسانه وعدله وغمر البلاد بره وفضله قرن الله وامره الشريفة باالنحج والنشر و جنوده بالتائيد والنصر جعل لايامه المخلدة

حد الایکبو جوادہ والرایتہ المجدۃ سعداًلا یخبوز نادہ فی تخضع لہ الا قدار فیطیعہ عوصیہا ملک تخشع لہ الملوك فتملکہ نواصیہا ویتولی المولوی الحسین بن سعد الموسوی الذی الحیوۃ فی ایام المخلدۃ ویتمنی نفاق عمرہ فی الدعاء الدولة المویدۃ استجاب اللہ لہ دعوۃ فی ایامہ الشریفة السنیۃ سنہ وسماۃ الھلالة۔

ترجمہ: سہارا اللہ کے نام کا جو رحمان ورحیم ہے۔ کہہ دے کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قربی کی مودت کے اور جو زیادہ نیکی کمائے تو ہم اس میں حسن کی زیادتی کرتے ہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا قدردان ہے۔ یہ وہ ہے کہ جس کے بنانے کا حکم ہمارے سردار آقا امام جس کی اطاعت تمام لوگوں پر فرض ہے ابوالعباس احمد ناصر الدین اللہ المبین امیر المومنین وخلیفہ پروردگار عالمین نے دیا ہے وہ کہ جس کا احسان وعدل شہروں پر منطبق اور جس کی نیکی اور فضل نے شہروں کو ڈھانپ رکھا ہے خدا اس کے اوامر کو کامیابی اور پھیلنے کے ساتھ اور اس کے لشکروں کو تائید ونصرت کے ساتھ ملا دے اور اس کے ہمیشہ رہنے والے زمانہ شاہی کے لیے ایسی حد قرار دے کہ جہاں اس کا رہوار منہ کے بل نہ گرتے اس کے بزرگ جھنڈے کے لئے ایسی نیک بختی ہو کہ جس کا چقماق نہ بجھے ایسی عزت میں کہ جس کے سامنے تقدیریں جھکیں پس ان میں سے نافرمان اطاعت کرنے لگیں اور ایسا ملک ہو کہ تمام بادشاہ جس کے لیے انکساری کا اظہار کریں پس وہ ان کی پیشانیوں کا مالک ہو اور اس کا متولی مولوی حسین بن سعد موسیٰ ہوا ہے جو اس کے ہمیشہ رہنے والے زمانہ میں زندگی کی امید رکھتا ہے اور اس کی ہمیشہ رہنے والی سلطنت کے لیے دعا کرنے میں اپنی عمر کو صرف کرنے کی تمنا رکھتا ہے خدا اس کی دعا قبول فرمائے اس کے بلند مرتبہ شریف دنوں میں ۶۰۶ھ ہلالی سال میں۔

محمد بن ناصر ظاہر بامر اللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

۶۲۲ھ ہجری میں جب ناصر کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا ابونصر محمد ظاہر بامر اللہ اس کی جگہ پر بیٹھا اور وہ خوش ہیت ونیک سیرت شخص تھا۔ اس نے عدل وانصاف کی بنا ڈالی۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ ظاہر نے عدل وانصاف کا اظہار کیا اور عمر بن (عمر بن خطاب وعمر بن عبدالعزیز) کی سنت کا اعادہ کیا اور اگر کہا جائے کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد ظاہر جیسا کوئی خلیفہ نہیں آیا تو یہ سچ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ غصب شدہ مال واپس کئے اور قیدیوں کو قید سے رہائی دی۔

عید قربان کی رات ایک لاکھ دینار علماء وصلحاء پر تقسیم کیا۔ وہ کہتا تھا کہ جمع کرنا تو تاجروں کا مشغلہ ہے تم لوگ فعال امام کے زیادہ محتاج ہو بہ نسبت باتیں کرنے والے امام کے۔ مجھے چھوڑ دو کہ میں تم میں اچھے کام کرلوں جب تک کہ میں زندہ ہوں، لیکن اس کی

مدت خلافت کم رہی ۔ اس نے نو ماہ اور چند دن خلافت کی اور ۶۲۳ھ ہجری میں اس کے حاجب (دربان) نے اسے قتل کر دیا ۔

مستنصر باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب ظاہر دنیا سے چل بسا تو اس کا بیٹا مستنصر باللہ ابو جعفر منصور باپ کی جگہ پر بیٹھا جب اس کی خلافت مستقر ہوئی تو اس نے عدل وانصاف کی طرح ڈالی اور اہل علم و دین کو ترقی دی اور مساجد و پل بنوائے اور سڑکیں درست کرائیں بغداد میں دجلہ کی مشرقی جانب ایک بے نظیر مدرسہ قائم کیا اور بہت اوقات اس مدرسہ کے لیے قرار دیئے ۔ چار مدرّس اس کے لیے مقرر کئے تا کہ وہ چار مذاہب کے مطابق درس دیں اور ہسپتال بھی بنوایا اور بہت بڑا لشکر تا تاریوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے کہ اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سوار تک پہنچ گئی تھی ۔ اس نے تا تاریوں سے جنگ کی اور انہیں شکست دی اور جمعہ کے دن دس جمادی الثانی ۶۴۰ھ ہجری میں دنیا کو الوداع کہا ۔

مولف کہتا ہے کہ ہم مقتدر باللہ اٹھارویں خلیفہ بنی عباس کی تاریخ کے ضمن میں نقل کر آئے ہیں ۔ کہ ہر چھٹا خلیفہ بنی عباس کا یا خلافت سے معزول ہوا یا مقتول ہوا اور یا عزل وقتل دونوں میں مبتلا ہوا ۔ یہ ضابطہ اور کلیہ مستنصر باللہ تک تو مستحکم رہا جو چھتیسیواں خلیفہ اور چھٹے کے بعد چھٹواں ہے کہ جو نہ معزول ہوا اور نہ مقتول ہاں البتہ اگر مقتدر عبداللہ بن معتز کے بعد مرتضیٰ باللہ کو خلفاء کی تعداد میں شمار کیا جائے جیسا کہ دمیری نے کہا ہے کہ اگرچہ مستنصر خلافت سے معزول نہیں ہوا مگر چونکہ تا تاریوں کا لشکر اس کے زمانہ میں قوت پکڑ گیا تھا اور بہت سے مملکت اسلامی کے علاقے انہوں نے لے لیے اور تسخیر کر لیے تھے جو امر معزول ہونے سے زیادہ عظیم اور اتم واکمل تھا کیونکہ اب بنی عباس کے لیے عراق میں کوئی حکمرانی نہیں تھی اور مستنصر کے بعد بنی عباس میں سے کسی شخص کی عراق میں خلافت باقی نہیں رہی سوائے ایک شخص کے جو مستعصم تھا اور اس کو بھی انہوں نے قتل کر دیا اور آل عباس کی حکومت کا عراق میں ۶۵۶ھ ہجری میں خاتمہ ہو گیا جیسا کہ اس کا تذکرہ انشاء اللہ آئے گا ۔

مستنصر کے زمانہ ۶۲۴ھ ہجری میں چنگیز خان مر گیا اور اس کا فتنہ اسلام پر قتل وقید وغارت گری اور شہروں کو تباہ و برباد کرنا خصوصاً عجم کے شہر اس سے زیادہ ہے کہ اس کو شمار میں لایا جائے ۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں امیر المومنین کے اس کلام کی شرح میں ''کانی اراهم قوماً کان وجوههم المجان المطرقه'' (گویا میں ایسی قوم کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ہتھوڑے سے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہیں) اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانہ تک اس قسم کا واقعہ رونما نہیں ہوا جو خواہشمند ہو اس کتاب کی طرف رجوع کرے ۔

اور اسی کتاب میں کہا ہے کہ پھر وہ نیشا پور کی طرف گئے اور وہاں بھی وہ کچھ کیا جو مرو میں قتل واستیصال کر چکے تھے پھر طوس کا قصد کیا اور وہاں کے لوگوں کو قتل کیا اور وہ مشہد مقدس خراب کیا کہ جس میں علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام اور رشید ہرون بن مہدی ہے ۔

۶۲۶ھ ہجری میں یاقوت حموی نے (جو معجم البلدان ومعجم الادباء ومعجم الشعراء ومراصد الاطلاع وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی یاقوت پہلے بغداد کے ایک تاجر کا غلام تھا جو عسکر کے لقب سے مشہور تھا اور یاقوت امیر المومنین علیہ السلام سے تعصب رکھتا تھا اسی وجہ سے لوگوں نے چاہا کہ اس کو قتل کر دیں پس یہ بغداد سے حلب وموصل کی طرف بھاگ گیا پھر خراسان وغیرہ کی طرف گیا اور یہ مذہب خوارج کی طرف مائل تھا ۶۲۷ھ ہجری میں فرید الدین شیخ عطار کی وفات ہوئی ۶۳۰ھ ہجری میں علی بن محمد نے جو ابن اثیر جزری مشہور تھا موصل میں وفات پائی۔ اس کی تالیفات میں سے کتاب کامل التواریخ ہے کہ جس میں اول سے سالوں کی تاریخوں کی ابتداء کی ہے آخر ۶۲۸ھ ہجری تک اور انساب سمعانی کو جو آٹھ جلدوں میں تھی تین جلدوں میں مختصر کیا ہے اور چونکہ اس کی ولادت ۵۵۵ھ ہجری میں جزیرہ ابن عمر میں واقع ہوئی تھی اس لیے اسے جزری کہتے ہیں اور یہ جزیرہ ایک شہر ہے موصل کے شمالی علاقہ میں کہ جس پر دجلہ نے ہلال کی طرح گھیرا ڈالا ہوا ہے۔

۶۳۱ھ ہجری میں ابوالحسن آمدی علی بن محمد اصولی حنبلی پھر شافعی نے وفات پائی اور آمد ہمزہ کی مد اور میم کی زیر کے ساتھ) دیا ربکر کا ایک شہر ہے اور ۶۳۱ ہجری ہی میں محمد بن ابوبکر نے جو ابن خباز مشہور تھا وفات پائی اور ۶۳۲ ہجری کی ابتداء میں ابوحفص شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی شافعی صوفی نے وفات پائی اور سہروردی کا نسب محمد بن ابوبکر سے جا ملتا ہے۔

وہ ارباب طریقت کا مرجع ہے اور جن لوگوں نے اس کی خدمت کو درک کیا ہے۔ ان میں سے ایک شیخ سعدی ہے اور اس نے دو کلمے اس کی وصیت کے نقل کئے ہیں کہ جنہیں بعض شعراء نے شعر کے اندر پیش کیا ہے۔

بطرف بوستانش گفتہ سعدی
دو پندم داد شیخ سہروردی
یکی برعیب مردم دیدہ مکشا
دوم پرہزکن ازخود پسندی

اپنی بستان میں سعدی نے کہا ہے کہ مجھے شیخ سہروردی نے دو نصیحتیں دی ہیں ایک یہ کہ لوگوں کے عیوب میں آنکھ نہ کھول اور دوسرا یہ کہ خود پسندی سے پرہیز کر

سہرورد ہرزہ گرد کے وزن پر زنجان کے قریب ایک شہر ہے اور انساب سمعانی میں سہرورد کو سین کی پیش کے ساتھ ضبط کیا ہے اور ۶۳۸ھ ہجری میں قدوۃ العافین ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد تین دفعہ کے تکرار سے مغربی اندلسی پھر مکی پھر شامی نے وفات پائی جس کا لقب محی الدین عربی ہے۔

وہ سلسلہ عرفاء کا رکن اور ارباب مکاشفہ وصفا کا قطب ہے جو شیخ عبدالقادر جیلانی کے مماثل اور صالحیہ دمشق میں دفن ہے خصوص الحکم اور کتاب فتوحات مکیہ وغیرہ کا مولف ہے اور ہمارے علماء کے اس کے متعلق کچھ کلمات ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ کہ یہ مذہب حق سے منحرف اور وسوسہ وخیال اور بہت سے خرافات کہنے میں مبتلا تھا پس بشارت الشیعہ محدث کاشانی کے اواخر اور کتاب

مقامع الفضل فی جواب من سئالہ عن ادلتہ القائلین بوحدۃ الوجود کی طرف رجوع کرو لیکن صاحب مجالس نے اس کا شیعہ ہونا ظاہر کیا ہے جیسا کہ ان کا طریقہ ہے اور فاضل ومیری صاحب حیواۃ الحیوان سے ذہبی سے شیخ فتح الدین یمعری سے شیخ ابوالفتح قشیری سے منقول ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو کہتے ہوئے سنا ہے جب اس سے ابن عربی کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے کہا برا اور بہت جھوٹا شیخ ہے تو اس سے کہا گیا کہ جھوٹا بھی ہے۔ اس نے کہا ہاں ہم نے ایک دن جن کے نکاح کے متعلق مذاکرہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ جن روح لطیف ہے اور انسان جسم کثیف ہے اور یہ دونوں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ پھر ہم سے ایک مدت تک غائب رہا اور جب آیا تو اس کے سر میں ایک زخم لگا ہوا تھا۔ اس سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو کہنے لگا میں نے ایک جن عورت سے شادی کی ہے پس اس کے اور میرے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے اور اس نے مجھے یہ سر پر زخم لگایا ہے پھر کہتا ہے کہ امام ذہبی نے کہا میں گمان نہیں کرتا کہ ابن عربی نے جان بوجھ کر یہ جھوٹ بولا ہو بلکہ یہ ریاضت کے خرافات میں سے ہے انتھی۔ اور اس کے متعلق منقول ہے کہ وعلم حروف میں یدطولیٰ رکھتا تھا اور اس کے استخراج میں سے ہے کہ جب سین شین میں داخل ہو جائے تو محی الدین کی قبر ظاہر ہو گئی پس جب سلطان سلیم شام میں داخل ہوا تو اس نے اس کی قبر کو ڈھونڈا اور اس کو مٹ جانے کے بعد تعمیر کیا اور ان باتوں میں سے وہ ہے جو اس نے ظہور قائم علیہ السلام کے متعلق کہی ہے۔

اذا دار الزمان علی حروف
بسم اللہ فالمھدی قاما
واذا دار الحروف عقیب صوم
فاقر وا الفاطمی منی اسلاما

جب زمانہ بسم اللہ کے حروف اپنا دور پورا کرے تو مہدی قیام کرے گا اور جب صوم کے عقب حروف چکر لگائیں تو فاطمی سید زادے کو میرا اسلام کہنا اور اس نے فتوحات کے تین سو چھیاسٹھویں باب میں ہمارے اماصاحب الامر علیہ السلام کے صفات اور ان کے ظہور کے علامات اپنے اس قول میں ذکر کئے ہیں۔ بیشک اللہ کا خلیفہ ہے جو عترت رسول اللہ اور اولاد فاطمہؑ میں سے خروج کرے گا اس کا نام رسول اللہ کے نام پر ہوگا اور فتوحات کے باب ۳۱۸ وغیرہ میں اہل رائے اور اہل قیاس مثلاً ابوحنیفہ اور اس جیسے لوگوں کے رد میں کلام ہے کہ مقام اس کے نقل کیلئے مناسبت نہیں رکھتا۔

مستعصم باللہ کی خلافت اور بنی عباس کی حکومت کے زوال کا ذکر

جب ۶۴۰ ہجری میں مستنصر کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا ابو احمد عبداللہ مستعصم باللہ کی جگہ پر بیٹھا اور وہ خلفاء بنی عباس میں سے آخری خلیفہ ہے جس نے عراق پر حکومت کی اور بنو عباس کی سلطنت کی مدت پانچ سو چوبیس سال تھی جب مستعصم تخت حکومت پر مستقر ہوا تو اس نے تدبیر مملکت اپنے زویر سوید الدین علقمی قمی کے سپرد کر دی اور خود کبوتر باز لہو ولہب اور لذت وطرب میں مشغول ہوا اور انہی دنوں میں مستعصم کے بیٹے ابو بکر نے بغداد کے محلہ کرخ کو جو شیعوں کا محلہ تھا لوٹا اور اس میں غارت گری کی اور بہت سے سادات کو قید کیا اور ایک قول کی بناء پر ہزار لڑکی سادات وغیرہ سادات کی لوٹ مار میں لے گیا، لہٰذا موید الدین وزیر علقی بنی عباس کی حکومت کے زوال کے در پے ہوا اور چاہا کہ اگر ہو سکے تو امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کو سلطان و بادشاہ قرار دے اسی لئے خفیہ طور پر تاتار کے ساتھ خط وکتابت کی اور قاصد و پیغام بھیجے اور انہیں بغداد لینے اور مستعصم کے ہلاک کرنے کا لالچ دیا اور مستعصم کا لشکر اس کے اردگرد متفرق کر دیا۔ پس ۶۵۶ ہجری میں ہلاکو تاتاریوں کے لشکر کے ساتھ بغداد کے ارادہ سے چلا اور دسویں محرم کے دن بغداد میں داخل ہوا۔ وزیر علقی نے مستعصم سے کہا کہ تاتاری بادشاہ چاہتا ہے کہ اپنی بیٹی آپ کے بیٹے امیر ابو بکر کو دے اور آپ خلافت کے اوپر برقرار رہیں اور وہ آپ کے ساتھ اس طرح رہے جیسے سلاطین سلجوقیہ آپ کے آباؤ اجداد کے ساتھ تھے اگر مصلحت سمجھیں تو بہتر ہے کہ ان کی جائے قیام میں جائیں اور صلح ومواصلت کریں تاکہ لوگوں کے خون نہ بہیں اور جھگڑے کا کام اصلاح کے انجام کے پہنچے، چونکہ وہ صاحب رائے وتدبیر نہ تھا لہٰذا وزیر کے دھوکہ سے اثر انداز ہوا اور اعیان واکابر حکومت اور علماء کی ایک جماعت کے ساتھ ہلاکو کی جائے قیام کی طرف نکل کھڑا ہوا اور ہلاکو نے انہیں ایک خیمے میں ٹھہرایا وزیر نے علماء وفقہائے بغداد سے استدعا کی کہ وہ مجلس صلح میں حاضر ہوں جب سب جمع ہوئے تو لشکر تاتار نے تلواریں کھینچ لیں اور ان کی گردنیں اڑا دیں پھر انہیں کھچی ہوئی تلواروں کے ساتھ بغداد میں گھس گئے اور چالیس دن تک لوگوں کو خون بہاتے رہے۔ منقول ہے کہ پچاس لاکھ سے زیادہ افراد ان میں سے قتل کئے اور لوگوں کے خون سے نہریں جاری ہوئیں جو دجلہ سے ملحق ہوگئیں اور مستعصم کو اس کے بیٹے ابو بکر کے ساتھ ایک موٹے کمبل میں لپیٹ کر انہیں اتنا زدوکوب کیا کہ وہ مر گئے اور ایک قول ہے کہ انہیں چونا کوٹنے کے اوزار سے اتنا زدوکوب کیا گیا کہ وہ دونوں ہلاک ہو گئے اور یہ واقعہ ۲۸ محرم ۶۵۶ ہجری میں جو لفظ خون کے مطابق سے رونما ہو اور دمیری کہتا ہے کہ معاملہ لوگوں کیلئے اتنا سخت تھا کہ کسی شخص کے پاس مستعصم کے مرنے کی تاریخ لکھنے اور اس کی لاش کو دفن کرنے کی مہلت نہیں تھی اور ذہبی کہتا ہے کہ میں گمان نہیں کرتا کہ کسی شخص نے خلیفہ کو دفن کیا ہو اور مصیبت اتنی عظیم تھی کہ اس جیسی مصیبت کبھی

نہیں دیکھی گئی۔

اوراخبارالدول میں صاحب طیوریات سے منقول ہےاس نے روایت کی ہے کہ جب کعب بن زہیر شاعر نے قصیدہ بانت سعدرسول خدا کے سامنے پڑھا تو آپؐ نے اسے اپنی رواِ بخش دی اور وہ رِوا کعب کے پاس معاویہ کے زمانہ تک رہی۔اس نے اسے دس ہزار درہم کی پیشکش کیا تا کہ وررواء لے لے۔کعب نے قبول نہ کیا۔جب کعب مر گیا تو معاویہ نے بیس ہزار درہم اس کی اولاد کے پاس بھیجے اوران سے وہ رواء لے لی اوروہ بردوکساء خلفاء کے پاس رہی اورمسلسل ایک خلیفہ سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہی اورخلفاء اسے اہمیت دیتے اورعید کے دن اس کو اپنے دوش پر ڈالتے اوراسے تبرک سمجھتے تھے یہاں تک کہ وہ مستعصم تک پہنچ گئی اور مستعصم جس دن ہلاکو کی ملاقات کیلئے گیا تو وہ رواءاس کے دوش پر تھی اوررسول خدا کا عصاء ہاتھ میں تھا۔جب ہلاکو نے مستعصم کو قتل کیا تو وہ رواوعصا جلا کران کی راکھ دجلہ میں پھینک دی اور کہنے لگا کہ میں نے یہ کام بطوراہانت نہیں کیا بلکہ میں نے چاہا ہے کہ رواءوعصا کو پاک کردوں کیونکہ خلفاء کے بدن ان سے مس ہوئے ہیں۔خلاصہ یہ کہ ہلاکو نے مستعصم کی باقی اولاد کو قتل کردیا اوراس کی بیٹیاں قید کرلیں اورآل عباس کی حکومت عراق میں مستعصم کے قتل ہونے سے ختم ہوگئی اور ساڑھے تین سال تک دنیا میں بنی عباس کا کوئی خلیفہ نہیں تھا اس کے بعد مصر میں بنی عباس کی ایک جماعت خلیفہ ہوئی۔

اور مستعصم کے زمانہ ۶۴۳ ہجری میں علی بن محمد نے جس کالقب علم الدین سخاوی ہے (جونحوی مقری شافعی اورشاطبیہ کا شارح تھا) دمشق میں وفات پائی اورسخاوی سخا کی طرف منسوب ہے جو مصر کے علاقہ میں ایک جگہ ہے اور ۶۴۳ ہجری میں موفق الدین یعیش بن علی بن یعیش نحوی نے جوابن صائغ مشہور تھا وفات پائی اور ۶۴۵ ہجری میں عمر بن محمد نے جوشلوبینی مشہور اندلسی اورنحوی ہے وفات پائی اورشلوبین اندلس کی زبان میں زیادہ سفید وسرخ کو کہتے ہیں۔۶۴۵ ہجری میں بصرہ میں طاعون کی بیماری پیدا ہوئی جس کے متعلق ابن جوزی کہتا ہے کہ چار دن تک یہ بیماری رہی۔پہلے دن ستر ہزار دوسرے دن اکہتر ہزار تیسرے دن تہتر ہزاراور چوتھے اکا دکا آدمی کے علاوہ سب لوگ مر گئے اور ۶۴۶ ہجری میں عثمان بن عمر مالکی کردی نے جوابن حاجب مشہور ہے اورمختصر اصول ومختصر فقہ ونحو کے کافیہ اورصرف کے شافیہ وغیرکا مولف ہے اسکندریہ میں وفاقت پائی۔

اس کا باپ کردی فوجی اورامیر عزالدین صلاحی کا حاجب ودربان تھا مشہور ہے کہ ابن حاجب ہلاکو کے واقعہ میں بغداد میں مارا گیا بعداس کے کہ اس نے اپنے کو چھپا رکھا تھا اوراس نے حیلہ کیا کہ خون کے طشت کے درمیان کرسی پر بیٹھا تھا اورخواجہ نصیر نے رمل کے ذریعہ اس کو تلاش کیا اور یہ حکایت مشہور ہے کہ مؤنث سماعی مین ابن حاجب کے مفید اشعار ہیں

نفسی	الفدا	السائل	وافانی
المسائل	فاحت	كغصن	لسانی
اسماء	تأنيث	بغير	علامة
هی	يافتی	فی	عرفهم ضربان

۱۹ رمضان ۶۴۸ھ ہجری میں آیۃ اللہ جمال الملۃ والحق والدین ابو منصور حسن بن شیخ فقیہ سید یدالدین یوسف بن مطہر حلہ (جو علامہ حلی کے لقب سے مشہور ہیں خدا ان کے مقام کو بلند رکھے) پیدا ہوئے۔ اور وہ مرحوم محقق حلی کے بھانجے تھے کی تصانیف نوے سے زیادہ ہیں منقول ہے کہ ان کی تصانیف ان کی عمر شریف کے دنوں پر تقسیم کئے ہے تو مہد سے لے کر لحد تک ہر دن کے حصہ میں کتاب کا ایک جزو آیا اور مولانا آقا حسین خوانساری سے منقول ہے کہ ہم نے ان کی ان تصانیف کا حساب لگایا جو ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں تو ہر دن کے مقابلہ میں تین سطریں آئیں اور ان کی ایک نمکین مشہور حکایت ہے مخالفین کے ساتھ سلطان الجا تیو محمد مغل (جس کا لقب شاہ بندہ خدا تھا) کے دربار میں ان کے جوتا ہاتھ میں لینے اور رسولؐ کے جوتے کی چوری کی نسبت سنیوں کے چار اماموں کی طرف دینے اور ان کے علماء کے انکار کرنے کے متعلق کہ وہ تو رسولؐ کے زمانہ میں تھے ہی نہیں تا کہ وہ چوری کرتے آخر واقعہ تک جوان کا واقعہ ان سے ہوا اس مجلس میں اس طرح کہ علامہ ان علماء اہل سنت پر غالب آئے اور آپ کی برکت سے بادشاہ شیعہ ہو گیا اور بادشاہ نے شہروں اور مختلف ممالک میں فرمان جاری کیا کہ آئمہ اثنا عشریہ کے نام کا خطبہ پڑھیں اور آئمہ معصومین کے نام مساجد میں اور ان کے مشاہد میں نقل کئے جائیں اور اگر علامہ مرحوم کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی منقبت نہ ہو تو بھی وہ فخر کے لحاظ سے تمام علماء پر فئق ہیں جب کہ ان کے اور مناقب بھی بیشمار ہیں اور یہ واقعہ فریقین میں مشہور ہے بعض تواریخ عامہ سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ ۷۰۷ھ ہجری کے سوانح اور مصائب میں سے یہ ہے کہ خدا بندہ نے اظہار تشیع کیا ابن مطہر کے گمراہ کرنے سے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ کلام کس قسم کے محزون دل سے صادر ہوا ہے علامہ حلی رحمہ اللہ کی وفات ۲۱ محرم محروسہ حلہ میں ۷۲۶ھ ہجری میں ہوئی اور جوار امیر المومنینؑ میں دفن ہوئے اور انہوں نے اپنے والد اپنے ماموں محقق اور محقق طوسی اور ابن عمر کاتبی قزوینی صاحب شمسیہ اور ان کے علاوہ دیگر علماء شیعہ وسنی کی شاگردی کی ہے۔

خاتمہ کتاب

اس کو اپنے مٹنے والے دائیں ہاتھ سے احمد نے جسے خوشنویس کہتے ہیں ماہ ذیقعدہ حرام ۱۳۰۷ھ ہجری میں محروسہ تہران میں لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ ناچیز حقیر مولانا سید صفدر حسین نجفی ولد سید غلام سرور نقوی نے بدھ کے دن صبح سات بجے ۱۴ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ ہجری ۱۴ جولائی ۱۹۷۶ء بر مکان خود واقع مسلم کالونی نزد دسمن آباد محروسہ لاہور میں ختم کیا ہے خداوند عالم اس سے مومنین و مسلمین کو استفادہ کی توفیق عنایت فرمائے تا کہ یہ اس جیسے روسیاہ کے لیے آخرت کی ہولناکیوں سے نجات کا سبب بن سکے بحق النبی و آلہ۔

سید صفدر حسین نجفی

حصہ سوم

کتاب طبقات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ رب العالمین والصلوۃ علیٰ محمد وآلہ الطاہرین۔ اس کے بعد اس طرح کہتا ہے یہ مجرم جس کا نام عباس قمی عفی اللہ عنہ ہے کہ چونکہ کتاب تتمۃ المنتہی فی الوقائع ایام الخلفاء بہت سے مطالب پر مشتمل تھی کہ جن میں سے خلفاء اصحاب آئمہؑ علماء اور شعراوغیرہ کے طبقات کا تعین بھی ہے اور طبقات کا معلوم کرنا بہت مہم اور ضروری ہے لہٰذا داعی نے یہ فہرست اس کتاب کے لیے لکھی ہے اور اس کو اس طرح تحریر کیا ہے کہ وہ طبقات میں مستقل ایک کتاب ہو، لہٰذا مستعصم کے قتل کے بعد جو کہ ۶۵۶ ہجری میں ہوا ہے کہ جہاں کتاب تتمۃ المنتہی ختم ہوئی ہے۔ میں نے اس کی فہرست کے ساتھ اپنے زمانہ تک کے علماء کے طبقات کا اضافہ کیا ہے اور ہر ایک کے ترجمہ وسوانح میں کچھ اس کے حالات بھی لکھے ہیں لیکن چونکہ پریشانی ابتلائات اور اشغال اس داعی کے بہت تھے پورے طور پر واقعات لکھنے کی فرصت نہیں تھی اور اتنی مقدار جو مجھے مل سکی ہے اسے لکھ دیا ہے امید ہے کہ اہل علم اس کی قدر دانی کریں گے اور داعی کو دعائے خیر سے فراموش نہیں فرمائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ (توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے)

پہلی صدی کے واقعات

۱۰، ہجری میں ابوبکر بن ابوقحافہ نے لباس خلافت پہنا اور یہ واقعہ ۶۱۳۶؁ ہجری بعد از ھبوط آدم کا ہے۔

۱۲؁ ہجری میں زید بن خطاب وابوحذیفہ وسالم وثابت بن قیس خطیب انصار وابودجانہ وابوالعاص بن ربیع (عرف عام میں) داماد رسولؐ نے وفات پائی۔

۱۳؁ ہجری میں ابوبکر کی وفات اور عمر کی خلافت شروع ہوئی۔

۱۴؁ ہجری میں ابوعبیدہ مختار کے باپ اور ابوقحافہ ابوبکر کے باپ کی وفات ہوئی نماز تراویح ایجاد کی گئی اور شام کا علاقہ فتح ہوا۔

۱۵؁ ہجری میں عکرمہ بن ابوجہل، فضل بن عباس، خالد بن ولید، عمر بن ام مکتوم (نابینا) ابوزید انصاری اور سعد بن عبادہ کی وفات ہوئی۔

۱۶؁ ہجری میں اہواز اور جلولا کا علاقہ فتح ہوا اور تاریخ ہجری کی بنیاد رکھی گئی۔

۱۷؁ ہجری ہجری میں تستر (ششتر) اور چاسوس کے علاقے فتح ہوئے۔

۱۸؁ ہجری میں معاذ بن جبل، ابوعبیدہ جراح کی موت واقع ہوئی اور شام کے علاقہ میں سخت قسم کی طاعون کی بیماری پڑی کہ جس میں پچیس ہزار افراد ہلاک ہوگئے کہ جن میں جناب بلال موذن رسولؐ بھی تھے۔

۱۹؁ ہجری میں ابی بن کعب، زینب بنت جحش اُسد بن حضیر، ابوسفیان بن حرث بن عبدالمطلب کی وفات ہوئی۔

۲۰؁ ہجری میں مصر واسکندریہ فتح ہوئے

۲۱؁ ہجری نہادند، دینور، ہمدان اور دیگر فتوحات ہوئیں اور حسن بصری وشعبی پیدا ہوئے۔

۲۲؁ ہجری میں آذربیجان، قزوین، زنجان، قومس، خراسان اور بلخ وغیرہ کے علاقے فتح ہوئے۔

۲۳؁ ہجری میں عمر قتل ہوئے اور عثمان کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۲۵؁ ہجری میں اسکندریہ، افریقہ فتح ہوئے۔

۲۶؁ ہجری میں عثمان عمرہ کے ارادہ سے مکہ گئے اور مسجد الحرام کو وسیع کرنے کا حکم دیا۔

۲۹؁ ہجری میں عثمان نے حج کیا اور نماز قصر کو تمام پڑھا اور مسجد نبویؐ کو وسیع کیا گیا۔

۳۰؁ ہجری میں عثمان کے حکم سے مصاحف (قرآن کے نسخے) جمع کئے گئے اور چند مصحف لکھ کر مختلف شہروں میں بھیجے گئے۔

۳۱ ہجری میں ابوسفیان بن حرب حکم بن ابوالعاص مر گئے اور فارس ایران کا آخری بادشاہ یزدجرد قتل ہوا اور آل دارا کی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

۳۲ ہجری میں عباسؓ رسولؐ خدا کے چچا۔ ابوذرغفاریؓ، ابن مسعود اور عبدالرحمن بن عوف کی وفات ہوئی۔

۳۳ ہجری میں مقداد رہ کی وفات ہوئی۔

۳۵ ہجری میں عثمان قتل ہوئے اور امیر المومنین علی علیہ السلام تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے۔

۳۶ ہجری میں جنگ جمل اور طلحہ وزبیر کا قتل اور زید بن صوحان رہ کی شہادت واقع ہوئی۔

۳۶ ہجری اور ۳۷ ہجری میں جنگ صفین عمار یاسر، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین اور مرقال کی شہادت اور لیلۃ اہریر کا واقعہ رونما ہوا۔

۳۸ ہجری میں واقعہ نہروان ہوا۔ مصر کی گورنری عمروعاص کو ملی اور محمد بن ابوبکر اور مالک اشتر رحمہا اللہ علیہما شہید ہوئے

۴۰ ہجری میں امیر المومنینؑ کی شہادت ہوئی اور امام حسنؑ کی (ظاہر وواقعی) خلافت کا آغاز ہوا۔

۴۱ ہجری میں معاویہ بن ابوسفیان کی امارت وخلافت (جبری) شروع ہوئی۔

۴۳ ہجری میں عمروعاص مرا۔

۵۰ ہجری میں جناب امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

۵۱ ہجری میں حجر بن عدی رہ کی شہادت ہوئی۔

۵۲ ہجری میں ابوموسیٰ اشعری کی موت واقع ہوئی۔

۵۳ ہجری میں زیاد بن ابیہ فی النار والسقر ہوا۔

۵۵ ہجری میں سعد بن ابی وقاص کی وفات ہوئی۔

۵۷ ہجری میں حضرت باقرؑ کی ولادت اور حضرت عائشہ وابوہریرہ کی وفات ہوئی۔

۵۹ ہجری میں جناب ام سلمہؓ اور سعید بن عاص امیر کوفہ کی وفات ہوئی۔

۶۰ ہجری میں معاویہ مرا اور یزید بن معاویہ خلیفہ ہوا۔

۶۱ ہجری میں واقعہ کربلا اور شہادت سید الشہداء علیہ السلام ہوئی۔

۶۳ ہجری میں واقعہ حرہ واحراق (جلانا) بیت اللہ الحرام واقع ہوا۔

۶۴ ہجری میں یزید واصل جہنم ہوا اور معویہ بن یزید۔ عبداللہ بن زبیر اور مروان بن حکم خلیفہ ہوئے۔

۶۵ ہجری میں مروان ہلاک ہوا اور خلافت عبدالملک بن مروان کا آغاز ہوا۔

۶۵ ہجری میں کوفہ کے شیعوں نے حضرت سید الشہداء کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے خروج کیا اور عین وردہ میں ان کی

شہادت ہوئی۔

۶۶ ہجری میں ابن زیاد حصین بن نمیر اور شام کے کئی سرکردہ علیہم لعنۃ اللہ مارے گئے۔

۶۷ ہجری میں چودہ رمضان کو جناب مختار مصعب بن زبیر کے ہاتھوں مارے گئے۔اور احنف بن قیس نے وفات پائی۔

۶۸ ہجری میں زید بن ارقم اور ابن عباس کی وفات ہوئی۔

۷۶ ہجری میں ابراہیم بن اشتر اور مصعب بن زبیر مسکن کے علاقہ میں مارے گئے۔مصعب کا سر عبدالملک کے پاس لے آئے اور کوفہ کے قصر الامارہ میں رکھا۔عبدالملک نے دارالامارہ کی شومی و نحوست کی وجہ سے اس کے خراب کرنے کا حکم دیا اسی سال براء بن عازب کی وفات ہوئی۔

۷۳ ہجری میں حجاج بن یوسف ثقفی نے عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا۔

۷۴ ہجری میں عبداللہ بن عمر، ابوسعید خدری اور سلمہ بن اکوع کی وفات ہوئی۔

۷۵ ہجری میں شریح قاضی کوفہ نے وفات پائی۔

۷۸ ہجری میں جابر بن عبدالہ انصاری نے وفات پائی۔

۸۱ ہجری میں جناب محمد بن حنیفہ کی وفات اور اسی سال یا ۸۴ ہجری میں عبداللہ بن جعفر کی وفات ہوئی۔

۸۳ ہجری میں دارالایمان قم کی بناء و تعمیر کا آغاز ہوا۔

۸۶ ہجری میں عبدالملک بن مروان مرا اور ولید بن عبدالملک کی حکومت و خلافت شروع ہوئی۔

۸۷ ہجری یا ۸۸ ہجری میں ولید نے شام میں مسجد اموی کی بنیاد رکھی اور مدینہ میں مسجد نبوی تعمیر کروائی۔

۹۵ ہجری میں میں امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت اور سعید بن جبیر اور سعید بن مسیب اور عام فقہاء مدینہ ی وفات ہوئی اور حجاج بن یوسف ثقفی جہنم کے درکِ اسفل میں پہنچا۔

۹۶ ہجری میں ولید مرا اور سلیمان بن عبدالملک کی خلافت شروع ہوئی۔

۹۹ ہجری میں سلیمان کی وفات اور عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا آغاز ہوا۔

دوسری صدی کے واقعات

سنہ ۱۰۱ ہجری میں عمر بن عبدالعزیز کی وفات اور یزید بن عبدالملک کی خلافت شروع ہوئی۔

سنہ ۱۰۲ ہجری میں یزید بن مہلب بن ابوصفرہ مارا گیا۔

سنہ ۱۰۳ ہجری میں عطاء بن یسار اور مجاہد بن جبیر کی وفات ہوئی۔

۱۰۴ ہجری میں وہب بن منبہ اور طاؤس یمانی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۰۴ ہجری میں عامر بن شراجیل جو شعبی کے لقب سے مشہور تھا کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۰۵ ہجری میں کثیر غرۃ مشہور شیعہ شاعر کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۰۵ ہجری ہی میں یزید کی موت اور ہشام بن عبدالملک کی خلافت شروع ہوئی۔

سنہ ۱۰۸ ہجری میں قاسم بن محمد بن ابوبکر کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۱۰ ہجری میں حسن بصری۔ ابن سیرین۔ ہمام بن غالب جو فرزوق مشہور تھا اور وہب یمانی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۱۴ ہجری میں حکم بن عتبہ تبری زیدی نے وفات پائی۔

سنہ ۱۱۵ ہجری میں مفتی مکہ عطاء نے وفات پائی

سنہ ۱۱۷ ہجری میں جناب سکینہ خاتون، قتادہ مفسر اور ذوالرمتہ شاعر نے وفات پائی۔

سنہ ۱۱۸ ہجری میں علی بن عبداللہ بن عباس سفاح و منصور کے دادا نے وفات پائی۔

سنہ ۱۲۰ ہجری میں ابنِ کثیر قاری نے وفات پائی۔

سنہ ۱۲۱ ہجری میں جناب زید بن علی بن الحسینؑ کی شہادت ہوئی۔

سنہ ۱۲۲ ہجری میں ابو واثلہ کی موت واقع ہوئی۔

سنہ ۱۲۳ ہجری میں محمد بن مسلم نے جو (زہری کے لقب سے مشہور تھا مدینہ کا فقیہ اور تابعی تھا، وفات پائی۔

سنہ ۱۲۵ ہجری میں ہشام کی موت اور ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت کا آغاز ہوا۔

سنہ ۱۲۵ ہجری ہی میں خالد بن عبداللہ قسری مارا گیا اور جناب یحیٰی بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی جوزجان میں شہادت ہوئی۔

سنہ ۱۲۶ ہجری میں ولید مارا گیا او یزید و ابراہیم ولید بن عبدالملک کے بیٹے خلیفہ ہوئے۔

سنہ ۱۲۶ ہجری ہی میں یزید بن ولید مرا اور کمیت بن زیاد اسدی مداح اہل بیتؑ کی وفات اور حضرت باقر العلوم علیہ السلام کی

شہادت ہوئی۔

۱۲۷ ہجری میں ابراہیم مارا گیا اور مروان بن محمد بن مروان بن حکم کی سلطنت کا آغاز ہوا۔

۱۲۷ ہجری یا ۱۲۸ ہجری میں جابر بن یزید جعفی اور سدی کی وفات ہوئی۔

۱۲۹ ہجری میں عاصم بن ابوالنجود قاری کی فات ہوئی۔

۱۳۱ ہجری میں مالک بن دینار کی موت واقع ہوئی۔

۱۳۲ ہجری میں مروان حمار مارا گیا اور آل عباس کی سلطنت کا آغاز ہوا۔ کہ جن میں سے پہلا بادشاہ ابوالعباس سفاح ہے۔

۱۳۵ ہجری میں رابعہ عدویہ کی وفات ہوئی۔

۱۳۶ ہجری مس عبداللہ سفاح کی وفات اور ابوجعفر منصور دوانقی کی خلافت شروع ہوئی۔

۱۴۱ ہجری میں ابان بن تغلب کی وفات ہوئی۔

۱۴۲ ہجری میں عمرو بن عبید شیخ وسردار معتزلہ کی وفات ہوئی

۱۴۵ ہجری میں عبداللہ بن مقفع زندیق قتل ہوا اور محمد نفس زکیہ اور ابراہیم شہید ہوئے۔

۱۴۸ ہجری میں سلیمان بن اعمش اور ابن ابی لیلیٰ کی وفات اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

۱۴۹ ہجری میں عیسیٰ بن عمر ثقفی رہ اور ابن جریح کی وفات ہوئی۔

۱۵۰ ہجری میں ابوحمزہ ثمالی مقاتل بن سلیمان مفسّر، زرارہ بن اعین۔ محمد بن مسلم ثقفی رہ اور ابوحنیفہ کی وفات ہوئی۔

۱۵۱ ہجری میں محمد بن اسحاق کی وفات ہوئی اور معن بن زائدہ شیبانی مارا گیا۔

۱۵۴ ہجری میں ابوعمر علا قاری کی وفات ہوئی۔

۱۵۷ ہجری میں وزاعی نے وفات پائی۔

۱۵۸ ہجری میں منصور مرا اور مہدی محمد بن منصور کی خلافت شروع ہوئی۔

۱۶۱ ہجری میں سفیان بن سعید ثوری کی وفات ہوئی اور ایک قول ہے کہ اسی ہی سال میں ابراہیم اوہم بلخی کی وفات ہوئی اور حماد عجرد نے بھی وفات پائی۔

۱۶۹ ہجری میں مہدی کی وفات اور موسیٰ ہادی کی خلافت شروع ہوئی۔

۱۷۰ ہجری میں خلیل بن احمد عروضی شیعہ امامی نے وفات پائی اور ۱۷۰ ہجری ہی میں ہادی کی وفات اور ہاروں الرشید کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۱۷۳ ہجری میں خیزران ہادی کی ماں اور محمد بن سلیمان عباسی کی وفات ہوئی۔

۱۷۴ ہجری میں ابوعلی شفیق بلخی نے وفات پائی۔

۱۷۵ھ ہجری میں شریک بن عبداللہ نخعی اور معاویہ بن عمار کوفی کی وفات ہوئی۔

۱۷۹ھ ہجری میں مالک بن انس، عمرو بن عثمان جو سیبویہ مشہور ہے اور واصل بن عطا معتزلی نے وفات پائی۔

۱۸۲ھ ہجری میں ابو یوسف قاضی یونس نحوی اور علی بن یقطین نے وفات پائی۔

۱۸۴ھ ہجری میں احمد ستی بن ہارون الرشید نے وفات پائی۔

۱۸۵ھ ہجری میں عبدالصمد سفاح کے چچا اور یزید بن مزید شیبانی نے وفات پائی۔

۱۸۶ھ ہجری میں فضیل بن عیاض مرتاض (ریاضت کرنے والا) نے وفات پائی۔

۱۸۸ھ ہجری میں ابراہیم ندیم موصلی کی وفات ہوئی۔

۱۸۹ھ ہجری میں علی بن حمزہ کسائی ومحمد بن حسن شیبانی حنفی کی وفات اور جعفر برمکی کا قتل اور آل برمک کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

۱۹۳ھ ہجری میں ہارون الرشید کی موت اور محمد امین کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۱۹۶ھ ہجری میں مامون کی خلافت اور ۱۹۸ھ ہجری میں محمد امین کا قتل اور خلافت عبداللہ مامون کا استقرار ہوا۔

۱۹۸ھ ہجری ہی میں حسن بن ہانی (جو ابونواس مشہور شاعر تھا) کی وفات ہوئی۔

۱۹۹ھ ہجری میں ابوالسرایا کا خروج اور بعض اولاد ابوطالب کا قتل وقوع پزیر ہوا۔

تیسری صدی کے واقعات

۲۰۰ھ ہجری میں مامون نے امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو کی طرف بلوایا اور معروف کرخی کی وفات ہوئی۔

۲۰۱ھ ہجری میں حضرت فاطمہ دختر امام موسیٰ کاظمؑ (معصومہ قم) کی وفات ہوئی۔

۲۰۳ھ ہجری میں امام رضا علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

۲۰۴ھ ہجری میں ہشام بن محمد جو ابن کلبی نسابہ کے نام سے مشہور تھا، اور محمد بن ادریس شافعی کی وفات ہوئی۔

۲۰۶ھ ہجری میں قطرب نحوی اور نضر بن شمیل کی وفات ہوئی۔

۲۰۷ھ ہجری میں طاہر بن حسین واقدی اور فتراء دیلمی نحوی کی وفات ہوئی۔

۲۰۸ھ ہجری میں یونس بن عبدالرحمن اور فضل بن ربیع فوت ہوئے اور سیدہ نفیسہ خاتون بنت حسن بن زید بن حسن علیہ السلام کی مصر میں وفات ہوئی۔

۲۰۹ ہجری میں حماد بن عثمان وحماد بن عیسیٰ ویحییٰ بن حسین بن زید بن علیؑ کی وفات اور ابن عائشہ عباسی کا قتل اور مامون نے بوران سے شادی کی۔

۲۱۰ھ ہجری میں صفوان بن یحییٰ نے وفات پائی۔

۲۱۱ھ ہجری میں معمر بن مثنیٰ نحوی جو ابوعبیدہ نحوی کے نام سے مشہور تھا اور ابوالتاہیہ شاعر نے وفات پائی۔

۲۱۲ھ میں مامون کے منادی نے ندا دی کہ کوئی شخص معاویہ کو اچھے نام سے یاد نہ کرے۔

۲۱۳ھ ہجری میں ابن ہشام مولف سیرت ابن ہشام اور اسحاق بن مرار شیبانی نحوی کی وفات ہوئی۔

۲۱۵ھ ہجری میں اخفش اوسط اور ابوزید نحوی کی وفات ہوئی۔

۲۱۶ھ ہجری میں اصمعی عبدالملک بن قریب اور زبیدہ خاتون امین کی ماں کی وفات ہوئی۔

۲۱۷ھ ہجری میں محمد بن ابوعمر یرہ کی وفات اور مامون کا مصر کی طرف جانا اور عبدوس کو قتل کرنا اور وہاں سے اہل رومہ سے جنگ کرنے کے لیے جانا اور بہت سے علاقے فتح کرنا۔

۲۱۸ھ ہجری میں مامون کی موت اور اس کے بھائی معتصم کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۲۱۹ھ ہجری میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت ہوئی اور ابوجعفر محمد بن قاسم حسینی علوی قید ہوا۔

۲۲۱ھ ہجری میں احمد بن محمد ابونصر بزنطی کی وفات ہوئی۔

۲۲۲ھ ہجری میں بابک اور اس کا بھائی عبداللہ قتل ہوئے۔ معتصم

۲۲۳ھ ہجری میں ابوعبید قاسم بن سلام کی وفات ہوئی اور معتصم سلطانِ روم سے جنگ کرنے گیا۔ اور عموریہ کو فتح کیا۔

۲۲۴ھ ہجری میں حسن بن محبوب شراد صاحب مشیخہ اور حسن بن علی بن فضال اور ابراہیم بن مہدی جو ابنِ شکلہ مشہور تھا نے وفات پائی۔

۲۲۵ھ ہجری میں افشین نے معتصم کی قید میں وفات پائی اور صالح بن اسحاق جو جرمی مشہور اور نحوی تھا اور ابوالحسن مدائنی علی بن محمد نے وفات پائی۔

۲۲۶ھ ہجری میں امیر قاسم بن عیسیٰ جو ابودلف مشہور تھا اور بُشر حافی و محمد بن ہذیل نے (جو ابوہذیل علاف مشہور اور شیخ و رئیس معتزلہ تھا) وفات پائی۔

۲۲۷ھ ہجری میں معتصم مرا اور ہرون واثق خلیفہ ہوا۔

۲۲۸ھ ہجری میں حبیب بن اوس طائی (جو ابوتمام مشہور شاعر اور صاحب کتاب حماسہ تھا) اور احمد بن محمد بن عبدربہ عقد الفرید کے مولف نے وفات پائی۔

۲۳۱ھ ہجری میں ابوعبداللہ محمد زیاد کوفی نے جو ابن عربی کے نام سے مشہور نحوی تھا وفات پائی اور واثق نے احمد بن نصر خزاعی کو قتل کیا۔

۲۳۲ھ ہجری میں واثق کی وفات اور جعفر متوکل بن محمد بن ہارون کی خلافت شروع ہوئی۔

۲۳۳ھ ہجری میں محمد بن عبدالملک زیات وزیر قتل ہوا اور یحییٰ بن معین نے وفات پائی۔

۲۳۵ھ ہجری میں عبدالسلام بن غبان دیک الجن شیعہ امامی شاعر نے وفات پائی۔

۲۳۷ھ ہجری میں ابن راہویہ اسحاق بن ابراہیم اور حاتم اصم بلخی کی وفات ہوئی۔

۲۴۰ھ ہجری میں احمد بن ابوداوٗد کی وفات ہوئی۔

۲۴۱ھ ہجری میں احمد بن حنبل نے اور ابوجعفر محمد بن عبداللہ اسکافی معتزلی نے جمادی الثانی چھ تاریخ کی رات کو وفات پائی اور اسی سال تناثر نجوم (ستارے ٹوٹ ٹوٹ کے گرے) ہوا۔

۲۴۲ھ ہجری میں یحییٰ بن اکثم کی وفات ہوئی۔

۲۴۴ھ ہجری میں ابن السکّیت شیعہ امامی۔ثوبان بن ابراہیم۔ذوالنون مصری اور ابومحلم شیبانی لغوی کی وفات ہوئی۔

۲۴۶ھ ہجری میں دعبل بن علی خزاعی شیعہ امامی شاعر کی وفات ہوئی۔

۲۴۷ھ ہجری میں ابراہیم بن عباس صولی کاتب وشاعر کی وفات ہوئی۔

۲۴۷ھ ہجری میں متوکل مارا گیا اور محمد منتصر باللہ بن متوکل خلیفہ ہوا۔

۲۴۸ھ ہجری میں سہل بن محمد نے (جو ابوحاتم سجستانی کے نام سے مشہور نحوی ولغوی تھا) اور بغاء ترکی کبیر نے وفات پائی۔

۲۴۸ھ ہجری ہی میں مستنصر باللہ کی وفات ہوئی اور مستعین باللہ احمد بن محمد بن معتصم کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۲۵۰ھ ہجری میں حسن بن زید حسنی نے طبرستان کے علاقہ میں اور حسن بن اسماعیل حسینی نے جو کرکی مشہور تھا قزوین میں خروج کیا اور معتصم کے وزیر فضل بن مروان کی وفات ہوئی۔

۲۵۱ھ ہجری میں سامرہ کے لوگوں نے معتز باللہ کی بیعت کی۔

۲۵۲ھ ہجری میں مستعین خودبخود خلافت سے علیحدہ ہوگیا اور بلالیہ وسعدیہ کے درمیان بصرہ میں فتنہ کھڑا ہوا اور اس کے نتیجہ میں صاحبِ زنج کا ظہور رہا۔

۲۵۲ھ ہجری ہی میں معتز باللہ زبیر بن جعفر متوکل خلیفہ ہوا۔

۲۵۴ھ ہجری میں حضرت (علی نقی) ہادی علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

۲۵۵ھ ہجری میں معتز خلافت سے معزول ہوا اور مہتدی باللہ محمد بن واثق خلیفہ ہوا۔

۲۵۵ھ ہجری ہی میں عمرو بن بحر بصری نے جو جاحظ کے لقب سے مشہور ہے وفات پائی اور صاحب زنج نے بصرہ میں خروج کیا۔

۲۵۶ھ ہجری میں مہتدی مارا گیا اور معتمد علی اللہ احمد بن جعفر متوکل خلیفہ ہوا اور ۲۵۶ھ ہی میں محمد بن اسماعیل بخاری مولف صحیح بخاری اور زبیر بن بکار کی وفات ہوئی۔

۲۵۷ھ ہجری میں صاحب زنج بصرہ میں داخل ہوااور اہل بصرہ کو قتل کیا جن مقتولین میں سے ریاشی نحوی بھی تھا۔

۲۵۸ھ ہجری میں یحییٰ بن معاذ رازی معاصر جنید بغدادی کی وفات ہوئی اور موفق صاحب زنج سے جنگ کرنے گیا۔

۲۵۹ھ ہجری میں طاہریّین کی حکومت کا خاتمہ اور صفاریوں کی سلطنت کا آغاز ہوا۔

۲۶۰ھ ہجری میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت اور فضل بن شاذان احمد بن یزیدی نحوی ولغوی اور حنین بن اسحاق طبیب کی وفات ہوئی۔

۲۶۱ھ ہجری میں طیفور بایزید بسطامی اور مسلم بن حجاج نیشاپوری صاحب صحیح مسلم کی وفات ہوئی۔

۲۶۲ھ ہجری میں معتمد نے یعقوب صفار سے جنگ کی۔

۲۶۴ھ ہجری میں موسیٰ بن بغاء اسماعیل بن یحییٰ مزنی اور یونس بن عبدالاعلیٰ نے وفات پائی۔

۲۶۵ھ ہجری میں احمد بن خصیب وزیر نے وفات پائی۔

۲۶۷ھ ہجری میں موفق نے صاحب زنج سے جنگ کی اور اس کو قتل کر دیا۔

۲۷۰ھ ہجری میں احمد بن طولون والی مصر نے وفات پائی۔

۲۷۱ھ ہجری میں بوران زوجہ مامون نے وفات پائی۔

۲۷۳ھ ہجری میں ابن ماجہ قزوینی نے وفات پائی۔

۲۷۴ھ ہجری میں احمد بن محمد برقی محاسن کے مولف نے وفات پائی۔

۲۷۵ھ ہجری میں سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی سنن نے وفات پائی۔

۲۷۶ھ ہجری میں ابن قتیبہ کی وفات ہوئی۔

۲۷۸ھ ہجری میں موفق باللہ معتمد کے بھائی اور ولی عہد نے وفات پائی۔

۲۷۸ھ ہجری میں معتمد باللہ کی وفات اور معتضد باللہ احمد بن طلحہ کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۲۷۹ھ ہجری ہی میں محمد بن عیسیٰ ترمذی نے وفات پائی۔

۲۸۲ ہجری میں ابوالعیناء کی وفات ہوئی۔

۲۸۳ھ ہجری میں ابراہیم بن محمد ثقفی اور دعبل کے بھائی علی بن علی بن خزاعی کی وفات ہوئی اور معتضد نے ہرون شاری کے ساتھ جنگ کی۔

۲۸۴ھ ہجری میں بختری شاعر نے وفات پائی اور ابوالفرج اصفہانی پیدا ہوا۔

۲۸۵ھ ہجری میں ابراہیم بن محمد بغدادی اور محمد بن یزید مبرد نحوی نے وفات پائی

۲۸۶ھ ہجری میں ابوالعباس محمد بن یونس کوفی محدث نے وفات پائی اور ابوسعید قرمطی نے بحرین میں خروج کیا۔

۲۸۷ھ ہجری میں داعی علوی نے خروج کیا ور قتل ہوا ور معتضد نے بہت سا لشکر قرامطہ سے جنگ کرنے کیلئے بھیجا۔

۲۸۹ھ ہجری میں قرامطہ کی ایک جماعت گرفتار ہوئی اور قتل کر دی گئی۔

۲۸۹ھ ہجری میں ہی معتضد کی وفات ہوئی اور مکتفی باللہ علی بن معتضد کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۲۹۰ھ ہجری میں عبداللہ بن احمد بن حنبل اور ابن رومی شاعر کی وفات ہوئی۔

۲۹۱ھ ہجری میں احمد بن یحییٰ جو ثعلب کے لقب سے مشہور نحوی تھا اور قاسم بن عبیداللہ وزیر نے وفات پائی۔

۲۹۲ھ ہجری میں عثمان بن جنی نحوی کی وفات ہوئی اور ابن خلجی نے مصر پر غلبہ حاصل کیا۔

۲۹۵ھ ہجری میں مکتفی کی وفات ہوئی اور مقتدر باللہ جعفر بن معتضد خلیفہ ہوا۔

۲۹۶ھ ہجری میں عبداللہ بن معتز مارا گیا۔

۲۹۷ھ ہجری میں ابوالقاسم جنید بغدادی کی وفات ہوئی۔

۲۹۹ھ ہجری میں ابن کیسان نحوی احمد بن ابراہیم کی وفات ہوئی۔

چوتھی صدی کے واقعات

۳۰۰ھ ہجری میں ابوالرضا محسن بن جعفر بن علی ہادی نے خروج کیا اور مارا گیا۔

۳۰۱ھ ہجری میں حسن بن علوی اطروش ناصر کبیر نے ویلم میں خروج کیا اور ابوسعید جنابی رئیس قرامطہ مارا گیا اور ابن مندہ محمد بن یحییٰ اور سعد بن عبداللہ اشعری قمی کی وفات ہوئی۔

۳۰۳ھ ہجری میں احمد بن علی بن شعیب نسائی صاحب سنن اور ابوعلی جبائی محمد بن عبدالوہاب رئیس معتزلہ بصرہ نے وفات پائی۔

۳۰۴ھ ہجری میں سید ابومحمد المروش سید مرتضی کے نانا نے وفات پائی۔

۳۰۶ھ ہجری میں احمد بن ادریس اشعری قمی نے وفات پائی۔

۳۰۹ھ ہجری میں حسین حلاج قتل ہوا۔

۳۱۰ھ ہجری میں زجاج نحوی محمد بن ابراہیم اور محمد بن جریر طبری مورخ اور ابن سراج محمد بن سری نحوی نے وفات پائی۔

۳۱۱ھ ہجری میں ابوزکریا محمد رازی طبیب کتاب من لایحضرہ الطبیب کے مؤلف نے وفات پائی۔

۳۱۲ھ ہجری میں علی بن فرات وزیر اپنے بیٹے محسن کے ساتھ قتل ہوا۔

۳۱۳ھ ہجری میں نفطویہ نحوی ابراہیم بن محمد کی وفات ہوئی۔

۳۱۵ہجری میں علی بن سلیمان اخفش صغیر کی وفات قرامطہ کا طغیان وسرکشی اورور ی پر ویلم کا غلبہ ہوا۔

۳۱۷ہجری میں قرامطہ مکہ کی طرف گئے اور حاجیوں کو قتل کیا اور حجر سود شہر ہجر میں لے گئے اور ابوالقاسم کعبی عبداللہ بن احمد بلخی رئیس معتزلہ نے وفات پائی۔

۳۲۰ہجری میں مقتدر کی وفات اور قاہر باللہ محمد بن معتضد کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۳۲۱ہجری میں ابن ورید محمد بن حسن شاعرنحوی لغوی شیعہ امامی اور ابوہاشم جبائی عبدالسلام بن محمد رئیس معتزلہ کی وفات ہوئی۔

۳۲۲ہجری میں قاہر معزول اور راضی باللہ محمد بن جعفر خلیفہ ہوا۔

۳۲۳ہجری میں محمد بن علی شلمغانی ملعون قتل ہوا۔

۳۲۶ہجری میں شیخ ابوالقاسم بن روح رہؒ امام عصر علیہ السلام ارواحنا فداہ کے تیسرے نائب کی وفات ہوئی۔

۳۲۸ہجری میں شیخ المحدثین محمد بن یعقوب کلینی رہؒ کتاب کافی کے مولف اور ابن انباری محمد بن قاسم نحوی اور ابن عبدربہ احمد بن محمد اندلسی صاحب عقدالفرید اور محمد بن احمد جو ابن شبنور قاری مشہور ہے اور محمد بن علی بن حسین مقلہ مشہور کاتب کی وفات ہوئی۔

۳۲۹ہجری میں راضی کی وفات اور متقی باللہ ابراہیم بن مقتدر کی خلافت شروع ہوئی۔

۳۲۹ہجری ہی میں شیخ علی بن بابویہ صدوق اول اور شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری امام علیہ السلام کے چوتھے نائب کی وفات ہوئی۔

۳۳۲ہجری ہی میں ابن عقدہ احمد بن محمد بن سعید حافظ کوفی کی وفات ہوئی۔

۳۳۳ہجری میں ایک قول کی بناء پر علی بن الحسین مسعودی کی وفات ہوئی۔

۳۳۳ہجری ہی میں متقی معزول اور مستکفی باللہ عبداللہ بن علی خلیفہ ہوا۔

۳۳۴ہجری میں مستکفی معزول اور مطیع للہ فضل بن مقتدر خلیفہ ہوا۔

۳۳۴ہجری ہی میں بغداد میں سخت قحط پڑا اور جعفر بن یونس خراسانی بغدادی نے (جو شبلی کے لقب سے مشہور تھا) وفات پائی اور ابوالحسن اشعری علی بن اسماعیل بھی اسی سال کے دوران فوت ہوا۔

۳۳۵ہجری میں محمد بن یحییٰ نے (جو صولی شطرنجی مشہور تھا) وفات پائی۔

۳۳۷ہجری میں عبدالرحمن بن اسحاق زجاجی نحوی بغدادی نے وفات پائی۔

۳۳۸ہجری میں ابن نحاس احمد بن محمد مصری نحوی اور عمادالدولہ بن بویہ نے وفات پائی۔

۳۳۹ہجری میں معلم ثانی محمد بن طرخان ابونصر فارابی ترکی نے وفات پائی۔ اور اسی سال حجرالاسود اپنی جگہ پر واپس لوٹایا گیا۔

۳۴۲؁ ہجری میں علی بن محمد ابوالقاسم تنوخی معتزل قاضی بصرہ واہواز نے وفات پائی۔

۳۴۳؁ ہجری میں شیخ ابوجعفر محمد بن حسن بن ولید شیخ واستاد قمیین نے وفات پائی۔

۳۴۴؁ ہجری میں مصر میں سخت قسم کا زلزلہ آیا اور ابوبکر جعابی حافظ محمد بن عمر نے بغداد میں وفات پائی۔

۳۴۵؁ ہجری میں ابوعمرو زاہد مطرز محمد بن عبدالواحد بغدادی لغوی نے وفات پائی۔

۳۵۲؁ ہجری میں ابوالقاسم کوفی علی بن احمد موسیٰ مبرقع صاحب استغاثہ اور حسن بن محمد مہلبی وزیر معزالدولہ دیلمی نے وفات پائی۔ اسی سال روز عاشورا معزالدولہ دیلمی نے بغداد کے لوگوں کو حکم دیا کہ دکانیں اور بازار بند کردیں۔ اور نانبائی کھانا نہ پکائیں۔ بازاروں میں گنبد بنائے جائیں اور سیدالشہداء کے لیے ماتم برپا کریں۔

۳۵۳؁ ہجری میں اسماعیل بن حماد جوہری صاحب صحاح اللغۃ نے وفات پائی۔

۳۵۴؁ ہجری میں متنبی شاعر احمد بن حسین قتل ہوا۔

۳۵۵؁ ہجری میں حاکم محدث نیشاپوری اور منصور سامانی کی وفات اور جناب سید مرتضیٰ رہ کی ولادت ہوئی۔

۳۵۶؁ ہجری میں معزالدولہ احمد بن بویہ۔ سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان۔ کافور اخشیدی۔ ابوعلی دقاقی ابولافرعلی بن الحسین اصفہانی نے وفات پائی۔

۳۵۷؁ ہجری میں حارث بن سعید بن حمدان ابوفراس شاعر نے وفات پائی۔

۳۵۸؁ ہجری میں حسن بن حمزہ علوی مرعشی اور ناصرالدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان نے وفات پائی۔

۳۶۰؁ ہجری میں استاد محمد بن عمید قمی اور سلیمان بن احمد طبرانی معجم کبیر دراسماء صحابہ کے مولف نے وفات پائی۔

۳۶۳؁ ہجری ہی میں مطیع اللہ معزول اور طائع للہ عبدالکریم بن مطیع کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۳۶۳؁ ہجری میں قاضی نعمان مصری نے وفات پائی۔

۳۶۶؁ ہجری میں قاضی محمد بن عبدالرحمن (جو ابن قریعہ مشہور تھا) کی وفات اور عزالدولہ دیلمی قتل ہوا۔

۳۶۸؁ ہجری میں ابوغالب زراری احمد بن محمد بن سلیمان اور شیخ محمد بن احمد بن داؤد قمی کتاب مزار کے مولف اور حسن بن عبداللہ سیرافی نحوی کی وفات ہوئی۔

۳۶۹؁ ہجری میں ابوالقاسم جعفر بن محمد بن سلیمان اور شیخ محمد بن احمد بن داؤد دوقمی کتاب مزار کے مولف اور حسن بن عبداللہ سیرافی نحوی کی وفات ہوئی۔

۳۷۰؁ ہجری میں ابن خالویہ حسین بن احمد نحوی اور محمد بن احمد ازہری ہروی لغوی کی وفات ہوئی۔

۳۷۲؁ ہجری میں فناخسرو عضدالدولہ دیلمی رہ کی وفات ہوئی۔

۳۷۷؁ ہجری میں ابوعلی نحوی حسن بن احمد نے وفات پائی۔

۳۷۹ھ ہجری میں شرف الدولہ دیلمی کی وفات ہوئی۔

۳۸۱ھ ہجری میں طائع للہ معزول اور احمد قادر باللہ خلیفہ ہوا۔

۳۸۱ھ ہجری ہی میں رئیس المحدثین ابوجعفر محمد محمد بن علی بن بابویہ قمی رہ کی وفات ہوئی۔

۳۸۴ھ ہجری میں علی بن عیسیٰ رمانی نحوی اور محسن بن علی قاضی تنوخی کی وفات ہوئی۔

۳۸۵ھ ہجری میں کافی الکفاۃ اسماعیل صاحب بن عبادرہ اور دارقطنی علی بن عمر اور ابن سکرہ محمد بن عبداللہ شاعر کی وفات ہوئی۔

۳۸۶ھ ہجری میں محمد بن علی واعظ ابوطالب مکی کی وفات ہوئی۔

۳۸۷ھ ہجری میں بست فتح ہوا اور غزنویوں کی حکومت کا آغاز ہوا۔

۳۸۸ھ ہجری میں حمد بن محمد خطابی نے وفات پائی۔

۳۹۱ھ ہجری میں ابن حجاج شاعر حسین بن احمد شیعہ امامی کی وفات اور حسام الدولہ عقیلی قتل ہوا۔

۳۹۲ھ ہجری میں ابن جنی عثمان نحوی کی وفات ہوئی۔

۳۹۸ھ ہجری میں بدیع الزمان ہمدانی احمد بن حسین مبدع مقامات کی وفات ہوئی۔

پانچویں صدی کے واقعات

۴۰۰ھ ہجری میں ابوالفتح بُستی علی بن محمد کاتب وشاعر نے وفات پائی۔

۴۰۱ھ ہجری میں احمد بن محمد عیاشی مقتضب الاثر کے مولف نے وفات پائی۔

۴۰۳ھ ہجری میں ابوبکر باقلانی محمد بن طیب کی وفات اور قابوس بن دشمگیر امیر بن امیر قتل ہوا۔

۴۰۴ھ ہجری میں بہاالدولہ عضدالدولہ کی وفات ہوئی۔

۴۰۵ھ ہجری میں حاکم محمد بن عبداللہ نیشاپوری صاحب مستدرک علی الصحیحین کی وفات ہوئی۔

۴۰۶ھ ہجری میں سید رضی رہؒ اور احمد بن محمد بن اسفرائنی کی وفات ہوئی۔

۴۰۷ھ ہجری میں محمد بن علی فخر الملک وزیر بہاالدولہ بن عضدالدولہ دیلمی رہ کی وفات ہوئی۔

۴۱۰ھ ہجری میں ابن مردویہ احمد بن موسیٰ اصفہانی کی وفات ہوئی۔

۴۱۱ھ ہجری میں حسین بن عبیداللہ عضائری اور فردوسی صاحب شاہنامہ کی وفات ہوئی۔

۴۱۳ھ ہجری میں شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان رہ کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۱۶ھ ہجری میں ابوالحسن تہامی علی بن محمد شاعر اور سلطان الدولہ دیلمی قتل ہوئے۔

سنہ ۴۱۸ھ ہجری میں حسین بن علی وزیر مغربی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۲۰ھ ہجری میں علی بن عیسیٰ ربعی نحوی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۲۱ھ ہجری میں سلطان محمود بن سبکتگین غزنوی اور امام مرزوقی احمد بن محمد شاعر کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۲۲ھ ہجری میں قادر باللہ کی وفات اور عبداللہ قائم بامر اللہ کی خلافت کا آغاز ہوا۔

سنہ ۴۲۳ھ ہجری میں ابن عبدون احمد بن عبدالواحد اور ابن بواب علی بن ہلال کاتب کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۲۷ھ ہجری میں ثعلبی احمد بن محمد نیشاپوری اور قفال عبداللہ بن احمد مروزی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۲۸ھ ہجری میں مہیار دیلمی اور حسین بن عبداللہ بن سینا شیخ الرئیس کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۲۹ھ ہجری میں ثعالبی عبدالملک بن محمد کی وفات اور حکومت سلجوقیہ کے ظہور کا آغاز ہوا۔

سنہ ۴۳۰ھ ہجری میں ابونعیم اصفہانی احمد بن عبداللہ کی وفات اور آل بویہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

سنہ ۴۳۱ھ ہجری میں حکیم ناصر خسرو علوی نے وفات پائی۔

سنہ ۴۳۶ھ ہجری میں علی بن الحسین موسوی سید مرتضیٰ رہ اور ابوالحسین بصری معتزل محمد ب علی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۴۹ھ ہجری میں ابوالعلاء معری احمد بن عبداللہ اور محمد بن علی شیخ کراچکی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۵۰ھ ہجری میں شیخ نجاشی احمد بن علی اور ماوردی علی بن محمد کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۵۴ھ ہجری میں محمد بن سلامہ قضاعی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۵۵ھ ہجری میں اسماعیل سرقطی اور طغرل بک پہلے سلجوق بادشاہ کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۵۶ھ ہجری میں ابن حزم علی بن احمد اندلسی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۵۸ھ ہجری میں ابن سیدہ لغوی علی بن اسماعیل اور امام بیہقی احمد بن الحسین کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۶۰ھ ہجری میں شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی رہ کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۶۳ھ ہجری میں یوسف بن عبدالبر اور خطیب بغداد احمد بن علی اور ابویعلی محمد بن حسن اور سلار بن عبدالعزیز دیلمی نے وفات پائی۔

سنہ ۴۶۵ھ ہجری میں الب ارسلان قتل ہوا اور عبدالکریم قشیری صوفی نے وفات پائی اور مصر میں قحط پڑا۔

سنہ ۴۶۷ھ ہجری میں علی بن حسن باخرزی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۴۶۷ھ ہجری ہی میں قائم بامر اللہ کی وفات اور مقتدی بامر اللہ عبداللہ بن قائم خلیفہ ہوا۔

سنہ ۴۷۱ھ ہجری میں شیخ عبدالقاہر جرجانی کی وفات ہوئی۔

۴۷۸ھ ہجری میں امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ شافعی کی وفات ہوئی۔

۴۸۱ھ ہجری میں عبدالعزیز بن براج اور خواجہ عبداللہ انصاری کی وفات ہوئی۔

۴۸۳ھ ہجری میں ابن مغازلی علی بن محمد کی وفات ہوئی۔

۴۸۵ھ ہجری میں نظام الملک حسن بن علی طوسی وزیر سلاطین سلجوقی قتل ہوا۔

۴۸۷ھ ہجری میں مقتدی کی وفات اور المستظہر باللہ احمد بن مقتدی کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۴۸۸ھ ہجری میں حمیدی محمد بن ابونصر نے وفات پائی۔

۴۹۲ھ ہجری میں فرنگیوں (یورپین) کا بیت المقدس پر غلبہ ہوا اور وہاں انہوں نے فساد بر پا کیا اور اسعد بن محمد قمی وزیر نے وفات پائی۔

۴۹۸ھ ہجری میں رکن الدولہ بن ملکشاہ سلطان نجر کے بھائی کی وفات ہوئی اور حلہ سیفیہ کی تعمیر ہوئی۔

چھٹی صدی کے واقعات

۵۰۴ھ ہجری میں علی بن محمد کیا ہراسی کی وفات ہوئی۔

۵۰۵ھ ہجری میں محمد بن غزالی احیاء العلوم کے مولف نے وفات پائی۔

۵۱۰ھ ہجری میں ابن مندہ یحییٰ بن عبدالوہاب نے وفات پائی۔

۵۱۲ھ ہجری میں مستظہر کی وفات اور مسترشد باللہ فضل بن مستظہر کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۵۱۳ھ ہجری میں طغرائی حسین بن علی اصفہانی قتل ہوا۔

۵۱۵ھ ہجری میں حسین بن مسعود محیی السنۃ بغوی کی وفات ہوئی۔

۵۱۶ھ ہجری میں قاسم بن علی حریری صاحب مقامات اور فصیحی علی بن محمد نحوی کی وفات ہوئی۔

۵۱۸ھ ہجری میں ابوالفضل احمد بن محمد میدانی کی وفات ہوئی۔

۵۲۰ھ ہجری میں احمد بن محمد غزالی کی وفات ہوئی۔

۵۲۵ھ ہجری میں مجدود بن آدم حکیم سنائی کی وفات ہوئی۔

۵۲۹ھ ہجری میں مسترشد قتل ہوا اور راشد باللہ جعفر بن مسترشد خلیفہ ہوا۔

۵۳۲ھ ہجری میں راشد قتل ہوا اور محمد مقتفی لامر اللہ خلیفہ ہوا۔

۵۳۸ھ ہجری میں محمود بن عمر زمخشری کی وفات ہوئی۔

۵۳۹ھ ہجری میں ابن جوالیقی موہوب بن احمد کی وفات ہوئی۔

۵۴۲ھ ہجری میں ابن شجری سید ہبۃ اللہ بن علی نحوی نے وفات پائی۔

۵۴۴ھ ہجری میں قاضی عیاض مغربی نے وفات پائی۔

۵۴۷ھ ہجری میں سلطان مسعود سلجوقی اورانوری شاعر نے وفات پائی۔

۵۴۸ھ ہجری میں محمد بن عبدالکریم شہرستانی، احمد بن منیر شاعر اور امین الاسلام طبرسی فضل بن حسن اور قطب راوندی سعید بن ہبۃ اللہ نے وفات پائی۔

۵۵۲ھ ہجری میں سلطان سنجر بن ملکشاہ بن الب ارسلان نے وفات پائی۔

۵۵۵ھ ہجری میں مقتضیٰ کی وفات اور مستنجد باللہ یوسف بن محمد خلیفہ ہوا۔

۵۶۰ھ ہجری ہجری میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی وفات ہوئی۔

۵۶۲ھ ہجری میں سمعانی عبدالکریم بن محمد کی وفات ہوئی۔

۵۶۳ھ ہجری میں سہروردی عبدالقاہر بن عبداللہ کی وفات ہوئی۔

۵۶۵ھ ہجری میں حسین بن محمد راغب اصفہانی کی وفات ہوئی۔

۵۶۶ھ ہجری میں مستنجد کی وفات اور مستضیی بنوراللہ خلیفہ ہوا۔

۵۶۷ھ ہجری میں ابن خشاب نحوی عبداللہ بن احمد اور بوری شافعی اور قرطبی کی وفات ہوئی۔

۵۶۸ھ ہجری میں احمد بن محمد اخطب خوارزمی کی وفات ہوئی۔

۵۶۹ھ ہجری میں ابن وہان سعید بن مبارک نحوی کی وفات ہوئی۔

۵۷۳ھ ہجری میں محمد بن محمد بلخی عمری رشید وطواط کی وفات ہوئی۔

۵۷۴ھ ہجری میں حیص بیص سعد بن محمد کی وفات ہوئی۔

۵۷۵ھ ہجری میں مستضیئ کی وفات اور احمد ناصر الدین اللہ خلیفہ ہوا۔۵۷۶ھ ہجری میں احمد بن محمد سلفی نے وفات پائی۔

۵۷۷ھ ہجری میں ابن انباری عبدالرحمن بن محمد کی وفات ہوئی۔

۵۷۸ھ ہجری میں ابن ادریس محمد بن احمد حلی کی وفات ہوئی۔

۵۸۱ھ ہجری میں حکیم خاقانی شاعر کی وفات ہوئی۔

۵۸۳ھ ہجری میں نقل ہوا ہے کہ اول سال کا دن ہفتہ کے پہلے دن کے اور اول سال شمسی اوّل سال عربی کے مطابق تھا اور سورج و چاند ایک ہی برج تھے۔

۵۸۵ھ ہجری میں ابوالمکارم بن زہرہ حمزہ علی بن حسینی اور شیخ منتخب الدین علی بن عبیداللہ رازی کی وفات ہوئی۔

۵۸۶ھ ہجری میں ابن ابی الحدید عبداللہ الحمید کی ولادت ہوئی۔
۵۸۸ھ ہجری میں محمد بن علی بن شہر آشوب کی وفات ہوئی۔
۵۹۰ھ ہجری میں قاسم بن فیرہ شاطبی کی وفات ہوئی۔
۵۹۶ھ ہجری میں دریائے نیل مصر میں پانی کے رک جانے کی وجہ سے قحط اور بہت گرانی ہوگئی۔
۵۹۷ھ ہجری میں مصر و شام میں عظیم زلزلہ آیا اور ابن جوزی عبدالرحمن بن علی کی وفات ہوئی۔

ساتویں صدی کے واقعات

۶۰۶ھ ہجری میں ابن اثیر مبارک بن محمد نہایہ و جامع الاصول کے مولف نے اور محمد بن عمر فخر الدین رازی نے وفات پائی۔
۶۰۸ھ ہجری میں تاتار کے لشکر کا اسلامی شہروں پر غلبہ اور قبضہ ہوگیا۔
۶۱۰ھ ہجری میں ابن خروف علی بن محمد نحوی اور عیسٰی بن عبدالعزیز جزولی اور ناصر بن عبدالسید مطرزی نے وفات پائی۔
۶۱۶ھ ہجری میں ابوالبقاء عبداللہ بن حسین نے وفات پائی۔
۶۱۸ھ ہجری میں نجم الدین کبریٰ احمد بن عمر نے وفات پائی۔
۶۲۲ھ ہجری میں ناصر کی وفات اور محمد ظاہر امر اللہ کی خلافت شروع ہوئی۔
۶۲۳ھ ہجری میں ظاہر کی وفات اور منصور مستنصر باللہ خلیفہ ہوا۔
۶۲۴ھ ہجری میں چنگیز خان کی موت واقع ہوئی۔
۶۲۶ھ ہجری میں یاقوت حموی کی وفات ہوئی۔
۶۳۰ھ ہجری میں ابن اثیر علی بن محمد جزری کامل التواریخ کے مولف کی وفات ہوئی۔
۶۳۱ھ ہجری میں ابوالحسن آمدی علی بن محمد اور ابن خباز محمد بن ابوبکر کی وفات ہوئی۔
۶۳۲ھ ہجری میں عمر بن محمد سہروردی کی وفات ہوئی۔
۶۳۸ھ ہجری میں محمد بن علی محی الدین عربی کی وفات ہوئی۔
۶۴۰ھ ہجری میں مستنصر کی وفات اور عبداللہ کی خلافت شروع ہوئی۔
۶۴۳ھ ہجری میں علی بن محمد علم الدین سخاوی اور ابن صائغ یعیش بن علی نحوی کی وفات ہوئی۔
۶۴۵ھ ہجری میں عمر بن محمد شلوبینی کی وفات ہوئی۔
۶۴۶ھ ہجری میں ابن حاجب عثمان بن عمر کی وفات ہوئی۔

۶۴۸ھ ہجری میں علامہ حلی حسن بن یوسف کی ولادت باسعادت ہوئی۔

۶۵۶ھ ہجری میں مستعصم خللیفہ مارا گیااور بنی عباس کی سلطنت وحکومت کا خاتمہ ہوا۔

۶۶۱ھ ہجری یا ۶۷۲ ہجری میں قصبہ قونو میں مولانا جلال الدین محمد بن محمد نے (جومولانا رومی کے نام سے مشہوراور مثنوی کا مولف ہے)وفات پائی۔ یہ اصل میں تو بلخ کا رہنے والا ہے۔لیکن چونکہ روم کے علاقہ کی طرف ہجرت کی تھی اور قصبہ قونو میں سکونت اختیار کی تھی لہٰذا رومی مشہور ہوا۔ یہ ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہوں نے عطار ونسائی اورشمس الدین تبریزی کی صحبت حاصل کی ہے اور کتاب مثنوی امیرحسام الدین چلپی قونوی رومی کے حکم سے لکھی تھی۔اوراس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

گر نبودی خلق مجوب وکثیف
ور نبودی حلقہا تنگ وضعیف
در مد یحت داد معنی دادمی
غیر ازیں منطق لبی بگشادمی

پھرمعلوم ہونا چاہیے کہ مولانا رومی کی مدح وثنا میں صاحب مجالس المومنین نے کافی مبالغہ کیا ہےاوراس کوخالص شیعہ آل محمد علیم السلام قرار دیا ہےاوراس کی تائیداس سے لی ہے کہ وہ جلال الدین حکومت اسماعیلیہ کے داعی کی اولاد میں سے ہےلیکن محققین کی اس سے گفتگو ہے۔ بہرحال اس شخص کا معاملہ اس سے زیادہ مشہور ہے کہ ذکر ہواور طرفین کے علماءوعرفاء نے کتب تراجم وحالات میں اس کوذکر کیا ہے۔

۶۶۳ھ ہجری میں علی بن مومن نے (جوابن عصفور کے نام سے مشہوراوراندلس کی حکومت میں عربیت ونحو کا جھنڈااٹھا ہوئے تھا)وفات پائی۔

۶۶۴ھ ہجری میں سید اجل عالی مقام رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر طاؤس آل طاؤس نے وفات پائی۔ان کانسب شریف داؤد بن حسن مجتبیٰ تک پہنچتا ہےاور داؤد صاحب دعائے ام داؤد ہے سید رضی الدین اوران کے بھائی سید جمال الدین احمد بن موسیٰ صاحب کتاب البشریٰ والملاذ کی والدہ شیخ مسعود ورا،م بن ابی فراس کی صاحبزادی ہےاور سید رحمۃ اللہ کے فضائل زہدوعبادت جلالت شان وقدراور حسن تضیف میں اس سے زیادہ ظاہر ہیں کہ ذکر ہوں اوراس سے زیادہ ہیں کہ شمار ہوں اور جوان کے زہد وتقویٰ کی کچھ مقدار پر مطلع ہونا چاہے توان کی کتب کی طرف رجوع کرے۔خصوصاً کتاب کشف المحجۃ اور مرحوم مستجاب الدعاءاور صاحب کرامات واضحہ تھے اور فصیح وبلیغ اورزیادہ دعا کرنے والے تھے،خلاصہ یہ کہ ان کے حق میں کلام کوطول دینا ان کے شان کومعیوب کرنے کے مترادف ہے۔

اوفیماند بما گرچہ زماست
ماہمہ مسّیم واحمد کیمیاست

نور ربیع الثانی ۶۶۳ھ ہجری میں ہلاکو بن تولی خان بن چنگیز خان حکومت بنی عباس کوفنا کرنے والے کی وفات ہوئی اوراس کا دارالسلطنت تبریز تھا۔(مجالس المومنین کے مطابق)

۶۷۲ھ ہجری میں محمد بن عبداللہ نے (جو ابن مالک کے نام سے مشہور تھا اندلسی شافعی الفیہ جونحو میں ہے کا مولف اور دوسرے کتب کا مصنف کہ جن کے نام بعض نے اشعار میں جمع کئے ہیں) وفات پائی۔اورالفیہ کی شرحیں علماء کی ایک جماعت نے کی ہیں کہ جن میں سے ایک خود ماتن کا بیٹا بدرالدین محمد ہے جو ابن ناظم مشہور ہے۔

دوسرا جلال الدین سیوطی ہے اور ایک خالدازہری ہے اور ایک عبداللہ بن عقیل ہے اور ایک جابراعمی اور ایک عبدالعزیز موصلی اور ایک عمر بن مظفر حلبی جو ابن وردی کے نام سے مشہور ہے اور ایک ابن صانع حنفی ہے اور ایک محمد بن ابوالفتح حنبلی ہے اور ایک محمد بن سلیمان مصری اور ایک یوسف بن خطیب ہے۔

۶۷۲ھ ہجری میں ہی غدیر کے دن سلطان المحققین برہان الموحدین محقق متکلم حکیم متجر حجۃ الفرقہ الناجیۃ خواجہ نصیر الحق والملۃ والدین محمد بن محمد بن حسن طوسی قدس اللہ صاحب کتاب تجرید العقائد وشرح اشارات اور تصانیف کثیرہ نے وفات پائی اوران کا اصلی وطن جہرود کے علاقہ میں ایک جگہ ہے جس کو وشارہ کہتے ہیں جو قم کے دیہات میں سے ہے اوران کی ولادت باسعادت طوس میں ہوئی اسی لیے خواجہ نصیر طوسی کے نام سے مشہور ہیں اوران کا مدفن بقعہ منورہ کاظمین میں اس جگہ ہے کہ جسے ناصرعباسی نے اپنے لیے تیار کیا تھا لیکن موفق نہ ہوسکا کہ وہاں دفن ہو اور وہ رصافہ میں دفن ہوا۔منقول ہے کہ خواجہ کی وفات کے وقت ان سے کہا گیا کہ آپ کا جنازہ نجف اشرف لے جائیں تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے شرم وحیا آتا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہ وصیت کروں میرا جنازہ نجف لے جائیں اور آنجنابؒ کو ہلاکو کی حکومت میں مرتبہ بلند حاصل تھا۔فتح بغداد اور مستعصم کے قتل کے بعد آپ رصدگاہ کے بنانے میں فضلاء کی ایک جماعت کے ساتھ مشغول ہوئے اور آنجناب کی حکایت وواقعات مفصل ہیں اوران کے اشعار لطیف ہیں اور صاحب مقامع سے منقول ہے کہ جناب خواجہ ایک سفر میں کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے اور کشتی میں تیس افراد تھے جن میں سے پندرہ مسلمان اور پندرہ یہودی تھے اتفاقاً کشتی طلاطم میں آ گئی۔اہل کشتی کہنے لگے کہ قرعہ ڈالا جائے اور جس کے نام پر قرعہ آئے اس کو دریا میں پھینک دیں۔خواجہ نے انہیں مدور بیٹھایا اور نو نو قرعہ ڈالے۔سب یہودیوں کے نام پر نکلے اورانہیں پانی میں پھینک دیا اوراس طریقہ سے یہودی ہلاک ہوئے اور یہ حکایت صاحب مقامع نے ان اشعار کے سائل کے جواب میں نقل کی ہے۔زترکان چہارروز ہندوست پنج دورومی ابا یک عراقی بنج

سہ روز وشی یک نہارو دولیل
دوبازوسہ زاغ دیکی چوں سہیل
دومیغ ودو ماہ دیکی ہچود ود
زنہ نہ شمرون برافتد یہود!

اوران دو اشعار میں بھی اس لطیفہ کی طرف اشارہ ہوا ہے اور نقطہ دار حروف سے یہود اور بے نقطہ سے مسلمان مراد ہیں ولما فتنت بلحظ لہ: ازلت فما خفت من شامت

جب میں اس کی نگاہ کا مفتون ہو گیا تو اس کو زائل کر دیا اور شامت کرنے والے کا خوف محسوس نہ کیا۔ نیز

والله یقضی بکل یسر

ویحفظ الضیف حیث کانا

اور اللہ پوری آسانی کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور مہمان کی حفاظت کرتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔لیکن یہ شعر پہلے کے برعکس ہے (یعنی نقطہ دار الفاظ سے مسلمان اور بے نقطہ سے یہودی مراد ہیں۔

۶۷۳ ہجری میں سید اجل احمد بن موسی بن طاؤس رہ کی وفات ہوئی۔

ربیع الثانی ۶۷۶ھ مین شیخ اجل افقہ اعظم ومولانا المعظم شیخ الطائفہ بغیر حاجد واحد ہندہ الفرقہ وای واحد ابوالقاسم نجم الدین جعفر بن حسن حلی جو محقق کے لقب سے مشہور شرائع الاسلام ومعتبر ونافع وغیرہ کتب کے مصنف نے وفات پائی۔ یہ بزرگوار علامہ حلی کے ماموں ہیں اور ان کا مزار شریف حلہ میں ہے اور ان کی تاریخ وفات اس طرح ہے (زبدۃ المحققین رحمۃ اللہ) کا برعلماء کی ایک جماعت نے محقق کی شاگردی کی ہے۔مثلاً سید عبدالکریم بن احمد بن طاؤس مولف فرقہ العزی اور سید محمد بن علی بن طاؤس اور یہ سید وہی ہیں کہ جن کے لیے ان کے والد نے کتاب البہجہ لثمرۃ المھجہ تالیف کی اور مثلاً شیخ حسن بن ابو طالب یوسفی آبی صاحب کی کتاب کشف الرموز شرح نافع اور مثلاوزیر ابوالقاسم علی بن وزیر محمد بن علقمی شیعہ وزیر مستعصم۔

۶۷۶ھ میں ہی شیخ عماد الدین طبری حسن بن علی بن محمد مازندرانی نے کتاب مناقب الطاہرین کو مکمل کیا اور شیخ جلیل محقق اور علامہ کے ہمعصر ہیں اور بہت سی عمدہ وشریف کتب فقہ وحدیث وغیرہ میں تالیف کی ہیں ان میں سے ایک کتاب کامل السقیفہ ہے جو کامل بہائی کے نام سے مشہور ہے چونکہ یہ کتاب وزیر معظم بہاوالدین محمد بن وزیر شمس الدین محمد جوینی (جو صاحب دیوان مشہور اور ہلاکو خان مغل کی حکومت کے زمانہ میں ممالک ایران کی حکومت کا متولی تھا) کے دربار میں بطور ہدیہ پیش کی اور کتاب کامل دشمنان اہل بیتؑ کے مثالب ومطاعن اور ان سے تبرا وبیزاری پر اور کتاب مناقب اہل بیتؑ کی فضیلت اور ان سے تولا رکھنے پر مشتمل ہے اور یہ دونوں کتب تلوار اور نیزہ کی طرح ہیں مخالفین کے لیے اور تیس ہزار سے زیادہ سطروں میں ہیں۔

۶۷۹ھ میں فیلسوف محقق حکیم مدقق عالم ربانی میثم بن علی بحرانی صاحب شروع نہج البلاغہ وشرح صدکلمہ درسالہ امامت وغیرہ نے وفات پائی اور وہی جناب ہیں حکایت معروفہ والے (کل یا کمی) اور بعض علماء نے کتاب استغاثہ فی بدع الحدثہ کی نسبت بھی انہی کی طرف دی ہے لیکن حق یہ ہے کہ کتاب استغاثہ علی بن احمد کوفی کی تالیف ہے اور جناب میثم کی قبر ہلتا میں ہے جو بحرین کے شہروں میں سے ایک ہے۔

صاحب مجمع البحرین نے لغت مثم میں اس کا ذکر کیا ہے اوراس پر اعتراض کیا ہے حالانکہ مناسب تھا کہ اس کا ذکر لغت وثم میں ہوتا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ لفظ میثم جہاں کہیں ہو میم کے زیر کے ساتھ ہے مگر میثم بحرانی کہ یہ میم کی زبر کے ساتھ ہے۔

۶۸۱ ہجری چھبیس رجب کو احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابوبکر بن خلکان اربلی مورخ مشہور وفیات الاعیان مشہور تاریخ کے مولف نے وفات پائی اور ابن خلکان یحییٰ برمکی اولاد میں سے ہے اور اس کے جداعلی کے خلکان (خا کی زبر اور لام مکسورہ کی شد کے ساتھ) کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک دن اپنے ہمسنوں کے ساتھ آل برآ نکہ کے مفاخر کے ساتھ فخر ومباہات کرہا تھا کہ انہوں نے کہا خل کان جدی کذا کان نسبی کذا یعنی اپنے دادا اور شجرہ نسب کے مفاخر کو چھوڑ و بلکہ اپنے مفاخر و کارنامے بیان کرو۔

ان الفتی من یقول هاانا ذا
لیس الفتی من یقول کان ابی

جوانمر دوہ ہے جو کہے کہ میں یہ ہوں وہ جوانمرد نہیں جو کہے کہ میرا باپ یہ تھا۔

ابن خلکان انتہائی متعصب اور ناصبی اصول میں اشعری اور فروغ میں شافعی مذہب ہے۔

قاہرہ مصر میں قاضی تھا اور کتاب وفیات وہیں ۶۵۴ھ میں تالیف کی ہے حقیقت یہ ہے کہ عمدہ اور پختہ کتاب لکھی ہے اور اس میں مشاہیر تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے حالات وتراجم اپنے زمانہ تک لکھے ہیں اور صلاح صفدی نے اس کی تذلیل وافی بالوفیات کے نام سے لکھی ہے۔

۶۸۱ھ میں عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد (جو ابوالقاسم سہیلی کی کنیت سے مشہور ہے نحوی نے وفات پائی اور شرح الجمل اور کتاب الاعلام بمافی القرآن من الاسماء الاعلام وغیرہ کتب لکھی ہیں اور کتاب اعلام عمدہ کتاب ہے اور صاحب روضات نے سہیلی کے حالات میں اس کتاب سے کچھ چیزیں نقل کی ہیں۔

۶۸۵ھ یا ۶۹۲ھ میں قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر فارسی بیضاوی اشعری شافعی مفسر متکلم اصولی نے وفات پائی جو کہ مشہور تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل کا مولف ہے اور حقیقت میں یہ کتاب کشاف کی تہذیب وکاٹ چھانٹ ہے اور یہی تفسیر حکومت مغلیہ میں اس کی ترقی اور شہر بیضا میں اس کی قضاوت کا باعث ہوئی جیسا کہ اپنی جگہ پر شرح کے ساتھ بیان ہوا ہے اور اس کی اور تالیفات بھی ہیں مثلاً شرح مختصر ابن حاجب وشرح مصابیح بغوی اور اس کا لطیف کلام ہے۔ بنی اسرائیل کی گائے کے ذبح ہونے کی تفسیر میں جس میں نفس کی گائے کو ذبح کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ جو نفس کی گائے کو ذبح کرے وہ پاکیزہ زندگی بسر کرے گا۔

اسی مطلب کو شیخ بہائی نے نان وحلوا میں حاشیہ لگا کے اس سے اخذ کیا ہے۔

درجوانی کن نثار دوست جان
روعوان بین ذلک رانجوان الخ

۶۸۶ھ میں شیخ اجل نجم الائمہ رضی الدین محمد بن حسن استر آبادی نے (جو شارح رضی کے لقب سے مشہور شیعہ امامی ہے) وفات پائی اور یہی وہ شخص ہے جس نے کافیہ وشافیہ اور ابن ابی الحدید کے سات قصائد جو امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کی مدح میں ہیں کی شرحیں لکھی ہیں۔

۶۸۶ھ ہی میں بدر الدین محمد بن محمد بن مالک اندلسی نحوی نے وفات پائی جو ابن ناظم کے نام سے مشہور اور اپنے باپ کی الفیہ کا شارح اور کافیہ دلامیہ کا شارح ہے۔

۶۸۹ھ عرفہ کی رات شیخ جلیل فقیہ یحییٰ بن احمد بن یحییٰ بن حسن بن سعید ہندلی (جو محقق جعفر بن حسن بن یحیی کا چچازاد جو ابن سعد حلی کے نام سے مشہور جامع الشرائع ونزہتہ الناظر فی الجمع بین الاشباہ والنظائر کا مولف ہے) عرفہ کی رات کی پہلی تہائی میں وفات پائی اور اس کی ایک حکایت ہے اپنے چچا محقق کے ساتھ جب حلہ میں خواجہ نصیر الدین طوسی ہلاکو خان کی سلطنت کے زمانہ میں تشریف لائے اور یہ بزرگوار ورع و پرہیز گار اور فاضل شخص تھا۔

اور پچیس رمضان ۶۹۳ھ میں ابوعبداللہ محمد بن قاضی القضاۃ احمد بن خلیل خوبی شافعی دمشقی نے (جو ابن خوبی کے نام سے مشہور صاحب شرح فصول ابن معط وغیرہ) وفات پائی۔

اور ماہ شوال ۶۹۳ھ میں سید اجل غیاث الدین عبدالکریم بن احمد بن موسیٰ بن جعفر ابناء طاؤس صاحب کتاب الشمل المنظوم فی مصنفی العلوم وکتاب فرحتہ الغری نے وفات پائی۔ صاحب روضات نے رجال ابنِ داؤد سے حکایت کی ہے کہ سید عبدالکریم کتابت میں مشغول ہوا اور چالیس دن میں استاد سے بے پرواہ ہوگیا اور اس وقت اس کی عمر چار سال تھی پس خیال کرو۔

آٹھویں صدی کے واقعات

۷۱۰ھ میں قطب شیرازی محمود بن مسعود بن مصلح فارسی شیرازی نے جس کا لقب علامہ تھا وفات پائی اور بیضاوی کی قبر کے پاس دفن ہوا اور اس کی تصانیف میں سے ہے شرح مختصر ابن حاجب اور شرح مفتاح وشرح کلیات ابن سینا وغیرہ اور قطب پہلے کاتبی کا شاگرد تھا جب محقق طوسی قزوین تشریف لے گئے تو کاتبی کے گھر گئے کاتبی نے چاہا کہ محقق کی کوئی خدمت انجام دے قطب الدین کو محقق کے سپرد کیا اور قطب نے بھی خواجہ کی ملازمت خدمت اختیار کی اور ان سے بہت سے علوم کا استفادہ کیا اور اس مرتبہ تک پہنچا کہ اسے زیادہ علم کی وجہ سے علامہ کہتے تھے قطب اور اس کے بھانجے شیخ سعدی کے درمیان کئی خوش طبعیاں چلتی تھیں اور دونوں اتابک اعظم سعد بن زنگی کی حکومت کے زمانہ میں تھے اور اسی واسطہ سعدی نے اپنے تخلص کو سعد کی طرف نسب دی ہے۔

ماہ شعبان ۷۱۱ھ میں محمد بن مکرم مصری نے وفات پائی جو لسان العرب کا مولف ہے کہ جس میں اس نے تہذیب، محکم، صحاح، جمہرہ اور نہایۃ وغیرہ کو جمع کر دیا ہے اور اس کے اشعار میں سے ہے۔

بالله ان جزت بوادی الاراك وقبلت عیدانه الخضر فاك ابعث الی عبدك من بعضها: فانه والله مالی سواك خدا کی قسم جب تو پیلو کے درختوں کی وادی سے گزرے اوراس کی سرسبز لکڑیاں تیرے منہ کا بوسہ لیں تو ان میں سے بعض اپنے غلام کو بھیج دینا کیونکہ خدا کی قسم تیرے سوا کوئی میرا نہیں۔

اکیس محرم ۷۲۶ھ میں آیۃ اللہ علامہ حلی رہ نے محروسہ حلہ میں وفات پائی امیر المومنین کے جوار نجف اشرف میں دفن ہوئے اوران کا اسم مبارک جمال الملۃ والحق والدین ابومنصور حسن بن شیخ فقیہ سدید سدید الدین یوسف بن علی بن مطہر ہے اور آپ کا بھائی علی بن یوسف العدد القویہ لدفع المخاوف الیومیہ کا مولف ہے اور علامہ کے والد سب سے پہلے ان کے استاد ہیں فقہ وادب واخلاق کے اور وہ بزرگوار فاضل فقیہ متبحر تھے۔

اور وہی ہیں کہ جنہیں محقق نے اپنے شاگردوں میں سے ممتاز قرار دیا تھا خواجہ نصیر الدین طوسی کے سامنے مشہور حکایت میں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ کے طبقہ میں ذکریا بن محمود قزدینی صاحب کتاب عجائب المخلوقات تھا جو کہ اہل سنت کے بہت بڑے علماء اوران کے محدثین حفاظ میں سے ہے اور سید علی بن حسین باقی بھی انہیں کے طبقہ میں ہے جو اختیار المصاح کا مولف ہے۔

۷۳۵ھ میں ملا عبدالرزاق کاشی عارف وصوفی نے (صاحب تاویلات وشرح فصوص ابن عربی وشرح منازل السائرین خواجہ عبداللہ انصاری) وفات پائی اور وہ علاوہ ہے مولیٰ عبدالرزاق بن علی لاھیجی جیلانی قمی کے جو فیاض کے لقب سے ملقب اور مولیٰ صدر شیرازی کا داماد صاحب گوہر مراد وشرح الشوراق وغیرہ اور مرزا حسن صاحب جمال الصالحین فی اعمال السنۃ اور شمع الیقین فی الامامۃ کا والد ہے اور وہ مولیٰ عبدالرزاق بن میر جیلانی صاحب شرح قواعد العقائد محقق طوسی کے بھی علاوہ ہے۔

۷۳۹ھ میں قاضی القضاۃ محمد بن عبدالرحمن قزدینی الاصل نے (جو خطیب ومشقی مشہور اور سکا کی کی مفتاح کی تلخیص کا مولف ہے کہ جس کی دو مشہور شرحیں تفتازانی نے مطول ومختصر لکھی ہیں جو کہ علم بیان ومعانی میں ہے) دمشق میں وفات پائی۔

۷۴۵ھ میں اثیر الدین محمد بن یوسف اندلسی سے (جس کنیت ابوحیان ہے جو نحوی اور سلسلہ علم وادب کا قطب ہے کہ جس کی بہت سی تصانیف ہیں) وفات پائی کہا گیا ہے کہ وہ اہل ظاہر کے مذہب اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت کی طرف مائل ہوا اور وہ بہت خشوع وخضوع کرتا) اور تلاوت قرآن کے وقت بہت گریہ وزاری کرتا تھا اور وہ ابوحیان توحیدسی کا غیر ہے کہ جو زندقہ والحاد سے متہم تھا۔

جیسا کہ ابن جوزی سے منقول ہے اس نے کہا کہ اسلام کے زمانہ میں تین زندیق تھے ابن راوندی دابوحیان توحیدی اور ابوالعلاء معری اوسب سے زیادہ برا اسلام کے حق میں ابوحیان ہے انتھی۔ اور ابوحیان توحیدی وہی ہے کہ جس نے وزیر ابوالفضل بن عمیدی اور صاحب بن عباد کے مطاعن میں کتاب لکھی تھی اوراس کی ایک کتاب ہے الحج العقلی اذا ضاق الفضا عن الحج الشرعی اور گویا یہ کتاب اس کتاب کی طرح ہے جو حسین بن منصور حلاج نے اپنے ذاتی اختراعات سے حج الفقراء کی کیفیت میں لکھی تھی جو اس کے قتل

کا اہم سبب بنی تھی ۷۴۹ ہجری میں عمر بن مظفر حلبی شافعی نے (جو ابن وردی مشہور تھا) وفات پائی۔

اور ۷۵۴ ہجری میں جناب علامہ کے بھانجے سید عمید الدین عبدالمطلب بن محمد بن علی بن اعرج حسینی حلی نے وفات پائی جو عزی میں دفن ہوا اور وہ اہل علم گھرانے سے تھا اس کا باپ دادا اور بھائی سب علما تھے اور اس کی تہذیب الاصول پر شرح ہے اور اس کی کئی شروح ہیں اپنے ماموں کی کتب پر اور وہ عمید الرؤساء ہبۃ اللہ بن حامد صحیفہ سجادیہ کے راوی جو حدثنا کہہ کر روایت کرتا ہے کا غیر ہے کیونکہ وہ اس سے مقدم اور سید فخار بن معد موسوی قدہ کا شاگرد ہے۔

۷۵۶ ہجری میں قاضی عضد الدین عبدالرحمن بن احمد فارسی الجی شافعی اصولی متکلم نے جو صاحب شرح مختصر ابن حاجب اور صاحب مواقف ہے کہ میر سید شریف نے جس کی شرح لکھی ہے اور ان دو کے علاوہ بھی اس کی کتب ہیں) کرمان کے قید خانے میں وفات پائی وہ سلطان الجاتیو محمد (جو شاہ خدا بندہ مشہور تھا) کے حکومت کے وقت کے علماء میں سے شیراز کا قاضی القضاۃ تھا اور صاحب کرمان کے ساتھ اس کا امتحان شروع ہوا اور اس نے اسے قلعہ میں قید کر دیا اور قید میں ہی اس کی وفات ہوئی۔

۷۶۰ ہجری میں جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن احمد مصری حنبلی کی وفات ہوئی جو ابن ہشام مشہور تھا اور کتاب مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب کا مولف ہے جو اس کی زندگی میں مشہور ہوگئی تھی۔ اور ابن ہشام بہت سے لوگوں پر بولا جاتا ہے جن میں سے ایک عبدالمالک بن ہشام ہے جو سیرت بن ہشام کا مولف ہے اور ان میں سے ایک یوسف بن ہشام حنبلی ہے اس کی بھی نحو میں مغنی نامی کتاب ہے۔

۷۶۷ ہجری میں ابو جعفر محمد بن بوبھی رازی نے دمشق میں وفات پائی وہ قطب رازی اور قطب تحتانی کے لقب سے مشہور اور بنو بویہ سلاطین کی طرف منسوب ہے جیسا کہ محقق کرکی نے فرمایا ہے بابویہ قمی کی طرف منسوب ہے جیسا کہ شیخ شہید سے منقول ہے۔

اس کا اصل وطن ورامین ری ہے اور اس کو قطب تحتانی اس لیے کہتے تھے تا کہ وہ اس قطب سے ممتاز رہے جو اس کے ساتھ مدرسہ نظامیہ میں اوپر کے کمرے میں رہتا تھا اور کتب رازی محاکمات۔ شرح شمسیہ شرح مطالع حاشیہ بر قواعد علامہ وغیرہ کتب کا مولف ہے اور علامہ حلی کے شاگردوں میں سے ہے اور اس نے قواعد اپنے قلم سے لکھی تھی اور علامہ نے اسی قواعد کی پشت پر اس کو اجازہ لکھ کر دیا تھا اور قطب رازی نے شیخ شہید کو اجازہ دیا ہے شیخ شہید اور دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ قطب علماء امامیہ میں سے تھا اور اس کی بہت تجلیل و تعظیم کرتے ہیں اور علماء اہل سنت نے بھی اس کی شاگردی کی ہے لیکن صاحب روضات نے اس کے مخالف ہونے کا حکم لگایا ہے اور اس کے سنی ہونے پر اصرار کیا ہے۔ ہمارے شیخ محدث طبرسی نوری نے اس کی تردید کی ہے اور خاتمہ مستدرک الوسائل میں قطب کا انتصار اور اس کی حمایت صاحب روضات پر بہت سے اعتراضات کئے ہیں وہاں رجوع کریں۔

قطب رازی نے آخر میں دمشق کو اپنا وطن بنا لیا تھا اور وہیں رحلت کی اور وہ ابن تیمیہ حرانی منہاج السنۃ فی شیعۃ والقدریہ کے مولف کا ہمعصر ہے اور قاضی القضاۃ علی بن عبدالکافی سبکی شافعی اشعری جو کہ اغلب علوم میں ماہر تھا کے بھی معاصرین میں سے ہے اور علماء عامہ نے اس کی بہت تجلیل و تکریم کی ہے اور اس کو قدعۃ الائمہ وحجۃ الفضلاء کہا ہے اور اس کے شاگرد وصلاح الدین صفدی

شارح لامیۃ العجم نے اس کی بڑی تعریف کی ہے اور قطب وسبکی کے درمیان منازعات ومباحات مختلف علوم میں ہوئے ہیں اور قطب اس قطب شیرازی کے علاوہ ایک شخص ہے جس کی ۷۱۰ ہجری میں تبریز میں وفات ہوئی ہے۔

۷۶۸ ہجری میں کہا گیا ہے کہ شیخ عبداللہ بن اسعد یافعی مکی عالم بعلوم ظاہریہ وباطنیہ مشہور تاریخ امراۃ الجنان وغیرہ الیقظان اورروض الریاحین فی حکایات الصالحین وغیرہ کے مولف نے وفات پائی۔

۷۶۹ ہجری میں قاضی القضاۃ عبداللہ بن عبدالرحمن جو ابن عقیل مشہور اور منسوب ہے عقیل بن ابوطالب کی طرف مصری شافعی فقیہ نحوی شارح الفیہ نے وفات پائی اور شافعی کے پاس دفن ہوا۔اس کے پاس سراجدین بلقینی پڑھتا رہا ہے اور اس کی بیٹی کے ساتھ شادی کی ہے اور سیوطی نے شرح مذکور پر حاشیہ لکھا ہے جس کا نام ہے السیف العقیل علی عنق ابن ابی عقیل۔

۷۷۱ ہجری میں راس المدققین فخر المحققین ابوطالب محمد بن حسن بن یوسف بن مطہر علامہ کتاب ایضاح فی شرح القواعد وشرح التہذیب ونہج المسترشدین ومبادی الاصول اور اجوبتہ مسائل السید مہنا وغیرہ کے مولف نے وفات پائی اور ان کے والد جناب علامہ ان کی بڑی تعظیم کرتے اور تعریف فرماتے اور بہت زیادہ ان کی شان وشوکت کا اہتمام کرتے یہاں تک کہ علامہ نے اپنی بعض تصانیف کی ابتداء میں ان کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ خدا مجھے اس کا فدیہ قرار دے اور اسے ہر برائی سے بچائے اور دیگر اس قسم کے الفاظ کہے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ وہ جناب اپنی عمر کے دسویں سال میں درجہ اجتہاد پر فائز ہوگئے تھے۔اور سید جزائری نے حکایت کی ہے جیسا کہ سید کی تہذیب کی شرح میں منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب مولانا علامہ اور ان کے فرزند فخر المحققین سلطان خدابندہ کے ساتھ سفر وحضر میں رہتے تھے اور یہ بادشاہ نماز کا وضو نماز کے وقت سے پہلے کرتا تھا۔اور اسی حالت پر اسے ایک عرصہ گزر گیا۔ایک دن جناب علامہ اس کے ہاں گئے تو بادشاہ نے ان سے سوال کیا۔

آپ نے فرمایا کہ جتنی نمازیں تو نے اس طریقہ کی پڑھی ہیں ان کا اعادہ کرلو۔جب علامہ بادشاہ کے ہاں سے چلے گئے تو اس کے پاس فخر المحققین آئے تو بادشاہ نے ان سے بھی اسی مسئلہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ صرف ایک نماز کا اعادہ کرلو اور وہ پہلی نماز ہے جو اس حالت میں پڑھی ہے۔کیونکہ تو نے جب اس کے لیے وضو کیا اس کے وقت کے داخل ہونے سے پہلے اور اسے وقت کے داخل ہونے کے بعد ادا کیا تو وہ فاسد ہے اب تو اس نماز کا مشغول الذمہ ہوگیا تو پھر جس وقت بھی تو نے وضو کیا تو تیرا وہ وضو استباحت نماز کے قصد سے صحیح ہے کیونکہ تو واقع کے لحاظ سے ایک نماز کا مشغول الذمہ ہے پس بادشاہ اس پر خوش ہوگیا علامہ کو ان کے صاحبزادے کے فتوے کی خبر دی تو انہوں نے اس کو اچھا قرار دیا اور بیٹے کے قول کی طرف پلٹ آئے،لیکن محققین نے علامہ پر اپنے قول کو چھوڑ کر بیٹے کے قول کی طرف رجوع کرنے میں عیب لگایا اور اعتراض کیا ہے،اس لیے کہ وہ وضو جو بادشاہ نے وقت سے پہلے کیا تھا وہ آئندہ نماز کے مباح ہونے کے قصد سے تھا نہ کہ فوت ہونے والی نماز کے قصد سے تھا،حالانکہ اعمال کی بنیاد تو نیت پر ہے تو اس وضو کا انصراف اس نماز کی طرف نہیں ہوگا۔جو اس کے ذمہ میں تھی بلکہ ان نمازوں کی طرف ہوگا جو بعد میں اس نے پڑھنی تھیں۔

۷۶۷ھ ہجری میں شیخ متجر شمس الدین محمد بن عبدالرحمن نے (جو ابن صائغ مشہور حنفی ونحوی ہے) وفات پائی جو شرح الفیہ اور اس قصیدہ بردہ کی شرح جو اس کی رو میں ہے اور دیگر کتب کا مولف ہے اور یہ لقب علماء کی ایک بڑی جماعت پر بولا جاتا ہے۔

نو جمادی الاوّل ۷۸۶ھ ہجری میں مولانا السعید الرکن العمید تاج الفقہاء شمس الملۃ والدین ابوعبداللہ شیخ محمد بن مکی عاملی جزینی (کسکینی) کی شہادت واقع ہوئی۔ آپ کو پہلے تلوار سے قتل کیا گیا پھر سولی پر لٹکایا گیا پھر سنگسار کیا گیا پھر آگ سے شہر دمشق میں جلایا گیا۔ یہ سب کچھ بیدمرو کی حکومت اور برقوق کی سلطنت میں مالکی جسے برہان الدین کہتے تھے اور عباد بن جماعت شافعی کے فتویٰ سے ہوا بعد اس کے کہ ایک پورا سال انہیں دمشق کے قلعہ میں رکھا گیا اور انجناب کی تصانیف بہت سی ہیں ان میں سے ایک لمعہ ہے کہ جو سات دن میں تصنیف کی تھی، حالانکہ ان کے پاس کتاب مختصر النافع کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہیں تھی۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جن لوگوں نے شیخ شہید سے روایت کی ہے ان میں سے ایک شیخ فاضل مقداد بن عبداللہ سیوری حلی اسدی ہیں جو شرح نہج المسترشدین وشرح باب حادویعشر وکنز العرفان وتنقیح کے مولف ہیں اور سیوری (سین کی پیش) یا مخفف کے ساتھ نسبت ہے سیور کی طرف جو حلہ کی ایک بستی ہے اور صاحب روضات نے احتمال دیا ہے کہ وہ بارگاہ جو شہر کے باہر صحرا میں واقع ہے اور مشہور ہے کہ یہ مقداد کی قبر ہے وہ اسی مرد جلیل کی مزار ہے کیونکہ مقداد بن اسود کندی (صحابی) کی وفات تو مقام جرف میں ہوئی تھی جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور لوگ کندھوں پر ان کا جنازہ اٹھا کر لے آئے تھے یہاں تک کہ انہیں بقیع میں دفن کیا گیا واللہ العالم۔

۷۹۲ھ ہجری میں محقق مدقق ملا سعد بن عمر تفتازانی ہروی شافعی نے سمرقند میں وفات پائی اور سرخس میں دفن ہوا اور محقق تفتازانی کی تصانیف بہت ہیں کہ جن میں سے ایک مطول ہے۔

یہ شرح بیس سال کی عمر میں لکھی ہے اور ایک شرح شمسیہ ہے اور ایک کتاب مقاصد اور اس کی شرح ہے اور ایک شرح تعریف اور حاشیہ کشاف ہے علاوہ اور کتب کے ایک معاصر کو اس کی ہجو میں یہ لکھ کر بھیجا۔

ولست جدیراً ان تکون مقدماً

وما انت الا نصف ضد المقدم

تو اس لائق نہیں کہ مقدم اور آگے ہو تو مقدم کی ضد کا آدھا ہے مقدم کی ضد موخر ہے اور اس کا آدھا خر (گدھا) ہے اور اسی سال خواجہ حافظ شیرازی کی بھی وفات ہوئی اور اس کی مزار شیراز میں ہے اور میں بھی اس کے مزار پر گیا ہوں۔

نویں صدی کے واقعات

۸۰۸ھ ہجری تین جمادی الاوّل کوشیخ فاضل محیط کمال الدین محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ ومیری مصری شافعی حیواۃ الحوان اس کی مختصر اورشرح منہاج وغیرہ کے مولف نے وفات پائی اور دمامینی شارح مغنی نے بھی حیوۃ الحیوانکی ایک مختصر شرح لکھی ہے اوراس کا نام عین الحیوۃ رکھا ہے۔

۸۱۶ھ ہجری میں شریف الدین علی بن محمد حسینی حنفی جرجانی استرآبادی نے (جو میر سید شریف مشہوراور فاضل معروف ہے) شیراز میں وفات پائی جوشرح مواقف قاضی عضداورشمسیہ مطول وغیرہ پرحواشی وتعلیقات کا مولف صاحب صرف میر دکبریٰ وغیرہ سعد الدین تفتازانی کا معاصراور قطب الدین رازی کا شاگرد تھااوراس کے مذہب کے متعلق اختلاف ہے اکثر علماء شیعہ اسے سنی سمجھتے ہیں اورقاضی نوراللہ نے اسے حکماء وعلماء شیعہ میں سے شمار کیاہے اوراستشہاد کیاہے میر شریف کے شاگرد سید محمد نور بخش اورشیخ محمد بن ابوجمہور احسائی کی تنصیص کے ساتھ اور کہاہے بماہتاب چہ حاجت شب تجلی را۔

البتہ اس کا بیٹا سید شمس الدین محمد شیعہ امامی ہے اور سید محمد کا بیٹا مرزا محمد علی جو میرزامخدوم شریفی مشہور تھا۔سنی اور ناصبی ہے اور یہ وہی ہے کہ جس نے سلطان شاہ اسماعیل ثانی کو گمراہ کر کے سنی بنادیا اور ایک کتاب بھی شیعوں کے رو میں نواقض الرافض کے نام سے لکھی ہے۔اور قاضی نوراللہ مرقدہ نے اس کی تردید میں مصائب النواصب کے نام سے کتاب لکھی اور میرزا مخدوم کا فرزند ابوالفتح شریفی صاحب آیات الاحکام شیعہ امامی اور یخرج الحی من المیت (خدازندہ کومردہ سے نکالتا ہے) کا مصداق ہے جیسا کہ اس کا باپ یخرج المیت من الحی (مردہ کوزندہ سے نکالتا ہے) کا مصداق ہے۔بہرحال منقول ہے کہ جب سید شریف دنیا سے کوچ کرنے لگا تواس کے بیٹے نے اس سے کہا کہ بابا جان مجھے کوئی وصیت کروتو میر سید شریف نے کہا بابا اپنے حال میں رہو۔بیٹے نے باپ کے کلام کے مضمون کونظم کیااور کہا۔

مرا سید شریف آں بحر زخار
کہ رحمت بررواں پاک اوباد
وصیت کرد وگفت ارزانکہ خواہی
کہ باشد درقیامت جان تو شاد
چناں مستغرق احوال خود باش
کہ از حال کسی ناید ترایاد

مجھے سید شریف نے وصیت کی ہے کہ اگر قیامت میں شادرہنا چاہتا ہے تواس طرح اپنے حالات میں ڈوبارہ کہ کسی کی حالت

تجھے یادہی نہ آئے۔

۸۱۷ھ ہجری میں مجدالدین محمد بن یعقوب بن محمد فروز آبادی شیرازی صاحب قاموس وغیرہ نے وفات پائی۔اس نے مکہ کی مجاورت اختیار کی تھی اور وہیں کتاب قاموس تصنیف کی اور یمن کے علاقہ میں زبید نامی جگہ وفات پائی۔

۸۱۷ھ ہجری میں عبدالرحمن بن احمد بن دشتی فارسی کی ولادت ہوئی جس کا لقب ملّا جامی اور اہلسنت کی زبان میں شیخ الاسلام مشہور ہے اور جام ماوراالنہر کے علاقہ کا ایک شہر ہے کہ جس میں جامی کی ولادت ہوئی اور اسکی کئی تالیفات ہیں جن میں سے ایک کتاب النفحات فی طبقات الصوفیہ ہے ان میں سے ایک کتاب کافیہ کی شرح ہے جو الفوائد الضیائیۃ کے نام مشہور ہے اور جام ماوراء النہر کے علاقہ کا ایک شہر ہے کہ جس میں جامی کی ولادت ہوئی اور اسکی کئی تالیفات ہی جن میں سے ایک کتاب النفحات فی طبقات الصوفیہ ہے ان میں سے ایک کتاب کافیہ کی شرح ہے جو الفوائد الضیائیۃ کے نام سے مشہور ہے یہ شرح اس نے اپنے بیٹے ضیاءالدین کے نام سے کی ہے اور جامی علم نحو وصرف وحدیث وعروض ومعمی وغیرہ کے عظیم ترین علماء میں سے تھا اور بڑا عمدہ شاعر تھا۔عربی فارسی اور ملمعات کا اور اس کا تخلص بھی جامی ہے اور صوفیہ نقشبندیہ کا سلسلہ اسی میں سے جاملتا ہے اور جامی ظاہراً حنفی اشعری تھا بلکہ کہا گیا ہے کہ ناصبی تھا جیسا کہ قاضی نوراللہ اور آغا محمد علی صاحب مقامع وغیرہ نے تصریح کی ہے اور مقامع میں ایک کلام اس کے متعلق ذکر کی ہے۔البتہ سید امیر محمد حسین حسینی خاتون آبادی علامہ مجلسی کے نواسے نے ذکر کیا ہے کہ وہ باطن میں شیعہ تھا لیکن تقیہ کرتا تھا اور اس کے اشعار میں میں سے ہے۔

سگ کاشی بہ ازا کابرقم
باوجود یکہ سگ بہ از کاشی است

اوراس کے اشعار میں سے ہے۔

ای مغبچہ دلعر بدہ جام میم
کاآندز نزاع سنی وشیعہ قیم
گویند کہ جامیا چہ مذہب داری
صد شکر کہ سگ سنی وخرشیعہ نیم

اس کے نوادر میں سے ہے جو حکایت ہوئی ہے کہ اس نے ظریف طبع لوگوں کی موجوگی میں اپنے متعلق یہ شعر کیا۔

بسکہ درجان فگار وچشم بیدارم توئی
ہرکہ پیدامیشو دازدور پندارم توئی

میری زخمی جان اور بیدار آنکھ میں اتنا بسار چاہوا ہے کہ جو بھی دور سے ظاہر ہو میں سمجھتا ہوں کہ تو ہے ایک شخص کہنے لگا اگر گدھا بھی ظاہر ہو تو جامی نے کہا پھر بھی میں یہ سمجھوں گا کہ تو ہے۔

قاضی نوراللہ نے قاضی میرحسین شارح دیوان امیرالمومنین علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ میر نے ملا جامی کی مذمت میں کہا۔

آل امام بحق ولی خدا
اسد اللہ غالبش نامی
دو کس اورا بجان بیاز ردند
یکی از ابلہی وگرخامی
ہر دو را نام عبدالرحمن است
آں یکی ابن ملجم ودیگر جامی

دو افراد نے علیؑ کو اذیت پہنچائی ہے ایک نے بے قوفی سے ایک نے ناپختگی کی وجہ سے دونوں کے نام عبدالرحمن ہیں ایک ملجم کا بیٹا اور دوسرا جامی۔

۸۱۹ھ ہجری میں استاد علامہ محمد بن ابوبکر بن قاضی القضاۃ عبدالعزیز حموی شافعی متکلم اصولی صاحب حواشی و تصانیف کثیرہ ابن جماعت کے نام سے مشہور نے وفات پائی اور یہ عباد بن جماعت شافعی کے علاوہ ہے کہ جسنے شہید اول کے قتل کا حکم دیا تھا۔

ماہ شعبان ۸۲۷ھ ہجری میں بدرالدین محمد بن ابوبکر بن عمر اسکندری مصری مالکی نے جو دمامینی کے لقب سے مشہور تھا کلبرجہ ہند میں وفات پائی جو شرح تسہیل اور حاشیہ مغنی جس کا نام تحفتہ الغریب فی حاشیۃ مغنی اللبیب کا مولف ہے اور اس کا حاشیہ شمنی کے حاشیہ سے بہتر ہے چونکہ اس کی بناء تحقیق وتدفین پر ہے بخلاف دوسرے کے کہ وہ تاریخ کی طرح ہے۔

۸۳۷ھ ہجری میں اسماعیل بن ابوبکر صاحب کتاب عنوان الشرف کہ جو مجموعی طور پر مجموعہ توفقہ میں ہے لیکن رمز واشارہ سے اور بھی چار کتابیں اس سے نحو وتاریخ وعروضو قوافی کی نکل آتی ہیں اس نے اپنی تالیف میں نیا رنگ پیدا کیا ہے اور اس کے طریقہ ومنوال پر فاضل سیوطی نے کتاب النفحۃ المسکیۃ والتحفۃ والمکیہ ایک کتاب کو ایک ہی دن میں بنا ہے اور ہمارے علماء میں سے شیخ فرج اللہ بن محمد بن ادریس جوزی ہیں صاحب کتاب رجال وغیرہ جو ہمارے شیخ حر عاملی کے معاصر ہیں۔

۸۴۱ھ ہجری میں شیخ جلیل احمد بن محمد بن فہد حلی مولف عدۃ الداعی وتنقیح وغیرہ نے وفات پائی۔ان کی قبر کربلا میں مزار مشہور ہے اور واضح ہو کہ ابن فہد نے عدۃ میں ارشاد دیلمی یعنی حسن بن ابوالحسن محمد وعظ دیلمی سے نقل کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دیلمی کا طبقہ ابنِ فہد سے بلندتر ہے بلکہ دیلمی علامہ یا شہید کا ہمعصر ہے جیسا کہ بعض نے کہا ہے اور دیلم مدینہ رود بار اور اطراف مازندران میں ہے۔

۸۵۲ھ ہجری میں احمد بن علی بن حجر عسقلانی لا اصل مکی المسکن شافعی المذہب مولف فتح الباری شرح صحیح بخاری وکتاب اصابہ ودرر کامنہ فی اعیان الماۃ الثامنہ وغیرہ نے وفات پائی جو معاصر ہے احمد بن تیمیہ ناصبی کا جو شیخ الاسلام مبدع کے نام سے

مشہور ہے جس نے منہاج السنیہ علامہ رہ کی منہاج الکرامۃ کی رو میں لکھی ہے جو طائفہ وہابیہ کے مذہب کا بانی ہے اور ابن تیمیہ وابن حجر کے درمیان پوری منافرت تھی اور ابن حجر جائز نہیں سمجھتا تھا کہ ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہا جائے اور ابن آلوسی بغدادی نے ایک کتاب ان دو احمد نامی اشخاص کے درمیان بطور محاکمہ کے لکھی ہے جس کا نام جلاء العینین فی المحاکمۃ بین الاحمدین رکھا ہے اور چونکہ مولف ابن تیمیہ کا ہم مذاق وہم مشرب ہے لہذا ابن حجر کے برعکس ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام سے تعبیر کرتا ہے۔ واضح ہو کہ ابن حجر دو اشخاص پر بولا جاتا ہے اور اکثر اوقات ایک دوسرے سے مشتبہ ہو جاتے ہیں اور جو ابن حجر متاخر ہے اس کا ذکر ۹۷۴ھ ہجری میں آئے گا جو کہ اس کا سنہ وفات ہے۔

۸۵۵ھ ہجری میں بدر الدین محمود بن احمد نے (جو فاضل عینی مشہور اور شواہد کبیر وصغیر کی شرح اور شرح بخاری وطبقات حنفیہ وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی۔

سترہ ذی الحجہ ۸۷۲ ہجری میں احمد بن محمد نے (جو شمنی کے لقب سے مشہور مغنی کا محشی اور سیوطی کا استاد ہے) وفات پائی۔

۸۷۶ھ ہجری میں شیخ محمد بن علی جبائی جد شیخنا البہائی محمد بن حسین بن عبد الصمد شیخ محمد نے وفات پائی اور میں نے مجموعہ شیخ اس کے خط کی تحریر میں دیکھا ہے۔

۸۷۷ھ ہجری میں شیخ علی بن محمد بن یونس بیاضی صاحب صراط المستقیم ومختصر مختلف ومجمع البیان وصحاح اللغۃ وغیرہ نے وفات پائی۔

۸۷۹ھ ہجری میں محی الدین محمد بن سلیمان رومی نے وفات پائی جو شیخ کافیجی مشہور ہے۔ اور ملا جلال الدین سیوطی کا استاد اور بہت سے کتب کا مصنف ہے سیوطی کہتا ہے کہ میں چودہ سال اس کے ساتھ رہا۔ پس جب کبھی میں اس کے پاس آیا تو اس سے ایسی تحقیقات اور عجائبات سنے جو اس سے پہلے نہیں سنے تھے اور کہا ہے کہ اس کی تصنیفات علوم عقلیہ میں بے شمار ہیں۔

دسویں صدی کے واقعات

۹۰۲ھ ہجری میں محی ملا جلال الدین محمد بن اسعد دوانی متکلم حکیم نے وفات پائی۔ (دوان کہوان ایک بستی ہے کازرون شیراز کی) اور ملا جلال کا نسب ابو بکر سے جاملتا ہے پہلے یہ شاعر اہلسنت میں سے تھا۔ لیکن الحمد للہ ہدایت پائی اور کتاب نور الہدایہ لکھی اور اس میں اس کے شیعہ ہونے کی تصریح موجود ہے اور اس کے بہت سے اشعار مشہور ہیں ان میں سے یہ اشعار ہیں۔

خورشید کمال است نبی ماہ دلی
اسلام محمد است وایمان علی

گر بینہ درایں سخن میطلبی
بنگر کہ زبینات اسماست جلی

اسم محمدؐ کے بیناب مراد ہیں، کیونکہ اسم محمدؐ کے بینات ۳۲۱ ہجری میں جو عدد اسلام کے مطابق ہیں، اور اسم علیؑ کے بینات بعینہ ایمان کے مطابق ہیں کیونکہ وہ ایسے بزرگوار ہیں کہ جن کا دل ایمان ہے اور یہ بھی اسی کے اشعار ہیں۔

آں چار خلیفہ کہ دیدی نغز
بشنو سخنی لطیف وشیریں وبلغز
بادام خلافت زپی گردش حق
افکندسہ پوست تابرون آمد مغز

۹۱۰ ہجری میں فاضل ادیب ملا حسین بن علی واعظ کاشفی بیہقی سبزواری شیعی نے وفات پائی جو عارف جامی کا بہنوئی صاحب تفسیر قرآن درروضۃ الشہداء ہے جو مقتل کے بیان میں ہے کہ جس کو پڑھنے کی وجہ سے ذاکرین کو روضہ خوان کہتے ہیں یعنی روضۃ الشہداء پڑھنے والے، کیونکہ پہلے پہل صرف روضۃ الشہداء کے پڑھنے پر اقتصار کرتے تھے اور رفتہ رفتہ اس سلسلہ میں ترقی ہوئی یہاں تک کہ ہمارا زمانہ آ گیا کہ جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔اور فاضل کاشفی کی ہی تالیف ہیں مخزن الانشاء واسرار قاسمی اخلاق محسنی وانوار السہیلی وغیرہ۔

۹۱۰ ہجری ہی میں متجر ادیب جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی شافعی نے وفات پائی اور سیوط واسیوط حدود واخدود کے وزن پر مصر کے علاقہ کی بستی ہے اور سیوطی کی ہر فن میں بہت سی کتابیں ہیں اور وہ حسن العبارت (فصیح وبلیغ) تھا اور سید علیخان شیرازی رہ سے منقول ہے کہ سیوطی شافعی مذہب تھا لیکن سنیت سے پلٹ کر مستبصر ہوا اور آئمہ اثناعشر کی امامت کا قائل ہو کر شیعہ امامیہ ہو گیا اور خدا نے اس کا انجام نیک واچھا کیا اور فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی ایک تصنیف دیکھی ہے کہ جس میں اس نے مذہب حق کی طرف رجوع کرنے کا تذکرہ کیا ہے اور رسول اللہ کے بعد مولانا علی بن ابی طالبؑ کی امامت وخلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے انتھی۔

اور اس کے بہت سے اساتذہ وشیوخ تھے کہ جن میں سے ایک شمنی شارح مغنی ہے۔

۹۱۱ ہجری میں جناب شہید ثانی رہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

۹۱۸ ہجری کے اوائل میں شیخ حسین بن عبدالصمد ہمارے شیخ بہائی کے والد شاہ طہماسب صفوی کے ہمعصر اور شہر قزوین کے شیخ الاسلام پیدا ہوئے۔

۹۱۹ ہجری میں ملا سلطان علی نے مشہد مقدس رضوی میں وفات پائی کہ جو خط نستعلیق میں مشہور تھا اور میر علی علوی تبریزی واضع خط نستعلیق کا شاگرد تھا اور اسی نے اپنے منظوم رسالے میں میر علی کے کچھ حالات کی طرف اشارہ کیا ہے منجملہ کہتا ہے۔

نستعلیق اگر خفی وجلی است
واضع اصل خواجہ میر علی است
تا کہ بودہ است عالم وآدم
ہرگز ایں خط بنودہ درعالم
وضع فرمودا و زدہن دقیق
ازخط نسخ واز خط تعلیق
نی کلکش ازآن شکر ریزاست
کاصلش ازخاک پاک تبریز است
کا تبانی کہ کہنہ ونویند
خوشہ چینان خرمن اوبند

۹۳۵؁ ہجری میں عبدالصمد شیخ حسین عاملی کے باپ نے وفات پائی۔

۹۳۷؁ ہجری میں شیخ اجل علی بن حسین بن عبدالعالی کرکی نے وفات پائی جو محقق ثانی اور شیخ علائی مشہور جامع المقاصد اور نفحات اللاہوت وغیرہ کے مولف اور شیخ علی بن ہلال جزائری کے شاگرد تھے اور وہ ابن فہد حلی کے شاگرد تھے اور محقق کی تاریخ وفات کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ غدیرخم کے دن ۹۴۰؁ ہجری میں فوت ہوئے اور وہ تاریخ اس عبارت کے مطابق ہے۔ مقتدای شیعہ اور وہ شیخ علی بن عبدالعالی میسی کے غیر ہیں جو ان کا ہمعصر تھا اور اس نے ۹۳۱؁ ہجری میں وفات پائی۔

واضح ہو کہ محقق کرکی کے شاگردوں میں سے ہے ملا علی بن حسن زواری جو استاد ہے مولیٰ فتح اللہ کاشانی کا اور زواری کی ایک بڑی تفسیر ہے فارسی میں نہج البلاغہ وکشف الغمہ ومکارم اخلاق واحتجاج وعدۃ الداعی وغیرہ کے تراجم ہیں اور شیخ علی کرکی کے شاگردوں میں سے ہے سید شرف الدین علی حسینی استرآبادی جس نے غزی کو اپنا وطن بنالیا تھا اور جو کتاب تاویل الآیات الباہرہ فی فضل العترۃ الطاہرہ اور کتاب الغرویہ فی شرح الجعفریہ کا مولف ہے اور شیخ کرکی کے معاصرین میں سے ہے شیخ فاضل محقق محمد بن شیخ زین الدین علی بن ابراہیم جو مشہور ہے ابن ابوجمہور احساوی ہجرمی صاحب کتاب غوالی اللئالی وزادالمسافرین وشرح الفیہ شہید وشرح باب حاویعشر اور کتاب مجلی جو صوفیہ کے مذاق پر ہے اور ایک رسالہ جو اس مناظرہ میں ہے جو اس کا ملا ہروی کے ساتھ ہوا اور منجملہ ان کے معاصرین کے شیخ مفلح بن حسین صمیری فاضل فقیہ بھی ہے جو شاگرد ہے شیخ احمد بن فہد کا اور مولف ہے شرح شرایع وشرح موجز ومختصر صحاح وجواہر الکلمات فی العقود والایقاعات کا اور ان کا بیٹا شیخ حسین بھی عالم وفاضل جلیل وکافی عبادت گزار تھا جو بحرین کی ایک بستی سلماباد میں اوائل ماہ محرم الحرام ۹۳۳؁ ہجری میں فوت ہوا اور ضمیر حیدر کے وزن پر ہے (اور کبھی اس کے میم پر پیش دیا جاتا ہے) یہ اہواز اور بلا وجبال کے درمیان دنیور سے پانچ منزل دور ایک شہر ہے۔

۹۳۸ ہجری میں شیخ علی بن عبدالعالی میسی عاملی نے وفات پائی۔

۹۴۳ ہجری میں عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ منطقی متکلم ادیب شارح کافیہ وغیرہ کی وفات ہوئی۔۹۴۸ ہجری میں سید متالہ متکلم امیر غیاث الدین منصور بن سید کبیر امیر صدرالدین محمد ابراہیم بن محمد حسینی دشتکی شیرزای صاحب مدرسہ منصوریہ شیراز نے وفات پائی اوران کے والد بھی جامع معقول ومنقول تھے

ان کے دونوں بیٹے صدرالدین محمد وشرف الدین علی بھی اہل علم وورع میں سے تھے اوران کی اولاد دراولاد میں سے ہیں السید علیخان شیرازی شارح صحیفہ سجادیہ وصمدیہ اوران کانسب زید بن علی بن الحسین تک پہنچتا ہے اوران کے خصوصیات میں سے ہے حدیث مسلسل آباؤ اجداد کے واسطہ سے رسولؐ اللہ سے نحن عبدالمطلب ماعادانابیت الاوقد خرب ولا عادانا کلب الاوقد جرب ہم عبدالمطلب کے بیٹے ہیں جس گھرانے نے ہم سے دشمنی کی وہ تباہ وبرباد ہوا اور جس کتے نے ہم سے عداوت رکھی وہ خارش زدہ ہوا (مابنو ہاشمیم برکہ با مادر افتاد برافتاد) اور جس کو تصدیق نہ ہو تجربہ کرکے دیکھ لے اور جو شخص ان کے حالات سے مطلع ہونا چاہے تو وہ مجالس المومنین کا مطالعہ کرے۔

۹۵۹ ہجری میں شیخ حسن صاحب معالم فرزند شہید ثانی کی ولادت ہوئی اور وہ سید محمد صاحب مدارک کے ماموں ہیں اور شیخ حسن وسید محمد مقدس اردبیلی کے شاگردوں میں سے ہیں اور ملاعبداللہ یزدی وسید علی بن حسین صائغ اور صاحب مدارک کے والد کی بھی دونوں نے شاگردی کی ہے۔

۹۶۶ ہجری میں ہمارے شیخ زین الدین شہید ثانی رحمہ اللہ کی شہادت ہوئی اور تاریخ شہادت یہ ہے مثوی الشہید جنۃ (شہید کے رہنے کی جگہ جنت ہے) اور ہمارے شیخ بہائی نے فرمایا ہے۔

تاریخ وفات ذالك الاداہ

الجنۃ مستقرۃ واللہ

(اس آئیں بھرنے والے مظلوم کی تاریخ وفات ہمیشہ رہنے والی جنت ہے خدا کی قسم)

اور شہید ثانی ان کے آباء واجداد اور اولاد واحفاد سب اہل علم تھے۔آنجناب نقطہ وسط ہیں جن کے گرد دائرہ معارف وعلوم گردش کرتا ہے اور ان کی زیادہ اور عمدہ تصنیف ہیں اور شاگرد بھی بہت ہیں ان میں سے کہ جنہوں نے ان کی شاگردی کی اور حصہ وافران کی خدمت کا حاصل کیا۔ایک محمد بن علی بن حسن عودی رہ ہیں اور انہوں نے اپنے استاد شہید کی تعریف وتوصیف کے بعد کہتے ہیں۔کہ میں نے خود دیکھا ہے جس سال میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا کہ وہ جناب لکڑیاں ایک گدھے پر لاد کے رات کے وقت اپنے اہل وعیال کے لیے لاتے تھے اور صبح کی نماز مسجد میں پڑھاتے تھے اور باقی دن تدریس میں مشغول رہتے تھے اور کتاب (مل) میں ہے کہ انہوں نے کتاب الروضہ البھیۃ (شرح لمعہ) چھ ماہ اور چھ دن میں لکھی ہے جو کہ دو سال میں نہیں پڑھی جاسکتی۔مترجم،آپ قسطنطنیہ کے راستہ میں دریا کے کنارے شہید کئے گئے۔

آٹھ ربیع الاوّل ۹۸۴ھ ہجری میں شیخ حسین ہمارے شیخ بہائی کے والد نے بحرین کی ہجر نامی بستی میں وفات پائی۔
ان کا نسب شریف حرث اعور ہمدانی، (سکون میم کے ساتھ) تک جا پہنچتا ہے۔ جو کہ امیر المومنین علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے تھے۔

شیخ حسین کے دو بیٹے تھے شیخ محمد بہائی اور عبدالصمد کہ جس کے لیے اس کے بھائی شیخ بہائی نے صمدیہ لکھا۔ شیخ بہائی کا اپنے والد کے مرثیہ میں ایک عمدہ قصیدہ ہے۔ (خدا دونوں پر رحم فرمائے) اور اس کے اشعار میں سے یہ ہیں۔

یاثاویاباالمصلی من قری هجر
کسیت من حلل الرضوان اصفاها
اقمت باالبحرین فاجتمعت
ثلثة کن امثالاً واشباهاً
حویت من در العلیا ماحویا
لکن درك اعلاها واغلاها

اے ہجر کی بستیوں میں سے مصلی مقام پر سکونت کرنے والے تو نے رضوان کے حلوں میں سے زیادہ صاف ستھرے لباس پہنے ہیں۔ اے بحر علم تو نے بحرین میں قیام کیا پس جمع ہوگئی تین چیزیں جو ایک دوسرے کے مثل اور مشابہ ہیں۔ تو نے اعلیٰ درجے کے موتی وہیرے جمع کئے جوان دونوں نے جمع کئے۔ لیکن تیرے موتی زیادہ عالی اور زیادہ قیمتی ہیں۔

۹۸۸ھ ہجری میں عالم کامل جلیل مفسر ملا فتح اللہ بن ملا شکر اللہ شارح نہج البلاغۃ واحتجاج طبرسی اور فارسی کی تفاسیر کے مولف شاہ طہماسب صفوی کے زمانہ کے عالم نے وفات پائی۔ ان کی تاریخ وفات ملاذ الفقہاء ہے اور لوگوں کے درمیان مشہور ہے ان کے سکتہ اور دفن ہونے اور کفن چور کے جناب ملا فتح اللہ کو باہر نکالنے کی نسبت، لیکن صاحب روضات الجنات نے یہ واقعہ امین الدین شیخ ابوعلی طبرسی صاحب مجمع البیان کے حالات میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ نسبت ان کی طرف شہرت یافتہ ہے اور ان کی کرامات میں سے ہے۔

۹۹۳ھ ہجری ماہ صفر میں جناب عالم اجل متقی ملا احمد بن محمد نے جو مقدس (اردبیلی کے لقب سے مشہور ہیں وفات پائی طیب اللہ رمسہ ورزقنا من علمہ وقدسہ۔ اور آنجناب کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے ارشاد علامہ کی شرح وکتاب آیات الاحکام ہے اور علماء کی ایک جماعت نے ان کی شاگردی کی ہے جن میں سے شیخ صاحب معالم اور سید محمد صاحب مدارک ہیں اور ایک ملا عنایت اللہ قہپائی یعنی کوپائی نجفی رجالی ہیں جو مولف میں کتاب مجمع الرجال وترتیب اخبار کتب رجال الکشی وترتیب رجال نجاشی وغیرہ کے اور مقدس اردبیلی کے خاص شاگردوں میں سے ہے سید ماجد امیر فیض اللہ حسینی تفرشی محدث جلیل کہ جس نے اثناعشریہ کی شرح کی ہے اور مختلف علامہ پر حاشیہ لگایا ہے اور اپنے استاد کی آیات الاحکام پر بھی حاشیہ لکھا ہے اور یہ سید جلیل مطلع تھا مرحوم اردبیلی کے اسرار پر اور اس کی

بعض کرامات دی سید نے نقل کی ہیں۔

ماہ رجب ۹۹۴ھ ہجری میں احمد بن حجر مکی متاخر صاحب صواعق محرقہ وغیرہ نے وفات پائی اور یہ ابن حجر غیر ہے احمد بن علی بن حجر عسقلانی کا جو کہ آٹھویں صدی کے علماء میں سے ہے اور کتاب دررالکافیتہ فی احوال علماء آئماۃ الثامنہ کا مولف ہے اور اس کے تالیفات میں سے فتح الباری شرح صحیح بخاری اور کتاب اصابہ بھی ہے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے علم درایۃً میں کتاب لکھی ہے اور یہ ابن حجر متاخر سخت ناصبی اور دشمن اہل بیتؑ ہے بخلاف پہلے کے اور بہت زیادہ ایک دوسرے سے مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً ان کی تالیفات۔

گیارہویں صدی کے واقعات

۱۰۰۹ھ ہجری میں سید اجل شمس الدین محمد بن علی بن حسین موسوی عاملی جبعی صاحب مدارک الاحکام فی شرح عبادات شرائع الاسلام کی وفات ہوئی اور صاحب مدارک شیخ حسن صاحب معالم کے بھانجے تھے۔ سید نورالدین کا پدری بھائی بھی صاحب معالم کا مادری بھائی ہے۔

۱۰۱۱ھ ہجری میں شیخ حسن صاحب معالم کی وفات ہوئی۔

۱۰۲۰ھ ہجری میں شیخ عبدالصمد ہمارے شیخ بہائی کے بھائی نے مدینہ کے اطراف میں وفات پائی اور اس کا جنازہ نجف اشرف میں اٹھا کر لے آئے۔

۱۰۲۱ھ ہجری میں عالم کامل زاہد ملا عبداللہ بن حسین تستری ساکن اصفہان نے وفات پائی۔ ان کا اپنا بہت بڑا مدرسہ تھا مسجد نقش جہاں کے پہلو میں اور ان کی وفات ماہ محرم میں اصفہان میں ہوئی اور ایک لاکھ افراد کے قریب لوگوں نے ان کی تشیع جنازہ کی اور روز عاشوراء کی طرح لوگ نوحہ وگریہ کرتے تھے اور انہیں اسماعیل بن زید بن حسن علیہ السلام کے جوار میں سپرد خاک کیا گیا اور ایک سال کے بعد ان کی لاش کربلا معلی لے گئے اور وہ مقدس اردبیلی کے شاگرد اور مجلسی اوّل وغیرہ کے استاد تھے ان کی تالیفات میں سے شرح قواعد ہے اور ان کے زہد کے متعلق نقل ہوا ہے کہ وہ کبھی مباحات کے بھی مرتکب نہیں ہوئے بلکہ جو عمل کرتے واجب ہوتا یا مستحب۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے چودہ شاہی (چودہ پیسے) کا عمامہ خرید کیا تھا اور وہ چودہ سال ان کے سر پر رہا۔ اور مجلسی اوّل فرماتے ہیں کہ میں اپنے استاد ملا عبداللہ کے ساتھ شیخ ابوالبرکات اصفہان کی جامع عتیق کے وعظ کی خدمت میں گیا اور وہ سن رسیدہ بزرگ تھا اور سو سال کے قریب اس کی عمر تھی۔ جب اس کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو وہ باتیں کرتا رہا جن میں سے یہ بات کہی کہ میں شیخ علی محقق سے بلاواسطہ روایت کرتا ہوں۔ پھر اس نے جناب مولانا کو اجازہ دیا۔ اس کے بعد اس کے بعد اس نے حکم دیا اور شربت قند کا ایک کاسہ لا کر

مولانا کے پاس رکھا گیا مولانا نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ میں مریض نہیں ہوں یہ شربت تو بیمار کیلئے ہے ابرالبرکات نے آیت قم من حرم اللہ تلاوت کی پھر عرض کیا کہ آپ مومنین کے رئیس ہیں اور یہ چیزیں مومنین کے لیے خلق ہوئی ہیں۔ جناب مولانا نے معذرت کی اور فرمایا میں اب تک یہ خیال نہیں کرتا تھا کہ آب قند بیمار کے علاوہ اور لوگ بھی پیتے ہیں اور یہ ملا عبداللہ بن محمود تستری خراسانی شاہ طہماسب کے زمانہ کے عالم کے کہ جب سنہ ۹۹۷ ہجری میں گروہ ازبکیہ نے مشہد پر حملہ کیا تو وہ ملا عبداللہ کو گرفتار کر کے بخارا و ماوراءالنہر کی طرف لے گئے اور انہوں نے وہاں کے علماء کے ساتھ مباحثہ کیا اور سب پر غالب آئے اور پھر کہنے لگے میں شافعی مذہب ہوں۔ انہوں نے قبول نہ کیا اور انہیں خنجر والماس وغیرہ سے شہید کر دیا اور ان کے بدن کو آگ لگا کر انہیں جلا دیا (رحمہ اللہ تعالیٰ)

سنہ ۱۰۲۸ ہجری میں سید جلیل ابوعلی سید ماجد بن ہاشم بن علی بحرانی نے وفات پائی کہ جس نے علم حدیث شیراز میں نشر کیا اور شاہ چراغ کی بارگاہ میں دفن ہوا۔ جس کے بڑے عمدہ اشعار ہیں ۹/ربیع الاوّل وغیرہ کے متعلق جو کتاب سلاسل الحدید کا مولف ہے۔ اور یہ سید محدث کاشانی ملاّ محسن فیض کے مشائخ میں سے ہے اور اس کا ایک شعر۔

حبرت عیونی نشیبی وھو لاعجب

تجری العیون لوقع الثلج فی القلل

میری آنکھیں میرے بڑھاپے کی وجہ سے بہنے لگیں اور اس میں کوئی تعجب نہیں، کیونکہ چشمے تب جاری ہوتے ہیں جب پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف پڑے۔

سنہ ۱۰۶۸ ہجری میں مولانا المعظم میرزا محمد بن علی نے وفات پائی استرآباد اُنکا اصل وطن تھا۔ غریّ میں سکونت اختیار کی اور مکہ کے مجاور ہوئے اور وہیں وہ دفن ہوئے۔ ان کی رجال میں کبیر متوسط وصغیر کتب ہیں اور شرح آیات الاحکام وغیرہ بھی ہے اور وہ فقیہ متکلم ثقہ ورع و پرہیزگار و زاہد تھے۔ علامہ مجلسی نے ان کا ذکر اس باب میں کیا ہے جو ان لوگوں کے متعلق ہے جو حضرت حجۃؑ کی ملاقات سے غیبت کبریٰ کے زمانہ میں مشرف ہوئے ہیں۔

صورت واقعہ اس طرح ہے کہ وہ بزرگوار کہتے ہیں کہ میں ایک رات خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک ایک خوبصورت نوجوان آیا۔ اس نے طواف شروع کر دیا۔ جب میرے قریب آیا تو مجھے سرخ گلاب کے پھولوں کا ایک گلدستہ دیا جب کہ ان کا موسم نہیں تھا۔ میں نے وہ اس سے لے لیا اور اس کو سونگھا اور اس سے کہا کہ اے میرے سید و سردار یہ کہاں کے پھول ہیں فرمایا خرابات کے پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا اور میں نے اس کو نہ دیکھا اور خرابات بحر محیط کی طرف مغرب کا ایک جزیرہ ہے۔ کہ جس میں سے جزیرہ خضراء بھی ہے جیسا کہ انساب سمعانی اور قاموس وغیر میں ہ ہے۔

سنہ ۱۰۳۰ ہجری میں شیخ جلیل ابن الفقہاء اور ابوالفقہین فخر الدین محمد بن شیخ حسن بن شہید ثانی کی مکہ میں وفات ہوئی اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی قبر کے پاس دفن ہوئے اور یہ شیخ معظم مکہّ کے مجاور ہو گئے تھے اور سید محمد صاحب مدارک و میرزا محمد استرآبادی رجالی کی شاگردی کی اور کتاب تہذیب واستبصار کی شرح لکھی اور شرح لمعہ ومعالم واصول کافی ورجال کبیر ومختلف اور اپنے

والد کی اثنی عشریہ و مدارک و مطول وغیرہ کے حواشی لکھے اور بڑے اچھے اشعار کہتے تھے۔

۱۰۳۰ ہجری میں شیخ اجل علامہ ہمارے شیخ بہاء الملۃ والدین محمد بن شیخ حسین عاملی حارثی نے وفات پائی اور آپ کی شان وعظمت فقہ (دین فہمی) علم و فضل تحقیق و تدقیق وجلالت قدر عمدگی عبارت میں اس سے زیادہ ظاہر ہے جو کہ بیان ہوا اور ان کے فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ شمار کئے جائیں۔صاحب سلافہ نے ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی زیادہ تعریف و توصیف کی ہے ان کی مفید عمدہ کتب ہیں مثلاً جبل المتین، مشرق الشمسین، خلاصہ کشکول صمدیہ۔تہذیب۔زبدہ، مفتاح الفلاح اربعین وغیرہ کے علاوہ بہت سی کتب میں جو اطراف دنیا میں مشہور ہیں اور ان کے عمدہ اشعار ہیں عربی و فارسی میں۔آپ کی وفات اصفہان میں ہوئی۔پھر دفن سے پہلے ہی مشہد مقدس رضوی کی طرف ان کا جنازہ منتقل کیا گیا اور وہاں ان کی قبر مشہور و معروف ہے۔

ہمارے شیخ بہائی معاصر ہیں سید فاضل جلیل حامی حوزہ اسلامی قاضی نور للہ بن سید شریف الدین حسینی مرعشی شوستری کے جو صاحب کتاب مجالس المومنین واحقاق الحق وصوارم محرقہ ومصائب النواصب۔حاشیہ بر بیضاوی و حاشیہ بر شرح مختصر عضدی وغیرہ۔ آپ شہر اکبر آباد ہندوستان میں احقاق الحق کتاب لکھنے کی وجہ سے شہید کئے گئے۔نوراللہ مرقدہ۔

۱۰۳۳ ہجری میں عالم فاضل ملا محمد امین استر آبادی اخباری صاحب فوائد المدینۃ نے مکہ معظّمہ میں وفات پائی۔

۱۰۳۳ ہجری ہی میں ہمارے شیخ اجل محدث شیخ محمد بن حسن بن علی بن محمد جو شیخ حر عاملی مشغری مشہور تھے اور محمد ین (ثلاثہ درجہ دوم) میں سے ایک تھے جو مولف تھے کتاب وسائل وغیرہ کے انہوں نے اپنے حالات امل الآمل میں خود لکھے ہیں اور روضات میں کہا ہے کہ شیخ نے حکایت کی ہے کہ ایران کے ایک سفر میں خراسان کی طرف جاتے ہوئے وہ اصفہان میں گئے اور وہاں کے بہت سے علماء سے ملاقات کی جن میں سے علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے

ہر ایک نے دوسرے کو اجازہ روایت دیا اور آنجناب کے قوت نفس کے متعلق منقول ہے کہ ایک دفعہ شاہ سلیمان صفوی کے دربار میں بغیر اجازت لئے وارد ہوئے اور اس مسند کے ایک طرف جا کر بیٹھ گئے کہ جس پر بادشاہ بیٹھا تھا چونکہ بادشاہ نے اس عمل کو جسارت سمجھا اور جب آپ کے نام سے باخبر ہوا تو پوچھنے لگا۔شیخنا حر و خر (گدھا) کے درمیان کتنا فرق ہے۔شیخ نے بالبدیہہ کہا کہ ایک کا۔ان کی وفات مشہد مقدس میں ہوئی اور آپ کی قبر صحن امام رضا علیہ السلام میں صحن کے ایک حجرے کے دروازے میں مشہور مدرسہ میرزا جعفر مشہور کے پاس ہے۔

بنو حر کا گھرانہ بڑے بڑے علماء کا خاندان ہے اور آباء وجداد شیخ حر کے تمام علماء وفقہا تھے اور اسی طرح ان کے بنی اعمام بھی رجوع کریں کتاب امل الآمل کی طرف۔

واضح ہو کر آنجناب کے معاصرین میں سے عالم فاضل مرز امحمد بن ملا محمد رضا قمی ہیں۔آپ تفسیر کبیر کے جو کنز الدقائق کے نام سے مشہور ہے مولف ہیں جو احادیث اہل بیتؑ وہ جو ہ اعراب ولغات وقرأات دو قائق پر مشتمل ہے اور وہ بہترین تفسیر ہے اور وہ ایک لاکھ بیس ہزار سطروں میں ہے۔

۱۰۳۵ ہجری میں شیخ لطف اللہ بن عبدالکریم بن ابراہیم بن علی بن عبدالعالی میسی ساکن اصفہان معاصر شیخ بہائی صاحب مسجد معروف درمیدان شاہ اصفہان نے وفات پائی اور شیخ لطف اللہ علمی گھرانے کے فرد تھے اور ان کی تاریخ وفات فارسی میں یوں شمار کی گئی ہے چوں اوساقط کئی سال تاریخ وفاتش زآن شمار شیخ کے نام سے مراد لطف اللہ ہے اور اللہ مشدد لام دومرتبہ شمار ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

الله بودیك الف وهاودولام

عاجز شده ازكنه كمائش اوهام

۱۰۴۰ ہجری (۱۰۴۱ ہجری خ ل) میں سید جلیل اعجوبہ زمانہ آقا سید محمد باقرین میر محمد حسین استرآبادی نے وفات پائی جو میر داماد کے لقب سے مشہور تھے چونکہ ان کے والد بزرگوار ہمارے شیخ محقق علی بن عبدالعالی کرکی کے داماد تھے۔

یہ بزرگوار ہمارے شیخ بہائی کے ہمعصر تھے اور ان دونوں میں بڑی الفت ومحبت تھی اور منقول ہے کہ سید سے زمانہ تکلیف (بلوغ وعقل) میں نوافل کبھی نہیں فوت ہوئے اور مشہور ہے وہ چالیس سال تک بستر استراحت پر نہیں سوئے۔ اور ہر رات پندرہ پارے قرآن کے پڑھتے تھے اور آپ معاصر تھے میر ابوالقاسم فندرسکی حکیم کے جو اصفہان میں دفن ہے۔

۱۰۵۰ ہجری میں حکیم متالہ مولیٰ محمد بن ابراہیم جو ملاصدرا مشہور ہے اور اسفار روشرح کافی وکئی تفاسیر وغیرہ کا مولف ہے اور ہمارے شیخ بہائی اور سید داماد کا شاگرد ہے اور مرحوم ملّا صدرا فیض کاشانی اور ملاعبدالرزاق لاھیجی کے خسر تھے اور اس کے والد میرزا ابراہیم مرحوم شرح لمعہ کے حاشیہ اور کتاب تفسیر عروۃ الوثقی کے مولف ہیں۔

۱۰۵۶ ہجری میں شیخ محمد بن علی بن محمد حرفوشی عاملی کرکی فاضل عالم ادیب نے وفات پائی زبدۃ تہذیب نحوصمدیہ شیخ بہائی وقواعد شہید وغیرہ پر اس کی شرحیں موجود ہیں۔ اس کی طرف منسوب ہے کہ اس نے معمر مغربی کی ملاقات کو درک کیا جس کا لقب ابن ابوالدنیا ہے اور نام علی بن عثمان بن خطاب یمانی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے آب حیات پیا تھا اور امیر المومنین علیہ السلام کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور آپ سے روایت حدیث کی اور آپ کے ساتھ جنگ صفین میں موجود تھا اور ساباط مدائن میں امام حسن علیہ السلام کی زیارت کو درک کیا اور وادی کربلا میں امام حسین علیہ السلام سے شرف ملاقات کیا۔ پس شیخ محمد نے شیخ معمر کو شام کی کسی مسجد میں پایا اور اس سے اجازہ روایت طلب کیا تو اس نے اسے اصولی حدیث وعربیت وکتب اربعہ کا اجازہ دیا اور شیخ حرفوشی سید محمد بن محمد بن قاسم حسینی عاملی کا ہمعصر تھا جو کہ اثنی عشریہ فی المواعظ العددیہ کے مولف ہیں۔

۱۰۶۰ ہجری میں ملا علی نقی کمرہ ئی نے وفات پائی جس نے حرمت نماز جمعہ۔ حرمت استعمال تمبا کو اور نوح افندی کے شیعوں کو قتل کرنے کے حکم کی رد میں رسالہ لکھا۔

۱۰۶۰ ہجری ہی میں سید جلیل شرف الدین علی بن حجۃ اللہ شولستانی استاد علامہ مجلسی رہ نے وفات پائی (شولستان شیراز اور بنادر کے درمیان واقع ہے)

۱۰۶۲ ہجری میں شیخ فقیہ اعجوبہ دہر مولانا محمد بن تاج الدین حسن اصفہانی جو فاضل ہندی مشہور تھے کی ولادت ہوئی اور ان کی وفات ۱۱۳۷ ہجری میں ہوئی جیسا کہ ذکر ہوگا۔

۱۰۶۴ ہجری میں شیخ زین الدین بن محمد بن حسن بن شہید ثانی حر عاملی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد روایت کی وفات ہوئی۔

۱۰۶۴ ہجری ہی میں سید سند وزیر حسین بن میرزا رفیع الدین آملی اصفہانی نے اشراف مازندران میں وفات پائی یہ سید سلطان العلماء اور خلیفہ سلطان کے لقب سے مشہور ہے اور شرح لمعہ ومعالم وغیرہ پر اس کے حواش ہیں اور شاہ عباس ماضی کا وزیر وداماد ہے۔ اور یہ مسلسل وزیر رہا یہاں تک کہ شاہ عباس ثانی کے زمانہ میں وفات پائی اور اس کے حواشی انتہائی مختصر اور پختہ ہیں (رہ)

۱۰۷۰ ہجری میں مجلسی اوّل ملا محمد تقی والد علامہ مجلسی شارح فقیہ وصحیفہ وغیرہ نے وفات پائی اور ان کی قبر اصفہان میں مسجد جمعہ کے پہلو میں ہے۔

۱۰۷۱ ہجری میں ملا عبداللہ تونی بشروی ساکن خراسان نے کرمانشاہاں میں وفات پائی اور پل شاہ کے قریب سڑک کی دائیں طرف دفن ہوا اور یہ شیخ علم اصولی کی کتاب وافیہ کا مصنف ہے کہ جس کی شرح سید صدر الدین قمی اور آقا سید محسن اعرجی نے کی ہے اور اس کا بھائی بھی آقا شیخ احمد کہ جس نے معالم کا حاشیہ اور ایک رسالہ صوفیہ کی رد میں لکھا ہے مرد عالم تھا اور اس کی وفات ملا عبداللہ کے بعد واقع ہوئی ہے۔

۱۰۸۰ ہجری یا ۱۰۸۲ ہجر میں سید فاضل حکیم متکلم رفیع الدین محمد بن سید حیدر طباطبائی جو میرزا رفیعا نائنی کے لقب سے مشہور اور اصفہان کے توابع اور اطراف میں سے تھا وفات پائی۔

یہ مرحوم شاہ صفی صفوی کے زمانہ کے عظیم ترین علماء میں سے اور کتاب شجرۃ الھیۃ فی اصول العقائد فارسی کا مولف اور یہ علامہ مجلسی کے مشائخ واساتید میں سے تھا اور تحت فولاد یا راض بابا رکن الدین میں دفن ہوا وہ مولیٰ رفیع الدین محمد بن مولی فتح اللہ واعظ قزوینی شاگرد مولیٰ خلیل قزوینی صاحب کتاب ابواب الجنان کہ جس کی وفات ماہ رمضان ۱۰۸۹ ہجری میں ہوئی ہے کے علاوہ بزرگ ہے اور ظاہراً یہ دوسرے مولیٰ رفیع الدین سے متحد جو کتاب حملہ حیدریہ کا مولف ہے۔

۱۰۸۰ ہجری میں عالم فاضل صالح اخوند ملا صالح سردی مازندرانی نے وفات پائی اور اصفہان میں مجلسیین کے قبرستان میں دفن ہوئے اور ان کی تالیفات میں سے ہے اصول کافی کی شرح اور معالم کا حاشیہ اور آنجناب مجلسی اوّل کے داماد اور محمد اکمل کے خسر اور آقائے بہبانی کے نانا ہیں اور یہ بزرگ والد ہیں آقا ہادی کے جو افغانیوں کے فتنہ میں مرحوم ہوئے۔

۱۰۸۴ ہجری میں زلزلہ کی وجہ سے قبہ مبارک حضرت رضا علیہ السلام مسجد جامع کے میناروں کے ساتھ خراب ہوگیا۔ شیخ احمد شیخ حر عاملی کے بھائی جو خراسان میں متوطن ہو گئے تھے کتاب در مسلک میں کہتے ہیں کہ ۱۰۸۴ ہجری ماہ ربیع الاوّل عصر کے بعد خراسان میں ایک عظیم زلزلہ آیا کہ جس سے گنبد امام رضا مسجد جامع کے دو مینار کمرے اور دیواریں گر گئیں اور دیواروں کے نیچے آ کر بہت سے لوگ مر گئے اور اس کے بعد پے در پے کافی مدت تک زلزلے کے جھٹکے آتے رہے جو پہلے کی نسبت خفیف تھے اور اکثر لوگ

صحراؤں میں چلے گئے پس شاہ سلیمان نے گنبد مبارک کو دوبارہ بنانے کا حکم دیا اور اسے قدیم بنیادوں پر بنایا گیا اور روضہ اقدس اور مسجد کے جو حصے منہدم ہوئے تھے ان کی مرمت کی گئی۔اور شاہ نے اس میں بہت سا مال خرچ کیا اور ہلال (چاند کی شکل) اور گنبد میں سونا خدا کی رضا کے لیے اور بڑھایا۔انتھی۔

میں کہتا ہوں اور اس انہدام اور تعمیر کی طرف اس کتبہ میں اشارہ ہے جو گنبد مبارک کے اطراف میں چار ترنجات (بیل بوٹے) میں ہے اور وہ محقق خوانساری کا لکھوایا ہوا ہے اور اس کی عبارت یہ ہے۔

من میامن منن الله سبحانه الذی زین السماء بزینته الکواکب ورقع هذا القباب العلی ببدر الداری الثواقب ان استسعد السلطان الاعدل الاعظم والخاقان الافخم الاکرم شرف ملوك الارض حسبا ونسباً واکرمهم خلقاً وادباً مروج مذهب اجداده الائمة المعصومین ومحی امراسم ابائه الطاهرین السلطان بن السلطان شاه سلیمان الحسینی الموسوی الصفوی بهادر خان بتذهیب هذا القبة العرشیة الملکوتیة وتزینهاوتشرف بتجدیدهاو تحسینها وتطرق الیها الانکسارو سقطت لبناتها۔ الذهبته التی کانت تشرق کالشمس رابعته النهار بسبب حدوث الزلزلة العظیمه فی البلدة الکریمة فی ۱۰۸۴ هجری وکان هذا التجدید الحدید ۱۰۸۶ کتب محمد رضا امامی۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۰۸۴ ہجری میں عظیم زلزلہ کی وجہ سے جو گنبد مبارک میں انہدام آ گیا تھا۔۱۰۸۶ ہجری میں شاہ سلیمان صفوی نے س کی تعمیر کرائی۔باقی رہا وہ کتیبہ جو ترنجات (بیل بوٹوں) کے اوپر گنبد مبارک میں واقعہ ہے تو اس کی عبارت یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم من عظام توفیقات الله سبحانه ان وفق السلطان الاعظم مولی ملوك العرب والعجم صاحب النسب الطاهر النبوی والحسب الباهر العلوی تراب اقدام خدام هذا العتبة المطهرة اللاهوتیة غبار نعال زوار هذه الروضة المنورة الملکوتیة مروج آثار

اجدادہ المعصومین﷨ السلطان بن السلطان ابوالمظفر شاہ عباس الحسینی الموسی الصفوی بہادر خان فاستعد بالمجئی ماشیاً علی قدمہ من دارالسلطنت اصفہان الی زیارۃ ہذا الحرم الاشرف وقد تشرف بزینتہ ہذاالقبۃ من خلص ہالہ فی سنت الف وعشروتم فی سنۃ الف وست عشروفی تحتہا بخط الثلث الخفی عمل کمال الدین محمود فی ہزارو پانزدہ ثم بخط النستعیلق الخفی کتبہ علی رضا العباسی (اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شاہ عباس صفوی اصفہان سے پیدل چل کر امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے آیا اور اپنے خالص مال سے اس نے گنبد مبارک کو سونے سے مزین کیا۔ایک ہزار دس ہجری میں یہ کام شروع ہوااور ایک ہزار سولہ ہجری میں ختم ہوا۔اس کے نیچے چھوٹے خط میں لکھا ہے کہ یہ کام کمال الدین محمود نے ایک ہزار پندرہ ہجری میں کیا ہے پھر نستعلیق خفی میں لکھا ہے کہ یہ تحریر علی رضا عباسی نے لکھی ہے۔مترجم۔

۱۰۸۵ ہجری میں محدث فخر الدین بن محمد بن علی بن احمد بن طریح نجفی نے جو شیخ طریحی مشہور ہیں وفات پائی۔جو مجمع البحرین فی تفسیر غریب القرآن والحدیث اور منتخب فی جمع المراثی والخطب مقتل میں اور جامع المقال فی تمیز المشترکات من الرجال وغیرہ کے مولف ہیں۔

یہ بزرگوار محدث عالم فاضل عابد ورع زاہد و پرہیزگار رہے اور ان کا بیٹا شیخ صفی الدین اور ان کے بھائی کی اولاد اور اعزاء واقرباء سب علماء صلحاء واتقیاء تھے اور یہ خود جناب علامہ مجلسی کے مشائخ میں سے تھے۔اس بزرگ نے بہت زیادہ عمر پائی ہے اور مجمع البحرین اس وقت لکھی ہے جب مشہد مقدس مولانا رضاؑ کی طرف جا رہے تھے،لیکن کتاب مجمع تمام لغات عربی اور غریب الحدیث کی جامع نہیں ہے جیسا کہ وہ شخص جانتا ہے جسے علم وتمیز ہے اور آپ نجف اشرف میں مشہور مقبرہ میں دفن ہیں۔

۱۰۸۹ ہجری میں محدث جلیل مولانا ملاً خلیل بن غازی قزوینی نے (جو صافی شرح کافی فارسی اور دوسری عربی وغیرہ کے مولف ہیں) اور منجملہ نعمات الٰہی کے اس احقر (شیخ عباس قمی) پر یہ ہے کہ اس فقیر کے حصہ میں ملا خلیل کی فارسی کی شرح کافی کا ایک قطعہ (نسخہ) داخل ہوا جو ان کے کسی شاگرد کے ہاتھ کا لکھا ہوا اور اسکا تصحیح شدہ ہے جو اس نے ملا خلیل کے لیے لکھا ہے اور مرحوم ملا نے بھی اپنے قلم سے اس نسخہ کی پشت پر لکھا ہے کہ یہ نسخہ میں نے اپنے بیٹے احمد کو دیا ہے اور اس کو اپنی مہر سے مزین فرمایا ہے اور مرحوم کی مہر کی عبارت یہ ہے۔العلم خلیل المومن۔اور جناب ملا خلیل آقا رضی قزوینی کے استاد ہیں اور ان کے اور ملا محمد طاہر قمی کے درمیان

(جو رسالہ ردصوفیہ اور حکمۃ العین واربعین فی فضائل امیر المومنین علیہ السلام کا مولف ہے) کچھ منافرت ومباغضت تھی جیسا کہ نقل ہوا ہے واللہ العالم۔

۱۰۹۰ء ہجری میں ملا محمد باقر بن محمد مومن نے (جو محقق سبزواری مشہور وکفایۃ وذخیرہ ومفاتیح النجاۃ کا مولف ہے) وفات پائی اور محقق خوانساری کا بہنوئی اور شیخ علی سبط صاحب درالمنثور کا ہمعصر ہے۔شیخ علی نے غنا کے متعلق جو رسالہ لکھا ہے اس میں اس پر کئی طنز وتشنیعات کی ہیں خدا دونوں کو معاف کرے اور محقق سبزواری خراسان میں دفن ہوا علیہ الرحمۃ الرضوان۔

۱۰۹۱ء ہجری میں عالم عارف کامل حکیم متالہ ومحدث جلیل فقیہ محمد بن شاہ مرتضی بن شاہ محمود نے (جو ملا محسن فیض کاشانی کے لقب سے مشہور ہیں اور کاشان میں مشہور رقبہ کرامات میں دفن ہیں) وفات پائی آنجناب ان کے والدان کے بھائی ان کی اولاد ان کا بھتیجا سب اہل علم تھے۔خلاصہ یہ کہ ان کا گھرانہ شریف گھرانہ تھا۔اور یہ جناب ان سب سے افضل تھے اور ان جناب کا عظیم حصہ ہے عمدہ تصانیف اور تطبیق ظواہر بالبواطن میں اور ان کا شرب ومسلک غزالی جیسا ہے اور یہ شیراز کی طرف گئے بعد اس کے کہ قرآن در دیوان علیؑ سے نفال کیا اور آیت نفر اور وہ اشعار نکلے جن کی ابتداء آنحضرت علیہ السلام کے اس قول سے ہے۔

''تغرب عن الاوطان'' (وطن سے مسافرت اختیار کرو) اور شیراز میں سید ماجد بحرانی کی شاگردی کی۔

جو کہ احمد بن موسیٰؑ بن جعفرؑ جو شاہ چراغ مشہور ہیں کے بقعہ مبارکہ میں دفن ہے اور معقولات میں مولی صدرالدین شیرازی کی شاگردی کی اور یہ مولی صدرالدین کے داماد تھے جیسا کہ مولی عبدالرزاق لاصیجی بھی صدرالدین کے داماد تھے۔

اور فیض صاحب ذخیرہ کے ہمعصر تھے اور ان کے درمیان بہت زیادہ موافقت تھی اور شیخ علی شہیدی ان دونوں میں معاندت رکھتا تھا اور منقول ہے کہ مولی محمد طاہر قمی بھی فیض سے عناد رکھتا تھا پھر ان سے توبہ کی اور معذرت چاہی اپنے اس قول کے ساتھ یا محسن قد اتیک المسیئ'' اے محسن تیرے پاس گنہگار آیا ہے یہ حکایت مشہور ہے اور ان کی بہت سی تالیفات ہیں اور انہوں نے اپنی تالیفات کی تعین اور ان کے سطور کی تعداد میں ایک رسالہ لکھا ہے اور وہ بہت سے اجل علماء کے اساتذہ میں سے ہیں کہ جن میں سے علامہ مجلسی ہیں اور ان کے لطیف کلمات ہیں صوفیہ کی مذمت میں جیسا کہ ان کے خسر نبیل مولی صدرالدن کا ایک رسالہ ہے ان کی رد میں جس کا نام انہوں نے کسر الاصنام الجاہلیۃ فی کفر جماعۃ الصوفیہ رکھا ہے۔

خلاصہ یہ کہ محدث کاشانی ارباب علم وفہم ومعرفت ومکاشفہ رسولؐ وآل رسولؐ کے پیروکاروں میں سے حکیم ربانی وعارف ایمانی تھے وہ فقیر صوفی نہیں ہیں اگرچہ انہیں تصوف سے متہم کیا گیا ہے حالانکہ حاشا ثم حاشا (وہ ہرگز ایسے نہیں تھے) بلکہ وہ بلند عرفاء اور محدثین علماء میں سے تھے اور ان کے بہت عمدہ اشعار ہیں۔۱۰۹۶ء ہجری میں عالم فاضل محمد بن حسن نے (جو آقا رضی قزوینی مشہور اور محدث واخباری تھا) وفات پائی۔وہ کتاب لسان الخواص وقبلۃ الآفاق اور تاریخ علماء قزوین کا مولف ملا خلیل کا شاگرد اور علامہ مجلسی اور شیخ حر عاملی کا ہمعصر ہے۔

جمعہ کے دن ۲۹ رمضان ۱۰۹۸ء ہجری میں محقق مدقق علامہ ملا میرزا محمد بن حسن شیروانی متوطن اصفہان داماد مجلسی اول نے

وفات پائی اورخراسان کے مشہور مدرسہ میرزاجعفر میں دفن ہوا معالم۔شرح تجرید۔شرح مطالع وشرح مختصر عضدی وغیرہ پر حواشی لکھے اورصفوی دور کے آخر کے علماء میں سے صاحب ریاض کا استاد تھا کہ جس سے وہ استادنا العلامہ سے تعبیر کرتے ہیں اور سید حکیم مومن بن امیر محمد زمان حسینی تنکابانی مازندرانی کا ہمعصر تھا۔اس نے کتاب تحفۃ المومن شاہ سلیمان صفوی کے نام سے معنون کر کے لکھی ہے۔

۱۰۹۹ہجری کے آخر میں علامہ بشر عقل حاوی عشر آقاحسین بن جمال الدین نے جو محقق خونساری مشہور تھے اصفہان میں وفات پائی جوشرح دروس کے مولف ہیں اور کی قبر تخت فولاد میں بابارکن الدین کی بارگاہ کے قریب ہے کہا گیا ہے کہ ان کی تاریخ وفات ادخلی جنتی ہے (وفیہ نظر لا یخفی)

۱۰۹۹ہجری ہی میں سید سند آقاسید حسین بن میر ابراہیم بن میر محمد معصوم نے وفات پائی اور قزوین میں دفن ہوئے۔

بارہویں صدی کے واقعات

ماہ شوال ۱۱۰۰ہجری می عالم فاضل میرزا علاءالدین گلستانہ علامہ مجلسی کی بیوی کے بھائی اور نہج البلاغہ وغیرہ کے شارح نے وفات پائی۔

۱۱۰۳ہجری میں شیخ علی بن شیخ محمد بن شیخ حسن بن شہید ثانی نے اصفہان میں وفات پائی۔وہ زین الدین شیخ حرعاملی کے استاد کے بھائی ہیں اور شیخ علی کی تصانیف میں سے درمنثور وشرح کتاب عقل وعلم کافی شرح لمعہ کا حاشیہ تحریم غنااور صاحب ذخیرہ کی رو میں ایک رسالہ اورصوفیہ کی رو میں ایک رسالہ وغیرہ ہیں اور وہ نوے سال کے قریب قریب زندہ رہا ہے اور وہ شیخ علی صفیر مشہور تھا شیخ علی بن عبدالعالی محقق ثانی کی نسبت سے۔

۱۱۰۷ہجری میں سید محدث متتبع ماہر ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل حسینی بحرانی توبلی فقیہ مفسر ومحدث رجالی نے (صاحب تصانیف کثیرہ مثلاً تفسیر قرآن جس کا نام برہان ہے اور معالم الزلفی فی النشاۃ الاخری ومدینۃ المعجزات وسلاسل الحدید خلاصہ شرح نہج بن ابی الحدید اور غایۃ المرام فی فضائل امیر المومنین والائمہ علیہم السلام وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی اور خانہ المرام کا ترجمہ ناصرالدین شاہ مرحوم کے حکم سے ہوااور طبع کیا گیا۔

۱۱۱۱ہجری میں مروج مذہب جعفری فخر الشیعۃ ومحی الشریعۃ عالم ربانی مولانا محمد باقر بن محمد تقی اصفہانی جو مجلسی مطلق یا مجلسی ثانی سے مشہور تھے اور ان کی شہرت مذہب شیعہ میں اتنی ہے کہ جس نے ہمیں ان کے حالات سے بے پرواہ کردیا ہے اور ہمارے شیخ محدث نوری طاب رمسہ نے مجلسی کے حالات میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام الفیض القدسی فی احوال العلامۃ المجلسی رکھا ہے ان کی تاریخی وفات یہ ہے جس طرح کہ فارسی میں کہی گئی ہے مقتدای جہان زپا افتاد۔نیز عالم علم رفت از علم نیز باقر علم شد روان بجنان وغیرہ اوراس مقام پر جوسب سے عمدہ تاریخ کہی گئی ہے وہ بعض کا کہنا ہے خدااس کا بھلا کرے ماہ رمضان چہ بیست وہفش کم شد تاریخ وفات

باقر اعلم شد پس دیکھئے بلاغت کا جادو بلکہ اس کا معجزہ کہ یہ شعر ان کی وفات کے دن ماہ وسال کو بغیر کسی ضرورت شعری کے ارتکاب کے اور بغیر اطناب وطول کے متضمن ہے اور ان کی مرقد شریف اب بھی اصفہان میں ملجاء خلائق ہے اور ان کی عمر تہتر سال تھی اور ان کی تاریخ ولادت جامع کتاب بحارالانور ہے۔

۱۱۱۲ھ ہجری میں سید سند ورکن معتمد سید نعمت اللہ جزائری شوشتری رہ کی وفات ہوئی۔ان کی تصانیف بڑی دلچسپ ہیں اور وہ علامہ مجلسی کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں اور ان کا پوتا سید عبداللہ بن سید نورالدین علی بن سید نعمت اللہ اپنے زمانے کے افاضل اہل علم وحدیث میں سے تھا اور وہ زمانہ صفویہ خاندان کی حکومت کے اختلال وتزلزل کا زمانہ تھا اور اس کا ایک اجازہ ہے جس میں اس نے اپنے اپنے والد اور دادا کے اور کچھ اساتذہ کے حالات تفصیل سے ذکر کئے ہیں اور نخبۃ الفیض پر اس کی ایک شرح ہے اور انوار جلیہ وذخیرہ الباقیہ وغیرہ اس کی تالیفات ہیں اور وہ سید عبداللہ بن محمد رضا علوی حسینی کاظمی کے علاوہ ہے کہ جو شبر کے لقب سے مشہور اور بہت سی تصانیف کا مصنف ہے کہ جن میں سے بعض علامہ مجلسی کی کتب کے عربی میں تراجم ہیں اور وہ شیخ جعفر نجفی اور سید علی ریاضی اا ور شیخ احمد احسائی کا شاگرد ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ سید نعمت اللہ جزائری کے اساتذہ میں سے شیخ عبد علی حویزی ساکن شیراز کتاب نور الثقلین کا مولف ہے کہ جس میں اس نے حجج طاہرین علیہم السلام کی تفسیر آیات کے متعلق احادیث جمع کی ہیں کہ جس کے طریقہ پر میرزا محمد قمی نے کنیز الدقائق اور سید ہاشم بحرانی نے تفسیر نورالانوار لکھی ہے۔

شیخ عبداللہ کی لامیۃ العجم کی شرح بھی ہے اور شیخ عبد علی کڑ قسم کا اخباری اور خالص ظاہر پرست تھا اور جو عجیب وغریب نسبت اس کی طرف دی جاتی ہے وہ یہ کہ وہ اس پر عمل کرتا تھا کہ جس کی نسبت علماء اپنی کتب فقہیہ میں قیل کی طرف دیتے ہیں اور وہ کہتا تھا کہ یہ مولانا صاحب الزمان علیہ السلام کے اقوال میں سے ہیں جو آپ نے گروہ شیعہ کی طرف القاء کئے ہیں تاکہ وہ اس طرح ہو جیسے مولیٰ خلیل قزوینی کی طرف مرسلات کافی کے سلسلہ میں نسبت دی جاتی ہے۔

۱۱۱۵ھ ہجری میں عالم فاضل مرحوم شیخ جعفر بن عبداللہ حویزی الاصل کمرئی المولد اصفہانی المسکن اور نجفی المضجع ومدفن نے وفات پائی جن کا شرح لمعہ پر مشہور حاشیہ ہے اور وہ مرحوم مجلسی اوّل محقق سبزواری اور آقا حسین خونساری رحمہم اللہ کے شاگرد اور محمد اکمل والد آقا بہبہانی وحاجی ملا احمد اردبیلی صاحب جامع الرواۃ وسید جلیل قوام الدین محمد بن محمد مہدی قزوینی صاحب منظومات وقصائد کے استاد ہیں۔

۱۱۲۰ھ ہجری میں سید علی خان شیرازی سید نجیب جوہر عجیب ابن نظام الدین احمد نے وفات پائی کہ جن کا نسب چھبیس واسطوں سے زید بن علی بن الحسین علیہما السلام تک پہنچتا ہے جو شرح صحیفہ۔شرح صمدیہ۔درجات الرفیعہ۔حلوۃ الغریب۔انوار الربیع وغیرہ کے مولف ہیں۔

سید کی زندگی ہی میں سید کی شرح صحیفہ ان کے ہمعصر فاضل جیلانی نے لے کر اپنی طرف اسی کو منسوب کیا اور اس سے سید

کا دل جلایا۔پس سید عنان قلم پر قابو نہ پا سکے اور آخر شرح میں فصیح ولطیف عبارات سے اس کی خیانت کی تصریح فرمائی۔

غدیر کے دن ۱۱۲۴ ہجری میں عالم ربانی مولیٰ محمد بن عبدالفتاح تنکابنی مازندرانی جو سراب کے لقب سے مشہور اور محقق خراسانی صاحب ذخیرہ کے شاگرد تھے اور ان کی تصانیف یں سے سفینۃ النجاۃ ہے اصول دین میں اور ضیاء القلوب امامت میں ان کے حواشی ہیں ذخیرہ وآیات الاحکام اردبیلی و مدارک وشرح لمعہ ومعالم پر اور صاحب رضات نے بعض صلحاء وران کی اولاد کے علماء سے ایک طویل حکایت نقل کی ہے کہ مرحوم ملا محمد سیراب نے زیارت آئمہ علیہم السلام کے ایک سفر میں ایک جن کو دیکھا کہ جوان کے ہمرکاب مسلسل سفر کر رہا ہے اس سے سبب پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ میں نے نذر کی تھی کہ کسی ایک عالم کے ہمراہ سفر زیارت کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ قافلہ اترنے کے منازل میں تو قافلہ سے کھانا کیوں لیتا ہے۔حالانکہ خود تو کھاتا نہیں کہنے لگا کہ قافلہ کے فقراء کو دیتا ہوں۔فرمایا تم گروہ جنات کا کھانا کیا ہے۔وہ کہنے لگا جب شکل ملیح و بدن صبیح ہم دیکھتے ہیں تو اسے سینے سے لگا لیتے ہیں اور اسے سونگھتے ہیں اور اسی سے قوت حاصل کرتے ہیں اور وہی ہماری روزی وقوت وطاقت ہے اور جب کسی کو دیکھو کہ اسکا دماغ مختل اور وہ پچھاڑیں کھا رہا ہے تو سمجھو کہ وہ اس سے ہمارے بدن کے مس کرنے کا نتیجہ ہے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ سداب (تتلی جو پودینہ کی طرح کی گھاس ہے) کا پانی لے لو اور اگر سرکہ کے ساتھ ملا ہو تو بہتر ہے اور اس کا ایک قطرہ آسیب زدہ کی ناک میں ڈالیں جب ایسا کریں گے تو وہ جن مرجائے گا اور آسیب زدہ حکم خدا سے صحت یاب ہو جائے گا۔

اس واقعہ کے کچھ وقت بعد ہم ایک منزل میں ایک صاحب منزلت وشان شخص کے گھر وارد ہوئے۔اس نے ہماری مہمانی کی اور ہماری خدمت میں مصروف ہوا۔اس کا ایک سفید مرغ تھا وہ میرا جن ساتھی میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ صاحب خانہ سے کہو کہ یہ مرغا ہماری مہمانی میں ذبح کرے۔جب ہم نے اس سے یہ خواہش کی تو اس نے مرغا ذبح کر دیا۔تھوڑی ہی دیر گزری کہ اس شخص کے گھر والوں کی گریہ وزاری کی آواز بلند ہوئی اور وہ شخص مخزون ومغموم میرے پاس آیا۔میں نے پوچھا کیا ہوا۔اس نے بتایا کہ جب ہم نے مرغا ذبح کیا تو ہماری ایک لڑکی غش کھا گئی اور دیوانوں کی طرح ہوگئی ہے اور اب ہم اس کے معاملہ اور علاج میں متحیر وپریشان ہیں میں نے کہا ڈرو نہیں اور جلدی نہ کرو اس کے درد کی دوا میرے پاس موجود ہے اور وہ میرے کہنے پر سداب ''تتلی'' لے آئے اور میں نے اسے پانی کے ساتھ ملایا اور چند قطرے اس کی بینی کے ایک سوراخ میں ڈالے تو وہ فوراً صحیح وسالم اٹھ کھڑی ہوئی اور ایک آواز میں نے سنی جس کے جسم کو میں نہیں دیکھتا تھا جو کہہ رہا تھا کہ ہائے افسوس میں نے اپنے آپ کو ایک بات سے قتل ہونے کے پیش کیا جو میں نے کہی اور ایک راز سے جو میں نے بنی آدم کے سامنے فاش کیا۔پھر میں نے راستہ بھر اس جن کو نہیں دیکھا تو میں نے سمجھا کہ یہ وہی جن مرد تھا جو لڑکی سے معترض ہوا اور ہلاک ہوگیا۔یہ حکایت عجیب ہے اور اس کی ذمہ داری نقل کرنے والے پر ہے۔''البتہ اس میں شک نہیں کہ سفید مرغا جنات کو دفع کرنے کے لیے فائدہ مند ہے جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے۔

۱۱۲۵ ہجری میں محقق مدقق آقا جمال الدین بن محقق آقا حسین خونساری نے (کہ جس نے شرح لمعہ کا انتہائی استحکام پختگی

اور تحقیق سے حاشیہ لکھا ہے)وفات پائی۔اس کی مزار شریف تخت فولاد میں اس کے والد کے گنبد کے پاس ہے کہ جسے شاہ سلیمان صفوی نے بنایا تھا۔

۱۱۲۹ہجری میں آقا حسین بن ملاحسن دیلمانی جیلانی نے اصفہان میں وفات پائی اور یہ وہی شارح صحیفہ ہے کہ جس نے سید علی خان کی شرح صحیفہ سے مطالب چرائے ہیں۔

۱۱۳۰ہجری میں عالم فاضل ماہر مرزا عبداللہ بن عیسیٰ اصفہانی نے وفات پائی جو افندی کے لقب سے مشہور اور ریاض العلماء و حیاض الفضلاء و صحیفہ ثالثہ سجادیہ کا مولف اور علامہ مجلسی کا مخصوص شاگرد ہے۔یہ وہی ہے کہ جو مجلسی کو استادالاستنا اور سبزواری کو استادنا الفاضل اور محقق خونساری کو استادنا المحقق اور مدقق شیروانی کو استادنا العلامہ سے تعبیر کرتا ہے رضوان اللہ علیہم۔

۱۱۳۵ہجری میں ملاعبداللہ بن صالح سماھیجی بحرانی اخباری اپنے والد کے برعکس نے بہبہان میں افغانیوں کے فتنے والے سال وفات پائی اور یہ شیخ صاحب تالیفات ہے کہ جن میں سے ایک صحیفہ علویہ ہے کہ جس کا ہمارے شیخ محدث نوری طاب ثراہ نے بھی استدراک کیا اور صحیفہ ثانیہ علویہ لکھا۔

۱۱۳۷ہجری میں شیخ فقیہ اجو بتہ دہرہ بہاالدین مولانا محمد بن تاج الدین حسن بن محمد اصفہانی نے (جس کا لقب فاضل ہندی کیونکہ ابتداء اور بچپن میں وہ ہندوستان میں رہے ہیں)وفات پائی اور اس کی بہت سی تالیفات ہیں مثلاً کشف اللشام و شرح لمعہ و شرح قصیدہ سید حمیری و تفسیر قرآن و شرح عوامل و تلخیص شفاء وغیرہ۔

اس سے منقول ہے کہ میں منقول و معقول علوم کی تحصیل سے اس وقت فارغ ہوا جب کہ میری عمر کے تیرہ سال پورے نہیں ہوئے تھے اور تالیف و تصنیف اس وقت شروع کی جب کہ میں بارہ سال کا نہیں ہوا تھا۔الخ

فاضل اپنے والد سے اور وہ اپنے استاد شیخ ثقہ مولیٰ حسین علی بن مولیٰ عبداللہ تستری سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور فاضل ہندی کی قبر تخت فولاد کے مشرقی حصہ میں ہے اور یہ بزرگوار صفوی زمانہ کے آخری علماء میں سے تھے اور افغانیوں کے فتنہ کے دنوں میں فوت ہوئے ہیں۔

۱۱۵۰ہجری میں شیخ احمد بن اسماعیل جزائری نے نجف اشرف میں وفات پائی جو آیات الاحکام اور شرح تہذیب وغیرہ کا مولف ہے۔

۲۲ شوال ۱۱۵۱ہجری میں ایک قول کے مطابق سید جلیل میر محمد حسین فرزند میر محمد صالح وسبط و نواسۂ علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ نے وفات پائی۔

گیاراں ہجری کے بعد سنہ ساٹھ کے دھاکے میں سیدنا الاجل سید صدرالدین رضوی قمی صاحب شرح وافیہ نے وفات پائی۔ ان کے مباحثہ کی حکایت سید ابوالقاسم جعفر بن حسن موسوی جد صاحب روضات کے ساتھ مقام منیٰ میں مشہور ہے جب کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص چھری ہاتھ میں لیے ہوئے ہے اور کہتا ہے کہ خداوند لوگ گائیں قربان کر رہے ہیں اور میں اپنے آپ کو قربان

کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے اپنا سر جدا کیا اور گر کر مر گیا۔

سید صدر کا بھائی سید ابراہیم بھی علماء میں سے تھا اور سید صدر ہمعصر تھے سید نصر اللہ حائری کے جو روضہ حسینیہ میں تدریس کرتے تھے (اس میں رہنے والے پر ہزار سلام وتحیہ ہو) جو کہ رائس الاذکیا والفقہا تھے قسطنطنیہ میں شہید ہوئے اور یہ وہی ہیں کہ جنہیں نادر شاہ نے کعبہ کے لیے ہدایا دے کر بھیجا تھا اور سلطان روم کی طرف سفیر بنا کر بھیجا تھا پس وہیں شہید ہو گئے۔

گیارہ شعبان ۱۱۷۳ ہجری میں ملا اسماعیل مازندرانی خاجوئی شارح مدارک وغیرہ نے وفات پائی۔

۱۱۷۸ ہجری میں مرزا محمد بن عبدالنبی اخباری معاصر شیخ جعفر عرب پیدا ہوا اور ان دونوں کے درمیان منافرات تھے اور اس کی رو میں شیخ نے ایک عمدہ رسالہ لکھا اور میرزا عالم بہت باخبر تھا اور اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔

۱۱۸۰ ہجری میں مرحوم حاجی ملا محمد ابراہیم کرباسی صاحب نخبہ واشارات وغیرہ نے وفات پائی جو علامہ بحر العلوم و شیخ جعفر وسید محسن کاظمی و آ قا بہبانی و محقق قمی وملا مہدی نراقی کا شاگرد تھا۔

ربیع الاول ۱۱۸۶ ہجری میں عالم اجل و شیخ افقہ اعظم عالم ربانی یوسف بن شیخ احمد آل عصفور درازی بحرانی نے وفات پائی جو مولف ہے حدائق الناضرہ۔ درر نجفیہ لولوا لبحرین کشکول سلاسل الحدید فی تقید ابن ابی الحدید والروعلیہ فی شرح علی النہج اس آخری کتاب کے اوّل میں ایک وافی وشافی مقدمہ امامت میں لکھا ہے جو ایک مستقل کتاب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جس طرح کہ کاشف العظا۔

شیخ جعفر کبیر کی کتاب ہے اور ایک کتاب اس کی نفحات ملکوتیۃ فی الرد علی الصوفیہ ہے اور اس میں مولیٰ محسن کاشانی کو صوفیہ میں شمار کیا ہے۔ اور شیخ یوسف اخباریت کی طرف مائل تھا اپنے والد کے برعکس کیونکہ وہ خالص مجتہد اصولی تھے اور زیادہ طنز وتشنیع کرتے تھے اخباریوں پر اور ان کے باپ بھی شیخ سلیمان ماحوزی کے شاگردوں میں سے تھے۔ علامہ بہبہانی شیخ یوسف کے طریقہ کا انکار کرتے اور اگر کوئی شیخ کی مجلس افادات میں حاضر ہوتا تو سخت بُرا مناتے اس حد تک نقل ہوا ہے کہ علامہ کا بھانجا فاضل سید علی صاحب ریاض ان کے خوف سے رات کے وقت شیخ یوسف کے پاس جا کر چھپ کر پڑھتا تھا نہ کہ کھلم کھلا۔ خلاصہ یہ کہ شیخ یوسف اکثر مکارم اخلاق کے اپنانے میں بے نظیر ہے مثلاً پاکدامنی اچھا سلیقہ متانت طریق علم وعمل اخلاص کی رعایت اور صفات شریفہ سے مزین ہونا اور رذائل اور بری صفات سے خالی ہونے میں اور ان کی کتاب حدائق الناضرہ فی احکام العترۃ الطاہر جلیل القدر کتاب ہے کہ اس جیسی کتاب نہیں تصنیف ہوئی اور یہ شیخ مولانا ابا عبداللہ الحسین کے مجاور رہے اور وہیں گنج شہدا کے قریب دفن ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات میں کہا گیا قرحت قلب الدین بعدک یوسف (اے یوسف تونے دین کے دل کو اپنے بعد زخمی کر دیا)

یہ شعر اس قصیدہ کا ہے جو شیخ کے مرثیہ میں کہا گیا جس کا مطلع یہ ہے۔ باقر یوسف کیف اوعیت العلیٰ۔ اے قبر یوسف کس طرح تو نے بلندیوں کو اپنے اندر سمویا۔

۱۱۹۱ ہجری میں سید سند حسین بن سید جعفر جد امجد صاحب روضات و شیخ اجازہ بحر العلوم و محقق قمی رحمہ اللہ نے وفات پائی۔

۱۱۹۷ہجری میں عالم جلیل حکیم ربانی جناب محمد بن ملا محمد رفیع حیلانی نے (جو بیدآبادی اصفہانی مشہور ہے) وفات پائی اور وہ مولیٰ محمد علی مازندرانی مولف توضیح الاشتباہ کا ہمعصر تھا۔

تیرہویں صدی کے واقعات

۱۲۰۹ہجری میں شیخ اجل اکمل استاد اکبر مولیٰ محمد باقر بہبہانی حائری کی وفات ہوئی اوران کی ولادت شریف پانچ سال یا چھ سال علامہ مجلسی کی وفات کے بعد ہوئی اور وہ جناب شہداء کربلا کی پائنتی کی طرف مشرقی رواق حسینی سلام اللہ علیہ میں دفن ہوئے۔ان کی والدہ آقائے نوالدین کی دختر نیک اختر ہیں جو ملا صالح مازندرانی کے فرزند تھے اور آقا نورالدین کی والدہ آمنہ بیگم مجلسی اوّل کی صاحبزادی ہیں۔اسی لیے وہ جناب مجلسی اوّل کو جد اور مجلسی ثانی کو خال (ماموں) سے تعبیر کرتے ہیں۔

آنجناب سے سوال کیا گیا کہ آپ کیسے علم وعزت وشرف ودنیا وآخرت میں قبولیت کے اس درجے پر پہنچے ہیں تو جواب میں تحریر فرمایا کہ اپنے نفس میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا کہ جس کی وجہ سے میں اس کا مستحق ہوتا سوائے اس کے کہ میں اپنے آپ کو کبھی شیئ نہیں سمجھتا تھا اور میں اپنے آپ کو موجودین میں شمار نہیں کرتا تھا اور میں علماء کی تعظیم اور ان کے اسماء کو احترام وتعریف سے ذکر کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا تھا اور میں نے تحصیل علم میں مشغول رہنے کو ترک نہیں کیا جتنی کہ میری استطاعت تھی اور میں نے علم کو ہمیشہ ہر مرحلہ میں مقدم رکھا ہے۔

۱۲۱۳ہجری میں سید الفقہاء المتجرین امام المحدثین والمفسرین علامہ طباطبائی سید مہدی بن سید مرتضی بن سید محمد حسن حسینی نے (بحر العلوم کے لقب سے مشہور اور صاحب کرامات واضح تھے) وفات پائی۔ان کے دادا اصل میں بروجرد کے رہنے والے تھے اوران کے جد سید محمد مجلسی اوّل کے نواسے اور مجلسی ثانی کے بھانجے تھے۔یہی وجہ ہے کہ سید بحر العلوم علامہ مجلسی کو خال مفضال (زیادہ بافضل ماموں) سے تعبیر کرتے ہیں اور مشہور ہے کہ سید بحر العلوم بارہا امام زمانہؑ کی خدمت میں پہنچتے رہے ہیں اور علماء یہود سے ان کے مباحثہ کرنے کی برکات میں سے نقل ہوا ہے کہ کئی یہودی مشرف با اسلام ہوئے اور منقول ہے کہ ایک سال حج بیت اللہ کے لیے گئے لیکن حج نہ کر سکے تو مکہ میں توقف کیا اور مذاہب اربعہ کے علماء کے لیے تدریس فرماتے تھے یہاں تک کہ بعض اہلسنت نے ان کے حق میں کہا ہے جو کچھ شیعہ امام حسن عسکریؑ کے بیٹے مہدی ہونے کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر حق وسچ ہے تو یہ سید مہدی وہی امام قائمقام ہے۔

آپ کی مفید تصانیف ہیں ان میں سے ایک الدرۃ وعقودہ الاثنی عشریہ مرثیہ میں ہے اور کتاب مصابیح فقہ میں ہے اور فوائد رجالیہ ہے اور کچھ حصہ شرح وافیہ کا اوران کا ایک اور جوزہ بلند مرتبہ ہے زمانہ کی فضیلت میں اس کے اوّل میں کہتے ہیں۔

یاطالباً فضائل الزمان
اتل لذاك سورة الرحمن

تجد بها الرحمن فيه فضله
اجمله طوراً وطوراً فضله

اسے زمانہ کے فضائل کا متلاشی اسی کے لیے سورت رحمن کی تلاوت کر اس کے ذریعہ تجھے معلوم ہوگا کہ زمانہ پر رحمن کا فضل ہے کبھی مجمل اور کبھی مفصل یہ سنتیالیس اشعار تک ہے ان میں سے آخری یہ ہیں۔

كانه في لونه الياقوت
فكُله فهو للقلوب قوت
وحسبه فضلاً وفخراً وكفى
ان خير ياقوت به قد عرفا
هذا ثنائي حين جاش جيشي
وان وصف العيش نصف العيش

گویا وہ (ظاہراً انار کے دانے مراد ہیں) اپنے رنگ میں یاقوت ہے پس اس کو کھالے کیونکہ وہ دلوں کی غذا وقوت ہے اور اسکے فضل وفخر کے لیے اتنا ہی بس وکافی ہے کہ بہترین یاقوت اسی سے پہچانا جاتا ہے۔

یہ میری تعریف ہے جب میرا لشکر جوش مارتا ہے۔ اور عیش وعشرت کو بیان کرنا آدھا عیش زندگی ہے اور سید کے بڑے بڑے لوگ شاگرد ہیں مثلاً سید جواد عاملی الحاج ملا احمد نراقی شیخ احمد احسائی (جو بعد میں گمراہ ہوگیا اور فرقہ شیخیہ کی بنیاد رکھی کہ جسے ہر زمانہ کے علماء ومراجع ضال ومضل کہتے رہے بلکہ بعض نے اس کی تکفیر کی ہے۔ مومنین کو اس گمراہ ٹولے کے ہتھکنڈوں سے بچ کر رہنا چاہیے مترجم) سید محسن کاظمی وشیخ عبد علی (عالم کرباسی کے استاد) وغیرہ آپ کی وفات نجف اشرف میں ہوئی اور اس مسجد میں دفن ہوئے جو مسجد طوسی مشہور ہے شیخ طوسی کے مزار کے قریب اور ان کے پہلو میں ان کے فرزند فاضل جلیل سید محمد رضا کی مزار ہے سید بحر العلوم کی تاریخ وفات میں کہا گیا ہے ان چار الفاظ میں سے ہر لفظ جو پے در پے اس مصرع میں ہیں۔ یغرب غربی غریب بغیریب۔

یہ بھی کہا گیا ہے قد غاب مد یہا جداً وہادیہا۔ آپ کے ایک بھائی جلیل القدر صاحب عزت وجلال وعظمت جوامر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے۔ سید جواد آغا سید محمد جواد ہیں۔ وہ جدامجد ہیں مواہب السنیہ فی شرح الدرۃ البہتیہ کے مولف سید فاضل آغا میرزا محمود بن امیرزا علی نقی بن سید محمد جواد کے جو شارح ہیں اپنے باپ کے چچا کے منظومہ کے اور مسلی القلوب کے مولف ہیں جو مسکن الفوائد کی طرح ہے۔ منقول ہے کہ بحر العلوم کے والد کے سید کی ولادت کی رات خواب میں دیکھا کہ مولانا امام رضا علیہ السلام نے محمد بن اسماعیل بن بزیع کے ہاتھ ایک شمع بھیجی ہے اور وہ ان کے گھر کی چھت پر روشن کی ہے، پس اس کی روشنی بلند ہوئی اور اس کا پھیلاؤ نامعلوم حد تک پہنچا۔

۱۲۱۵ھ ہجری میں شیخ ابو علی محمد بن اسماعیل کی وفات ہوئی جو اصل مازندران کا رہنے والا ہے اور اس کی پیدائش وسکونت اور

دفن حائر میں ہوا ہے جس نے منتہی المقال کا مع تعلیقات مولیٰ بہبہائی ومشترکات مقدس امین کاظمی مع اسقاط المجاہیل اوراس شیخ کی تاریخ وفات حائرشریف پروہابیوں کے غلبہ سے ایک سال پہلے ہوئی ، کیونکہ جوقتل عام اس جماعت وہابیہ لعنہم اللہ سے ہوا وہ ۱۲۱۶ ہجری (غریو) میں ہوا تھا۔

۱۲۲۰ ہجری میں عالم فاضل الشیخ اسد اللہ کاظمی لمقابیس الانوار فی احکام النبی المختار کے مولف شیخ جعفرنجفی رضوان اللہ علیہما کے داماد نے وفات پائی اوراسی سال سید فاضل آ سید محمد باقر اصفہانی صاحب روضات الجنات پیدا ہوئے۔

۱۲۲۶ ہجری میں سید سند آ سید جواد بن سید محمد علی صاحب مفتاح الکرامتہ شرح قواعد علامہ نے وفات پائی اور یہ سید جلیل بحر العلوم ووحید بہبہانی کا شاگرد اورشیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام کا استاد ہے۔

آ خر ماہ رجب ۱۲۲۷ ہجری میں استاد الفقہاء الاجلہ وشیخ مشائخ النجف والحلہ آ شیخ جعفر بن شیخ خضر نجفی نے وفات پائی جو مولف ہیں کشف الغطاء کے کہ جس کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے ایک سفر میں سیر دسیاحت میں لکھی جب کہ ان کے پاس قواعد علامہ کے علاوہ کوئی کتاب نہ تھی۔اس کتاب میں دواصول اورفقہ آ خر جہاد تک ہے اورآ پ نے ایک رسالہ میرزا محمد بن عبدالنبی نیشاپوری اخباری کی رو میں بڑا عمدہ لکھا۔اس کا نام بھی کشف الغطاء رکھا اورآ پ کی اولا دسب کے سب علماءفقہا ہیں اور وہ ہیں موسیٰ وعلی وحسن (رحمہم اللہ)

۱۲۳۰ ہجری میں الحاج ملا محمد حسن بن الحاج محمد معصوم قزوینی حائری شیرازی الخاتمہ نے (جو بدایۃ شیخ حر کی شرح اورریاض الشہادہ فی ذکر مصائب السادۃ اورنور العین مختصر ریاض الشہادۃ کا مولف ہے)وفات پائی۔

۱۲۳۱ ہجری میں عالم مجتہد فقیہ جناب میرزا ابوالقاسم محمد بن حسن جیلانی جاپلقی نزیل قم نے جومحقق قمی مشہور تھے وفات پائی جوقوانین وغنائم وسوال وجواب وغیرہ کے مصنف ہیں اور وہ جناب میرا ابوالقاسم محمد بن ریاض الشہادۃ کا مولف ہے) وفات پائی۔

۱۲۳۱ ہجری میں عالم مجتہد فقیہ جناب میرزا ابوالقاسم محمد بن حسن جیلانی جاپلقی نزیل قم نے جومحقق قمی مشہور تھے وفات پائی جوقوانین وغنائم وسوال وجواب وغیرہ کے مصنف ہیں اور وہ جناب سید علی صاحب ریاض کے ہمعصر تھے اور دونوں میں کچھ منافرت تھی اور دونوں ایک ہی سال فوت ہوئے۔ بہر حال،(محقق قمی) فقید ورع جلیل زیادہ خشوع کرنے والے موٹے موٹے آ نسو بہانے والے ہمیشہ نالہ وفریاد کرنے والے جن کی دونوں آ نکھیں گریہ رہتیں عمدہ معاشرت رکھنے والے عمدہ خط (یا خط وحصہ) کم حافظہ اور وہ ہمیشہ تحصیل علم میں مگن رہتے یہاں تک کہ ان کے حق میں شمع اور تھال کی حکایت مشہور ہے۔انہوں نے علامہ بہبہائی کی شاگردی کی۔ یہاں تک کہ آ نجناب نے انہیں اجازہ روایت اجتہاد دیا۔خلاصہ یہ کہ ان کی شان اس سے اجل ہے کہ وہ بیان میں آ سکے اوران کا مزار مقبرہ قم میں مشہور اور کرامات کے ساتھ معروف ہے۔ان کی تاریخ وفات میں کہا گیا ہے نقطہ مشگین ربائے از ناف مشگین غزال ۱۲۳۱۔

۱۲۳۱ھ ہجری ہی میں سید سند سید علی بن سید محمد نے وفات پائی جو مصنف ہیں ریاض المسائل فی بیان احکام الشرع بالدلایل کے جو کہ نافع کی شرح ہے جو شرح کبیر کے نام سے مشہور ہے۔اوران کی ایک مختصر شرح بھی ہے۔اور مفاتیح وغیرہ کی شرح بھی ہے اور یہ علامہ بہبہانی کے بھانجے تھے اوران کی محقق قمی سے منافرت تھی (رضوان اللہ علیہ) تعجب ہے کہ یہ جناب اصولی تھے لیکن ان کی فقہ کی کتاب مشہور ہوئی بخلاف محقق قمی صاحب قوانین کے اور یہ سید اپنے ماموں کے پاس رواق مطہر حسینی میں دفن ہوئے یہ اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں اوران سے ایک جماعت روایت کرتی ہے مثلا سید محمد باقر رشتی جو حجۃ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے اور فاضل کرباسی اور الحاج مولیٰ محمد جعفر استر آبادی شیخ احمد احسائی شیخ ابوعلی رجالی اوراس کے دو بیٹے سید محمد وسید مہدی وغیرہ اور الحاج مولیٰ محمد تقی قزوینی صاحب المجالس اور یہی بزرگ شہید ثالث مشہور ہیں جو ۱۲۷۰ھ ہجری میں شہید ہوئے اوران کا بھائی الحاج مولیٰ محمد صالح بھی فضلاء میں سے تھا جس نے مخزن البکاء لکھی اور ۱۲۷۰ھ ہجری کے حدود میں فوت ہوا۔

۱۲۳۱ ہجری کے ہی حدود میں سید اجل سید محسن بن سید حسن کاظمی اعرجی نے وفات پائی جو کثرت ورع وتقویٰ کے ساتھ مشہور اور سید صدر الدین قمی کے شاگرد اور الحاج سید محمد باقر رشتی وسید حیدر عاملی وغیرہ کے استاد تھے اوران کی تالیفات میں سے ہے محصول فی علم الاصول وشرح وافیہ ومنظومہ جو ابن سعید حلی کے نزہتہ اور مراثی فاخرہ سے مشابہ ہے خلاصہ یہ کہ وہ جناب انتہائی ورع وتقویٰ وزہد وانصاف میں تھے اوران کا ایک بیٹا فقیہ ونیک تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہو گیا۔

۱۲۳۲ھ ہجری میں ملا علی اکبر بن محمد باقر ایجی اصفہانی فقیہ متکلم کی اصفہان میں وفات ہوئی اور تخت فولاد میں دفن ہوئے اور زبدۃ المعارف اور ایک رسالہ نماز نوافل ایک سلام کے ساتھ کے مولف ہیں اوراس کی رد سید باقر نے لکھی ہے اوراس کے علاوہ کئی اور رسائل فقیہہ بھی تالیف کئے ہیں۔

ماہ رجب ۱۲۴۰ھ ہجری میں حکیم ربانی ملا علی نوری متوطن اصفہان نے وفات پائی۔ان کے اور محقق قمی کے درمیان بہت خط وکتابت رہتی تھی جن خطوط میں ان کے مشہور مسائل کے جوابات ہوتے تھے۔اور یہ بزرگ بڑے اچھے اعتقاد سنن وآداب منقولہ کے پابند تھے۔اور سید محمد باقر رشتی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اوران کے عمدہ حواشی اور تعلیقات ہیں حکمت وکلام میں اوران کی سورہ توحید کی تفسیر ہے جو تین ہزار سطر سے زیادہ ہے۔

انھوں نے ایک عیسائی پادری کی رد بھی لکھی۔ان کی وفات اصفہان میں ہوئی اوران کا جنازہ نجف اشرف کی طرف لے گئے اور وہ باب طوسی کی چوکھٹ میں زائرین کے جوتا اتارنے کی جگہ کے نیچے دفن ہوئے۔

۱۲۴۲ھ ہجری میں یا ۱۲۴۳ ہجری میں شیخ افقہ اکبر افخر شیخ موسیٰ بن شیخ جعفر رضوان اللہ علیہما نے وفات پائی۔اوائل ۱۲۴۳ ہجری میں شیخ احمد احسائی بحرانی نے مدینہ میں وفات پائی اور بقیع میں ائمہ بقیع کے نزدیک دفن ہوا۔شیخ احمد کثرتِ عبادت میں مشہور تھا اوراس کے متعلق کہا گیا ہے کہ جو اس کی عبادات کی طرف دیکھے تو اس کی مدح وتعریف کرتا ہے اور جو اس کی عبارات وتحریروں کو دیکھے تو اس کی قدح ومذمت کرتا ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ شیخ احمد احسائی کے متعلق اس کے زمانہ سے لے کر اب تک محققین علماء کی رائے اچھی نہیں ہے۔مراجع میں سے کسی سے سوال ہوا۔انھوں نے اسے اوراس کے شاگردوں کاظم ؛رشتی وکریم خان وغیرہ کو گمراہ وگمراہ کنندہ قرار دیا۔ان کی کتب و عقائد کی ترویج وتبلیغ کوحرام وناجائز قرار دیا، بلکہ بعض علماء نے صراحۃً ان کے کفر کا فتویٰ دیااوران کی اوران کے باطل عقائد کی رد میں اس وقت تک کئی ایک کتب لکھی جاچکی ہیں۔یہاں تک کہ منجد کے آخری ایڈیشن کے آخر میں جومشہورلوگوں کے مختصر حالات ہیں ان لفظ احمد کے تحت لکھا ہے کہ یہ شیخی فرقہ کا موسس وبانی ہے کہ جوحلول کے قائل ہیں اور لفظ شیخی کے تحت تحریر ہے کہ ایک ایسا فرقہ ہے جو بارہ اماموں کی الوہیت کا قائل ہے،لہٰذا مومنین کواس فرقے کے پرچار کرنے والوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اوران کی خرافات باتوں کی طرف دھیان نہیں کرنا چاہیے۔

۱۲۴۲ ہجری میں عالم فاضل کامل الحاج ملا احمد بن مہدی نراقی نے نراق شہر میں وبائے عام سے وفات پائی اوران کی نعش مبارک نجف اشرف میں لے آئے اورصحن مبارک میں حضرت امیرؑ کے پشت سرانہیں دفن کیا گیا۔وہ جناب روشن چراغ اور ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھے۔ان کی مفید کتب میں مثلاً فقہ کی مستند

عوائد الایام شرح تجرید۔اساس الاحکام مناہج الوصول الی علم الاصول مفتاح الاحکام فی الاصول اخلاق کی معراج السعادۃ خزائن طاقدیس پادری کی رد اوران کے والد مولیٰ مہدی بن ابوذر بھی عالم وفاضل وکامل تھے۔ان کی کتاب ہے معتمد الشیعہ فی احکام الشریعۃ۔لوامع الاحکام۔جامع السعادات۔مشکلات العلوم۔انیس التجار اور ایک رسالہ ہے اصول دین میں اور اس کے علاوہ کئی کتب ہیں۔

۱۲۴۸ ہجری میں شیخ اجل شیخ محمد تقی مؤلف ہدیۃ المسترشدین صاحب فصول شیخ محمد حسین کے بھائی نے وفات پائی۔

۲ ربیع الاول ۱۲۶۰ ہجری میں سید سند فقیہ جلیل حجۃ الاسلام سید محمد باقر رشتی صاحب مؤلفات نفیسہ نے اصفہان میں وفات پائی۔

۱۲۶۱ ہجری میں جناب شیخ محمد حسین صاحب فصول فی علم الاصول نے وفات پائی۔آنجناب کی قبرشریف کربلا میں صحن کے دروازے کے قریب ہے کہ جس دروازے سے حضرت عباسؑ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

۱۲۶۲ ہجری میں عراق کی وباء میں جناب سید ابراہیم صاحب ِضوابط وغیرہ نے وفات پائی اور کربلا میں دفن ہوئے۔ان کی قبرشریف شیخ محمد حسین صاحب فصول کی قبر کے مدمقابل ہے۔

ماہ ذیعقدہ ۱۲۶۲ ہجری میں شیخ محمد حسن فرزند شیخ جعفر کبیر نجف اشرف کے مرجع درس وتدریس نے نجف اشرف میں وفات پائی اور یہ شیخ بزرگ جناب شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام کے ہمعصر ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے تقریباً ہم سن ہیں۔

۱۲۶۳ ہجری میں سید صدر الدین محمد بن سید صالح عاملی اصفہانی داماد شیخ جعفر نجفی نے وفات پائی اور نجف اشرف میں دفن ہوئے۔

۱۰ صفر ۱۲۶۳ ہجری میں جناب حاجی ملا جعفر استر آبادی نے تہران میں وفات پائی اوران کا جنازہ نجف اشرف میں لے آئے اور صحن مطہر کے ایوان میں دفن ہوئے۔

۸ / جمادی الثانی ۱۲۸۱ ہجری میں شیخ اعظم اعلم واجل رئیس العلماء والمجتہدین شیخ طائفہ شیخ مرتضی بن محمد امین تستری وسفولی متوطن نجف اشرف شاگرد، فاضل نراقی نے وفات پائی جو بہترین تالیفات کے مصنف ہیں۔ مثلاً مکاسب ورسائل وطہارت وصلوۃ وغیرہ اور اس وقت مرجع و ماؤی درس و بحث آنجناب مرحوم کی کتب ہیں اور اس وقت شیخ مطلق کا انصراف علماء کی زبان میں ان کی طرف ہوتا ہے۔ آپ کی قبر شریف نجف اشرف میں صحن مطہر کے باب القبلہ کے قریب ہے۔ رضوان اللہ علیہ واسئل اللہ تعالیٰ ان یحشر نامعہ و مع سائر العلماء الامامیہ کتبہ الغانی عباس بن محمد رضا قمی عفی عنہما و کتبہ نجطہ اقل اہل العلم و احقرھم احمد بن الحاج میرزا محسن حالی الاردبیلی المشتھر بخوشنویس فی شہر محرم ۱۳۷۳ ھجری۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁